الحکمۃ البیمانیۃ فی اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیۃ

اسلام کا فلسفۂ طہارت و عبادت

ابو المسیح احمد المعروف بہ احمد دین

انصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

Marfat.com

۳۲۷۷۹

اہتمامِ اشاعت

خدیجہ کلثوم میموریل سوسائٹی رجسٹرڈ، لاہور

DATA ENTERED

نام کتاب	:	اسلام کا فلسفۂ طہارت و عبادت
مصنّف	:	ابوالمسیح احمد المعروف بہ احمد دین
ناشر	:	محمد فیصل
بار اوّل	:	۱۸۹۸ء
بار دوم	:	۱۹۸۹ء
تعداد	:	۵۰۰
مطبع	:	عمر خرم پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	-/۹۹ روپے

Marfat.com

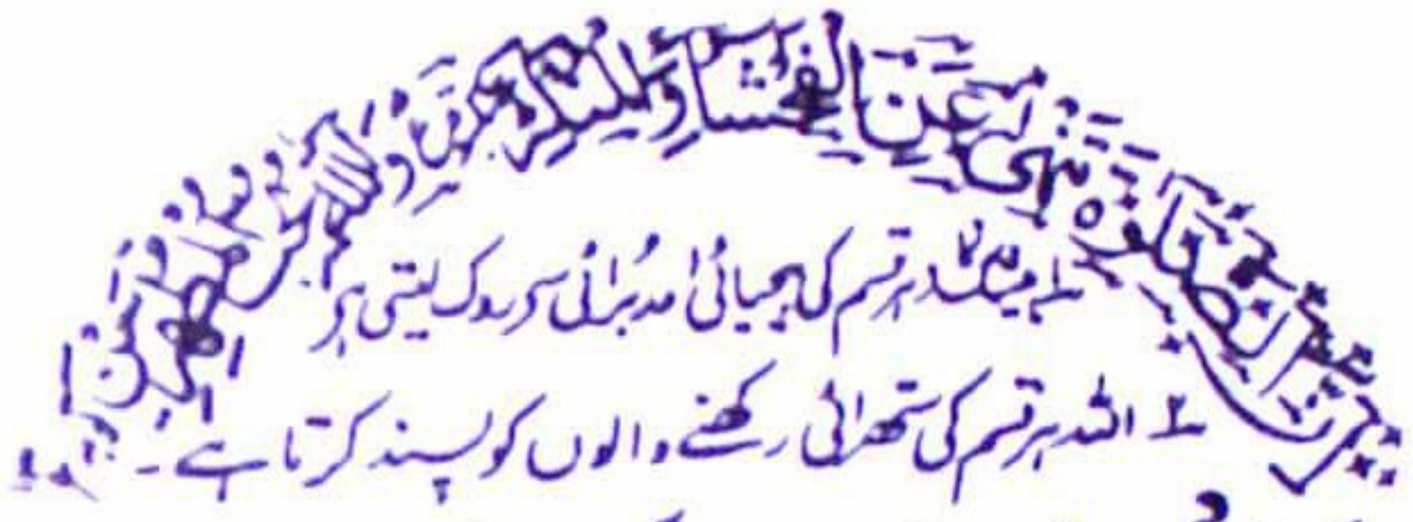

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

۱۔ بیشک ہر قسم کی بیحیائی اور برائی سے روک لیتی ہے

۲۔ اللہ ہر قسم کی ستھرائی رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اَلْحِكْمَةُ الْيَمَانِيَّةُ الْاِيْمَانِيَّةُ

فی

اَسْرَارِ الطَّهَارَةِ وَالْعِبَادَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ

یا

اسلامی طہارت و عبادت کی فلاسوفی

جسکو

خاکسار ابو المسیح احمد المعروف بہ احمد دین ایف۔ اے

اہلمد ٹکس صدر ضلع سیالکوٹ نے تالیف کیا

سنہ ۱۸۹۸ء

[illegible] جس کتاب کے صفحہ اول پر مصنف کے قلمی انگریزی اینٹیکل [illegible] نہ ہونگے وہ کتاب مال مسروقہ متصور ہوگی

[illegible]

Marfat.com

التماس

(۱) فقاء محققین اسلام سے التماس ہے کہ اس کتاب میں کوئی مسئلہ بلا تحقیق پاویں تو اس حاجز کو اس سے بذریعہ تحریر مع دلائل مطلع فرماویں۔

(۲) علماء محققین نکتہ رس سے التماس ہے کہ اگر ان کو مسائل کتاب ہذا کی بابت کوئی اور نکات یا اسرار یا حکم معلوم ہوں تو اس عاجز کو بذریعہ تحریر مطلع فرماویں اور اگر کسی کتاب سے لیں تو اسکا حوالہ بھی دیں۔

(۳) ناظرین باتمکین سے التماس ہے کہ اس کتاب کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ انپر واجب ہے کہ اسکے پڑھنے اور اسکے مطالعہ پر غور کرنے میں کم از کم اسقدر تکلیف ضرور ہی اٹھاویں جسقدر کہ تحریر اقلیدس کی کسی شکل کے سمجھنے یا جبر و مقابلہ کے کسی مسئلہ یا کسی اور دنیوی عقدہ کے حل کرنے میں اٹھاتے ہیں۔

(۴) جن لوگوں کو طبعی طور پر نکتہ دانی کا مذاق نہ ہو وہ صرف مسائل ہی کو پڑھیں۔

(۵) غیر مسلم فرقوں سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب کو طرفداری اور تعصب کے لوث سے پاک اور اسی قسم کے دیگر خیالات سے بالکل یکسو ہو کر پڑھیں اس سے نور اور انشراح پائیں گے انشاء اللہ تعالے ؛

شکریہ

من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ یعنی جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر نہیں کرتا ؛

سب سے اول میں معظمی و مکرمی حضرت استادنا عالم ربانی و رہبر حقانی فخر ناو فخر المسلمین عارف باللہ مولوی ابو عبد اللہ عبید اللہ الشہیر بمولوی غلام حسن صاحب کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں انہوں نے کمال درجہ کی مہربانی سے اپنے وقت عزیز کو اس کتاب کے بہت سے مقامات کے ملاحظہ فرمانے اور مناسب جگہوں میں اصلاح کرنے میں صرف فرمایا۔ دوم مخدومی و مکرمی حضرت استادنا محدث کامل و عالم بکل و عامل بالسنۃ والقرآن حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی اپنا بہت سا وقت گرامی اس کتاب کے سننے اور مناسب اصلاح فرمانے میں صرف فرمایا سوم اخی الفہیم سلمہ اللہ الرحیم خادم سنت رسول کریم عزیزی مولوی محمد ابراہیم صاحب کا شکریہ کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کے تصحیح اور اسکے اہتمام طبع میں لگاتار بہت سے مہینے صرف کئے اور اس کتاب کے مسودہ کیوقت بہت سی کتب کیا بلکہ نایاب بہم پہونچائیں ؛ فالحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی الہ واصحابہ الطاہرین

اللھم ربنا تقبل منی انک انت السمیع العلیم ؛

الراقم ابو المسیح احمد ؛

Marfat.com

فہرست بعض مضامین کتاب الحکمۃ الیمانیہ الایمانیہ فی اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	زمانہ کا مختصر حال یا انگریزی تعلیم کے مختلف نتائج اور چند آفات جو نوجوان انگریزی خوان کو پیش آتے ہیں مثلاً جھوٹے دینی یا دنیوی یا دینی اور دنیوی ریفارمروں کا پیدا ہو جانا اور ان لوگوں کا علماء سے نفرت کرنا۔	۱
۲	اسلام ایسا دین قیم ہے کہ اس کے طفیل دیگر ملل و نحل خود بخود اصلاح کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔	۸۰۷
۳	علما کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہونیکی ترغیب اور علما سے التماس کہ وہ بھی امت اور بردباری سے پیش آیا کریں۔	۱۰۰۹
۴	حضرت محمدؐ کی رسالت کی صداقت محتاج دلیل نہیں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شق اول ثابت شدہ اور مسلم ہے شق دوم بطریق اولی ثابت ہے	۱۱
۵	ریفارمر عالیشان جناب عمر فاروقؓ کا مختصر فرمان بنام جملہ ملکی و فوجی افسران و بقیہ التماس بخدمت ریفارمران۔	۱۳۰۱۲
۶	کتاب و سنت اصل ہے ان کے علاوہ باقی جو کچھ ہے وہ ان کی توضیح وغیرہ ہے۔	۱۳۰۱۳
۷	عبادت۔ خود انسان کی جبلت و فطرت عبادتِ خالق کو اپر واجب ٹھہراتی ہے	۱۵۰۸
۸	ناشکر گزار انسان کی دو موٹی قسمیں یعنے دہریہ اور مشرک۔ شرک کے وجود کی وجہ اور اس کی تردید جو قرآن شریف نے کی ہے وہ فطری لا جو انسان پر عبادتِ خالق کو واجب ٹھہراتا ہے اسی کی تعمیل کا حکم قرآن مجید کرتا ہے اور ہم پر حکماً عبادت کو واجب ٹھہراتا ہے۔ شکریہ اس قسم کا ہونا چاہئے جس کا مظہر روح اور جسم دونوں ہوں اسلامی نماز سے بڑھ کر اور کوئی قسم انسب نہیں ہو سکتی اور ناشکری کا نتیجہ گمراہی ہے۔	۲۶۰۱۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹	نظافت۔ نظافت انسانکی فطری طلب ہے۔ فہرست طیبات وخبثیات اس دنیا کے دار الابتلا ہونیکی وجہ۔	۲۷-۳۱
۱۰	مطلق طہارت۔ تعریف طہارت ونجاست مطابق عرفِ عام اور جمہور الناس کو مکلف بنانیکی غرض سے ضابطہ معتدلہ کی ضرورت۔	۳۲،۳۴
۱۱	طرق حصول طہارت۔ اسلام نے مختلف اقسام طہارت میں سے صرف اُس قسم کو شرط نماز قرار دیا ہے جس کے متحمل جمہور الناس ہو سکتے ہیں جو طہارۃ شرطِ نماز ہے اس کی دو قسمیں۔ طہارتِ نجاستِ حقیقی و طہارتِ نجاستِ حکمی، نجاستِ حکمی کی دو نوعیں(۱)۔ حدیثِ اصغر جس کے مقابلہ میں طہارتِ صُغریٰ یعنی وضو ہے (۲) حدیثِ اکبر جس کے مقابلہ میں طہارتِ کبریٰ یعنی غسل واجب ہے عرفِ عام کے مطابق نقشہ نجاسات حسیہ۔ اسلام نے اس نقشہ میں سے کس کس کو مغلظ اور کس کس کو لا باس بہ خیال کیا۔	۴۱-۲۳
۱۲	آلاتِ ازالۂ نجاسات۔ پاک سے پاک پانی جو سطح زمین پر مل سکتا ہے اس میں ۹ صفات چاہئیں۔ سطح ارضی پر موجودہ پانی کا مزہ یا تو میٹھا ہے یا کھاری ہے کل سمندر کھاری ہیں اس کی حکمت۔	۴۲-۴۶
۱۳	پانی کی دو قسمیں ہیں (۱) نطرتی (۲) معدنی۔ نطرتی پانی کے لیے ضابطہ کی ضرورت اور معدنی پانی کے لیے صرف صورتِ دوم میں ضرورت ہے۔	۴۷،۵۲
۱۴	آداب آب۔ کیفیت تطہیر نجاستِ حقیقی ۱-۲۔ بول وبراز۔ پسر و دختر کے بول کی تطہیر میں فرق کرنیکی حکمت۔ آیات منع قتل اولاد۔ ذکر ظلم عرب جاہلیت در بارہ قتلِ اولاد احادیث ترغیب۔ تربیتِ اولاد۔	۵۲-۵۸
۱۵	کیفیت تطہیر نجاست۔ منی[۳]۔ ندی[۴]۔ دوی[۵]۔ حیض[۶]۔ نفاس[۷]۔ لید[۸] وغیرہ۔ لعاب[۹] کلب سؤر البرہ۔ ہر مردار[۱۱] سوائے مردار انسان وخنزیر۔	۵۸-۶۴
۱۶	مومن کی تعریف۔ طہارتِ صغریٰ یعنی وضو۔ آیہ **یایھا الذین امنوا اذا قمتم** میں کل مسائل طہارت موجود ہیں۔ ترتیب اعضاے وضو قرآن شریف میں موجود ہے وضو کی پوری کیفیت مسنون۔ وچند نتائج وضو۔	۶۴-۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷	المسح علی الخفین وغیرھا جرابوں اور موزوں کے پہننے کا دستور قدیم۔ ان پر مسح کرنا انہیں کی طرح جوتے اور بوٹ بھی لباسِ بدن ہیں۔ ان کے ساتھ کس صورت میں نماز پڑھنا۔	۷۸۔ب
۱۸	متفرنجیان یعنی انگریزی فیشن والوں کے لیے جرابوں۔ موزوں۔ جوتوں اور بوٹوں کی زیادہ توضیح۔	۸۳۔۷۹
۱۹۔	نوافل الوضو وغیرہا۔ قضائے حاجت کے آداب۔ وسواسیوں کے وسوسوں کی تردید	۹۳۔۹۰
۲۰	طہارتِ کبریٰ یعنی غسل وموجباتِ غسل۔ جماع۔ حیض ونفاس ودیگر مسائل متعلقہ	۹۸ب۔۱۰۸
۲۱	خصال فطرت۔ ان کی تقسیم بلحاظ حصص جسم۔	۹۔۴
۲۲	تیمم اور اس کی حکم۔ کیفیت تیمم۔ آلہ تیمم۔ تیمم اور طہارت کا مآل اپنے اپنے محل پر ایک ہی ہے متیمم اور سادھو میں انسانیت اور حیوانیت کا فرق۔	۱۱۹
۲۳	صلوٰۃ یعنے نماز۔ آدم سے لے کر اس وقت تک دین ایک ہی رہا ہے۔ نماز کا اصل منشاء کیا ہے۔ محض ذکر صحیح یا محض فکر صحیح جمہور الناس کے لیے زہر قاتل ہے اسلامی نماز ایسا معجون مرکب ہے کہ خواص وعام اُس سے پورا پورا فائدہ اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرسکتے ہیں جو نماز جمہور الناس کے لیے مفید ہے اُس کے تین قدرتی وصف ہیں۔ شارع کا تاکیدی حکم مروا اولادکم بالصلوٰۃ الحدیث	
۲۹	اور اس کے حکم فضل صلوٰۃ یعنی نماز کی فضیلت اور اس کی وجوہ۔	۲
۲۴	مراقبت الصلوٰۃ یعنی نمازوں کے وقت تعیین وقت پر ذرہ ذرہ کی گواہی۔ اجرام فلکیہ وازمان ظہور نبوت وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ انسان کا مصنوعی کارخانہ بالکل بگڑ جاتا ہے اگر اس میں وقت کی پابندی نہ رکھی جاوے۔ اوقات نماز سب کے سب قدرتی ہیں کیونکہ نماز ناکافی ہے ہر وقتی نماز ملاقت سے بڑھ کر ہے رات اور دن میں پنج وقتی نماز کا ہونا ضروری ہے	۲۱
۲۵	وقت نماز فجر۔ اس کی حدبندی۔ اس نماز کے لیے اور کوئی وقت مناسب نہیں ہے فوائد توسیع وقت فجر۔ وقت نماز ظہر۔ حدبندی۔ ضرورت۔ وقت نماز عصر اس کی حدبندی اور ضرورت۔ عصر اور فجر کے وقتوں میں عجیب مناسبت عصر کے بعد کا	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	وقت امراض قلبی کا وقت ہے۔ وقت نماز مغرب اور حد بندی۔ وقت نماز عشاء اس کی ضرورت۔ حد بندی۔	۱۳۷ / ۱۴۶
۲۶	مناسبات تفاوت توسیع اوقات نماز پنجگانہ و بعض دیگر مسائل متعلق اوقات	۱۴۷ / ۱۴۹
۲۷	تین وقتوں میں نماز پڑھنے کی مناہی اور ان کے حکم۔	۱۵۰، ۲۹۷
۲۸	قضائے روایت۔	۱۵۱، ۴۸
۲۹	اذان۔ اس کی ابتداء۔ صحابہ کی کیٹیاں اور تجاویز۔ کل تجاویز رد کی گئیں اللہ تعالےٰ نے خود مہربانی کر کے اذان کے کلمات جامعات تعلیم فرمائے۔	۱۵۲ / ۱۶۱
۳۰	اذان کے تین درجے۔ تینوں درجوں کا نقشہ و کیفیت و ثبوت کیفیت اذان۔	۱۶۱ / ۱۶۵
۳۱	فضل اذان و مؤذن اور اس کی وجوہات جو خود کلمات کے اندر بھری پڑی ہیں دیگر آٹھ فوائد اذان جن میں سے آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ کل کلمات عربی زبان میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی وجوہات۔	۱۶۶ / ۱۷۴
۳۲	اجابت یعنی کلمات اذان کا جواب دینا۔ اس کی حکم۔ نقشہ کلمات اجابت درود شریف و مختلف ادعیہ بعد اذان۔ ان کے معانی اور اذان کے ساتھ ان کا جوڑ اور درود شریف پڑھنے کے حکم اور وجوہ اور دیگر فوائد۔	۱۷۵ / ۱۸۸
۳۳	اقامت اس کی حکمت اور کلمات و دیگر چند مسائل متعلق اذان	۱۸۹ / ۱۹۰
۳۴	جماعت۔ نماز فرادی و نماز جماعت۔ فوائد نماز جماعت۔ ترغیب جماعت تخفیف و رخصت جماعت کی صورتیں۔	۱۹۱ / ۱۹۹
۳۵	امامت۔ اس کی ضرورت۔ احق امامت۔ آٹھ قسم کے امام۔ شریف النسب و ناقص الطہارت امام۔ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی۔ عورت کا محرم اس کا امام ہو سکتا ہے۔ عورت عورتوں کی امام ہو سکتی ہے۔ متنفل مفترض اور متنفل دونوں کا امام ہو سکتا ہے۔ امام کا موقف۔ فرائض امام۔ مامموم اور اس کا موقف۔ فرائض مامومین۔ کس طرح اور کن کن باتوں میں مامموم کو امام کی تابعداری کرنی چاہیئے۔ پہلی صف میں کون کون کھڑے ہوں۔ پہلے صف اول بھر بجاوے۔	۲۰۰ / ۲۱۷
۳۶	مسبوق۔ اس کے احکام۔ اقامت ہونے پر کوئی نفل نوافل نہیں۔ امام کی غیر حاضری	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میں کیا کیا جاوے۔	۲۰۸ / ۲۰۹
۳۷	جہت یا قبلہ کی ضرورت۔ دنیا میں مختلف صورتوں میں قبلے بنتے چلے آئے ہیں۔	۲۲۰ / ۲۲۱
۳۸	بیت المقدس کی طرف ۱۶۔۱۷ ماہ تک نماز پڑھتے رہنے کی وجوہات۔	۲۲۲ / ۲۲۴
۳۹	تحویلِ قبلہ کے متعلق قرآن مجید کے ۱۔ رکوع سورہ بقر کے تیرھویں رکوع کی آیہ وما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا سے لے کر تیسویں رکوع کے اخیر و الھکم اللہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم تک قابلِ غور و تدبیر ہیں۔ انہیں میں وجوہ خصوصیت کعبۃ اللہ الحرام موجود ہیں۔ کعبہ منفرد اور جماعت سب کے لیے ضروری ہے۔	۲۲۵ / ۲۲۸
۴۰	اس سوال کا جواب کہ مسلمان کعبہ کی پرستش کرتے ہیں اس کے گرد طواف کرتے ہیں اور حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔	۲۲۹ / ۲۴۰
۴۱	چند مسائل متعلق قبلہ مثلاً کیا ہر جگہ ہر ایک نمازی میں کعبہ کی طرف رخ کرے، قوی ریل، کشتی وغیرہ۔	۲۴۰ / ۲۴۲
۴۲	مسجد، اس کی ضرورت، مسجد کی فضیلت، اس کی وضع، اس کا مکان، بدرد دیں۔ غسل خانے، برتنِ وضو وغیرہ۔ درویش، مسجد و امام کی خدمت، مسجدوں کی آبادی اور اس کی تجاویز۔	۲۴۲ / ۲۵۰
۴۳	مسجدِ نبوی مسجدِ اقصےٰ اور مسجدِ حرام کی بزرگی۔ اس کی وجوہات ان ہر سہ مساجد کی علاوہ کسی اور طرف تعبد امصائب سفر جھیل کر جانے میں مناہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مناہی میں بڑی عمیق حکمت۔	۲۵۲ / ۲۵۸
۴۴	آدابِ مساجد، مسجد میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کی دعائیں۔ ان کی مناسبت سات جگہوں میں نماز پڑھنے کی مناہی اور ان کی حکمتیں۔	۲۵۹ / ۲۶۴
۴۵	شروط و ارکان نماز جو فقہی طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اقسام ستر۔ ستر عورت کپڑا وغیرہ۔	۲۶۴ تا ۲۷۸
۴۶	ارکان نماز یعنے تکبیر تحریمہ، قیام، سورہ فاتحہ وغیرہ، رکوع، اطمینان رکوع، قومہ اطمینان قومہ، سجود، اطمینان سجود، جلسہ، اطمینان جلسہ، سجود ثانی، اطمینان سجود۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	قعدہ اخیرہ۔ تشہد اخیرہ۔ تسلیم۔ نیت۔ کا کچھ کچھ ذکر اور اطمینان و ترتیب ہیئات اربعہ (قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجدہ) کی ضرورت۔	۲۷۹ تا ۲۸۴
۴۷	وہ چیز جو نماز ہے درحقیقت ایک ہی رکعت ہے، فریضہ نماز میں اسلام نے ایک رکعت کو معتبر قرار نہیں دیا، کیوں ڈبل کر دیا! ڈبل کرنے کے بعد پھر پانچ وقتوں میں بجائے دس رکعات کے گیارہ، کیوں مقرر کیں وغیرہ وغیرہ۔ سفر میں گیارہ رکعت کا مقرر رہنا اور حضر میں اس کا ڈیوڑھا ہو جانا۔ فجر و شام کے سوائے باقی نمازوں کا ڈبل ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ کیوں؟	۲۸۵ تا ۲۹۰
۴۸	خاتمہ حدِ اول و ابتدائے حدِ دوم یعنے وہ نماز جو اتم و اکمل ہے اور جس کے لیے کل دنیا کو دعوت کی جاتی ہے۔ یہی نماز ہے جس کے بیان کرنے اور جس کی تصویر کُل دنیا کے سامنے کھڑی کرنے کے لیے اس خاکسار کے دل میں خیال اُٹھا نقشہ مشعر ہیئات و اذکار متعلقہ نماز حدِ دوم:	۲۹۰ تا ۲۹۳
۴۹	قیام۔ اس کی ہیئت اور اذکار مختلفہ مع مناسبات۔ طریق قرأت نبوی و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و نام سورہ مختلفہ مع نقشہ و وجوہات تخصیص بعض سورہ در بعض نماز	۲۹۴ تا ۳۰۸
۵۰	رکوع۔ اس کی ہیئت اور اذکارِ مختلفہ مع مناسبات	۳۰۸ تا ۳۱۲
۵۱	قومہ۔ اس کی ہیئت اور اذکارِ مختلفہ مع معانی	۳۱۲ تا ۳۱۴
۵۲	سجدہ۔ اس کی ہیئت اور اذکارِ مختلفہ مع معانی	۳۱۵ تا ۳۱۶
۵۳	جلسہ۔ اس کی ہیئت و اذکارِ مع معانی	۳۱۷
۵۴	قعدہ۔ اس کی ہیئت و اذکارِ مع معانی و دیگر فوائد	۳۱۸ تا ۳۲۵
۵۵	نماز سے فارغ ہو کر کیا کیا جاوے	۳۲۵ تا ۳۲۸
۵۶	ان چیزوں کا ذکر جو نماز میں ناجائز ہیں	۳۲۸ تا ۳۳۰
۵۷	سجدہ سہو مع دیگر فوائد و مسائل متعلقہ سجدہ شکر و سجدہ تلاوت مع دیگر فوائد و مسائل متعلقہ۔	۳۳۱ تا ۳۳۸
۵۸	نوافل۔ ان کی ضرورت۔ ان کی قسمیں مع شجرۃ النوافل	۳۳۸ تا ۳۴۱
۵۹	رواتب الفرائض	۳۴۲ تا ۳۴۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۰	نماز وتر و نماز تہجد بندگی و آداب و اذکار۔ وطرق متعلقہ نماز وتر تین وتروں کے پڑھنے کے تین طریق۔ وتروں کی قضا۔ دعاء قنوت وغیرہ۔	۳۴۷ تا ۳۶۵
۶۱	نماز ضحے۔ نماز تسبیح۔ نماز تراویح۔ نماز کسوف وخسوف وزلازل وغیرہا۔ نماز استسقاء واور ادا استسقاء۔	۳۶۵ / ۳۹۶
	نماز استخارہ۔ نماز حاجت۔ نماز توبہ۔ نماز وضو۔ حدیث بما سبقنی الی الجنۃ۔ کی تشریح تحیۃ المسجد۔	۳۸۹
۶۲	نوافل۔ اور تین وقتوں کی مناہی پر کچھ ریمارک۔ فرائض اور نوافل کی مثال	۳۹۷ / ۴۰۰
۶۳	الاقتصاد فی العمل یعنے عمل میں میانہ روی۔ اس کے متعلق قضاء نماز پر کچھ ریمارک	۴۰۰ / ۴۰۸
۶۴	صلوٰۃ المعذورین۔ اسلام سٹیشنری ہے یا پراگرسو پہلے نبیوں اور نبی آخر الزمان کی شریعتیں۔ اعذار	۴۰۸ / ۴۱۲
۶۵	اذکار و آداب سفر۔ نماز سفر۔ مقدار مسافت۔ رخصت عزیمت۔ سفر کی سنتیں سفر میں جمع بین الصلوٰتین۔ عزم و تردد میں مدت سفر و اقامت۔ مسافر مقیم کے پیچھے اور مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھیں۔ دورہ کرنیوالے حکام و افسران	۴۱۴ تا ۴۲۳
۶۶	صلوٰۃ الخوف۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوف کی نمازیں۔ ان کی بیان کی وجہ۔ صلوٰۃ المرض والمطر وغیرہما۔	۴۲۳ / ۴۳۱
۶۷	عید۔ میلہ۔ جیوبلی۔ نوروز کا ذکر اور خیال۔ نسخ کے فوائد۔	۴۳۱ / ۴۳۵
۶۸	عید الفطر۔ صدقہ فطر۔ عید گاہ۔ کیفیت نماز عید و دیگر مسائل متعلقہ۔ عید قربان کی وجہ قربانی دینے والا کیا کرے قربانی کی فضیلت اور حکم مع دیگر مسائل متعلقہ عید وایام تشریق وغیرہ۔	۴۳۵ تا ۴۴۹
۶۹	الجمعۃ۔ حنیفی قوموں کے سوائے باقی تمام مشرک قوموں نے ایام ہفتہ کے نام شرکاء رکھ دیئے ہیں۔ مختلف زبانوں کا نقشہ۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ قوموں کے پاک دنوں کی وجہ تخصیص۔ انبیاءؑ کے علوم کی حاجت۔ جمعہ کے بعض فضائل۔	۴۴۹ تا ۴۶۲
۷۰	فرضیت نماز جمعہ۔ معذورین جمعہ۔ وقت نماز جمعہ۔ شرط جمعہ کی ابتداء رکعات نماز جمعہ۔ خطبہ۔ خطبے کے مضمون کا پُر از مسائل ایمان و توحید وغیرہ ہونا ضروری ہے	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۱	فرائض سامعین۔ قرأت مسنون اور اس کی تخصیص اس کی حکم بعض خصائص جمعہ۔ مردوں کو دیدار خدا جمعہ کو اور عورتوں کو عیدوں کو ہوا کرے گا۔	۴۶۲ تا ۴۸۹
	جنازہ۔ دنیا کی غداری اور ناپائیداری۔ مرض۔ مریض کیا کرے۔ تمنائے موت عیادت۔ بیمار پرسی کرنے والا کیا کرے۔ عیادت کنار۔ تلقین محتضر۔ موت میت۔ غسل۔ غاسل۔ کیفیت غسل۔ کفن۔ کفن کے کپڑے۔ طریق تکفین مرد و عورت	
	جائے نماز۔ نیت نماز۔ جماعت۔ امام۔ موقف امام۔ صفوف طریق نماز جنازہ	۴۹۰
	ادعیہ نماز جنازہ	۵۱۵
۷۲	تہدیداً کن کا جنازہ نہ پڑھا جاوے۔ قبر و لحد وغیرہ۔ میت کو لحد میں رکھتے وقت کیا پڑھا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمر رضؓ کی قبروں کا حال۔	۵۱۵ ـــ ۵۲۲
۷۳	چونہ گچ مقبرے و چراغ وغیرہ۔ مقبروں پر مجاورت کرنے اور دعا مانگنے کی برائیاں دفن کے بعد مردے کے لیے دعا مانگنا۔	۵۲۲ ـــ ۵۲۶
۷۴	مردے پر رونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اور رونا اور رونے کی قسمیں محمود رونا شریعت میں جائز ہے۔ مردوں اور عورتوں کے محمود رونے کی اجازت	۵۲۶ تا
	کی احادیث۔ جزع فزع اور بین کرنے والوں اور کرنے والیوں کی احادیث	۵۳۸
۷۵	صبر۔ اجر بر صبر۔ سوگ یعنی ترکِ زینت مردوں کو حرام ہے۔ عورتوں کو جائز ہے۔ اگر خاوند والی ہے تو اس کو ۴ ماہ دس یوم تک ترک زینت واجب ہے۔ اس کی حکمت۔ دوسریوں کو صرف تین دن تک مباح ہے	
	تعزیت۔ تعزیت کے دور کن یعنے اہل میت کو کھانا کھلانا۔ اور تسلی اور صبر و شکر سکھانا۔ مروجہ فاتحہ خوانی و دیگر بدعات۔ و رسم روٹی۔	۵۳۹ تا ۵۵۰
۷۶	مردے کو ثواب پہونچانا۔	۵۵۰ ـــ ۵۵۶
۷۷	زیارت قبور۔	۵۵۱ ـــ ۵۶۲

ضروری اطلاع

کتاب کے مطالعہ سے پہلے اغلاط ذیل کو مہربانی کر کے صحیح فرمالیں اور اگر کوئی اور غلطی رہ گئی ہو تو معاف فرمادیں

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۷	نے	کے لئے	۱۳۲	۷	کے واسطے	اس واسطے
۸	۳	الحدیث	الحدیث داخل ہو رہا ہے	۱۳۲	۱۸	جو	جو طلوع
۲۹	۷	حلم ر وفار	حلم ر وقار	۱۳۶	۱	اس سے	اس
۵۱	۴	پڑجاوے	پڑجاوے بدل جاوے	۱۳۶	نوٹ	سنت	سمت
۶۰	۳	پڑے گا	پر لگا۔	۱۳۷	۸	دو میل تک	دو مثل تک
۶۹	۲۱	اعضا ہیں	اعضا ہیں اور یہی اعضاء	۱۴۰	۳	تو قت	تو وقت
			عموماً ننگے رہتے ہیں اور یہی	۱۴۲	۷	کرتے	کرنے
			اعضا محل اعمال نیک و بد ہیں	۱۴۳	۵	ڈھل جاوے	ڈبل ہو جاوے
۷۰	۴	جس وقت	جس	۱۵۳	۲۳	جاوی اور	جاوی ور نماز
۷۰	۲	(۲) چہ جائیکہ وضو میں	چہ جائیکہ وضو میں (۲)	۲۲۳	حاشیہ	ہارون کا جیت	ہار جیت کا دن
۷۰	۲۳	انمیں	دنمیں	۲۴۱	۱۲	اسی	اسی طرح
۷۳	۱۱	جسمانی ہو	جسمانی ہو یا روحانی	۲۶۲	۹	رزق و	رزقِ
۷۸	۲۰	تقسیم	تفہیم	۲۶۴	۱	بند ہونا	نازل ہونا
۷۸	۱۸	معہ ہوز	یا ہوز	۲۸۱	۱۲	دیر	دیر نہ
۸۴	۷	انما	اذا	۲۸۴	۱۰	چلاوی	چلا آوے
۸۴	۱۷	لانے	بجالانے	۳۰۰	۷	صورت	صوت
۸۴	۱۷	پرت	پرصرف	۳۰۲	۳	شرالاقل	نثرالدقل
۱۰۱	۱۸	عن	الحق	۳۰۲	۳	ظفور	قفو
۱۱۴	۱۳	وزانی	رانی اور	۳۰۹	۶	نخفض رمع	خفض درقع
۱۲۴	۱۰	صحیح بھی	صحیح سے	۳۳۲	۴	دہشت	وحشت
۱۲۵	۱۰	چہرہ کو	چہرہ کو جو	۳۴۶	نمبر سطر	۳۶۴	۳۴۶
۱۲۹	۱	اس طرح	اس طرح نہ	۳۷۰	۹	افہل	افعل

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۳۷۴	حاشیہ ۲	حاشیہ نمبر ۲	اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ رض	۳۷۶	۹	قال	فان
			پہلے ہی سے مسجد کے اندر	۴۲۳	۷	تجدید	تحدید
			اولِ شب میں باجماعت یہ	۴۶۲	۱۴	ذٰلك	ذالکم
			نماز پڑھتے تھے عمر رض نے	۵۴۷	۵	نے	کے
			صرف ایک ہی جماعت قائم	۵۰۶	حاشیہ	یادر	یاد
			کردی	۵۶۲	۱۶	کوکو	کو

Marfat.com

کچھ اِس کتاب کی اشاعت کے بارے میں

—— خواجہ عبدالحمید ناصر

پیشِ نظر کتاب "اسلام کا فلسفۂ طہارت و عبادت" اب سے نوّے برس پہلے ۹ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو تمام ہوئی —— نوّے سال پہلے کی لکھی اور چھپی ہوئی کتاب کا نقشِ ثانی پیش خدمت ہے۔ اتنی پرانی اور نایاب کتاب کے نقشِ ثانی کی اشاعت کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی۔

اوّل: یہ نایاب کتاب، اب سے کوئی ایک صدی پہلے پنجاب میں اُردو زبان میں ایک کشمیری نژاد نے لکھی۔ ماہرین و ناقدینِ زبان کے لیے یقیناً یہ ایک تاریخی اہمیت رکھتی ہے —— جب کوئی محقق اردو زبان کی ترقی میں مذہب کے حصّے کا تعین کرے گا اور سرسید احمد خاں کے دور کے نثری اسالیب کا جائزہ لے گا تو یہ کتاب بھی یقیناً اس کی مددگار ثابت ہوگی۔

دوم: نقشِ ثانی کی اشاعت کا دوسرا اہم سبب، خود کتاب کے فاضل مُصنّف کے وجہِ تالیف سے ماخوذ آتا ہے۔ انہوں نے کتاب کی اِبتدا ان الفاظ سے کی ہے:

"ہمارا زمانہ ایک عجیب زمانہ ہے۔۔۔۔ انگریزی تعلیم لوگوں کے دلوں میں اس قدر گھر کرتے چلی جا رہی ہے کہ جس کا تدارک کرنا شائد محالات سے ہے۔ اس تاثیر نے مختلف نتائج پیدا کئے ہیں کہیں تو الحاد کی صورت دکھا رہی ہے۔ کہیں ٹوٹی پھوٹی توحیدِ الٰہی سکھا رہی ہے۔ کہیں یہ منوا رہی ہے کہ کوئی خدا تو ہے مگر وہ خالق نہیں، قادر نہیں، مُتصرّف نہیں، مُدبّر نہیں۔ وہ ایسا نہیں، ایسا نہیں۔۔۔۔ الغرض یہ عجیب روشنی کا زمانہ ہے کہ سب کے سب بحرِ ظلمات ناپیدا کنار میں پڑے ہیں یقین و طمانیت کا جہاز شکوک و شبہات کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گیا ہے۔ کوئی کسی تختے پر بیٹھا ہے کوئی کسی تختے پر۔ نہ اس کو اُمید ہے کنارے لگنے کی، نہ اُس کو یقین ہے

زندہ بچنے کا۔ رہبر کوئی نہیں، کانوائے کوئی نہیں۔ نہ یار ہے نہ مددگار۔ اُس کو اس کی پروا نہیں۔ اس کو اُس کی چاہ نہیں۔"

پاک و ہند میں اسلامی معاشرے کا یہ نقشہ تقریباً ایک صدی پہلے انگریزوں کے دورِ حکومت میں تھا ـــــ اور آج بھی ـــــ آزادی کی چالیس بہاریں دیکھنے کے بعد، اپنے آزاد وطن میں صورتِ حال کچھ بہت مختلف نہیں۔ کتاب کے فاضل مصنف لکھتے ہیں :

کوئی تو ایسی ایسوسی ایشن بتلاؤ جہاں اسلامی اصولوں کو مدِنظر رکھا جاتا ہو۔ یہ ساری سوسائٹیاں اور یہ سارے ایسوسی ایشن اگر مرے انگریزی نہیں ہیں تو محض اسلامی بھی نہیں ہیں۔ اگر میرا خیال بدظنی پر مبنی نہیں ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایسی سوسائٹیوں میں اسلام کا صرف نام ہوتا ہے۔ کہاں ہیں وہ حضرت عمرؓ جیسے پریزیڈنٹ اور کہاں ہیں وہ قرونِ خیر کے مومنینِ حق طلب اور صاف گو۔ ان سوسائٹیوں کے نام دیکھو تو سب محمڈن (محمدی) اور کام دیکھو تو سب انگلش (انگریزی) ان سب خرابیوں کی وجہ یہ ہے کہ ان سوسائٹیوں کے ممبر وہ لوگ ہیں جو اسلام سے اگر بالکل نہیں تو اکثر ناواقف ہوتے ہیں مگر اپنے قواعدِ مخترعہ سے خوب ماہر اور آگاہ ـــــ"

بایں ہمہ یہ امر کسی قدر اطمینان کا باعث ہے کہ پاکستان کی حد تک انگریزیت اور مغربیت اپنے عروج پر پہنچ کر روبہ تنزل ہے۔ مغربی طرزِ حیات کی جگہ اسلامی نظریۂ حیات کی آواز گونجنی شروع ہو گئی ہے ـــــ اس آواز کو محکم، مستحکم اور بلند تر کرنے میں اِنشاء اللہ یہ کتاب نافع اور معاون ہو گی۔

پیشِ نظر کتاب کے نقشِ ثانی کی اشاعت کا اہتمام "خدیجہ میموریل سوسائٹی رجسٹرڈ لاہور نے خالصتاً فیضِ عام اور صدقۂ جاریہ کے طور پر کیا ہے۔ جناب احمد دین پال مرحوم صاحبِ حال بزرگ اور دلِ دردمند رکھنے والے صاحبِ قلم تھے۔ اُن کی متعدد قلمی اور مطبوعہ یادگاروں کے حوالے ملتے ہیں ـــــ مرحوم نے اپنے ایک کتابچے "رسالہ القول المتین فی حقیقۃ الیمین" (مطبوعہ مقبول عام پریس، لاہور) کے آخر میں اپنی

چودہ (۱۴) اردو اور چھ (۶) انگریزی تالیفات کا گوشوارہ پیش کیا ہے۔ اس گوشوارے کی عکسی نقل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ جناب احمد دین پال کے آثار سے واقف ہوں، اور اُن میں سے کچھ اُن کے علم یا ذخیرۂ کتب میں کہیں موجود ہوں تو ازراہ لطف اس کی نشاندہی فرمائیں۔ اُن کی ساری کتابوں کی اشاعتِ نو "خدیجہ میموریل سوسائٹی" کے پیشِ نظر ہے۔

سوسائٹی، پنجاب ہائی کورٹ کے جسٹس جناب خالد پال خواجہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے، جنہوں نے کتاب کے فاضل مُصنّف مولانا احمد دین پال مرحوم کے احوال پر مبنی دیباچہ تحریر فرمایا۔

"الفیصل" (ناشران و تاجرانِ کتب لاہور) بھی دلی شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بہت کم وقت میں کتاب کو حُسن و خوبی سے شائع کیا۔

سیالکوٹ، ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۹ء

خواجہ عبدالحمید۔

اُردو تالیفات:

کمترین دورانِ ملازمت میں وقتاً فوقتاً بعض مضامین اسلامیہ پر دست لکھتا رہا۔ اب بعد ملازمت ان کو جب مرتب کیا تو وہ خاصی کتابی شکلیں بن گئے۔ کمترین چاہتا ہے کہ یہ کتابیں شائع ہوں اپنے موہوم سے یہاں مٹھو بننا درست نہیں ہے ان مضامین کی قدر وہی جانتے ہیں جو ان کی اہمیت سے واقف ہیں۔ قدر زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری۔ اگر کوئی صاحب انفراداً یا مشترکاً ان کتابوں کو شائع کرنا چاہیں تو وہ بعد تصفیہ شرائط شائع کر سکتے ہیں۔

فہرست ذیل سے ان کتابوں کی کچھ اہمیت معلوم ہو سکتی ہے۔

نمبر شمار — حجم متوسط تقطیع

۱۔ القول المتین فی حقیقۃ الیمین

قسم کی حقیقت اور فلاسفی کا بیان ہے۔ اسی حقیقت کی بنا پر تمام قرآنی اقسام ہیں اور وہ بجائے خود امورِ عظام ایمانیہ کے لیے بڑے بین شواہد

Marfat.com

اور دلائل ہیں۔

نمبر شمار		حجم منوسط تقطیع
۲	المزبور فی اقسام التورات والانجیل والزبور باٹمیل کی قسموں کا ذکر ہے اور خدا کی مخلوقات کی قسم کا بیان ہے۔ یہود و نصاریٰ ان قسموں کے ہوتے قرآنی قسم پر اعتراض نہیں کر سکتے	۲۰
۳	الاتقان فی ایمان القرآن اس میں وہ تمام اقسام مذکور ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اوروں کی طرف سے قرآن مجید میں حکایتہً بیان فرمائی ہیں۔ مع مسائل حلفیہ متعلقہ.....	۵۰
۴	القول الجلی فی اقسام النبیؐ اس کتاب میں وہ تمام قسمیں ہیں جو نبی کریمؐ نے وقتاً فوقتاً کھائیں حکماً یا بہ تقاضائے وقت۔ جو جو ارتباط یا مناسبات قسم اور جواب القسم میں ہیں ان کا بیان بھی ہے۔	۸۰
۵	فتح الرحمان فی اقسام اللہ تعالیٰ بذاتہ وصفاتہ والنبیؐ والقرآن۔ اس کتاب میں ان قسموں کا بیان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات اور نبیؐ کی ذات وصفات اور قرآن مجید کی ذات وصفات کے متعلق کھائی ہیں۔ علاوہ براں جو جو ارتباطات اور مناسبات قسم جواب القسم میں ہیں انکا ذکر ہے۔	۸۰
۶	الآیات البباہرات فی اقسام الخالق بالمخلوقات۔ اس کتاب میں ان قرآنی قسموں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کی کھائی ہیں مثلاً سورج۔ چاند ستاروں، آسمان و زمین۔ لیل و نہار وغیرہ۔ دراصل یہی وہ اقسام ہیں جن پر بعض لوگوں نے اعتراضات کئے حالانکہ یہی قسمیں ہیں جو معترضوں کے لئے دندان شکن جواب اور طالبان حق کے لیے کافی شافی خزائن علمی ہیں۔ ان قسموں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ امور ایمانیہ پر ایمان لانے کے لیے یہ تمام قسمیں بڑی بڑی صریح اور بیّن شواہد ہیں۔	۳۰۰

Marfat.com

نمبر شمار		اجر متوسط تقطیع
۷	**الانوار الساطعات فی الحروف المقطعات** اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حروف مقطعات بامعنی ہیں اور الٰہی اسماء کا اختصار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کی قسمیں ہیں جو دیگر اقسام حصریہ کیطرح بڑے بڑے امور ایمانیہ کی تصدیق وتصویب کے لئے ظاہر باہر ثبوت ہیں۔ یہ حروف معجز ہیں۔ اور رسالت محمدی کی صدق وغیرہ وغیرہ۔	۱۰۰
۸	**الآیات القاہرات فی ذوات الحروف المقطعات** ساتویں کتاب الانوار الساطعات ہیں جو قواعد اور اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو اس کتاب میں حروف مقطعات والی سورتوں پر چسپاں کرکے دکھایا گیا ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے کہ کس طرح یہ حروف ساری سورت کے اندر پھیلائے گئے۔ اور مختلف مضامینِ ہدایت کے دریا بہائے چلے گئے ہیں۔ گویا یہ حروف کوزہ ہیں جس میں سورت کے مضامین کے دریا بند کئے ہوئے ہیں۔	۱۰۰
۹	**القول الفیصل فی تحریف بَیبِل** محققین یورپین کے اقوال نسبت تحریف بائیبل۔ خود متن بائیبل کے اقتباسات متعلق تحریف۔ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں نہ کہ اسحاق مقام ذبح مکہ ہے نہ کہ موریاہ حضرت اسمٰعیل کی ہجرت مع والدہ خود کا زمانہ شیر خوارگی کا زمانہ ہے نہ کہ جوانی کا زمانہ۔ مہجر میدان فاران متصل چاہ زمزم واقعہ علاقہ حجاز ہے۔ نہ کہ کوئی قصبہ فاران بیرون از علاقہ حجاز حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں بلکہ وہ مصر کے بادشاہ کی شہزادی تھیں اور حرہ تھیں۔ حضرت اسمٰعیل حرزادہ تھے نہ کہ لونڈی زادے وغیرہ وغیرہ کی تفصیل اس کتاب میں مذکور ہے۔	۱۰۰

نمبر شمار		حجم بتوسط تقطیع
۱۰	**الکشف النادر فی تحقیق سیا المنتظر**	۶۰

یہ عجیب کتاب ہے۔ میری آنکھوں نے اس وقت تک کسی مسلم اہل قلم کی کوئی کتاب اس مضمون کے متعلق نہیں دیکھی ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس مسیائے منتظر و موعود کی پیشگوئی جملہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کرتے چلے آئے ہیں جس مسیائے منتظر کے سینکڑوں القاب داو صاف مرسلین سابقین بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ مسیائے منتظر صرف حضرت محمد صلوات اللہ علیہ والسلام ہیں اور بس۔
قرآن مجید میں جو عیسیٰؑ کا لقب المسیح آیا ہے اس کی تشریح قرآن مجید نے خود ہی کر دی ہے کہ وہ نبی اسرائیل کا مسیح ہے نہ کہ نبی آدم کا مسیائے منتظر کل دنیا کے لیے نبی آخر الزمان کی حیثیت سے ظاہر ہونیوالا ہے نہ کہ کسی خاص قوم کے لئے۔ کتاب قابل دید ہے۔

۱۱	**الدار المفیسہ فی البشارات الاحمدیۃ المحمدیہ**	۱۵۰

اس کتاب میں چھپن ۵۶ بشارات تو تورات و زبور و دیگر صحف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے اور سولہ ۱۶ بشارات انجیل وغیرہ سے نقل کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ یہ پیشگوئیاں بجز ذات محمدی کے کسی نبی پر صادق نہیں آتیں۔ اور نہ آسکتی ہیں۔ رسول کریمؐ کے اسماء مبارک محمدؐ اور احمدؐ بھی عبرانی زبان سے نکال کر دکھائے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی پہلی دو کتابوں کی طرح نہایت ہی عجیب و غریب اور قابل دید ہے۔

۱۲	**التبیان فی جمع القرآن و ترتیب القرقان**	۱۰۰

نہایت ہی لطیف کتاب ہے ثابت کیا گیا ہے کہ وقت نزول ہی سے قرآن مجید کی آیات پہلے حفظ کرائی جاتی تھیں۔ پھر لکھائی جاتی تھیں پھر اور اصحاب اپنے اپنے لئے قرآن مجید لکھتے یا لکھوا لیتے۔ اور نبیؐ سے تصدیق کرا کر تلاوت کے لیے اپنے پاس رکھتے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں سرکاری نقل کرائی گئی اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں چند نقلیں کرا کر

Marfat.com

نمبر شمار		حجم کتاب
	دوسرے ممالک میں بھیجی گئیں۔ غرض کہ جو قرآن مجید نبیؐ پڑھتے تھے اور پڑھاتے تھے۔ اور پھر جس ترتیب کے ساتھ پڑھتے اور پڑھاتے تھے وہی قرآن مجید اور وہی ترتیب اب تک موجود ہے۔	
۱۳	تحفہ احمدیہ در احوال ابن تیمیہؒ امام ابن تیمیہؒ کے حالات ولادت سے لے کر وفات تک اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں میں اس کتاب کے پڑھنے سے ایک خاص قسم کی جان پیدا ہو۔ اور اپنی جان و مال و اولاد پر اسلام کو ترجیح دینے کے لیے اُن میں ایک صحیح جذبہ پیدا ہو۔	۱۰۰
۱۴	الحکمۃ الیمانیۃ الایمانیہ یعنی اسلامی طہارت و عبادت کی فلاسفی اس کتاب میں مفصل طور پر تمام مسائل وضو و غسل و دیگر امور فطرت اور کیفیت نماز اور نماز جمعہ و نماز عیدین حکیمانہ اسلوب پر بیان ہوئے ہیں۔ صرف قرآن کریم اور حدیث صحیح پر ان تمام مسائل کا مدار ہے۔ حجۃ البالغہ کی طرز پر ہے۔ پہلے ایک دفعہ چھپ کر فروخت ہو چکی ہے اب صرف نج کی کاپی موجود ہے۔	۵۰۰

انگریزی تالیفات

۱۵/۱	مختصر تاریخ نبوی A brief sketch of the life of the Poophet اس میں نہایت ہی اہم واقعات نبوی درج ہیں اور معترضین کے اعتراضات کی ضمناً تردید ہے۔	۲۰
۱۶/۲	دیباچہ قرآن Prolegomena to the Quran اس میں یہ ذکر ہے کہ قرآن مجید کی زبان عربی، نہ کہ ملکی زبان عربی ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ یہ کبھی مر نہیں سکتی۔ قرآن مجید کی حفاظت کے طریقے وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہے۔ انگریزی ترجمہ پڑھنے والوں کیلئے نہایت ہی ضروری کتاب ہے۔	۳۰

Marfat.com

نمبر شمار		حجم کتاب
۱۷/۲	انگریزی ترجمہ پارہ الم The English Translation of the Last Juz of the Quran جہاں تک ہو سکا ہے۔ موجودہ تراجم کے ساتھ مقابلہ کر کے سب سے واضح ترجمہ کیا گیا ہے۔	۴۰
۱۸/۴	سورہ فاتحہ کی انگریزی تفسیر Notes on the Surah Fatcha بسم اللہ کی تفسیر۔ سورۃ فاتحہ کی ساتوں آیات کی تفسیر مختصر مگر قابل دید۔	۳۰
۱۹/۵	متعلم الرحمٰن و معلم الانس و الجان The teacher of all and pupil of none on اس کتاب کے تین حصے ہیں حصہ اوّل میں صرف اسلامی عقائد ہیں۔ حصہ دوم میں صرف مسائل عملی اسلام ہیں۔ The pupil of God and teacher of all حصہ سوم میں متفرق مسائل ہیں۔ یعنی اصولِ عشرہ جامعہ اور پوری ایک سو حکمت۔	۱۰۰
۲۰/۶	شرح مائۃ عامل۔ An eThaustiie camracR Jary to the hundred governing powers عربی نحو میں بڑی بسط کے ساتھ شرح کی گئی ہے۔ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ہے۔ ہر ایک عامل کے صحیح استعمال کے محل بتانے کے لیے مزیدار عربی حکایات بھی ہیں جس کا انگریزی اور اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ کتاب ضخیم ہے مگر مڈل سے لیکر ایم۔ اے تک کے طالب علموں کیلئے از حد مفید ہے جن نحویوں کا ذکر اس کتاب میں آتا ہے انکی مختصر تاریخ بھی بطور ضمیمہ دی گئی ہے ——— کمترین ابوالمسیح احمد پال المعروف، احمد دین پال۔ پنشنر محلہ میانہ پورہ شہر سیالکوٹ (پنجاب)	۳۰۰

Marfat.com

کچھ کتاب کے فاضل مُصنّف کے بارے میں

ـــــ جسٹس خالد پال خواجہ

یہ بات اُن دنوں کی ہے جب کشمیر میں سکھوں کی ظالم حکومت کا دور دورہ تھا۔ کشمیری مُسلمان اُن کے جبر و استبداد کا خاص نشانہ تھے۔ باعزّت اور باوقار زندگی گزارنا اُن کے لیے دشوار ہو گیا تھا۔ ان حالات میں خواجہ غفّار پال نے جو ایک دیندار اور مُعزّز خاندان کے سربراہ تھے، وطن چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنے اہلِ خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے سیالکوٹ آ گئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ اُس وقت پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا سورج غروب ہو رہا تھا اور انگریزوں کی عملداری کا آغاز تھا۔

۱۹۶۶ء میں سیالکوٹ ہی میں غفّار پال کے صاحبزادے کرم دین پال کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام احمد دین پال رکھا گیا۔ چونکہ گھر کا ماحول دینی تھا اس لیے ہوش سنبھالتے ہی مذہبی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ اس کے ساتھ توجہ تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ـــــ اور خوش قسمتی سے شمس العلماء مولانا سیّد میر حسن جیسے جید استاد کی شاگردی کا اعزاز حاصل ہوا۔ "ذکرِ اقبال" میں مولانا عبدالمجید سالک نے مولانا مرحوم کے ممتاز شاگردوں کے تذکرے میں احمد دین پال کا نام بھی طور پر ذکر کیا ہے۔

الف اے کا امتحان پاس کر کے ۱۹۹۱ء میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ ایک مدت تک سیشن کورٹ سیالکوٹ میں بطور ریڈر کام کرتے رہے۔ اپنے افسروں اور ساتھیوں کی نظروں میں ہمیشہ محترم و معزز رہے۔ ان کے صاحبزادے خواجہ صابر سیّد مرحوم اپنی کتاب "بگانہ عالم" میں ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"کتاب ہذا میں جو احادیث نبوی ﷺ درج ہیں وہ بیشتر میں نے اپنے والد مرحوم و مغفور حضرت ابوالیسع احمد المعروف احمد دین پال سے سنی اور سیکھی تھیں۔ والد مرحوم بڑی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تعلیم، تربیت سے ان کی اولاد یعنی ہم سب نے جو وسیع و عمیق فیض پایا ہے،

Marfat.com

وہ زبان و بیان سے باہر ہے۔ انگریزی تعلیم مروّجہ سے خاصے بہرہ یاب تھے لیکن دینی علم سے اُن کو بے پناہ شغف تھا اُس میں ان کی علمیت وسیع و عمیق تھی اور وہ بہت گہری نظر رکھتے تھے۔

والدِ مرحوم سُنّتِ رسول کریمؐ کے شیدائی تھے اور انہوں نے اس سلسلے میں اپنا لڑکپن اور جوانی بڑی مجاہدانہ طور پر گزاری چنانچہ سیالکوٹ میں وہ اہلِ حدیث کے مُسلّمہ بانی و مبانی اور امام تھے۔ روزی کمانے کے لیے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ریٹائر ہونے تک مختلف افسروں کے ساتھ کام کرتے رہے۔ بے حد متّقی اور پرہیزگار تھے ان کی دیانت و پاکبازی مثالی تھی اور اکثر یہ عالم تھا کہ نہ صرف اُن کے ماتحت بلکہ اُن کے افسران کا رویّہ بھی اُن کے سامنے مربیانہ ہوتا۔ رزقِ حلال کو ہمیشہ اپنائے رکھا۔ دنیا کے ذلیل و غلیظ مال و منال کے ڈھیر کو ٹھوکروں سے اڑا دیا لقمۂ حرام اپنے بیوی بچوں کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا۔ بڑے ہی وسیع القلب اور انسان دوست تھے۔ ان کی اسی سیرت اور نمایاں پاکیزگی کی وجہ سے ہندو سکھ، مُسلمان اور عیسائی جو اُن کو جانتے تھے ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔"

مولوی احمد دین پال مرحوم نے دینِ مبین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے نہ صرف کئی کتابیں تحریر کیں بلکہ ہندو اور عیسائی مبلّغوں سے لاتعداد مناظرے بھی کئے۔ اسلام سے اُن کی محبت اور لگن صرف تحریر و تقریر تک محدود نہ تھی۔ یہ محبت اور لگن ان کے کردار و عمل سے جھلکتی تھی۔ لوگ اپنی امانتیں اُن کے پاس رکھا کرتے تھے۔ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اُن کی دعاؤں کے طلب گار رہتے تھے۔ جہاں مشکل دینی عقدوں کی گرہ کشائی کرتے، وہاں طالبانِ علم و دانش کے لیے خالص علمی انداز میں زبان و بیان (خواہ عربی ہو یا فارسی) کے گنجلک مسئلوں پر روشنی ڈالتے۔

مولوی احمد دین پال مرحوم نے اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کی کہ حق ادا کر دیا انہوں نے اپنے ترکے میں کوئی دولت یا جائیداد نہ چھوڑی کیوں کہ اس "متاعِ غرور"

Marfat.com

کا سودا انہوں نے ساری عمر نہ کیا تھا ـــــ البتہ اُن کی اولاد نے وراثت میں فقر قناعت، راست بازی، اللہ سے محبت اور عشقِ رسول ﷺ کی متاعِ بے بہا پائی اور اس پر فخر کیا۔

۲۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد مولوی صاحب مرحوم کا زیادہ وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا۔ اُن کی چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن بایات الفرقان
۲۔ شمس الہدیٰ
۳۔ الکلام الفصیح فی صحۃ الاقتدا خلف الصبی
۴۔ شہابِ ثاقب
۵۔ الحکمۃ الیمانیۃ الایمانیہ فی اسرار باطہارۃ والعبادۃ الاسلامیہ
۶۔ القول المتین فی حقیقۃ الیمین

ان کتابوں کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب "حروف مُقطعات" کے معانی پر بھی تحریر فرمائی۔ موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب بے حد مشکل اور محنت طلب تھی جسکا انہوں نے کما حقہٗ حق ادا کیا۔

مولوی احمد دین پال مرحوم کا ۱۹۳۸ء میں بہتر برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اُن کو قبرستان مونگا والی سیالکوٹ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے ـــــ آمین۔

مولوی احمد دین پال مرحوم کے سب بیٹے یعنی خواجہ محمد مسیح پال امین حزیں، خواجہ عبدالسلام پال، خواجہ عبدالسمیع پال اثر صہبائی، خواجہ عبدالقدوس پال قدوسی صہبائی اور ڈاکٹر خواجہ عبدالبصیر پال، بفضلِ خدا "صاحبِ کتاب" تھے۔

(خالد پال خواجہ)
پنجاب ہائی کورٹ
لاہور
اکتوبر ۱۹۹۸ء

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحكمة اليمانية الإيمانية

في

أسرار الطهارة والعبادة الإسلامية

الحمد لله الذي يسبح له ما في السموات وما في الارض وهو الملك القدوس العزيز الحكيم. هو الذي بعث في كل قوم هاديا مبشرا ومنذرا من بين ايديهم كخنيف ومسيح وكليم. واصطفى من بينهم سيدنا محمدا المصطفى خاتم المرسلين رحمة للعالمين بكتاب عزيز لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من الرحمن الرحيم وارسله للناس كافة عربهم وعجمهم ليكون حجة لهم او عليهم كائنا من كان وهو صلعم عزيز عليه ما عنتهم حريص عليهم بالمومنين رؤف رحيم ويظهر دينه الحق على الدين كله ولو كره الكفرة الفجرة من اهل الجحيم. فيا للفخر والعلا لمن اقتدى برسولا جاءنا بهدا وذا - ويا للذل والهوان لمن اعرض عن اتباعه سفها ودنا - فصل يارب وسلم على جميع الرسل والانبياء ما دامت الارض والسماء - وخص نبينا صلعم من بينهم بافضل الصلوات واكرم التحيات واصفى الاصطفاء وصل يارب وسلم على من اتبعه من الصحابة الكرام المهاجرين والانصار - وخص من بينهم الاربعة الذين هم الرحماء بينهم الاشداء على

الکفار۔ واجعلنا ربنا من الذین اتبعوھم باحسان وارض عنا وتوفنا مع الابرار

اما بعد اضعف عباد اللہ الاحد ابو المسیح احمد پال غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولولدہ وجمیع المومنین والمومنات یوم یقوم الناس لرب العلمین رب العزۃ والجلال متوطن بلدہ سیالکوٹ پنجاب عرض پرواز ہے کہ ہمارا زمانہ ایک عجیب زمانہ ہے بہ فحوای الناس علی دین ملوکہم۔ انگریزی تعلیم لوگوں کے دلوں میں اسقدر گھر کرے چلی جارہی ہے کہ جسکا تدارک کرنا شاید محالات سے ہے۔ اس تاثیر نے مختلف نتائج پیدا کئے ہیں کہیں تو الحاد کی صورت دکھارہی ہے کہیں ٹوٹی پھوٹی توحید الٰہی سکھارہی ہے کہیں یہہ منوارہی ہے کہ کوئی خدا تو ہے مگر وہ خالق نہیں۔ قادر نہیں متصرف نہیں۔ مدبر نہیں۔ وہ ایسا نہیں ایسا نہیں۔ تعالی اللہ عما یصفون۔ کہیں مشرکین کے دلوں سے طواغیت واصنام وتماثیل کی عزت ومنزلت گنوارہی ہے کہیں فاضل پنڈتوں کو گھیر گھار کر اس طرف لارہی ہے کہ وہ مورتی کی پوجا کو دلائل وبراہین سے ثابت کریں کبھی ریاضی کے روئے سے کبھی منطق کے زور سے کبھی فلسفہ سے اور کبھی ہلسفہ سے۔ کہیں قانون قدرت پر بحث کروارہی ہے اور غیر محصور اور لاانتہا قوانین کو محدود ومحصور ٹھیرا کر قادر علی الاطلاق کو انہیں ضوابط مخلوقہ کا غلام جکڑبند کہلوارہی ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔

الغرض یہہ عجیب روشنی کا زمانہ ہے کہ سب کے سب بحر ظلمات ناپیدا کنار میں پڑے ہیں یقین وطمانینت کا جہاز شکوک وشبہات کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گیا ہے۔ کوئی کسی تختہ پر بیٹھا ہے کوئی کسی تختہ پر۔ نہ اسکو امید ہے کنارے لگنے کی۔ نہ اسکو یقین ہے زندہ بچنے کا۔ رہبر کوئی نہیں۔ کانواے بدرقہ کوئی نہیں۔ نہ یار ہے نہ مددگار۔ اسکو اسکی پرواہ نہیں اسکو اسکی چاء نہیں۔ ہو بہو یہی مثال ہے اس زمانہ کی لبرٹی اور آزادی کی۔ پر مبارک ہیں وہ جو سالم جہاز پر سوار ہیں ایک دوسرے کے یار غار اور ہر وقت ناصر ومددگار ہیں۔ رنج وراحت میں شریک وغمگسار ہیں۔ اپنی اپنی نہیں بلکہ ہر ایک کی بہبودی وسلامتی کی پرواہ ہے اسکو اسکی اور اسکو اسکی دل سے چاء ہے۔ ملاح تجربہ کار اور ہشیار ہے ہر ایک کی خیر خواہی اور سلامتی کا کفیل اور ذمہ وار ہے۔ کوئی نہیں جسکے دلمیں کچھ بھی تذبذب اور اضطرار ہو بلکہ ہر دم یہی یقین

زمانے کا حال یا انگریزی تعلیم کے نتائج۔

Marfat.com

ہے کہ کنارے اب لگے کہ اب لگے۔ زہے خوش نصیب اہل جہاز کے۔ اور خوبی مرتبت ناکدخدا کی ہے
الٰہی! تیرا بڑا ہی شکر ہے کہ تو نے اپنی کمال مہربانی اور نہایت ہی وسیع رحمت سے اس بندہ
گندہ کو ان پراگندہ تختوں پر سے اٹھا کر اس صحیح و سالم جہاز میں بٹھایا۔ یہاں نہ تلاطم کا ڈر ہے
نہ فکر غرق ہے نہ ذکر ہلاکت۔

میں نے اس بات پر بڑی غور و فکر کی ہے (میں علم سے بے بہرہ عمل سے خالی۔ گناہوں کے
بوجھوں تلے لدا ہوا۔ کون ہوں کہ کوئی رائے یا خیال شایع کروں پھر بالخصوص ایسی رائے
جو صائب ہو۔ مگر آخر کار انسان ہوں۔ انسان کا بچہ ہوں۔ بجائے خود کچھ رائے تو رکھتا
ہوں معقول ہو نامعقول ہو معقول ہوگی تو جو اہل عقل اور انصاف ہیں قبول کرینگے۔ نامعقول
ہوگی تو متنبہ کرینگے۔ غرضکہ کچھ ہو فایدے سے خالی نہیں) کہ کیوں انگریزی خوان نوجوان اکثر
راہ سے بہک جاتے ہیں کیوں اپنے اوضاع و اطوار۔ اپنی عادات و اخلاق بدلتے جاتے ہیں
سب سے بہاری وجہ یہہ معلوم ہوئی ہے کہ جن لوگوں کو انہوں نے اپنا متبوع سمجھ رکھا ہے۔ وہ
اسلام سے ناواقف ہوتے ہیں اور چونکہ ان کو ابھی تجربہ نہیں ہوتا وہ ان کے دام میں پھنس جاتے
ہیں اور ان متبوعوں کا یہہ حال ہے کہ عادات و اخلاق ہیں تو تمام انگریزی۔ اُدھر اپنے بھائی
بندوں سے متروک اِدھر اپنے مقتداؤں اور متبوعوں کی نظروں میں حقیر ان لوگوں کا حال تو
بعینہٖ اوس کوّے کا سا ہے جو ہنسوں میں جا ملا تھا۔ انگریز تو انہیں قردۃ خاسئین
کے خطابات و القاب بخشیں اور اہل وطن حتے کہ خود اپنے ہی خویش و اقربا ہاں خود اپنے ہی
ماں باپ اُسے اپنی سوسائیٹی اور برادری سے خارج اور بیگانہ تصور کریں مذبذبین بین
ذٰلک لا الی ھولاء و لا الی ھولاء ہر وقت دل میں یہی خیال ہے کہ انگریزی سوسائیٹی
کے ممبر بنیں۔ انگریزوں کے ساتھ خلا و ملا رکھیں لیکن افسوس نہیں بلکہ خوشی کی بات ہے کہ انگریز
ہر دم یہی سوچتے ہیں اور کر رہے ہیں کہ وہ قردۃ خاسئین سے دور دور ہی سے سلام
کروا لیتے ہیں اور ان کی نقلوں کو دیکھ دیکھ کر ہنستے اور قہقہے اُڑاتے ہیں۔ اپنی سوسائیٹی میں
ملنے کو جی نہیں چاہتا جنکی سوسائیٹی میں ملنا چاہتے ہیں وہ صورت تک دیکھنے کے روادار
نہیں اسپر لطف یہہ کہ یہی لوگ قوم کے ریپریزنٹیٹو۔ ریفارمر۔ لیڈ اور پیشوا بن بیٹھتے ہیں۔

حقیقت یہہ ہے کہ ایسے لوگوں کے سبب سے سوسائیٹی میں بڑے بڑے سخت نقصان واقع ہوتے ہیں کوئی تو ایسی ایسوسی ایشن بتلاؤ جہاں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہو یہ ساری سوسائیٹیاں اور یہہ سارے ایسوسی ایشن اگر نری انگریزی نہیں ہیں تو محض اسلامی بھی نہیں ہیں اگر میرا خیال بدظنی پر مبنے نہیں ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایسی سوسائیٹیوں میں اسلام کا صرف نام ہوتا ہے۔ کہاں ہیں وہ عمرؓ جیسے پریزیڈنٹ اور کہاں ہیں وہ قرون خیر کے مومنین حق طلب اور صاف گو۔ ان سوسائیٹیوں کے نام دیکھو تو سب محمڈن (محمدی) اور کام دیکھو تو سب انگلش (انگریزی) ان سب خرابیوں کی وجہ یہہ ہے کہ ان سوسائیٹیوں کے ممبر وہ لوگ ہیں جو اسلام سے اگر بالکل نہیں تو اکثر ناواقف ہوتے ہیں مگر اپنی قواعد مخترعہ سے خوب ماہر اور آگاہ۔ جو پریزیڈنٹ ہوتے ہیں وہ بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ یہہ بات کسقدر افسوسناک ہے کہ سوسائیٹیوں میں عموماً نماز کی کچھہ پرواہ نہیں کی جاتی سپیچوں لکچروں (خاص مضمون کی تقریروں) اور تھیوریٹکل امپریکٹیکیبل۔ پروپوزلوں میں مواقیت الصلوٰۃ کا کچھہ لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسے مجمعوں میں کوئی دو چار بھلے مانس رکوع سجود کرنے والے گھر بھی جاویں تو ایسے گھبراتے ہیں کہ وہاں سے اٹھنا بالکل محال ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ وہ نماز رہ ہی جاتی ہے اور بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اس وقت حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کی آواز کو سنتے ہیں اور سنتے ہی اس **منحوس** مجمع کو چھوڑ کر مبارک جماعت میں آملتے ہیں۔ یہہ حال تو ہے ان لوگوں کا جو قوم کی طرف سے اپنے تئیں وکلاء سمجھتے ہیں اور جو قوم کے بہی خواہوں اور ریفارمروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جن کو اسلام کے ایڈوکیٹ اور حامی کہا جاتا ہے ان اسلام کے دوستوں نے جو شاید دل سے دشمن نہیں ہیں اسلام کے ساتھ وہ دشمنی کی ہے جسکا انتقام سوائے حافظ و منتقم حقیقی کے کوئی اور لے نہیں سکتا۔ میں نہیں کہتا کہ یہہ اسلام کے دلی دشمن ہیں لیکن میں اسکے کہنے سے رک بہی نہیں سکتا کہ جو کچھہ انہوں نے اسلام کے لئے کیا وہ خواہ نیک نیتی ہی سے کیوں نہ کیا وہ عین اسلام کی بے حرمتی اور بے وقری کے لئے اور عین منشاء اسلام کے برخلاف کیا گیا ہے ان ریفارمروں کی کئی اقسام ہیں۔ کوئی تو صرف دین کا ریفارمر

جھوٹے دینی دنیوی ریفارمر

ہے اور کوئی صرف دنیا کا اور کوئی دین و دنیا کا جو دین کے ریفارمر ہیں اُن کے پاس بالیقین یہہ دین مختلف معاندین اسلام کے ذریعہ سے پہونچا ہے ان ریفارمروں کو بیشک اُن سلف و خلف مسلمانوں۔ دین کے ستونوں۔ دین کے مجددوں۔ دین کے پشت پناہوں حقیقت دین کے سمجھنے والے علماؤں رضی عنہم اجمعین کی تاریخ زندگی سے تو ایک طرف نام تک واقفیت نہیں۔ ان کے پاس وہ اسلام ہے جو بیگانے ملکوں۔ دین کے دشمنوں۔ غالی متعصبوں نے ان کے سامنے پیش کیا ہے ان کے دلوں میں خود اسلام کی وقعت چنانچہ باید نہیں ہے دوسروں کے دلونپر کیا وقعت بٹھائینگے! اور یہہ نیچرل بات ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت اسلام بیٹھے کیونکر کہ جب وہی جنکے ذریعہ سے ان کے پاس اسلام پہونچا ہے اسلام کے سخت دشمن تھے۔ کیا اُس شخص کے دل میں اس دین کی کامل اور سچی محبت ہوگی جسے یہہ دین اصلی ماخذ کتاب و سنت سے ملا ہو اور پھر ملا بھی ایسے ذریعوں سے کہ جو اس دین کے خادم ہوں اس دین کے حقایق و اسرار کے عالم ہوں۔ اس دین کے فرمودہ کے مطابق عامل ہوں اس دین کے وعدوں کے موافق مجمع و مظہر فیوض و برکات ہوں۔ جو قولاً فعلاً پرائیویٹلی پبلکلی سری جہری اندرونی بیرونی غرضکہ ہر حالت میں اسلام کے جان نثار وفادار تابعدار رہے ہوں۔ یا اوس شخص کے دل میں جسے یہہ دین واسطہ در واسطہ اور پیچ در پیچ سو برسوں سے ملا ہو اور ملا بھی ایسے ذرائع سے جو اس دین کے دشمن ہوں۔ اُس دین کے حقایق و لطایف اور حکم و اسرار سے جاہل ہوں۔ اور اس دین کے فرمان کے مخالف عامل ہوں جو جو وعدے اس دین نے عاملین کے کئے ہوں ان سے وہ محروم ہوں جو قولاً فعلاً پرائیویٹلی پبلکلی سری جہری اندرونی بیرونی غرضکہ ہر حالت میں اسلام کے بیوفا اور غدار دشمن رہے ہوں۔ غرضکہ اس قسم کے ریفارمروں نے تو اسلام کی حقیقت کو یوں نہیں سمجھا۔ باقی رہا دوسرا فرقہ جو دنیوی ریفارمر ہے سو اس

نوٹ + گبن۔ کارلائل۔ ڈیون پورٹ۔ جارج سیل۔ راڈول۔ سر ولیم میور وغیرہ کی کتابیں یا [illegible] مؤلفین کی دیگر کتابوں سے انگریزی ترجمہ ہی صرف ان ہمارے ریفارمروں کے ماخذ اور منبع علوم ہیں [illegible] ان کو یہہ خیال نہیں آتا کہ اگر کہیں ان لوگوں [illegible] طرفداری کی ہے اگر وہ صدق دل سے [illegible]

فرقہ کا یہہ اعتقاد ہے کہ دین اَور شئے ہے اور دنیا اَور شے یعنی ان کے نزدیک دین اور دُنیا دونو
کنٹری ڈکٹری ٹرم میں اسلئے انہوں نے یا تو انگریزوں کی تقلید ڈائیرکٹلی کی ہے یا انڈائیرکٹلی
دنیا کمانیکی تدابیر بنا دینگے جو سراسر دین کے مخالف ہوں میں کہتا ہوں جو حقیقت میں فطرت
انسانی کا مقتضیٰ نہ ہوں کوئی ایسی دنیوی چیز نہیں جو انسان کے لئے ضروری اور لابد ہو اور اسے
اسلام نے بیان نہ کیا ہو۔ ہر قسم کی تجارت جائز کے لئے۔ ہر قسم کی ملازمت جائز کے لئے ہر
قسم کے بیوپار جائز کے لئے احکام جاری فرمائے ہیں۔ دنیا میں اس آسمان کے تلے کوئی چیز
نہیں مگر اسلام جو روح اور جسم دونوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اصلاح کی محافظت اور مداومت کی لئے
احکام اور محافظات مرتب کرتا ہے غرضکہ یہہ فرقہ بھی حقیقت میں اس قابل نہیں ہے کہ مسلمانوں
کا ریفارمر بن سکے نہ اسلام خود اور نہ اسلامی دنیا ان کے اس ریفارمری کی محتاج ہے وہ ان کی
ان اصلاحوں اور تدبیروں سے بالکل پاک اور منزہ ہے + تیسرا فرقہ جو مدعی اصلاح دین و دنیا
ہے وہ بھی حقیقت میں دین کے بہبس میں دنیا کی ترقی کے پیچھے لگا ہے ان کا حال بھی ناگفتہ
بہ ہے۔ کیونکہ ان کا ماخذ و منتہائے علم بھی وہی ہے جو پہلے دو قسم کے ریفارمروں کا ہے۔
یہہ آفت یعنی اس قسم کے ریفارمروں کا پیدا ہو جانا انگریزی خوان نوجوانوں کی ضلالت کا
سب سے زیادہ زبردست موجب ہے! ان کے کان میں پڑا نہیں کہ یہہ فلاں شخص کا قول ہے اور
وہ اندھا۔ ہند قائل اور مسلم ہوئے نہیں وہ نہیں دیکھتے کہ وہ قول بجائے خود معقول بھی ہے
یا نہیں کسی شخص کی ذات اور قوم اس کے قول کی صحت کی معیار نہیں ہو سکتی اور کوئی دانشمند
اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ بات یہہ ہے جو اس آیت میں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ
اتقکم۔ وقال علی ؓ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پس کچھ پرواہ نہیں
ہے کہ قائل کوئی سید ہے یا میرزا۔ کوئی شیخ ہے یا پٹھان۔ کوئی چشتی ہے یا قادری۔ کوئی مقتی

غیر مسلم رہتے؟ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ علے رؤس الاشہاد مسلمان نہ ہو جاتے؟ ۱۲
پھر بعض بعض لوگوں کو یہہ بھی کہتے سنا ہے کہ جسقدر اسلام کی واقفیت ہمکو ہے ویسی واقفیت کسی
عالم و مولوی کو نہیں یہ خیال انکا بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ ان کے مقتدا یہی مؤلفین ہیں جنکی اوپر تعریف ہو چکی ہے

Marfat.com

ہے یا قاضی کوئی فارقی ہے یا صدیقی غرضکہ کوئی ہو اور کہیں ہو بس اسکو پرکھنا ہو تو اسکی کلام کو پرکھو اور یقینی معیار کتاب وسنت ہے اور بس اگر خود معیار سے واقف ہیں تو آپ پرکھیں ورنہ واقفان معیار سے مدد لیں اور یہی حکم الٰہی ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہم کو نہ کسی انجمن سے پرخاش ہے۔ نہ کسی ایسوسی ایشن سے ہم کو اعتراض ہے تو انکی کارروائیوں پر ہے اور ہماری زیر نظر صرف یہہ آیت ہے۔ لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذٰلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف یؤتیہ اجراً عظیماً۔

دوسری آفت جو انگریزی تعلیم یافتوں کو گمراہ کر رہی ہے اور کر رہی ہے وہ یہہ ہے کہ اس فرقہ کے دل میں علمائے عظام رح کی عظمت ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اسقدر نفرت ہے کہ الامان اسکے بہت سے اسباب ہیں اور جنمیں سے اکثر درحقیقت وہی ہیں جو اہل یورپ کے لئے اسلام کے قبول کرنے میں سدراہ ہیں۔ ان تمام خرابیوں کی بنیاد صرف یہی ہے کہ ابتدا سے اسوقت تک ان کے کانوں میں کتاب وسنت کی آواز دلکش پڑی ہی نہیں اگر کتاب وسنت سے واقفیت ہوتی تو آج بھی اسوقت کے علماء کی طرح جب کہ یونانی فلسفہ نے اسلامی دنیا میں رواج پایا تھا ہزارہا اسلام کے سچے غزالی اور رازی پیدا ہو جاتے حقیقت میں دنیا کے اندر اگر کوئی یقینی علم ہے تو وہ صرف اسلام یعنی علم کتاب وسنت ہے جو ہر ایک علم فرقہ انسانی کا مقابلہ کرکے اس کے حقائق کی تصدیق وتائید اور اس کے مخالفات کی تردید کرتا ہے اس علم کو کوئی جنبش نہیں ان تیرہ سو سال کے اندر کون کون سکتات رہے علمائے دین ہوگذرے ہیں اور کتنے اب ہیں جنھوں نے میری اسی بات کی پوری پوری تصدیق کی اور کئے جا رہے ہیں جو لوگ مغربی سے واقف ہیں وہ اسی بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ دیگر مذاہب کے علماء علوم فلسفہ کے پڑھنے کے بعد خود اپنے دین سے بیزار ہو گئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں زمانہ سلف وخلف میں اس قسم کے نظائر کوئی گنتی کے نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اب زمانہ حال میں یورپ وافریقہ۔ امریکہ اور نیز ایشیا کے بعض ممالک مثلاً ہند وغیرہ میں کیا ہو رہا ہے۔ کفارہ اور تثلیث کی اصلاح کے لئے کمیٹیاں ہو رہی ہیں مورتی وغیرہ کی پوجا ترک ہوتی چلی جاتی ہے اور لطف یہہ ہے کہ علم کتاب وسنت کی تائید

Marfat.com

وتصدیق خود بخود یہہ لوگ کرتے چلے جاتے ہیں اسلام طوعاً وکرہاً ہر ایک گاؤں اور شہر میں بمصداق
حدیث شریف لایبقی علی ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الا وادخلہ اللہ کلمۃ
الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل الحدیث پروٹسٹنٹ۔ یونی ٹیرین۔ آریا اور
برہمو کیا ہیں۔ اپنے مذہب آبائے سے بیزار اور علوم جدیدہ کی روشنی سے منور ہو کر علم کتاب
وسنت کے موئید اور مصدق بنتے چلے جاتے ہیں آریا اور برہمو تو ابھی کل کے بچے ہیں مگر پروٹسٹنٹ
اور یونی ٹیرین کی عمر بھی کوئی زیادہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ ہندوؤں کی یہہ دونوں نئی شاخیں
ابھی تکبالکل نامکمل ہیں۔ اور ان کی بنیاد ایسے خراب طور پر رکھی گئی ہے کہ قیامت تک بھی مکمل
نہ ہونگی اور نہ ہو سکنے کے قابل ہیں۔ میں اہل اسلام کو بشارت دیتا ہوں اور بڑے وثوق کے
ساتھ کہ چونکہ ان نئے مذہبوں کا کوئی خاص امام یا مقتدا نہیں ہے اور نہ یہہ لوگ کسی کو
خاص مقتدا بنانا چاہتے ہیں جسکی وجہ صرف سادات علم ہے یہہ مذہب تھوڑے دنوں
کے مہمان ہیں انہیں لوگوں میں سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کے کانشنس کے نزدیک دین
کے اصول کچھ ہیں اور بعض کے نزدیک کچھ۔ اگر بی اے باپ کے نزدیک مذہب کے اصول یہ ہیں
تو ایم اے بیٹے کے نزدیک اسکے الٹ غرضکہ اس عالم کو اس عالم کے اور اس عالم کو
اس عالم کی کچھ پرواہ نہیں یہہ معقول مذہبی کچھ ایسے نامعقول ہیں کہ اتنی موٹی بات بھی
نہیں سمجھتے کہ جسطرح سلطنت دنیوی کے لئے ایک امیر موصوف بہ صفات امامت وسلطنت
کی ضرورت ہے اسیطرح سلطنت دینی کے لئے بھی ایک ایسے امام ومتبوع کی ضرورت ہے کہ جو
امور دین کے تمام کلی وجزوی مسائل سے کامل ماہر ہو کم سے کم اتنا تو ہو کہ اپنے زمانہ میں اعلم
ہو لیکن یہاں تو یہہ حال ہے کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ اصول دین کے ایجاد کرنے کا ہر ایک
مجاز ہے دوسرے لفظوں میں ہر ایک شخص نبی بننے کا در پردہ خواہش مند ہے ہر ایک تقدے
بننا چاہتا ہے مقتدی بننے سے ننگ وعار ہے

غرض یہہ ہے کہ ان ہمارے قومی اور دینی ریفارمران کے پاس خالص اسلام جو پیور چشمہ
کتاب وسنت میں ہے نہیں ہے میری التماس اور میری التجا صرف انہیں قومی اور دینی ریفارمروں
کی خدمت میں ہے کہ اے صاحبان اگر آپ قوم کی بہبودی کے خواہاں ہیں تو پھر برائے خدا

Marfat.com

سچے اخلاص اور قلب سلیم سے ان اصول کی پابندی اختیار کریں جو جن وانس کے ریفارمر
ہاں کامیاب ریفارمر نے ہمکو تعلیم فرمائی میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اگر خواہان اصلاح
ہو تو اصول اسلامیہ کی پوری پوری پابندی اختیار کرلو ورنہ کیوں خود وادی ضلالت میں
بھٹک کر دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتے ہو ان لوگوں سے جنکی وراثت میں کتاب و
سنت آئی ہے کیوں نفرت کرتے ہو۔ واللہ میں سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے دلوں
میں حب علمائے کتاب و سنت پیدا نہوگی تب تک تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس
لئے میں آپ صاحبان سے حسبۃً للہ عرض کرتا ہوں کہ قوم کی اصلاح کی تدابیر کتاب و سنت
سے ڈھونڈو اور اس رحمۃ للعالمین سچے مصلح خلق خدا کے اتباع سے بامراد ہونے کے اسباب
پیدا کرو علما کی خدمت میں جاؤ نہایت ارادت اور سعادت کے ساتھ اپنے مافی الضمیر سے انہیں
مطلع کرو اور میں یہ بھی ساتھ ہی کہے دیتا ہوں کہ علما سہلی گاجر کی طرح ہر جگہ نہیں مل سکتے
البتہ کوشش کروگے تو بہت جگہ مل جاوینگے تمہاری مرض کا طبیب ہر ایک عالم نہیں ہے
البتہ اگر سچی تلاش ہو تو جتنے مجرب نسخے ان سے ہاتھ لگ سکیں اتنے ہی لے لو پھر کسی واسطے
پوچھو اور میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ اس طرح پر کرنے سے تمہارا اصل مقصود پورا ہو جاویگا۔ کچھ تو ہدایت
ہوتی جاویگی کچھ تمہارے طبیبوں کو تمہاری مرض کی تشخیص ہوتی جاویگی۔ اور میں بھی کہے دیتا ہو
کہ اعلے سے اعلے طبیب بھی موجود ہیں جنکے پاس سخت سے سخت امراض کے ایسے ایسے مجرب نسخے
موجود ہیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک ہی پر عمل کیا جاوے تو ہزارہا بیماریاں یک دم
دور ہو جاویں۔

ساتھ ہی میں علمائے دین متین کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ کچھ آپ بھی
لینت اور بردباری کو کام میں لاویں اخلاق محمدی تو یہ تھے کہ آپکے پاس کفار کتنے اور ان کے
اخلاق پر شیدا ہو کر اسلام قبول کرتے لیکن افسوس آپکے پاس سے مسلمان ہی بھاگیں
آپ لوگ ہیں ورثۃ الانبیاء جہانتک ہو سکے ان لوگوں کے ساتھ جو چند در چند وجوہ سے
باعث تعلیم اسلامی سے محروم ہو گئے بڑی نرمی اور رفق کے ساتھ پیش آویں ان کے اندرونی
خیالات کو کمال حوصلہ اور بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ سنیں اکثر آپ ان کے منہ سے

کفریات سنیں گے جنہیں وہ کفر سمجھتے ہی نہیں لیکن اگر آپ لوگ بموجب ارشاد کلموا الناس علی قدر عقولھم انہیں کا سا مذاق لیکر کچھ مدت وعظ و نصیحت نہایت حوصلہ اور بردباری کے ساتھ سنا دینگے تو مجھے کامل یقین ہے کہ اُن کا اعتقاد و عمل ویسا ہی ہو جاویگا۔ جیسا کہ آپ لوگوں کا۔ آپ کو بخوبی یاد رہے کہ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ یہہ لوگ آپ کی دھمکیوں اور آپ کی بے حوصلگیوں کی برداشت کر سکیں بلکہ برداشت اور بردباری آپ ہی کے حصہ آتی ہے اور آنی چاہیئے کیونکہ یہہ آپ کی شان ہے آپ جبتک ان کے دلی کفریات اپنے کانوں سے نہ سنیں گے تب تک انکی اصلاح کیونکر ممکن ہے۔ آپ کے پاس حقیقی علم کے خزائن لاکہہ ہوں اگر ان سے کچھ کام نہ نکلا تو کیا فایدہ۔ آپ یاد رکھیں کہ ان لوگوں کو صرف تھوڑی سی تربیت کی ضرورت ہے پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا کیا کارہائے نمایاں ان سے ظہور میں آوینگی اور اسلام کا کہانتک بول بالا ہو جاوے گا اور قوم کی اصلاح کہانتک ہو جاویگی۔ جہانتک ہو سکے آپ ان لوگوں کو اپنا دست و بازو بنا دیں۔ بس اپنی التماس کا خاتمہ یہیں کرتا ہوں اور اپنے مالک کے حضور میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ علمائے دین اور دیگر مسلمین کے دلوں میں ایسا ارتباط اور اتحاد پیدا کر دے کہ جب یہہ انہیں دیکھیں تو محض بہ نیت نصح انکے منکرات پر ان کو مطلع کریں اور یہہ لوگ اپنے تمام کاموں میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استصواب و استصلاح کریں۔ یا اللہ لوگوں کے دلوں سے اس خیال فاسد کو دور کر دے۔ کہ دنیا کو دین سے الگ سمجھتے ہیں خداوندا ان کے سینوں کو کھول تاکہ وہ معلوم کریں کہ یہہ دنیا تو ہے ہی سراسر دین کا پیش خیمہ۔ کوئی کام نہیں جسکا تعلق دین کے ساتھ نہو اگر دنیا وسیلہ دین کا نہیں ہے تو اس دنیا کے اندر پیدا کرنا اور دنیا کے اندر پیدا کئے ہوؤں اور دنیا کے اندر زندہ رہنے والوں کو کیوں تکلیف شرعی کا حکم دیا جاتا ہے۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اٰمین۔ الٰہی میری اس خدمت کو قبول فرما تو میری دعا کو سنتا اور میری نیت کو جانتا ہے۔ الٰہی اسکو بار آور کر اس عاجز کو اپنے ان بندوں میں شامل کر جنکی دعاؤں کو تو نے سنا اور جن کے کاموں کو تو نے پسند فرمایا۔ اٰمین۔

اس خاتمہ کے بعد اب میں اپنے اصل مقصود کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں - ان ارید الا الاصلاح
ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ہمارا اعتقاد اسقدر مضبوط اور محکم ہے کہ کوئی
علم اسکو جنبش نہیں دے سکتا - ہمارا اعتقاد کیا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اس کے پہلے شق میں وہ ٹروتھ وہ وائیڈ ٹروتھ شامل ہے کہ جسکے ماننے کیواسطے دہریہ کو
بھی مرتے وقت مقر ہونا پڑا فرانسیسی* العطا سعد جن کا بھی یہی حال سنا ہی ہوگا یہ پہلی شق یعنے توحید الہی
وہ علم ہے کہ جسکی اشاعت کیلئے تمام عالم کوشش کر رہا ہے اسکے دوسرے شق میں رسالت
محمدی ہے اور اگر ذری غور کرکے دیکھوگے تو فوراً کہہ اٹھوگے کہ جو شخص شق اول کا سب سے زیادہ
عالم سب سے زیادہ مروج اور مشیع ہوگا وہی سب سے زیادہ اشرف سب سے زیادہ افضل سب سے زیادہ
معظم سب سے زیادہ معزز سب سے زیادہ قرار ورسب سے زیادہ بزرگ ہوگا - یا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہی
بعد از خدا بزرگ ہوگا سچ مچ توحید جیسے ٹروتھ کو سمجھانے والا اور انواع و اقسام کے شرک کی
برائی بافصح اللسان و ابلغ البیان بیان کرکے مشرکین کے دلوں سے ماسوائے اللہ کی عظمت
کا مٹانیوالا اور اللہ کی ہی محبت کو دلنشین کرانیوالا اگر رسول نہ ہو تو کون ہو - بیشک بعد از خدا بزرگ
کوئی نہیں کوئی نہیں کوئی نہیں - مگر محمد محمد محمد صلوات اللہ علیہ والتسلیمات
دیکھتے نہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر اسدم تک بجز ذات محمدی کوئی بھی ہوا ہے کہ جس کی
تعلیم توحید کی اشاعت جنگل کی ریت کے ذروں اور سمندروں کے پانیوں کے قطروں تک پہنچی
ہو قصہ کوتاہ ایک ایسا شخص جو خود تو ہوامی اور ان حروف تہجی سے بھی جو تمام عالموں کے علوم
کی جان ہیں محض ناواقف (اور سچ پوچھو تو ایسے نبی کے لئے پڑھا ہوا ہونا بھی بڑی عار ہے اور
ایسے نبی کے لئے کسی ابن آدم کا شاگرد کہلانا بھی بڑا عیب ہے) مگر ہیرڈ یا ارسٹ کے استاد
استاد بڑے بڑے حکما کا معلم میں کہتا ہوں بڑے بڑے روحانی اطبا کے برباد شدہ
قلبوں کا مسیحا سرے سے آباد کرنے والا ان کے غیر سعید شاگردوں کا مؤدب اگر رسول نہ
کہلاوے یا رسول نہ مانا جاوے تو پھر اور کون ہے جو اس خطاب کا مستحق ہے بیشک شق
اول کا ٹروتھ ایک ایسا وسیع اور ضروری ٹروتھ ہے کہ تمام زمین و آسمان و مافیہا بلکہ خود خدا
اس کا شاہد ہے - شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم

* یہ وہ شخص ہے جو نزع کیوقت دعوٰی الوہیت کرتا تھا اور مغرور تھا اس بیہودہ دعوٰی کے - اس شخص کے اخیر وقت کا حال سنا ہوگا کہ کیا ہی بیکس و لاچار ہو کر مرا ہے
سارا جہان جانتا ہے محمد صلعم پر کلام کرنیسے باز نہیں رہتا - اسیواسطے امتیاز کرنیکے لئے اسکو بھی ہم نے صلعم نہیں لکھا ہے اور جملہ سوانح حیات

Marfat.com

قائماً بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم۔ شق دوم کا ٹرو تہہ بھی ویسا ہی وسیع اور ضروری ہے اور اسکی تصدیق بھی اہل انصاف ہر ملک میں اور ہر زمانہ میں برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ پس اے برادران دینی۔ اے بزرگان قوم۔ اے ریفارمران۔ میری اس بات کو گوش ہوش سے سنو اور میری اس بات کی تصدیق جسطرح چاہو کرلو۔ اسوقت زمانہ کی حالت یہہ ہو رہی ہے کہ بے بنیاد ندہبوں یا فرقوں کی طرح مسلمان بھی دین کو ایک نیشنلیٹی سمجھ کر ریفارمری کا دعوے کرتے اور اپنے زعم کے موافق دین کو ترقی دینے کی خاطر دین کے اصولوں کو چھوڑ کر نیشنلٹی قائم کرنے کے لئے کبھی ان لوگوں اور کبھی ان لوگوں کی تقلید کرتے ہیں اور اصول ہمہ دین کو جنپر دین کا مدار ہے خود اپنے ہاتھوں سے چھوڑے چلے جاتے ہیں اسواسطے ہم داس لئے نہیں کہ ہم کوئی ریفارمر ہیں یا ریفارمری کے مدعی ہیں بلکہ اسلئے کہ جسقدر ابلاغ اور تبلیغ کے لئے اپنی وسعت کے موافق ہم شرعاً مامور ہیں اُس سے بری الذمہ ہو جاویں اپنے بھائی ریفارمروں انگریزی خوانوں اور دیگر مسلمانوں کو اس عالی قدر ایک عالم کی گرمونوز کے مالک سچی سلطنت کرنے والے نیشنلٹی کے اتحاد اور ارتباط کے سچے اصولوں کو سمجھنے والی سیدنا جناب عمر فاروق رضہ کا فرمان جو انہوں نے افسران ملکی و جنگی کے نام جاری کیا تھا ذیل میں درج کرکے آگاہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ ضروری کام نماز کی پابندی ہے اگر نمازی پابندی نہیں تو کچھ بھی نہیں خط یہہ ہے۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ کتب الی عمالہ ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع الحدیث یعنی انہوں نے اپنے گورنروں اور کمانڈروں کو یہہ لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے تمام کاموں میں سے سب سے زیادہ ضروری کام نماز ہے جسنے اسے نگاہ رکھا اور اسپر محافظت کی اس نے اپنے دین کی نگہبانی کی اور جسنے اسکو ضایع کر دیا وہ باقی کی چیزوں کو اور بھی ضایع کنندہ ہے۔ الخ۔

غرض یہہ ہے کہ ہمارے ریفارمروں کو ایک تو تعلیم اور لکچر اس قسم کے دینے چاہئیں جنمیں اصول اسلام کی تعلیم و تکریم کی تحریص و ترغیب پائی جاتی ہو دوسرے یہہ کہ وہ خود

Marfat.com

عامل ہوں۔ اے قوم کے معزز و مکرم رفیقا رمرد کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگوں کے پاس عمل نہیں ہے۔ اسلام ایمان کے بعد عمل چاہتا ہے اسلام میں ایمان و عمل دونو آفتاب اور آفتاب کی کرنوں کی طرح لازم و ملزوم ہیں اسکی مثال شمع اور نور کی سی ہے اُن کا تعلق جسم اور روح کا سا ہے۔ میں آپ لوگوں کو معذور رکھتا ہوں مگر اسوقت تک کہ آپ لوگوں کو اپنے ہادی اور جان سے زیادہ پیارے محمد رسول اللہ صلعم کے احکام کا علم نہو جب آپکو علم ہوجاوے تو اے قوم کے بہی خواہو پھر نہ سوچو کہ اب کیا وقت ہے۔ بلکہ سنتے ہی اُنپر عمل کرنے کے لئے دل و جان سے حاضر ہوجاؤ۔ اگر آپ لوگ عامل نہ بنینگے تو کیا جنگل کے وحوش بہار ان احکام کی تعمیل کرینگے۔ اے خیر خواہان قوم! خدا کے لئے اس قوم کی خاطر اپنی اولاد کی خاطر عمل عمل عمل ..... احکام اسلام کے سچے دل سے پابند ہوجاؤ۔ غیر قوموں کے لئے نمونہ خیر امم بنو۔ کیوں اپنے کام ترک نہیں کرتے جنکے سبب سے خود تمہاری قوم جسکی تم اصلاح کرنا چاہتے ہو تم سے متنفر ہو اپنے تمام اوضاع و اطوار اپنے تمام افعال و کردار اسلام کے مطابق کرلو اور یہہ ساری باتیں تب ہونگی جب نماز کو قائم کروگے۔ سب سے ضروری کام جسپر اسلام نے ایمان کے بعد عمل لازمی کرنے کا حکم دیا ہے وہ نماز ہے اگر نماز میں پختگی ہے تو یقین جانو باقی تمام امور خود بخود اسلامی طرز کے ہوتے چلے جاوینگے! اور جس اصلاح کے پیچھے لگے ہو وہ ہوجاویگی میں کہتا ہوں ضرور ہوجاویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس اس کتاب میں ہم صرف نماز ہی کو ذکر کرینگے۔ بفضلہ و منہ واحسانہ و توفیقہ۔

تنبیہ

اسلام کی بنا پانچ امور پر ہے (۱) کلمہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۲) نماز پنجوقتی (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج۔ اس کتاب کے اندر امور متذکرہ صدر میں سے امر اول کا بیان جا بجا عموماً آویگا۔ اس لئے بجائے خود اسکو مستقل طور پر اس کتاب میں ذکر نہیں کیا جاویگا۔ بتوفیق خداوندی کسی الگ کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ہوگا اس کتاب کے اندر امر دوم کا ذکر ہوگا۔ باقی امور ذکر اگر خداوند تعالیٰ نے یاری دی تو کسی اور کتاب میں بجائے خود مستقل طور پر کیا جاویگا۔

پس امر دوم کی تفصیل و تشریح ہم اس جزو پر کرنا چاہتے ہیں جو قبل ازیں ہمارے علم میں

Marfat.com

زبان کی کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا۔ اوّل تو یہہ ہے کہ اس کتاب میں اس امر کی نسبت پورے پورے مسائل درج کئے جاویں۔ دوم جو کچھ مذکور ہوا وسکی سند کتاب و سنت سے دی جاوی سوم جن امور میں صحابہ کرام رض یا ائمہ عظام یا دیگر علمائے فخام کا اختلاف پایا جاوے ان میں قول راجح درج کیا جاوے۔ چہارم جو جو حکم یا اسرار یا لطائف کسی عارف یا عالم نے اپنی کتاب میں درج کئے ہوں یا جو جو حکم اس عاجز نے خود علمائے کرام کی زبانی سنے ہوں یا انکی تقاریر سے استفادہ کئے ہوں یا خود اس عاجز کو توفیق الٰہی سے سمجھ میں آئے ہوں۔ درج کروں۔ ناظر کتاب دیکھ لیگا کہ امر سوم کا چنداں نوٹس نہیں لیا گیا۔ کیونکہ اس امر کو اس کتاب کے مدعا کے ساتھ کچھ چنداں لگاؤ نہیں ہے۔

پس ناظر کتاب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں بسند کتاب و سنت پاوے اسکو بسر و چشم قبول کرے اور جو کچھ علاوہ اُس کے گرداوسی میں سے، لکھا دیکھے وہ بلا تقلید احدٍ من الناس خود پرکھہ کر خود سمجھہ کر قبول کرے۔ قابل تسلیم حکم یا قابل ایمان امر وہی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کیطرف سے ہو۔ ائمہ۔ علما۔ اولیا اور ملہمین وغیرہم کے آثار و مجتہدات و استنباطات و مکاشفات کتاب و سنت کی زیب و زینت ہیں۔ کتاب و سنت کا ہار سنگار ہیں۔ کتاب و سنت کی تشریح و توضیح ہیں۔ غرضکہ کتاب و سنت کے محبوب و جمیل بنانے کے اسباب ہیں مگر اُن کا یہہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کے احکام سمجھے جاویں یا حجت شرعی مانے جاویں۔ وہ قرآن کریم کی کوئی آیت یا رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث نہیں ہیں۔ پس ہم کل دنیا کو پکار کر کہتے ہیں کہ اس کتاب کے اندر جو کچھ بحوالہ کتاب و سنت لکھا دیکھو اوس کو تو عین دین سمجھو باقی جو کچھ ہے اُسکو اُسکا ہار سنگار جانو۔ چاہو تو لے اُتار پہنو چاہو تو رہنے دو۔ مگر اُسکو عین دین یعنے کتاب و سنت نہ سمجھنا نہ سمجھنا اور ہرگز نہ سمجھنا۔ اور جو علل یا حکم یا اسرار ہمنے بیان کئے ہیں بس انہیں پر دین کا مدار نہ سمجھنا! اللہ تعالی کے ہر ایک کام اور حکم میں لا انتہا حکم اور لطائف ہوتے ہیں اُن میں سے اگر کسی انسان نے اپنی بساط کے موافق کچھہ سمجھہ بھی لیا تو یوں ہی سمجھو کہ اُس کے علم و فہم کی نسبت الٰہی علم و حکمت کے ساتھہ وہی ہے جو ایک قطرہ بے مقدار کو بحر ذخار ناپیدا کنار کے ساتھہ ہے ہزارہا دیگر علل

Marfat.com

وحکم اور کروڑہا دیگر اسرار و لطائف اس نماز میں ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتے اور ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کسی اور کی سمجھ میں آجاویں یا آئے ہوئے ہوں۔ اور ہم کو اُن کا علم تک نہو۔

اس کتاب کا نام میں نے **الحکمۃ الیمانیۃ الایمانیۃ فی اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیۃ** رکھا ہے یعنی وہ طہارت اور وہ عبادت جو اسلام نے ہمکو سکھائی ہیں ان کی فلاسوفی۔

عبادت

بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین[1]

اے فاطر فطرت بیشک یہہ سچ ہے کہ تیرے جیسا کوئی نہیں تو ہر ایک صفت میں یکتا ہے۔ تو ہی لائق حمد و ثنا ہے کیا کیا لاز[2] اور کیا کیا ضوابط اس موجودات کے اندر تو نے مقرر فرمائے ہیں کہ دیکھ کر عقل خیرہ اور آنکھ تیرہ رہجاتی ہے۔ فارجع البصر ھل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر۔ ایسی ایسی آیات بینات تیری وحدانیت پر دال ہیں کہ دہریین کا بھی اونپر صاد ہے کوئی شئے نہیں جو طوعاً او کرہاً بزبان حال یا بزبان قال تیری تسبیح خوان تیری تحمید خوان یا تیری تہلیل خوان نہیں ہے۔ تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیھن وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم انہ کان حلیماً غفورا۔ تیری ہر ایک صفت کمال کا عجیب سے عجیب مظہر کہانی دیتا ہے جس سے پیہم یہہ صدا آرہی ہے الست بربکم اور جس کے جواب میں خشک سے خشک تنکا بھی بلفظ بلی رطب اللسان ہے اے قدوس قدوس قدوس خدا تو اپنے ہر ایک کام میں ایسا صانع لطیف ہے کہ دیکھ کر جھٹ زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔ بیشک تیری ذات بابرکات و باکمال جامع جمیع صفات کمال ہے تو ہی ہے ہمارا خالق۔ ہمارا مالک۔ ہمارا رب اور ہمارا رازق۔ پس حقیقت میں پھر تو ہی ہے ہمارا معبود برحق جسپر نہ صرف اہل السماء والارض کی بلکہ خود تیری شہادت ناطق ہے۔ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ

[1] (کافروں کا کہنا نہ مانو) بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُسکے شکر گذار بندوں (کے زمرے) میں رہو۔ [2] قوانین

واولوالعلم قائماً بالقسط لاالہ الاھوالعزیزالحکیم۔ تونے اس موجودات کو
عبث پیدانہیں کیا بیشک تونے اس کائنات کواپنے ارادہ سے کسی نہ کسی غرض کے لئے
پیدا کیا ہے جس غرض سے تیری ذات صمدیت بالکل پاک و منزہ ہے
کون گن سکتا ہے تیری موجودات کو ومایعلم جنود ربك الاھو اور کون احاطہ
کرسکتا ہے ان پر حکمت لاز اور ضوابط کو۔ تمام عمر لکھتے رہیں گنتے رہیں پر تیری قدرت کے
نظاروں کو گھیر نہیں سکتے خیر اور تو اور یہی ایک بڑا عجیب لا ہے جو ہر ایک فطرت کے اندر پایا جاتا
ہے اور جو وقتاً فوقتاً اضطراراً واقع اور ظاہر ہوتا رہتا ہے وہ لا کیا ہے؟ یہی کہ منعم علیہ کو منعم
کی نعمتوں کا شکریہ کرنا پڑتا ہے۔ طوعاً او کرہاً۔ اس مجمل لا کی تفصیل یوں ہے کہ اگر کوئی حیوان
کسی حیوان کے ساتھ قطع نظر اس سے کہ ہم جنس ہے یا غیر جنس نیکی کرے تو وہ حیوان جس کے
ساتھ نیکی یا احسان کیا گیا ہے اوس حیوان کا جسنے اوس کے ساتھ نیکی یا احسان کیا ہے اعلے
سے اعلے اور عمدہ سے عمدہ شکریہ ادا کرے تاریخ اسپر شاہد ہے اور ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ اس پر
ناطق کہ بعض اوقات جنگلی جانوروں کے بادشاہ نے بھی محسن انسان کے بصد عجز و شکر غلامی
اختیار کی ہے۔ بچھو۔ چیتے۔ ہاتھی۔ کتے۔ بندر۔ کبوتر۔ تیتر۔ باز۔ چکور وغیرہا من الوحوش والطیور
محسن انسان کے شکر گذار غلام بنے اور بنتے چلے آئے ہیں غرضکہ یہہ لا بڑا عجیب لا ہے۔ جو تمام
حیوانات میں جنس اعلے سے لیکر جنس اسفل تک پایا جاتا ہے۔ اب ہم تمام حیوانات سے قطع نظر کرکے
صرف حضرت انسان میں اس عجیب لا کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ یہہ عجیب لا کل کے بچے سے لیکر قبر
میں ٹانگیں پسارے ہوئے بڈھے تک پایا جاتا ہے تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص صرف تمہیں پانی
پلاتا ہے تم اوس کے لئے کتنے جزاک اللہ اور تھینکس کہتے ہو یہہ وہی لا ہے جو تمہارے چہرہ کو
محسن کے سامنے عاجز و منکسر بنا دیتا ہے اور تمہاری زبان سے عمدہ سے عمدہ اور اعلے سے اعلے
فصاحت سے پُر اور مالا مال کلمات اُسی محسن کی تعریف و توصیف کے لئے نکلواتا ہے۔ یہہ وہی
لا ہے جو محسن الیہ کو محسن کا غلام فرمانبردار بنا دیتا ہے یہہ وہی لا ہے جو ایک مخلوق انسان کو
اپنے جیسے مخلوق انسان کا مطیع و منقاد بنا دیتا ہے جب ایک مخلوق کا دوسری مخلوق
کے ساتھ یہہ حال ہے تو کیا حال ہونا چاہئے اوس حال میں کہ جب ہمارا محسن اور منعم وہ ذات

Marfat.com

باری ہو جو ہمارا خالق ہی ہمارا مالک ہی ہمارا رب ہے اور ہر ایک صفت کمال کا جامع ہے جسکی نعمتوں اور احسانوں کی کوئی گنتی نہیں۔

محسن حقیقی کے ہر قسم کے احسانوں سے قطع نظر کرکے اگر ہم صرف اپنے وجود پر ہی نگاہ ڈالیں تو بھی یکے از صد ہزار نے بل یکے از بیشمار نعمار کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتے اتو خاصے نوخیز ریحان شباب میں ہیں لوگوں میں نام ہے قوم میں ممتاز ہے خلق خدا پر فرمانروا ہے لیکن ابھی تھوڑا عرصہ ہی گذرا ہے کہ میاں کا نام تک کوئی نہیں جانتا تھا اوروں کا کیا ذکر خود جننے والے نام تک کے نا آشنا بلکہ اسکے ہونے تک سے ناآگاہ تھے هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکورا۔ میاں کو پتا نہیں کہ عالم نیستی سے اس عالم ہستی میں کس قدر مراحل و منازل طے کرتا ہوا آیا ہے قطرہ منی سے نطفہ نطفہ سے علقہ علقہ سے مضغہ مضغہ سے ہڈیاں اور ہڈیاں پر گوشت پھر اس تکمیل جسم کے بعد روح ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ثم جعلنٰه نطفةً فی قرارٍ مکین۔ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظم لحماً ثم انشانٰه خلقاً آخر فتبارك الله احسن الخالقین۔ سبحان اللہ! اس نوواردِ کون کو کوئی فکر معاش ہے نہ کوئی اندیشہ معیشت آج ہی دودھ کی دو نہروں کا مالک و قابض بنگیا جو اس کے محسن نے پہلے ہی سے اسکے لئے تیار کر رکھی تھیں اپنے محسن کے احسانات کو گنتے گنتے عمر صرف ہو جاویگی مگر اوس کے احسانات شمار میں نہ آسکیں گے۔ ماں کی گودی ہے یا گہوارہ۔ پھر ہوتے ہوتے تھوڑے ہی دنوں میں کیا کیا حالتیں بدلتا ہے آج گھٹنوں کے بل چلتا ہے کل پاؤں کے بل آخر کار ترقی کرتے کرتے نوبت یہانتک پہونچی کہ اکڑا اکڑا اور اترا اترا کر چلنے لگتا ہے بچپن کھید سے لیکر بلوغت کی حد تک جو انعامات اور احسانات اوس حقیقی محسن اور سچے منعم کے اس انسان پر ہوتے رہتے ہیں اگر وہ انسان کو می بیٹھیں تو بڈھے ہو جاویں بڈھے کیا لکھنے کو تو ہی بھی کہو بیٹھیں پر وہ انعامات لکھے نہ جا سکیں۔ قال اللہ تعالیٰ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها ان الانسان لظلوم کفار۔ وقال اللہ تعالیٰ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها ان اللہ لغفور رحیم وقال تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات

ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ پس جب تمہارے جیسا مخلوق تم سے نیکی کرے اور نیکی بھی کیسی کہ جسمیں اکثر من احسان واذی کی آمیزش ہوتی ہے تو تم اوسکے غلام بنجاتے ہو اوسکی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملادیتے ہو تو کیا تم اوس سچے اور حقیقی محسن کی جو تم کو محض عدم سے وجود میں لایا جو تمہارا خالق تمہارا رازق اور تمہارا مالک ہے۔ فرمانبردار سچے مخلص مطیع اور منقاد بندے نہیں بنوگے؟ کیوں نہیں وہی لا تمہیں مجبور کریگا کہ تم اپنے خلوص نیت سے اپنی رب کی نعمار کا شکریہ بجالاؤ۔ دوسرے لفظوں میں یوں سہی کہ تم اپنے رب کی عبادت کرو کیونکہ وہی ذات منعم ہے اور شکر منعم واجب اور شکر عبادت ہے۔ رسول اللہ صلعم کی عبادت شاقہ کو دیکھ کر حضرت عائشہ رض نے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول صلعم آپ تو گناہوں سے پاک ہیں آپ اپنی جان پر اسقدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں تو آپنے جواب میں فرمایا تھا اس لئے کہ میں اللہ کا بندہ شکر گذار بنوں۔ ترمذی میں ہے۔ عن المغیرۃ بن شعبۃ قال صلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ اتتکلف ھذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا۔ اس کے آگے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس باب میں عائشہ رض اور ابوہریرہ رض سے بھی روایت ہے۔

غرضکہ شکر گذار بندہ تو اس لا کی تعمیل میں کچھ چون وچرا نہیں کرتا مگر شکر گذار تھوڑے ہیں ناشکر گذار کافر نعمت اکثر ہیں ان ناشکر گذاروں کی موٹی موٹی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں اس لا کے تقاضا کے پورا کرنے کی طلب تو ہے مگر اوس طلب کے پورا کرنے کے طریق سے محض لاعلم ہیں اسواسطے وہ طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں اور یہہ لوگ اگر غور کرکے دیکھوگے تو روئے ہستی پر سب سے زیادہ ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنکے دلونمیں یہہ لا کا لمیت ہے۔ وہ معبود برحق کے وجود سے ہی منکر ہیں اور محض دھر ہی کے قائل ہیں وہ دہریہ کہلاتے ہیں اور اگر غور کرکے دیکھوگے تو ایسے شخص بہت کم نظر آوینگے ان لوگوں کی پوری پوری تقسیم کرنے اور پھر اُن میں سے ہر ایک قسم کے بیان کرنے میں ہمارا اصل مقصود فوت ہوجاتا ہے اسواسطے اشارے کے طور پر صرف مشرکین کی طریق عبادت کو ذکر کرتے ہیں اور بس۔

واضح ہو کہ علی العموم شرک کی بنیاد محض انسان کی بزدلی اور کمزوری ہے انسان نے

ناشکر گذار انسان کی دو موٹی موٹی قسمیں دہریہ و مشرکین

جسقدر معبود مقرر کئے ہیں وہ سب کے سب ایسے ہیں جو مشرک انسان کے زعم میں انسان سے زور و
قوت میں بڑھکر ہیں اور اسواسطے ضرر رسانی یا نفع رسانی میں انسان پر پورا پورا تصرف رکھتے ہیں گویا
انسان ان چیزوں کے سامنے محض لاشی ہے پس مشرک انسان نے آسمان کی طرف دیکھا تو سورج
چاند۔ مریخ۔ زحل۔ عطارد۔ مشتری۔ زہرہ۔ شعری۔ وغیرہ وغیرہ من الاجرام الفلکیہ نظر آئے جنکے اجرام
سے محسوس الاثر فوائد پہونچتے ہیں تو یہہ گمان کر لیا کہ ان اجرام کے اندر ایسی چیزیں ہیں جو محض عقل
ہی عقل ہیں وہ عقول انسان اور بانی الارض کے جان و مال پر متصرف ہیں اُن کی اگر منت سماجت
یا عبادت کی جاویگی تو اُن سے فیضان ورنہ نقصان پہنچیگا۔ تو ان کو اپنا معبود بنا لیا بادلوں کی
گرج تک کو معبود بنایا۔ کالے سیارات کو دیکھا کہ اس میں بہت سے خطرے ہوتے ہیں اس رات کو
بھی ایک دیوی قرار دیا اور اسکے رتھ کو جو نہایت ہی سخت سیاہ رنگ کی ہے معظم اور مکرم مانا۔ ہوا
پانی اور آگ کو علی ہذا القیاس اپنا دیوتا اور معبود قرار دیا۔ پھر اونچے اونچے پہاڑ جہاں پر انسان چڑھ نہیں
سکتا اون معبودوں کے تھان دوارے اور مسکن مقرر ہوئے لہذا ان مقامات کی پرستش بھی
ہونی ضرور تھی اسواسطے ہوئی۔ پھر بعض پہاڑ یا پہاڑیاں ایسی نظر آئیں جنکے نیچے کی زمین کی
تہوں میں گندھک کا مادہ بھرا پڑا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً قدرتی طور پر آگ کی صورت میں نکلتا ہے
ہے مشرک انسان نے خیال کر لیا کہ ان جگہوں میں دیویاں اور معبود بستے ہیں اور انہوں کی شکلوں میں
اپنا ظہور کرتے ہیں اگر ان کی پوجا پاٹ نہ کی جاوے تو غضب میں آکر کہیں بستیوں کی بستیاں
نہ جلادیں اسواسطے ان کی پرستش بھی ہونی ضرور سمجھی گئی چنانچہ ہوگئی بعض مقامات اس قسم کے دیکھے
کہ جہاں قدرتی طور پر زلازل آتے رہتے اور طرح طرح کے نقصان ہوتے رہتے ہیں تو ان مقامات
کو بھی بشرح صدر معبود بنانا پڑا۔ پھر دریاؤں کو دیکھا کہ اسقدر طغیانی اور زور شور ان میں ہے کہ بستیوں
کی بستیاں اور آبادیوں کی آبادیاں بہا کر لیجاتے ہیں اور کشتیاں غرق کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ من
التوہمات الواہیۃ تو انہوں نے انکی غضب کو فرو کرنے کے لئے ان کی پوجا بھی شروع کر دی
پھر دریاؤں پر ہی حصر نہیں رکھا نہریں نالوں اور کنوؤں کی بھی پوجا ہونے لگی۔ بعض قوموں نے
جو سمندر کے کنارہ پر بستی ہیں علاوہ دریاؤں وغیرہ کے سمندروں کی پرستش بھی شروع کر دی
کیونکہ دیکھا کہ یہہ سمندر تو بیڑوں کے بیڑے غرق کر دیتے ہیں پس انہوں نے سمندر کی غیض و غضب

Marfat.com

کی آگ بجھانے کے لئے ان کی پرستش شروع کردی۔ پھر بعض متقدا اور بعض متبرک اور متمین آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ سے نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہے تو ان کو بھی معبودوں کی لائن میں شامل کرنا پڑا چنانچہ بادشاہ یا راجہ۔ ولی۔ منی۔ سینٹ۔ راہب وغیرہ وغیرہ معبود مقرر کئے گئے۔ بادشاہوں اور راجوں کو علی العموم ان کی زندگی میں یہہ منصب عطا ہوا اور متدین لوگوں کو علی العموم ان کے مرنے کے پیچھے۔ پھر اگر کوئی ایسا شخص دفن کیا گیا ہے تو اُسی قبر لوگوں کا معبود قرار پائی اور اگر وہ جلایا گیا ہو تو پھر اُسکی بجائے پتھر کی مورت۔

غرض یہہ ہے کہ اس بلا میں وہ تمام قومیں جو کسی وقت میں رأس التہذیب و مبدأ علم و فضل سمجھی جاتی تھیں مبتلا ہیں۔ اور اب بھی اگر دنیا کی تمام آبادی کو دیکھا جاوے۔ تو یہی لوگ سب سے زیادہ مبتلا ہیں۔

اسلام نے کمزور اور نبدل انسان کو یہہ تعلیم کی کہ اے انسان تو ہر ایک چیز پر غالب ہے بلکہ تیری خدمت کے لئے خالق علی الاطلاق نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے کوئی چیز نہیں آسمان میں نہ زمین میں۔ نہ آسمان پر نہ زمین پر جو اُسکی مخلوق نہیں۔ کوئی شئی تجھے ضرر یا نفع نہیں پہنچا سکتی۔ الا باذن اللہ۔ پس۔ سورج۔ چاند۔ مریخ۔ زحل عطارد۔ شعرے مدات۔ دن بادل آندھی۔ اونچے پہاڑ نیچے پہاڑ۔ جوالا مکھی۔ سمندر۔ دریا۔ ندیاں نالے۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ بادشاہ راجہ۔ ولی۔ منی۔ سینٹ۔ راہب وغیرہ وغیرہ سب کے سب اپنے معبود برحق کی عاجز مخلوق ہیں۔ ان کو تیرے ضرر یا تیرے نقصان کا کوئی اختیار دیا نہیں گیا۔ وہ کسی قسم کی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ خود تمہارے جیسے عباد ہیں۔ عبادت کے لائق اور عبادت کے سزاوار محض ذات بابرکات باری تعالیٰ ہے اور بس جو ان سب کا خالق ہے۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات	(اے مخاطب) کیا تو نے (ان بات پر نظر نہیں کی کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے
ومن فی الارض والشمس والقمر	(وہ جو مخلوق) زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے
والنجوم والجبال والشجر والدواب	اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے سب ہی تو خدا کے آگے سربسجود ہیں
وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ	آدمی بھی اور (آدمیوں میں) بہت سے ایسے بھی ہیں (جن پر نافرمانی کیوجہ سے
العذاب ومن یہن اللہ فما لہ من مکرم	عذاب الٰہی) لازم ہو چکا ہے اور جسکو خدا ذلیل کرے تو پھر اسکو عزت

ان اللہ یفعل ما یشاء (سورۂ حج رکوع ۲)

وقال اللہ تعالے۔ اللہ الذی خلق السموٰت والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ۔ وسخر لکم الانھٰر ۝ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار (سورۂ ابراہیم رکوع ۵)

وقال اللہ تعالے۔ وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون ۝ وآیۃ لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون ۝ وخلقنا لھم من مثلہ ما یرکبون ۝ وان نشأ نغرقھم فلا صریخ لھم ولا ھم ینقذون ۝ الا رحمۃ منا ومتاعا الی حین ۝ (یٰس رکوع ۳)

وقال تعالی۔ وانہ ھو رب الشعری (سورۂ نجم رکوع اخیر)

دینے والا نہیں خدا ہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

اللہ ہی (ایسا قادر مطلق) ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر پانی کے ذریعے سے درختوں کے پھل نکالے کہ وہ تمہاری روزی ہے اور کشتیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلیں اور (نیز) ندیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا اور (اسی طرح) ایک اعتبار سے سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا کہ دونوں پڑے چکر کھا رہے ہیں اور (ایسا ہی ایک طرح سے) رات اور دن کو تمہارے اختیار میں کر دیا اور (ان کو دیکھنے کے لئے) ہماری قدرت کی ایک نشانی (رات ہے کہ ہم اس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور آفتاب (ہے کہ) اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے یہ اندازہ خدا کا (باندھا ہوا) ہے جو زبردست اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔ اور چاند (ہے کہ) اس کے لئے ہم نے منزلیں ٹھہرا دیں یہاں تک کہ (آخر ماہ میں گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ وہ چاند کو جا لے اور نہ ہی رات پہلے دن سے آ سکتی ہے اور (کیا چاند اور سورج) سب (اپنے اپنے) مدار (یعنی گھیرے) میں (پڑے) تیر رہے ہیں اور ان کو (دیکھنے کے لئے) ہماری قدرت کی ایک نشانی یہ ہے بھری ہوئی کشتیوں میں اٹھائے پھرتے ہیں اور کشتی کی طرح کی ان کے لئے اور چیزیں (از قسم ڈونگی وغیرہ) پیدا کی ہیں جن پر یہ دریاؤں میں سوار ہوتے ہیں اور ہم چاہیں تو ان کو ڈبو دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ یہ ڈوبنے سے مخلصی پائیں۔ مگر (یہ) ہماری مہربانی (ہے) اور ایک وقت (خاص تک) (ان کو دنیاوی) فائدہ (پہنچانے منظور ہیں)

اور یہ کہ وہی شعری (ستارے) کا مالک ہے۔

وقال تعالیٰ هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب
ومنه شجر فیه تسیمون ۝ ینبت لکم
به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب
ومن کل الثمرات ط ان فی ذلک لایة
لقوم یتفکرون ۝ وسخر لکم الیل
والنهار والشمس والقمر ط والنجوم
مسخرات بامره ط ان فی ذلک لایت
لقوم یعقلون ۝ وما ذرا لکم فی الارض
مختلفا الوانه ط ان فی ذلک لایة
لقوم یذکرون ۝ وهو الذی سخر البحر
لتاکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا
منه حلیة تلبسونها وتری الفلک
مواخر فیه ولتبتغوا من فضله و
لعلکم تشکرون ۝ والقی فی الارض
رواسی ان تمید بکم وانهرا وسبلا
لعلکم تهتدون ۔ وعلمت ط وبالنجم
هم یهتدون ۝ افمن یخلق کمن لا یخلق ط
افلا تذکرون ۝ وان تعدوا نعمة الله
لا تحصوها ان الله لغفور رحیم والله
یعلم ما تسرون وما تعلنون ۝ والذین
یدعون من دون الله لا یخلقون
شیئا وهم یخلقون ۝ اموات غیر احیاء ط
وما یشعرون ایان یبعثون ۝ (نحل رکوع ۲)

وہی (قادر مطلق) ہے جسنے آسمان سے پانی برسایا جسمیں سے کچھ تمہارے
پینے کا ہے اور (کچھ ایسا ہے کہ) اُس سے درخت (پرورش پاتے) ہیں جنہیں تم
(اپنے مویشیوں کو) چراتے ہو اسی پانی سے خدا تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور
انگور اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں انکے
لئے اسمیں (قدرت خدا کی) ایک (بڑی) نشانی ہے اور اسی نے رات
اور دن اور سورج اور چاند کو (ایک اعتبار سے) تابع کر رکھا ہے اور (اسیطرح) ستارے
(بھی) اسی کے حکم سے (تمہارے) تابع (فرمان) ہیں جو لوگ عقل رکھتے ہیں انکے
لئے ان چیزوں میں (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں ہیں اور (بہت
سی) چیزیں جو تمہارے (فائدے کیلئے) روئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں
(اور) انکی مختلف رنگتیں ہیں ان میں (بھی) ان لوگوں کے لئے جو غور و
فکر کو کام میں لاتے ہیں (قدرت خدا کی بڑی) نشانی موجود ہے اور وہی (قادر مطلق) ہے جسنے ایک
اعتبار سے دریا کو (تمہارا) مطیع کر دیا ہے تاکہ اسمیں سے تم (مچھلیاں نکالکر ان کا
تازہ) تازہ گوشت کھاؤ اور نیز اسمیں سے زیور (کی چیزیں یعنی جواہرات) نکالو جنکو
تم لوگ پہنتے ہو اور (اے مخاطب) کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ (پانی) کو پھاڑتی چلی جا رہی ہیں اور
(دریا کو اسلئے تمہارا) مطیع کیا ہے تاکہ تم لوگ خدا کا فضل (یعنی تجارت کے لئے فائدے) تلاش
کرو اور تاکہ (آخر کار ان سب منفعتوں پر نظر کرکے) خدا کا شکر کرو اور (اسنے) بھاری
بوجھل (پہاڑ) زمین میں گاڑے تاکہ زمین تمہیں لیکر (کسی اور طرف کو) نہ جھکنے پائے اور اسی نے
ندیاں اور رستے اٹھائے تاکہ تم (اپنی) منزل مقصود کو پہنچو اور (مسافروں کیلئے اور بھی بہت) نشانیاں
(قرار دیں کہ انکے ذریعہ سے رستے کی شناخت کریں) اور لوگ ستاروں سے بھی راہ معلوم کرتے ہیں تو کیا جو
(خدا اتنی مخلوقات) پیدا کرے وہ ان (بتوں) کے برابر ہو گیا جو (کچھ بھی) پیدا نہیں کر سکتے پھر کیا تم
(اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو (اتنی بہت ہیں کہ تم) انکو پورا پورا گن
نہ سکو بیشک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہ تمہاری ناشکری پر بھی سزا نہیں دیتا اور اپنی نعمتیں موقوف نہیں کرتا
اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ (سب کچھ جانتا ہے) اور خدا کے سوا جن (معبودوں) کو

۳۲۷۷۹

Marfat.com

وقال تعالے۔ وجعلنا الیل والنہار
اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النہار
مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا
عدد السنین والحساب ط وکل شئ
فصّلنہ تفصیلاً ط (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں قرار دیا سو رات کی نشانی کو
تو ہم نے ماند بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا (کہ اس میں سب چیزیں
دکھائی دیں) تاکہ تم لوگ اپنے پروردگار کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش
کرو اور تاکہ برسوں کی گنتی اور حساب کو جانو اور ہم نے ہر چیز کو (دوسری
چیزوں سے) جدا اور ممتاز بنایا ہے)

پس اسلام جیسا کہ اس دین کا خاصہ ہے کہ یہ ان تمام امور کی جو فطرۃً انسان کو کرنی چاہیئے
نہ صرف تعلیم ہی کرتا ہے بلکہ ان کی تعمیل کروا تا ہے اور اس تعمیل کی مداومت اور موافقت کے
لئے قواعد مناسبہ مقرر کرتا ہے اور تعمیل پر وعدہ غفران و رضوان و اجور و انعامات اور عدم تعمیل پر
وعید سخط و غضب و عقابات سناتا ہے۔ اس عجیب و غریب لائحہ تعمیل کے لئے بھی نہایت ہی
مناسب طریق مقرر کرتا ہے اور پھر اس پر دائم قائم رہنے کے لئے ضوابط اور قواعد بیان کرتا ہے
تعمیل پر وعدۂ اجر اور عدم تعمیل پر وعید زجر۔ چنانچہ قرآن کریم ان تین قسموں کی تعلیموں سے بھرا
پڑا ہے۔ اول یہ کہ انعام اللہ کا ذکر کرتا ہے تاکہ فطرت سلیمہ اور عقول صحیحہ اپنے منعم اور محسن کی عبادت
کی طرف راغب اور ساعی ہوویں۔ دوم یہ کہ ایام اللہ کا ذکر فرماتا ہے تاکہ انسان اپنے منعم کی
نافرمانی کی پاداش کو دلنشین کر کے کفر سے نفرت اور شکر سے اُنس پیدا کرے۔ سوم یہ کہ معاد
کا ذکر فرمایا تاکہ مطیع و منقاد کی تیسیر باعی اور طاعی سے ہو کر اول الذکر حسب وعدہ رب کریم مقیم جنات
نعیم اور موخر الذکر مقیم نار جحیم ہو جاویں۔

اور اس طریق عملی کو جسکے ذریعہ سے شکریہ ادا کیا جاوے ایسا عمدہ بیان فرمایا کہ شکر کرنے
کے لئے کسی قسم کی تکلیف باقی نہیں چھوڑی۔ ہر محل اور موقعہ کے لئے ایک مناسب شکر
مقرر فرمایا اور ہر ایک جارحہ سے اس شکر کا ادا کروایا اور اس عبادت کو ہمارا اللہ تعالیٰ کا حق
ٹھہرایا ایسا حق واجب کہ جسکا مطالبہ ہم سے وہ مولی کریم مختار بالشار و مرید بالرید ہر حضر و جزر کرتا
ہے جس طرح اور حقوق والے اپنے حقوق کے مطالبہ میں کوتاہی نہیں کرتے اور موافقت
پر ہنیز اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہم سے اس حق عبادت کا مطالبہ اور بصورت عدم
ادائگی مواخذہ ٹھیرایا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلعم نے پوچھا اے معاذ تو جانتا ہے کہ

Marfat.com

اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی اللہ جانے اور اُسکا رسول صلعم۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہہ ہے کہ بندے اُسکی عبادت کریں اور اُسکے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہ ٹھیراویں۔ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو جو اُسکا کوئی ساجھی نہ ٹھیراوے۔ عذاب نہ کرے (مشکوٰۃ) اسلام ہمکو بار بار تاکید کرتا ہے کہ تم شتر بے مہار پیدا نہیں کئے گئے تم سے مطالبہ ضرور ہوگا تم سے ہر قسم کی نعمت کی جو تم کو عطا ہوئی ہے ضرور پرسش ہوگی۔ ایحسب الانسان ان یترک سدی۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثًا وانکم الینا لا ترجعون۔ ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم اور چونکہ اس دار المحن میں طیب اور خبیث کی امیزش ہے جس کے سبب سے ابتلا اور امتحان کا ہونا ضروری اور لازمی ہے جیسا کہ اگلے مضمون میں بیان کیا گیا ہے اسواسطے پروردگار نے اس امتحان کیلئے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت قاہرہ سے اس روح جیسی لطیف اور جسم جیسی کثیف چیز کو بھی آپسمیں جکڑ بند کردیا اور ان میں ایسا تعلق شدید قایم کردیا ہے کہ ایک کے ہونے پر دوسرے کے ہونے کو موقوف کردیا ہے اور ایک کی پرورش سے دوسرے کی پرورش ضروری ٹھیرادی۔ یہانتک کہ اس کا اثر اُسپر اور اس کا عکس اسپر ہلا روک ٹوک پڑتا رہتا ہے اس لئے لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ جو شکریہ ہم کریں وہ ضرور اس قسم کا ہو کہ اوس کا مظہر ہمارا یہہ تمام جسم ٹھیرے اور اوس شکریہ کو ہماری روح ضرور ضرور محسوس اور ادراک کرتی ہو یعنے ہمارے قلب کو معلوم ہوتا ہو کہ تمام جوارح سے شکریہ کا اظہار ہو رہا ہے یا یوں سہی کہ قلب جو شکریہ ادا کر رہا ہو اسکے اظہار کے لئے ہمارے تمام جوارح اُسی طرح کام میں مصروف ہوجاویں اسکی مثال بعینہٖ انجن کی سی ہے جب وہ چلتا ہے تو اُس کے ساتھ ہی پھر تمام کلیں جو اُسکے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں چلنے لگ جاتی ہیں۔ بس خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ حقیقی عبادت یہی ہے کہ ہم اپنے محسن کے احسانوں اور نعمتوں کے مقابلہ میں اُسکا شکریہ ادا کریں اُسی کے حضور میں اس بلند سر کو سرنگوں کریں اُسی کی جناب میں اس اونچی گردن کو جھکا دیں اور اُسی کی درگاہ میں نہایت ہی عجز و انکسار کے ساتھ قلب سلیم لیکر حاضر ہوویں۔ شکریہ کئی قسم کا ہوتا ہے اور یہہ سب اقسام عبادت ہیں خواہ زبان سے کرو خواہ ہاتھ سے۔ خواہ سر سے خواہ پاؤں سے۔ خواہ تیرے دل سے خواہ سارے جسم سے خواہ اُس کے عشق و محبت

Marfat.com

میں اوسی کی رضا جوئی کے لئے لذائذ نفسانی کو ترک کرو خواہ اسکے شعائر کو یعنے ان مکانوں اور نشانوں کو جہاں جہاں اسکی رحمت اور اسکے فضل کا خاص خاص طور پر نزول ہوا ہو سفر و سیاحت کرکے دیکھیو خواہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اُس کی بخشش سمجھ کر اُن میں سے کچھ محتاجوں اور حاجتمندوں کو دو۔ ہر ایک قسم کی عبادت اپنے اپنے محل اور اپنے اپنے موقع پر ہوتی ہے اور جو ہر ایک سلیم الفطرۃ انسان کو فطرتاً کرنی لابد اور ضروری ہے اس فطری اور جبلی لا کی خبر اور پھر اس لا کی تعمیل کا حکم جابجا قرآن شریف میں واقع ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ دیگر یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ پہلی آیت میں یہہ ذکر فرمایا کہ میں نے جن وانس کی خلقت یعنی فطرت میں ارادتاً یہہ لا رکھدیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ دوسری آیت میں اوس لا کی تعمیل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا نتیجہ یہہ فرمایا ہے کہ تم اوس سعادت ابدی کو جو انسان کو حاصل کرنی چاہئے حاصل کرلوگے۔

اسلام نے ہر قسم کی عبادت کا نوٹس لیا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک کے لئے مناسب مناسب احکام مقرر فرمائے ہیں اور قاعدہ کی بات ہے کہ ان تمام عبادات میں سے سب سے اعلے سب سے اولی۔ سب سے افضل اور سب سے اشرف وہی اور صرف وہی عبادت ہوگی جو تمام قسم کی عبادت کو حاوی ہو۔ ذری غور کرکے دیکھ لوگے کہ بجز نماز کے اور کوئی عبادت ایسی نہیں ہے۔ دیکھتے نہیں کہ جب ایک مسلمان ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور زبان سے اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو اوسمیں ایک طرف تو عبودیت یعنی عجز و انکسار اور خشوع و خضوع پایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالی کی کبریائی اُس کی عظمت اور اُس کا جلال ظاہر کیا جاتا ہے یہہ ساری باتیں جیسا کہ اپنے اپنے محل پر بیان ہونگی نہ صرف بافصح اللسان بیان کی جاتی ہیں بلکہ حرکات و سکنات جسم سے بھی ظاہر کیجاتی ہیں۔ حرکات و سکنات بھی ایسے کہ اُن سے بڑھکر عمدہ اعلے اور انسب ناممکن ہیں ہم دنیا سے دست برداری۔ تمام لذائذ و غائب نفسانی سے لاپرواہی نے نے بلکہ بیزاری ہوتی ہے اُسوقت یا تو ایک مسلمان ہے یا اُسکا مالک رحیم و رحمان ہے یہی عبادت ہے کہ اوس سے تمام غم و الم دور ہو جاتے ہیں کسی قسم کی مصیبت مصیبت نہیں رہتی یہی عبادت ہے کہ اس میں جان کی پرواہ بھی نہیں رہتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی غم ہوتا تو بلال رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کو ارشاد فرمائے اَرِحْنِی یا بلال مجھے خوش کر کیا معنے کہ تو اذان کہہ کہ میں نماز ادا کروں۔ لڑائی کیوقت جب دشمن کی فوج سر پر کھڑی ہوتی تو اسوقت نہ صرف خود رسول اللہ صلعم اس عبادت کو ادا کرتے بلکہ تمام صحابہ رضہ بھی۔ رسول اللہ صلعم اسے قیام و سجود میں رات گزارتے گھٹنے سوجھ جاتے پر دل نہ اکتاتا صحابہ کرام رضہ تابعین تبع تابعین ائمہ کبار امت سب کا یہی حال تھا۔ یہاں کوئی محل نہیں کہ ہم ان کی نمازوں اور پھر ان نمازوں میں جو انپر تجلیات اور دیگر حالات وارد ہوتی تھے ان کا کچھ ذکر کریں کتب سیر ان باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے اس عبادت کو مسلمان کا نشان مقرر فرمایا اور فرمایا کہ ہم میں اور اُن میں ما بہ الامتیاز یہی نماز ہے۔

پس اب ہم بفضلہ تعالیٰ اس نماز کو لکھتے ہیں جسکی شہادت ادہی اندرونی لاتے رہے ہے ۲۔ جسکی تعمیل کے لئے خود ہمارا محسن حقیقی جابجا قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے۔ ۳۔ جسکو رسول اللہ صلعم نے ہم میں اور اُن میں ما بہ الامتیاز ٹھیرایا۔ ۴۔ جسکے ادا کرنے کے لئے ہمیں ایک پرفکٹ ماڈل یعنے اُسوہ حسنہ محمدی عنایت فرمایا۔ جسکی بجا آوری کا نتیجہ جنات نعیم اور جسکی عدم بجا آوری کا نتیجہ نار سقر۔ ماوٰہم جہنم اور عذاب مقیم ہے۔

پس جب ہمارے پاس اتنی چیزیں ہوں تو پھر بھی اگر نماز نہ پڑھیں تو اپنے محسن حقیقی پر نہیں بلکہ اپنے آپ پر الزام قائم کرتے ہیں جسطرح اور قوانین قدرت اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اُسی طرح یہ سنت اللہ بھی برابر جاری ہے۔ کہ اگر اِدھر اعراض اور ناشکری ہے تو اُس طرف سے بھی ہدایت کا دروازہ بند ہے۔ اگر اِدھر شکر گذاری ہے۔ تو اُس طرف بھی انعام پر انعام اور اکرام پر اکرام جاری ہے قال تعالےٰ والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین دیگر ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدےٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولےٰ ونصلہ جھنم وسائت مصیراً دیگر واللہ لا یھدی القوم الکافرین دیگر واللہ لا یھدی القوم الظلمین دیگر واللہ لا یحب کل کفار اثیم دیگر لئن شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید دیگر ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم واٰمنتم وکان اللہ شاکراً علیماً دیگر ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید ۵ دیگر فمن کفر فعلیہ کفرہٗ دیگر ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ

نظافت

ان اللہ[1] لطیف ویحب النظافۃ

انسان فطرتاً یہہ چاہتا ہے کہ وہ خود اور اس کے متعلق کی سب چیزیں پاک اور طیب ہوں۔ فاسق سے فاسق اور خبیث سے خبیث اور نجس سے نجس انسان بھی اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اس امر کا آرزومند ہی یہہ جبلی آرزو اور فطرتی خواہش اگرچہ ہر متنفس میں موجود ہے مگر اوسی فطری موجودی سے کچھ فائدہ نہیں تاوقتیکہ یہہ کارآمد ہو یعنے اوس آرزو کے موافق عمل کیا جاوے اور عملی طور پر پاک اور طیب زندگی بنالیجاوے۔ اور پاک اور طیب زندگی کا نشان یہہ ہے کہ انسان کا دل تمام طیبات کی طرف میلان اور تمام خبیثات کی طرف سے نفرت کرنے لگ جاوے پس اس وقت کلام ہے تو طیب کام ہی تو طیب غرضکہ اپنی کردار و گفتار میں وہ طیب ہی طیب ہو جاتا ہے۔ یا یوں سہی کہ اوس کا ہر ایک عمل طیب ہی طیب ہوتا ہی اور اعمال طیبہ وہ ہیں جنپر تمام شرائع کا فقہ انبیا نے اجماع کیا ہے اور ان کے ساتھ فطر سلیمہ اور عقول صحیحہ نے اتفاق کر لیا ہے۔ یہاں کوئی بحث نہیں ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ اس امر کو بوضاحت تمام بیان کیا جاوے کہ بجز نبی کے اپنے زمانہ میں کوئی شخص اطیب الاعمال اسلم الفطرۃ اصح العقل اوسکی النفس نہیں ہو سکتا۔ اوسکے نیچے درجہ بدرجہ جو شخص زیادہ سلیم الفطرت ہوگا وہ اوس نبی کے زیادہ قریب ہوگا۔ غرضکہ جن کو خواہ ایمانی خواہ عملی اول تو شرع نے بعد اوس فطرت سلیم اور عقل صحیح نے طیب کہا ہوا ہی سو طیب ہیں۔ اسلام نے طیبات کے حاصل کرنے کے لئے نری ترغیبات ہی نہیں دیں۔ بلکہ سخت مؤکد احکام جاری فرمائے ہیں اور ان کے مقابلہ میں خبیثات سے بچنے کے لئے وعید شدید وقال تعالے۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ صحیحین میں آیا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رض قال رسول اللہ صلعم ان اللہ تعالے طیب لا یقبل الا طیبا وان اللہ تعالے امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال اللہ تعالے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا و قال اللہ تعالی یا ایھا الذین آمنو کلوا من طیبات ما رزقنکم ثم ذکر

[1] اللہ تعالیٰ پاک اور ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یارب یارب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک ۔ (رواہ مسلم بحوالہ اربعین نواوی) اسلام نے طیبات کو درجہ بدرجہ جنس اعلے سے لیکر جنس اسفل تک اور خبیثات کو درجہ بدرجہ جنس اعلے سے لیکر جنس اسفل تک الگ الگ آرڈر میں تقسیم کردیا ہے پھر ہر ایک کی نسبت احکام بیان فرمائے ہیں اوسکی حدود و اطراف کا نقشہ بنایا۔ ان حدود کے اندر اندر رہنے کا حکم اور ان حدود سے تجاوز کرنے سے نہی بیان فرمائی۔ اب ہم صرف مشتے نمونہ خروارے وقطرہ از بحر ذخارے ان دونو قسموں کو قسم وار لکھتے ہیں۔

طیبات	خبیثات
ایمان باللہ	وجود باری سے انکار
عبادت اللہ بلا شریک بہ	اقرار تو ہے مگر عبادت میں شرک
اپنی ہوا پر مرضات اللہ کا مقدم کرنا	اپنی ہوا کو مرضات اللہ پر مقدم کرنا
اپنے تمام دل وجان سے اسکو محبت کرنا جہانتک ہے کسکے محاسن اخلاق کا پیدا کرنا۔ مثلاً جس سلوک کی تمنا لوگوں سے رکھنی ہے سلوک خود لوگوں کے ساتھ کرنا۔ ان کی خیر خواہی میں دریغ نہ کرنا۔ جو اپنے لئے پسند ہو وہ اوروں کے لئے پسند کرنا ان کی تکلیف کو برداشت کرنا مگر ان کو تکلیف نہ پہونچانا ان کی عزت کو نہ اتارنا۔ بلکہ ان کی عزت کا لحاظ رکھنا اور اگر وہ اوسکی عزت پر ہاتھ ڈالیں تو اسکا ان کے ساتھ مقابلہ کرنا جب اُن پر	اللہ تعالے کو محبت نہ کرنا۔ یا کرنا تو صرف برائے نام یعنے اگر اللہ تعالے کی راہ میں اوسکی جان کی یا اسکے مال کی ضرورت پڑجاوے تو بھی چوراہے اپنے مال وجان کی محبت کو اللہ کی محبت پر مقدم رکھے۔ محاسن اخلاق کا حاصل ہی نہ کرنا۔ بلکہ ان کے الٹ اخلاق ذمیمہ مثلاً بدسلوکی کے مقابلہ میں حسن سلوک کے طمع۔ دوسرے کی برائی چاہنا حسد۔ بغض۔ کینہ۔ تکبر۔ نخوت۔ رعونت دوسرے کی عزت کی پرواہ نہ کرنا۔ بیوفائی

Marfat.com

طیبات	خبیثات
کوئی نیک کام دیکھے تو اوس کی شہرت کرنا اور جب اُن میں کوئی برائی دیکھے تو اُس کی پردہ دری کرنا۔ اور ایسا ہی ان تمام مباح امور میں جنمیں شریعت کا خلاف نہیں ہوتا۔ انکی عذر خواہیوں کو قبول کرکے معاف کر دینا ایسا ہی دیگر اخلاق حمیدہ کا اختیار کرنا۔ مثلاً حلم۔ وقار۔ سکینہ۔ رحمت۔ صبر۔ وفا۔ نرمی۔ صدق۔ غل وغش اور حقد وحسد سے سینے کی سلامتی۔ مسلمان کے لئے تواضع۔ اور فروتنی مگر کافر کے لئے کروفر اور غلظت۔ بجز ذات باری اپنے چہرہ کو سوال کے لئے کسی مخلوق کے سامنے ذلیل نکرنا۔ اسی طرح عفت شجاعت سخاوت۔ مروت وغیرہا من الاخلاق التی اتفقت علی حسنہا الشرائع والفطر والعقول۔	کذب۔ وغیرہ وغیرہ۔
اسی طرح کھانے میں طیب اور حلال کا التزام کرنا جس سے بڑھکر اور کوئی غذا روح اور بدن کی تقویت کے لئے نہیں ہے۔	اسی طرح کھانے میں حرام اور حلال اور طیب وخبیث کی تمیز نہ کرنا۔
اسی طرح نکاح میں اطیب اور انکی کا لحاظ رکھنا۔	اسی طرح نکاح میں حرام وحلال کا خیال نہ کرنا۔
اسی طرح سوسائٹی طیب اور از کی اختیار کرنا پس ایسی صورت میں اسکا روح ہے تو طیب	اسی طرح سوسائٹی وصحبت بد کا اختیار کرنا غرضکہ اگر ہر قسم کی خباثت کسی خبیث میں

Marfat.com

طیبات	خبیثات
اوسکا بدن ہے تو طیب اوس کے اخلاق ہیں تو طیب اوسکا کلام ہے تو طیّب۔ اوس کا کھانا ہے تو طیّب اوسکا پینا ہے تو طیّب اوسکا لباس ہے تو طیب اوسکا نکاح ہے تو طیب اسکا مدخل ہے تو طیب اسکا مخرج ہے تو طیب اوسکا منقلب ہے تو طیب اوس کا ماوے و مثوے ہے تو طیب غرض کہ وہ سراپا طیب ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جنکے حق میں یہہ ارشاد ہے الذین تتوفہم الملئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون دوسری جگہ حاکیًا عن خزنۃ الجنۃ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین وقال اللہ تعالے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے طیبات اور خبیثات سے مراد صرف کلمات طیبات اور کلمات خبیثات لی ہے اور بعض نے صرف نساء طیبات اور نساء خبیثات کی ہے۔ مگر حقیقت میں آیت عام ہے۔ کلمات و اعمال و نساء سب کو شامل ہے (مستفاد من کذا و کذا)	جمع ہو جاوے تو کچھ شک نہیں کہ اوسکی روح۔ اوسکا بدن۔ اوسکا گوشت پوست اوسکا خون۔ اسکے اخلاق۔ اسکے اعمال اوسکا کلام اوسکا کھانا پینا اوسکا لباس اوسکا نکاح۔ اوسکا مدخل اوسکا مخرج اوسکا منقلب اور اوسکا ماوے و مثوے سب کے سب خبیث ہیں۔

Marfat.com

غرض کہ طیب کے مقابلہ میں خبیث اور خبیث کے مقابلہ میں طیب اس دار الابتلا میں موجود ہے اور
جب طیبات اور خبیثات آپسمیں مختلط اور آمیختہ ہوں تو ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے کہ ان میں
تمیز یا تفریق کر سکے۔ پس لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ ان خلط ملط شدہ طیبات اور خبیثات کی تفریق
کرنیکے لئے کوئی ایسا شخص چاہئے، جو طیبات کے نیچر اور خبیثات کے خواص سے بکلی واقف ہو
پس اس قسم کے لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اعلم ہوگا وہ ضرور نبی ہی ہوگا۔ اور کوئی شخص ایسا
علم ہو ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وحی سے مشرف نہو۔ دوسرا
نتیجہ یہہ نکلا کہ اس دنیا میں جہاں طیبات اور خبیثات آپسمیں ملی جلی ہوتی ہیں انسان کی ضرور
آزمائش کی جاوے تاکہ سعید اور شقی اور طیب اور خبیث اپنی اپنی جماعت میں شامل ہو جاویں
اسلام نے انسان کے جسم اور روح دونو کی رعایت رکھی اور دونو کو طیب و مطہر کرنے کے
لئے نہایت ہی ضروری امور از قبیل ایمانیات و عملیات مقرر فرمائے۔ اور چونکہ عملیات میں سے
سب سے زیادہ دل پر تاثیر پیدا کرنیوالی اور ہر قسم کے زنگ کو قلب پر سے اتارنے والے سب سے زیادہ
مفید اور سب سے زیادہ معمول بہ اور اسیواسطے سب سے زیادہ اہم سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ
مؤکد صرف نماز ہے۔ اور چونکہ طہارت و نظافت جیسی چیز انسان کی جبلی اور فطری طلب ہے۔ اور
جسم اور روح دونو کے لئے انفرادی اور اجتماعی دونو طرح پر نافع اور مفید ہے ہر قوم و ملت
میں مسلم۔ مگر جسکے طریق حصول میں افراط و تفریط تشدد و تعمق اور غلو عظیم واقع ہے جیسا کہ
مضمون سے ظاہر ہے اور جسپر ایسی صورت میں مداومت و محافظت کرنے سے خواص
پہلوتہی کرتے ہیں چہ جائیکہ عوام۔ مگر اسپر مواظبت و مداومت کا کرنا ہر ایک شخص کو خاص
عامی از بس ضروری ہے۔ اسواسطے اسلام نے انسان کی اس جبلی اور فطری طلب کے پورا
کرنے کے لئے اوسکو نماز جیسی چیز کا ضروری جزو قرار دیدیا۔ اور اسکو اسکے ساتھ ایسا جکڑ بند کر
دیا اوسکے نماز کو غیر مقبول ٹھیرا دیا۔ پس جو مسلمان ہوگا اسپر نماز کا ادا کرنا فرض ہوگا۔ اور
جو پڑھیگا وہ ضرور طاہر ہوگا۔ اور جو طاہر ہوا وہ نجس اور خبیث کے زمرہ سے الگ ہو گیا۔ گویا صرف
انسان ہی دوامی اور التزامی طور پر اوس جبلی اور فطری طلب کو پورا کر سکتا ہے اور بس
اب ہم طہارت کا بیان کرتے ہیں +

Marfat.com

مطلق طہارت

واللہ یحب المطہرین[1]

جس چیز کے وجود سے پاک صاف اور روح افزا ہوا ناپاک اور متعفن ہوجاتی ہے اور جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اوس چیز کا نام عام عرف میں نجاست ہی سلیم الفطرت انسان ایسی چیز سے نہ صرف اس لئے ہی کہ وہ جسم پر اثر بد ڈالتی ہے بلکہ اسواسطے بھی کہ وہ کبھی تو بواسطہ جسم اور کبھی بلاواسطہ جسم اوسکے تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کے سدراہ ہوجاتی ہے سخت تنفر کرتا ہے بلکہ یہانتک تنفر کرتا ہے کہ ایسی چیز کو اپنے پاس تک آنے نہیں دیتا اور اگر چار وناچار اسکے بدن یا کپڑے کو لگ جاوے تو اسکے ازالہ اور دفعیہ میں مصروف ہوجاتا ہی تاوقتیکہ اوسکا ازالہ نہ ہوجاوے اوسکو چین نہیں آتا پس اس تنفر اور تحفظ امر اگر نجاست لگ جاوے تو اوسکے ازالہ اور دفعیہ کا نام عام عرف میں طہارت ہی تمام اصول حفظان صحت کی بنیاد عرفان نجاست اور طہارت پر مبنی ہے۔ اگر کوئی شخص بہ نظر عمیق دیکھیگا تو اوسکو معلوم ہوجاویگا کہ طہارت و نجاست کا دائرہ اسقدر وسیع ہی کہ ان کی تمام قسموں کے لئے ہر ایک انسان کو مکلف کرنے کی غرض سے ضوابط کلیہ مقرر کرنا ناممکن ہی۔ کیونکہ اس دائرہ کی وسعت لوگوں کے قلبی استعدادوں کے موافق وسیع اور تنگ ہی یعنے جسقدر کسی قلب میں طہارت و نظافت کے حاصل کرنے کی قابلیت ہے اُسی قدر اسکو طہارت کا دائرہ وسیع نظر آتا ہے۔ اور چونکہ طبائع مختلف استعدادوں اور قابلیتوں پر مجبول ہیں اسواسطے ناممکن ہی کہ تمام لوگ ایک ہی لیول[1] پر ہوجاویں کوئی اسقدر پست ہمت اور ضعیف استعداد کا ہوتا ہی کہ وہ ادنی درجہ کی طہارت حاصل کرنے سے بھی پہلوتہی کرتا ہے یعنی یہہ کہ وہ تفریط میں پڑا ہوتا ہے اور کوئی اسقدر حریص اور طامع ہوتا ہی کہ اگر اوسکے لئے کوئی مانع نہو۔ تو شائد تشدد و تنمق میں پڑکر افراط میں جا پہونچتا ہے۔ اور یہہ دونوں طرفیں حقیقت میں مذموم ہوتی ہیں۔ (دیکھو مضمون اقتصاد فی العمل) پس جب تک کوئی ایسا ضابطہ معتدلہ مقرر نہ کیا جاوے کہ جسکے موافق عمل کرنیکی

---

[1] یول انگریزی لفظ ہے ہموار سطح زمین کو کہتے ہیں۔ مطلب یہہ کہ سب لوگ مساوی نہیں ہوسکتے۔

[1] اور اللہ خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

تکلیف جمہور الناس کو دیجا سکے تب تک طہارت کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی مدعائے مشترک التاثیر یعنے ایسے مدعا کے حاصل کرنے کے لئے جسکی تاثیر مشترک طور پر کامیونٹی[1] کے کل افراد پر فعلاً یا انفعالاً پڑتی ہو صرف تین ہی صورتیں ہیں جنمیں سے سب سے افضل صورت یہہ ہے کہ اُس کامیونٹی کے کل افراد باجمعہم اوس مدعا کو حاصل کئے ہوں دوسری صورت یہہ ہے کہ میجارٹی[2] یعنی اوس کامیونٹی کے اکثر افراد اوس مدعا کو حاصل کئے ہوں تیسری صورت یہہ ہے کہ آدھی کامیونٹی اوس مدعا کو حاصل کئے ہو اور یہہ صورت نہایت ہی ضعیف ہے۔ اور اگر ان صورتوں کے علاوہ کوئی اور تنزلی صورت ہے تو پھر اسکا عدم و وجود مساوی ہیں پس ضرور ہوا کہ کسی ایسے مدعائے مشترک التاثیر کے حصول کے لئے جمہور الناس کو مخاطب کیا جاوے اور ان سے یہہ کام لیا جاوے اور اُن کو اس طریق پر چلایا جاوے کہ وہ دن بدن ترقی کرتے کرتے خواص کے مدارج کو حاصل کرنے لگ جاویں اور یہہ طریق اوسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب جمہور الناس کو ایسے احکام بتائے جاویں جو بذات خود محسوس[3] الاثر محسوس[4] النفع اور محسوس[5] الضرر ہوں اور ان کی تکلیف جمہور الناس کی طاقت سے بڑھ کر اور ان کی استطاعت سے بالا نہو۔ اور اگر جمہور الناس کو کوئی ایسا حکم بتایا جاوے کہ جسمیں یہہ دونو وصف ندارد ہوں یا اون میں سے صرف ایک وصف ہی مفقود ہو تو وہ بچارے قسمت کے مارے ایسے حکم کی تعمیل کریں بھی تو تا بہ کے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے اسدم تک دنیا میں طہارت کے حصول کے کیا کیا طریق ہیں۔ اور آیا وہ طریق افراط و تفریط سے پاک اور خالی ہیں یا نہیں۔ پھر بعدش ہم اس طہارت کا ذکر کرینگے جو اسلام نے سکہائی اور ناظرین کو معلوم ہو جاویگا کہ درحقیقت طہارت کو نہ صرف احسن طور پر ہی بلکہ دائم قائم طور پر صرف مسلمان حاصل کر سکتا ہے اور بس

ابتدائے آفرینش سے لیکر اسوقت تک ہر زمانہ کے مختلف قوم و ملت میں ہم برابر دیکھتے ہیں کہ طہارت صرف بدن یا جسم پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کی طہارت بھی ضروری سمجھی گئی ہے جو اوسکو محفوظ و مستور رکھتی ہیں یعنے کپڑے۔ بلکہ اُن چیزوں کی طہارت بھی ضروریات

---

[1] انگریزی لفظ ہے یعنی جماعت۔ [2] ایک ہی قسم کی چیزوں کے حصوں میں سے بڑا حصہ۔ [3] [4] [5] یعنی جنکا اثر اور نفع اور نقصان ایسا ظاہر باہر ہو کہ اوسکو معمولی عقل کا آدمی بھی معلوم کر لیوے۔

Marfat.com

میں سے سمجھی گئی ہی جو انسان کے رہنے سہنے کے لئے ہوتی ہیں یعنی مکانات وغیرہ مگر جب اس طہارت کو مذہبی پہلو سے دیکھا جاوی تو معلوم ہوتا ہی کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہی جس نے ان چیزوں کی طہارت کو اشد درجہ تک ضروری نہ سمجھا ہو بلکہ اگر سچ پوچھو تو طہارت کا محرک صرف عبادت ہی ہی یعنے یہہ کہ طہارت کو عبادت کا مقدمہ تصور کیا گیا ہے اور بجائے خود طہارت کو ایک مستقل طاعت مانا گیا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ملت و نحلت نے طہارت کے چار درجے مقرر کر رکھے ہیں اول یہہ کہ طہارت اُن نجاسات سے حاصل کیجاوے جو بدن یا کپڑے وغیرہ کو لگ جاویں اور انکی طہارت کا طریقہ یہی ہی کہ بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر کوئی نجاست لگ جاوے تو اس حصہ پر سے عین نجاست کا اور اگر ممکن ہو تو اثر نجاست تک کا ازالہ کیا جاوی۔ دوسرا درجہ یہہ کہ طہارت صرف اطراف البدن کی کی جاوے یعنی یہہ کہ صرف ہاتھ منہہ دہویا جاوے یا ہاتھ منہہ اور پاؤں کو دھویا جاوے تیسرا درجہ یہہ ہے کہ بعض حصص بدن کی طہارت کی جاوے۔ چوتھا درجہ یہہ ہی کہ تمام بدن کو دھویا جاوے۔ طہارت درجہ اول کا موجب تو معلوم ہوا کہ صرف نجاست حسی ہے اور بس۔ درجہ دوم کی طہارت کا موجب اولاً بلادت یا سستی ہی جو نیند وغیرہ کے باعث سے پیدا ہو گئی ہو۔ ثانیاً میل کچیل کا اتارنا کیونکہ یہہ اعضا عموماً ننگے رہتے ہیں اور اسیواسطے انپر دھول غبار زیادہ پڑتی ہی۔ درجہ سوم کی طہارت کا موجب وہ اوساخ[1] ہیں جو بدن میں سے ہی اُگ پڑتے ہیں مثلاً موئے زہار وغیرہ۔ درجہ چہارم کی طہارت کا موجب بدن کی میل کچیل۔ زیادہ تنظیف۔ جماع۔ حیض۔ نفاس وغیرہ وغیرہ

چونکہ نظافت جسمانی نہ صرف جسم کے لئے ہی از بس ضروری ہی بلکہ اوسکا اثر قلب پر پڑ کر تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس کے لئے بڑی بھاری امداد ہے اسواسطے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلی قوموں نے اس کو زیادہ پکا اور مدامی کرنے کے لئے عبادت جیسی چیز کے ساتھ جو انسان کی پیدائش کا اصل مقصود اور اسکی سعادت دارین کا موجب ہے وابستہ کر دیا بعض قوموں نے درجہ اول کی طہارت میں اسقدر غلو کیا کہ بدن یا کپڑے کے حصہ نجاست آلود کو نہیں بلکہ کل بدن یا کپڑے کو دھوتے ہیں بعض قوموں نے

---

[1] اوساخ وسخ کی جمع ہے۔ اصل میں اس کے معنے ریم اور پیپ کے ہیں۔ یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں اور بغلوں کے بالوں اور موئے زہار سے ہے

بالخصوص موسیٰ نے درجہ چہارم کی طہارت یعنی غسل البدن میں اسقدر مبالغہ اور غلو کیا کہ انہوں نے اسکو
ہر حال میں بدن پر سیل کچیل ہو یا نہ ہو تنظیف کی ضرورت ہو یا نہ ہو جماع وغیرہ کا وقوع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو عبادت
کا جزو ضروری مقرر کر دیا۔ گویا غسل البدن علی کل حال ان کے نزدیک شرط عبادت ہی۔ بعض قوموں نے
یہانتک تشدد اور تعمق سے کام لیا کہ غسل کے ساتھ محض عریانی تن کو بھی شرط عبادت ٹھیرایا چونکہ
ہر حالت میں عبادت کنندہ کو غسل البدن کی تکلیف دینا اگرچہ دنیا میں ایکدفعہ ہی کیوں نہ سہی
ایک ایسی تکلیف ہے جو جمہور الناس کی استطاعت اور طاقت سے بالاتر ہی اسواسطے یہ امید کبھی نہ رکھنی
چاہئے کہ جمہور الناس اس اصل مقصود یعنی عبادت پر مستقل اور قائم رہینگے۔ بلکہ اصل مقصود تو رہا
درکنار وہ نہانا دھونا بھی موقوف ہو جاویگا۔

اسلام نے اوپر اصل مقصود یعنی عبادت کی اشد ضرورت کو بھی دیکھا اور اسپر مواظبت اور مداومت
کا کرانا بھی مدنظر رکھا اور جمہور الناس کی استطاعت اور طاقت کو بھی جانچا! وہر نظافت اور
طہارت کی ضرورت کو بھی دیکھا! اور اسپر جمہور الناس سے مواظبت کرانا بھی زیر نظر رکھا۔ اسواسطے دیکھا
تہا کہ اسلام غلو تشدد تعمق اور افراط و تفریط غرضکہ ہر ایک ایسی چیز کو جو اصل مقصود کے حصول کے
لئے سدراہ ہو۔ یا ہر ایک ایسی چیز کو جسکے کسی حد تک کرنے سے اصل مقصود کی غرض پوری نہ ہوتی
ہو سرے سے منسوخ کرے۔ پس اسلام نے طہارت کی ہر ایک قسم کا نوٹس لیا جس طہارت سے اصل
مقصود یعنی عبادت کی غرض بالاستیفار حاصل ہوتی ہو اور جس سے اسکا اصل اور ذاتی مقصود بھی درجہ
اتم حاصل ہوتا ہو اور جسپر عوام الناس مواظبت اور مداومت کر سکتے ہیں اور جسکی تکلیف کوئی ایسی
تکلیف نہیں ہے جو عوام کی طاقت سے بالاتر ہو اس طہارت کو تو عبادت کی شرط قرار دیا! اور باقی
اقسام طہارت کے حصول کے لئے تاکیدات و ترغیبات عجیبہ اور تشدد اور تعمق کا دروازہ بند کرنے کے
لئے ترہیبات غریبہ تعلیم فرمائیں۔

پس اس طہارت کی جو شرط عبادت ہے دو قسمیں تقرر فرمائیں۔ اوّل طہارت از نجاست حقیقی
یا حسی یا ظاہری۔ دوم طہارت از نجاست حکمی اور وہ طہارت جسکے حصول کے لئے تاکید و ترغیب
فرمائی اوس کی کئی قسمیں ہیں اور وہ سب خصال فطرت کے نام سے مشہور ہیں۔ پھر نجاست حکمی کی
دو نوعیں مقرر کیں۔ اسکی طہارت کی بھی دو ہی نوعیں ہوئیں۔ "نوع اول تو وہ نجاست یا آلودگی یا

ف سلسلہ پاؤں کیت تہا کام

حدث ہی جو فصول ثلثہ (ریح - بول - براز) میں سے کسی ایک کے معدہ میں ہونیکے سبب سے وقوعمیں آتا ہے ایسی حالت میں انسان کے دل میں پراگندگی اور انقباض پیدا ہوجاتا ہی۔ اور اُس کا سارا انشراح اور سرور جو اُسکو پہلے حاصل تہا جاتا رہتا ہے اور جب تک وہ فضلہ جس کے سبب سے ایسی حالت ہوجاتی ہے دور نہ ہوجاوے اور پھر بعد شُد ان اسباب کو جو طہارت کے پیدا کرنے والے اور بڑہانیوالے ہوتے ہیں مثلاً نہانا۔ دھونا وغیرہ کام میں نہ لاوے تب تک اُسکو چین نہیں آتا۔ اور جسوقت وہ ایسی حالت پیدا کرلیتا ہے تو اسوقت اُسکا پہلا انشراح اور سرور از سر نو اسکو مل جاتا ہی۔ گویا اسنے اپنی گم گشتہ چیز کو پھر پالیا ہے۔ اس نجاست یا آلودگی یا حدث کا نام حدث اصغر ہے۔ اور اس سے جو طہارت حاصل کی جاتی ہی اُسکا نام طہارت صغرا ہی جسکو ہم آئندہ وضو کے نام سے تعبیر کرینگے۔ نوع دوم۔ وہ نجاست یا آلودگی یا حدث ہے جو جماع کے سبب سے وقوعمیں آتا ہی۔ ایسی حالت میں انسان بالکل بہیمیت میں منہمک ہوجاتا ہی اور اُسوقت جسقدر کمالات اوسنے پہلے سے حاصل کئے ہوتے ہیں وہ اوس سے گم ہوجاتے ہیں۔ اور بجائے ان کے عمہ جہل اور ضلال پیدا ہوجاتے ہیں۔ اُسکا امتحان ہر ایک انسان بجائے خود کرسکتا ہے۔ یہہ جماع ایسی سخت آفت ہے۔ کہ اگر معلم یعنی شکاری جانور یا پرند متواتر چند یوم تک اسمیں منہمک رہی تو اُسکو اپنا پہلا سیکھا ہوا سارا علم بھول جاتا ہی اور وہ پہلے کی طرح ویسی کا ویسا وحشی بنجاتا ہے جو شخص اس معاملہ میں غور کریگا اُسکو معلوم ہوجاویگا۔ کہ جسقدر تلویث نفس جماع کے سبب سے ہوتی ہی اور جسقدر بہیمیت جماع کے باعث طبیعت میں پیدا ہوتی ہی اُسقدر کسی اور بہیمی خواہش کے پورا کرنے سے نہیں ہوتی۔ اس حدث کا نام حدث اکبر ہی اور اس سے جو طہارت حاصل کی جاتی ہی اُسکا نام طہارت کبرا ہی جس کو آئندہ ہم غسل کے نام سے تعبیر کرینگے۔

طہارت صغرا یعنی وضو کا اصل صرف اطراف کا دہونا ہے جیسے ہاتہہ۔ منہہ۔ پاؤں اور موجب اسکا وہ چیز ہے جو سبیلین سے خارج ہو جیسے بول و براز۔ باقی جو کچھہ ہے وہ اُسی کی برانچ یعنی فرع ہے

طہارت کبرا ہے یعنی غسل کا اصل صرف سارے بدن پر پانی ڈالنا ہی۔ اور موجب اسکا جماع اور حیض ہی باقی جو کچھہ ہی وہ اسیکی برانچ یعنے فرع ہے

Marfat.com

خصال فطرت ایسے امور ہیں کہ خود انسان کی فطرت ان کا تقاضا کرتی ہے۔ کوئی فطرت سلیمہ ایسی نظر نہ آئیگی جو ان امور کو حاصل نہ کرتی ہو یا حاصل کرنے کی دل سے خواستگار نہو۔ ان کو ہمنے مستقل باب میں الگ لکھدیا ہے (دیکھو وہ مضمون صفحہ ۱۰۹)۔ حدث اصغر چونکہ کثیر الوقوع اور قلیل اللوث ہوتا ہے اسواسطے اس کے مقابلہ میں طہارت صغرے یعنی وضو کو قائم کیا جو کثیر الوقوع اور قلیل التکلیف ہے جو نشان ہے اس شکریہ کا جو انسان کو فضول ثلثہ میں سے کسی ایک کے معدہ میں ہونیکی تکلیف دور ہو جانے پر کرنا لازمی ہے اور جو کفارہ ہے اوس لوث کا جو ان کے سبب سے قلب پر جم جاتا ہے۔ چونکہ حدث اصغر زیادہ تر کھانے پینے میں بے اعتدالی کرنے کے باعث ہوتا ہے اس لحاظ سے وضو اوس بے اعتدالی کے لئے ایک دائمی روک بھی ہے گویا وضو شکر نعمت بھی ہے کفارہ لوث بھی ہے اور بے اعتدالی کے لئے روک بھی ہے۔ اسیوجہ سے یہہ بجائے خود ایک طاعت مستقلہ ہے۔ نماز کے لئے اسکو شرط قرار دینا نہایت ہی مناسب اور پر حکمت اصول ہے۔

حدث اکبر چونکہ قلیل الوقوع اور کثیر اللوث ہوتا ہے اسواسطے اسکے مقابلہ میں طہارت کبرے یعنی غسل کو قائم کیا جو قلیل الوقوع اور کثیر التکلیف ہے۔ جو نشان ہے اس شکریہ کا جو انسان کو حظ نفس اور حفظ نوع کے حصول پر کرنا لازمی ہے اور جو کفارہ ہے اوس بہیمیت اور تلویث کا جس میں نفس منہمک ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ جماع کا اصل منشاء حفظ شخص اور حفظ نوع ہے اور بس مگر بعض حیوان صفت انسان اسمیں بے اعتدالی کرکے نہ صرف اپنی ہی صحت برباد کر دیتے ہیں بلکہ نسل انسانی کا خون کر دیتے ہیں کیونکہ کثرت جماع سے عورت کا رحم قابل تولید نہیں رہتا پس ضرور تھا کہ کوئی ایسی سخت تکلیف دیجاوے جو اوسکو روکے۔ گویا غسل شکر نعمت بھی ہے۔ کفارہ لوث عظیم بھی ہے اور بے اعتدالی کے لئے روک بھی ہے۔ اور اسیوجہ سے یہہ بجائے خود ایک طاعت مستقل ہے۔ نماز کے لئے اسکو شرط قرار دینا نہایت ہی مناسب اور پر حکمت اصول ہے۔" (مستفاد من حجۃ اللہ البالغہ)

جو کچھ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس سے امور ذیل بہ ترتیب ذیل پائے جاتے ہیں۔

ا نجاست حقیقی جسکا اصل انسان کا بول براز ہے۔

ب نجاست حکمی یعنی حدث اصغر و حدث اکبر۔

Marfat.com

ج - آلات ازالہ نجاسات

د - طہارت نجاست حقیقی

ہ - طہارت صغرے یعنی وضو

و - موجبات وضو

ز - آداب قضائے حاجت

ح - طہارت کبرے یعنی غسل

ط - موجبات غسل

ی - خصال فطرت

اب ہم بفضلہ تعالے ہر ایک امر کا ترتیب وار ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ طہارت اس کو کہتے ہیں جس سے طہارت کا اصل مقصود بھی حاصل ہوتا ہے اور ہر قسم کی استعداد والا اوس سے پورا پورا فائدہ اور بہرہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہانتک کہ ادنی درجہ کی استعداد والیکو بھی ضرور ضرور اس لیول پر آنا پڑتا ہی۔

نجاست حسّی

نجاست کی جو تعریفا وپر بیان ہو چکی ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اشیاء ذیل کسیطرح سے بھی نجاست کے دایرہ سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ البتہ اضافی طور پر کوئی نجاست ایسی سخت مکروہ اور مستقذر ہوگی کہ اُس کا ازالہ ضروریات سے سمجھا جاتا ہے اور کوئی اُس سے کم اور کوئی اُس سے بھی کم۔ اور یہہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان بھی اضافی طور پر اپنی اپنی استعداد قلبی کے موافق حصول فضائل اور ترک رذائل میں بہرہ ور ہوتے ہیں اور یہہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ جمہور الناس سے کسی حکم کی تعمیل کروانے کے لئے یہہ ضروری بات ہے کہ وہ حکم ان کی استطاعت و طاقت سے باہر نہو۔ اور یہہ بھی ضروری ہی کہ اعلے درجہ کی استعداد والے اپنی استعداد کے موافق حظ وافی اور بہرہ کافی حاصل کریں۔ پس اسلام نے نجاسات ذیل میں سے صرف انہی کے ازالہ و دفعیہ کے لئے حکم دیا جو سخت مکروہ اور گھنونی ہیں۔ اور جن میں انسان کا مبتلا ہونا شب و روز پایا جاتا ہی اور اُس ازالہ کی صورت نجاست کی صورت کے موافق مقرر فرمائی

Marfat.com

باقی جسقدر نجاسات ہیں انکی طرف سے اگرچہ اسلام نے مطلق طور پر فروگذاشت نہیں کی مگر جمہور انسان کے دفع حرج عامہ اُن کی استطاعت اور طاقت کو ملحوظ خاطر رکھکر ان کے لئے کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا بلکہ عام طور پر حکم سنایا کہ جن چیزوں سے شریعت ساکت ہے وہ سب عفو ہیں انپر کوئی مواخذہ نہیں۔ قال ﷺ ان اللہ تعالیٰ قد فرض فرائض فلا تضیعوھا۔ وحد حدوداً فلا تعتدوھا وحرّم اشیاء فلا تنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمۃ لکم من غیر نسیان فلا تحثوا عنھا حدیث حسن رواہ الدار قطنی وغیرہ ۔ (بحوالہ اربعین نووی البتہ) اسطرح کا تطہر اور تنظیف حاصل کرنے کے لئے ترغیبات عجیبہ بیان فرمائیں۔ قال تعالیٰ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ وقال فیہ رجال یحبون ان یتطھروا۔ واللہ یحب المطھرین + قال رسول اللہ ان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ بنوآدم۔ یعنی جن چیزوں سے بنی آدم دکھ اٹھاتے ہیں ان چیزوں سے فرشتے بھی دکھ اٹھاتے ہیں + وقال رسول اللہ صلعم من اکل من ھذہ الشجرۃ الثوم فلا یؤذینا بھا فی مسجدنا ھذا۔ یعنی جو کوئی لہسن کھاوے وہ ہماری اس مسجد میں آکر ہم کو ایذا نہ پہونچاوے یوں بھی وارد ہے۔ من اکل من ھذہ الشجرۃ شیئاً فلا یاتین المسجد۔ ہماری مسجد میں وہ شخص نہ آوے جو لہسن کھاکر آتا ہے۔ پیاز کی بابت بھی ایسا ہی حکم آیا ہے (ابن ماجہ)

پس وہ اشیاء جن پر سے عام عرف میں نجاست کا نام اُٹھ نہیں سکتا۔ بترتیب تقسیم موجودات حسب ذیل ہیں۔

موجودات		نجاسات	
تقسیم	ترتیب	مخرج	اسم
۱ حیوانات	اول	سبیلین انسان	پاخانہ ریح۔ بول منی۔ مذی ودی۔ خون حیض۔ خون استحاضہ۔ خون نفاس
حیوان سے مراد	دوم	سبیلین دیگر حیوانات	بول وغیرہ۔ گوبر۔ لید۔ سرگین وغیرہ
وہ چیز ہے جسمیں	سوم	دہن	قے۔ قلس۔ تہوک۔ لعاب وغیرہ
حیات اور حرکت	چہارم	ناک	مخاط وغیرہ یعنی رینٹھ وغیرہ

موجودات		نجاسات	
نمبر شمار	تقسیم	نمبر	نجس
	ارادی پائے	پنجم	آنکھ میل وغیرہ یعنی چیپڑ
	جادیں جیسے	ششم	کان میل پیپ وغیرہ
	انسان درندے	ہفتم	مسامات جسم پسینہ - عرق
	چرندے	ہشتم	جسم کوئی فاسد خون - پیپ - خواہ جاری ہو خواہ نہو -
	وغیرہ -	نہم	کل جسم مطلق مردار بالخصوص سڑا ہوا مردار - انسان کا ہو خواہ غیر انسان کا
۲	نباتات	دہم	
	نبات سے مراد وہ چیز ہے جو حیات تو رکھتی ہو مگر حرکت ارادی نہیں جیسے درخت وغیرہ		کوئی نبات اپنی اصل خلقت کے لحاظ سے نجس نہیں ہے - ہاں بعض اس قسم کی نباتات ہوتی ہیں جو کٹنے کے بعد سڑ گل جاتی ہیں اور پھر آس پاس کی ہوا کو متعفن کر دیتی ہیں - مگر وہ انکی نباتی حالت نہیں ہوتی
۳	جمادات	یازدہم	
	جماد سے مراد وہ چیز ہے جسمیں نہ تو حیات ہو اور نہ حرکت ارادی ہو جیسے پتھر وغیرہ		جمادات بھی نباتات کی طرح اپنی اصل خلقت کے لحاظ سے نجس نہیں ہیں ہاں اگر کوئی جماد یا اوسکا کوئی حصہ کسی نجاست کے سبب سے ملوث اور آلودہ ہو جاوے تو وہ دوسری بات ہے -

نقشہ نجاسات متذکرہ بالا عام عرف کے مطابق مرتب کیا گیا ہے - کوئی فطرت سلیم اور عقل صحیح نہ پاوے گی جو ان چیزوں کو نجاست کے نام سے نامزد نہ کرتے ہو - البتہ اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی تو ایسے مغلظ اور سخت قابل نفرت ہے کہ اوس کا ازالہ بہر نوع کہ باشد تمام کا رد بار چھوڑ کر بھی کرنا واجب ہے - اس سے خواص کا تو کیا ذکر ہے عامی تک بشرطیکہ کہ اس میں انسانیت

Marfat.com

کی بو پائی جاتی ہو مستثنیٰ نہیں ہو سکتا اس کے ازالہ کے لئے کلیہ قاعدہ مقرر کرنا از بس ضروری ہے۔ اور بعض ایسی ہے درجہ کی خفیف اور لاباش ہوتی ہیں کہ ان کے ازالہ کے لئے کوئی ضابطہ مقرر کرنا ہی غیر ضروری اور فضول ہے۔ اور بعض ایسے متوسط درجہ کے ہوتے ہیں کہ ان میں مکلف اور مامور کی تکلیف اور استطاعت کے لحاظ سے اوسکو اختیار دینا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی اوس حالت کے موافق جیسا مناسب سمجھے کر لیوے

سو اب ہم ان نجاسات کو لکھتے ہیں کہ جنکا ازالہ عبادت کی شروط میں سے ہے اور جنکا ازالہ بس ضروری ہے اور جنکی طہارت کیلئے ضابطہ مقرر ہے جو جمہور الناس کی طاقت سے باہر نہیں ہے۔ اور جن کے ازالہ میں کوئی حرج یا تکلیف مالایطاق نہیں ہے ان کے علاوہ جو باقی نجاسات ہیں ان کا قانون شارع علیہ السلام نے محض دفع حرج کے لئے نہیں لیا سو ناظرین کو معلوم ہو جاویگا کہ وہ نجاسات بھی ایسی ہی ہیں کہ ان کے لئے ضابطہ مقرر کرنا فضول ہے۔ سو قسم اول میں سے نجاسات ذیل کو نجاست کے نام سے نامزد کیا ہے۔ پاخانہ۔ بول۔ منی۔ مذی۔ ودی۔ خون حیض استحاضہ نفاس قسم دوم میں سے صرف لید اور قسم سوم میں سے لعاب کلب۔ قسم چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم۔ ہشتم کے لئے کوئی ضابطہ مقرر نہیں فرمایا۔ قسم نہم میں سے لحم خنزیر اور مردار کو نجاست گردانا ہے۔ قسم دہم و یازدہم قابل التفات ہی نہیں ہیں۔ بیان بالا سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نجاسات جو شریعت حقہ نے معتبر گردانی ہیں سب کی سب قدرتی ہیں۔ بغرض سہولیت ناظرین ہم ذیل میں ایک نقشہ دیتے ہیں جس سے یہہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے اور بعض علماء رحمۃ اللہ علیہم جو بعض مصنوعی محرمات کو نجس قرار دیا ہے وہ صرف لوگوں کو اون سے نفرت دلانے کے لئے قرار دیا ہے حقیقت میں وہ نجس نہیں ہوتیں ؛

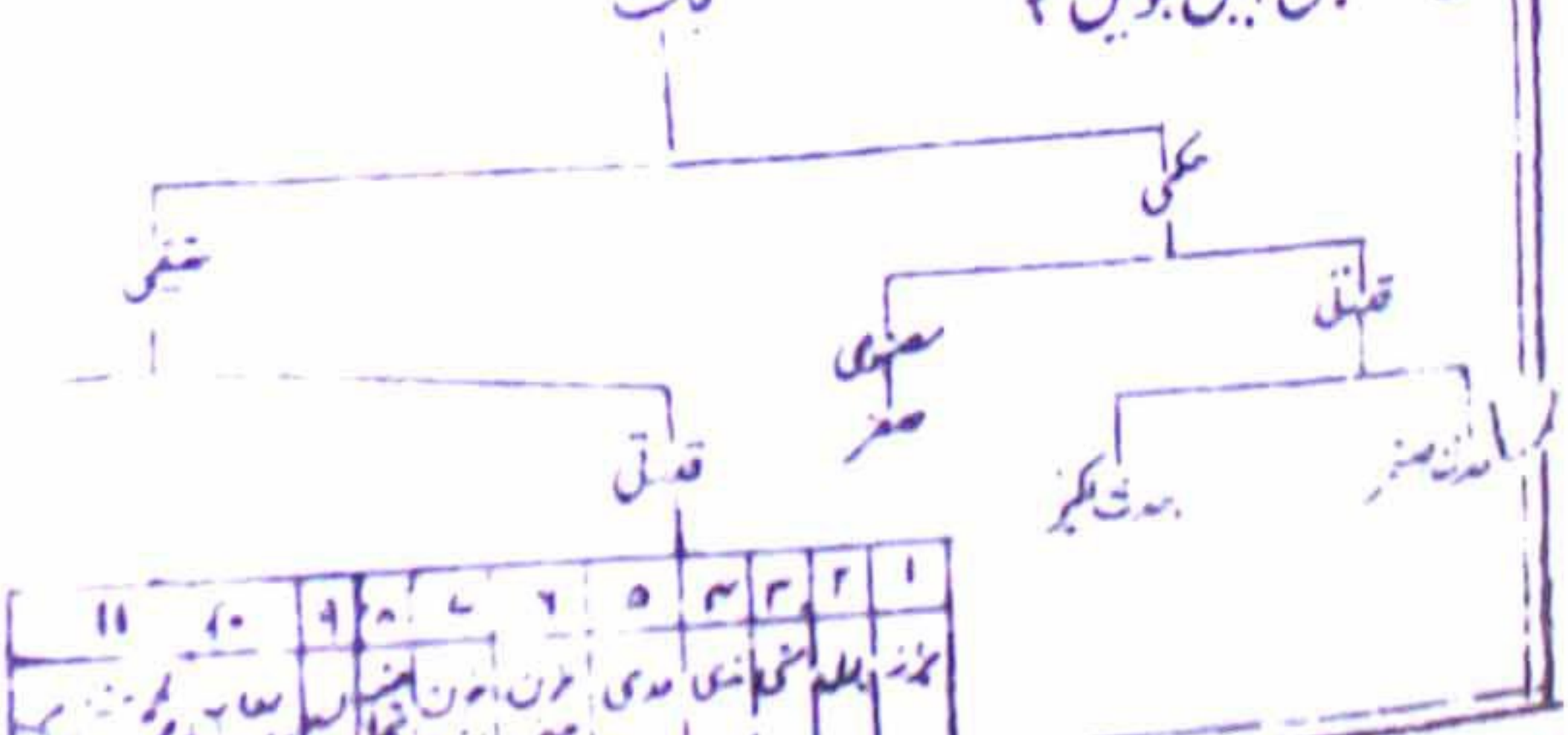

Marfat.com

قبل اسکے کہ ہم ان نجاسات کی تطہیر کی کیفیت کو لکھیں اسبات کا جتلا دینا ضروری ہو کہ وہ آلات کونسے ہیں اور وہ کس قسم یا نیچر کے ہیں جنکے ذریعہ سے تطہیر ہو سکتی ہے۔

آلات ازالہ نجاسات

جس کثرت اور افراط کے ساتھ اس دنیا کے اندر نجاسات اور مستقذرات موجود ہیں۔ اگر محسن حقیقی ان کے ازالہ اور دفعیہ کے اسباب پیدا نہ کرتا تو دنیا ایک آن واحد میں برباد ہو جاتی بفحوائے مضمون ہر فرعونے را موسی نجاسات کو دور اور نابود کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالی نے بہت سے قدرتی اسباب پیدا کر رکھے ہیں۔ یہہ سورج کی دھوپ۔ یہہ چاروں طرف کی ہوا۔ یہہ لا انتہا مٹی اور یہہ اتھاہ پانی اور علاوہ بریں ہزارہا قسم کے حیوانات مثلاً مکھی وغیرہ سب کے سب ہر قسم کی نجاست کو نابود کرنے والے اسباب ہیں۔ اور خود بخود قدرتی طور پر اپنا اپنا کام کر رہی ہیں مگر وہ نجاسات جو کثیر البلوے ہیں اور جنکا ذکر ہم نجاسات میں کر چکے ہیں ان کے ازالہ اور دفعیہ کیواسطے سب سے زیادہ کارآمد اور سب سے زیادہ معمول بہا آلہ پانی ہے اور صرف پانی۔ باقی ذرائع سے بھی انسان کام لے لیتا ہے مگر تھوڑا اور بعض ایسی صورتیں آکر واقع ہو جاتی ہیں کہ وہاں اس صورت کے موافق صرف اسی ذریعہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔ جو اس صورت کے مناسب حال اللہ تبارک تعالی نے پیدا کر دیا ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو جاویگا۔ مگر چونکہ پانی سے جو جو کام ازالہ نجاسات کے لئے نکلتے ہیں وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں نکلتے اسواسطے اب ہم پانی کا ذکر کرتے ہیں اور باقی ذرائع کو بھی اسی کے ضمن میں ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالے گویا یہہ آلات بھی پانی کا ہی حکم رکھتے ہیں۔

پانی

جس طرح انسان اور حیوان کی زندگی کے لئے پاک ہوا کی اشد ضرورت ہے اسی طرح اسکا پاک اور مصفی پانی کی بھی بدرجہ غایت احتیاج ہے۔ جس طرح گندی ہوا جسمیں نائیٹروجن بکثرت ملی ہوتی ہے زندگی کے لئے سخت مضر ہوتی ہے یہانتک کہ دم گھٹتا ہے اور جان نکل جاتی ہے اسی

Marfat.com

طرح پاک پانی بھی انسان کی صحت کے لئے از بس ضروری ہے بلکہ بعض اطبا کی یہ رائے ہے کہ زندگی کے قیام کے لئے پانی ہوا سے بھی زیادہ ضروری ہے نہ صرف وہی پانی جو پینے کے لئے ہوتا ہے بلکہ وہ پانی بھی پاک ہونا چاہئے جو ہمارے جسم۔ ہمارے جسم کے محافظات بلکہ اون تمام چیزوں کو بھی جو ہمارے متعلق کی میں صرف کرنیوالا ہوتا ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ صحت پر جسقدر جلد اور بلا واسطہ تاثیر ڈالنے والا وہ پانی ہوتا ہے جو پینے کے کام میں آتا ہے اور جسقدر دوسرا پانی جو محض دھونے دھلنے اور چیزوں کے صاف کرنے کے کام میں آتا ہے نہیں ہوتا۔ مگر اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر وہ دو قسم کا پانی ایک سا پاک اور صاف ہو تو صحت دوبالا ہو جاتی ہے اور جسقدر پانی میں صفائی اور پاکی کم ہوگی اسی قدر صحت پر زیادہ تاثیر بد پڑیگی۔

پانی سے پاک اور طیب سے طیب پانی جو سطح زمین پر ملسکتا ہے وہ ہی جسمیں یہ نو صفات موجود ہوں پھر بعد ازاں جسقدر صفات میں کمی ہے اسی قدر اعلیٰ درجہ کی پاکی اور جودت میں فرق ہے اول علامت لون یعنے پانی کا رنگ بالکل مصفا ہو۔ دوم ریح یعنے پانی کی اصلا کچھ بھی بو نہو۔ نہ اچھی نہ بری۔ سوم طعم یعنے پانی کا مزہ میٹھا ہو۔ کڑوا یا کھاری نہو۔ چہارم سبکی وزن یعنے پانی کا وزن خفیف سی خفیت اور ہلکے سے ہلکا ہوا سے یہ کئی طرح سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پنجم ہلکی بھک یعنی وہ راہ جس سے پانی گزر کر آتا ہو بالکل طیب اور پاک ہو۔ ششم بعید المنبع یعنے وہ پانی جسکا منبع بہت دور دراز فاصلہ پر ہو کیونکہ جتنا منبع بعید تر ہوگا اتنا ہی وہ پانی مصفا ہو کر بہے گا۔ کیونکہ اس میں جو جو ردی فضلات زمین کے قریب سے ہی ملتے رہینگے وہ دراز فاصلہ تک چلتے چلتے پانی کے نیچے دب جاوینگے اور پیچھے نرا مصفا پانی رہجاویگا۔ ہفتم سیر سرچشمہ ہوا کا گزر ضرور ہوتا ہو۔ ہشتم حرکت اور روانی میں سرعت ہو۔ نہم ان فضلات کے مقابلہ میں جو اسمیں پڑیں استعداد کثیر ہو۔ کہ وہ فضلات کان نمکین کا حکم رکھتے ہوں۔ ان صفات تسعہ میں سے پہلی تین صفات یعنی لون ریح طعم ایسی ضروری ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی مغیر حس سے متغیر ہو جاوے تو پانی ناگوار ہو جاتا ہے۔ (مستفاد من زاد المعاد)

اگر بہ نظر تعمق دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کا وہ پانی جو اختلاط گرد و غبار سے بالکل مبرا ہو سب سے زیادہ طیب ہے کیونکہ اس میں صفات مذکورۃ الصدر قریب

Marfat.com

مل کی مل پائی جاتی ہیں۔ مگر چونکہ اس پانی میں قبل اسکے کہ وہ زمین پر پڑتا ہے وہ گرد و غبار جو ہوائی جوالسمار دائیما سفرک ایئر) میں مخلوط ہوتا ہے ملجاتا ہی جسکے سبب سے اوسکی نفاست اور جودت میں کچھ نہ کچھ فرق پڑجاتا ہے پھر جب وہ زمین پر پڑتا ہے تو اوسمیں زمین کی بہت سی معدنیتیں اور طرح طرح کی نجاستیں اور فضلے ملجاتے ہیں اور اسکی اعلے درجہ کی پاکی میں فرق ڈال دیتے ہیں پھر ایسے ہی پانی سے ندی نالے اور دریا بنتے ہیں اور ایسے پانی سے۔ گڑھے۔ حوض چھپڑ۔ تالاب۔ چھنب جھیلیں اور سمندر بھرتے ہیں اسواسطے ضروری ہوا کہ اس قسم کے پانیوں میں سے سب سے زیادہ طیب اور سب سے زیادہ پاک پانی وہ ہوگا جسمیں علاوہ صفات ثلثہ اول الذکر کے باقی صفات بھی پائی جاتی ہوں۔

جب بارش کا پانی زمین میں دھس دھس کر کنوؤں چشموں جھیلوں اور سمندروں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو پھر اُس کا مزہ میٹھا ہوگا یا کھاری یعنی اگر معدن یا زمین کے اوس قطعہ کی تاثیر جسمیں وہ پانی دھس دھسکر جمع ہوجاتا ہے میٹھی ہے تو پانی بھی میٹھا ورنہ کھاری۔ کل دریا جو روئے زمین پر موجود ہیں میٹھے ہیں۔ کل سمندر جو روئے زمین پر موجود ہیں۔ کھارے ہیں جھیلیں بھی بعض میٹھی ہیں اور بعض کھاری۔ پس جو پانی زمین پر ملتا ہی اوسکا مزہ گویا قدرتی طور پر میٹھا ہے یا کھاری۔ کل دنیا کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور یہہ بات مانی گئی ہے کہ تری $\frac{3}{4}$ حصہ ہی اور خشکی $\frac{1}{4}$ حصہ۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ کل سمندر کھارے ہیں۔ اسمیں کمال قدرتاور کمال رحمت اوس محسن حقیقی کی پائی جاتی ہے۔ بحر میں اسقدر کثرت کے ساتھ حیوانات ہیں کہ اللہ تعالی کے سوائے ان کو کوئی گن نہیں سکتا۔ بعض اسقدر لحیم جسیم ہوتے ہیں کہ جہازوں کو ٹکر مار کر عدم پہونچا سکتے ہیں اور یہہ سب اَن گنت اور عظیم الجثہ جانور مرکر اُسی کے اندر سڑ گل جاتے ہیں علاوہ بریں کل دریا سر قسم کی معدنیتیں اور نجاستیں بہا کر اس میں گرا دیتے ہیں نیز کل جہازات دن اس میں انسان اور حیوان کے مردوں اور فضلوں کو اُسمیں پھینکتے رہتے ہیں اور سمندر کا یہہ حال ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے جب سے کہ اسکو قادر علی الاطلاق نے پیدا کیا ہے ایسی طرح پر ساکن اور قائم ہے اور یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ میٹھا پانی اگر ہمیشہ ایک ہی جگہ پر ساکن اور قائم رہے تو وہ خود بخود تھوڑے دنوں میں اپنی اقامت اور سکون کے سبب سے متعفن ہوجاتا ہے چہ جائیکہ پھر اس میں طرح طرح

کی پلیدی اور نجاست بھی پڑتی رہتی۔ مگر باوجود اس کے کہ بحر ہمیشہ سے ساکن ہے اور ساکن ہی رہتا ہے اوس میں علاوہ اسکے اپنے اندرونی مرداروں اور نجاستوں کے بیرونی مردار اور فضلات اس کثرت کے ساتھ رات دن پڑتے رہتے ہیں کہ الامان۔ مگر وہ پھر بھی متعفن نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ اسکا پانی میٹھا نہیں ہے اور اسکا پانی میٹھا ہو نہیں سکتا تھا کیونکہ اگر اوسکا پانی میٹھا ہوتا تو کبھی کا سمندر متعفن ہو گیا ہوتا اور کبھی کا یہ عالم نیست و نابود ہو گیا ہوتا۔ کیونکہ ہوا جو کل عالم کو اللہ تعالے کے حکم سے گھیرے ہوئے ہے وہ خواہ مخواہ سمندر کے تعفن کو جذب کرتی اور متعفن ہو کر انسان اور حیوان کی صحت پر اثر ڈالتی جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ کوئی آدمی زندہ نظر آتا اور نہ کوئی حیوان۔ مگر اللہ تبارک تعالے کی کمال رحمت اور کمال حکمت پر قربان جایئے۔ اس نے کیسی رحمت اور حکمت سے سمندر کی تہ کو شورناک اور نمکین کر دیا کہ اب اگر کل عالم کی نجاستیں اور کل عالم کے مردار اور گندگیاں اسکے اندر ڈالدو تو صدائے برنخاست کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ سمندر اپنی ملوحت اور شورناکی کے باعث ان سب نجاسات کو مستہلک کر کے اپنے حکم میں کر لیتا ہے۔ (مستفاد من زاد المعاد)

اللہ تعالی نے بارش اور معدن کی ان دونوں قسموں بالخصوص بارش کے پانی کا ذکر جابجا اپنے پاک کلام میں ناشکر گذار انسان کی تنبیہ اور نصیحت کے لئے کیا ہے۔ کما قال

اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطن ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام ۝ (سورہ انفال رکوع ۲)	یہ وہ وقت تھا کہ خدا اپنی طرف سے تمہاری تسکین خاطر کیلئے اونگھ کو تم پر طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تم پر پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے تم کو پاک کرے اور شیطانی گندگی کو تم سے دور کر دے اور تاکہ تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اسی پانی کے ذریعے (میدان جنگ میں) تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔
وقال وھو الذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا ۝ (سورہ الفرقان رکوع ۵)	اور وہی (قادر مطلق) ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) کے آگے (آگے) ہواؤں کو (مینہ کی) خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا ہے اور ہم ہی آسمان سے پانی اتارتے ہیں پاک صاف
وقال تعالی۔ وھو الذی مرج البحرین	اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے دو دریاؤں کو (آپس میں)

Marfat.com

هذا عذبٌ فراتٌ، وهذا ملحٌ اجاجٌ وجعل بينهما برزخًا وحجرًا محجورًا ۝ (سورہ الفرقان رکوع ۵)

وقال تعالے وما يستوى البحران هذا عذب فرات سائغ شرابه وهذا ملح اجاج ومن كل تأكلون لحمًا طريًا وتستخرجون حلية تلبسونها وترى الفلك فيه مواخر لتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون ۝ (سورہ فاطر رکوع ۲)

وقال تعالے ۔ واسقينكم ماءً فراتًا (مرسلت)

مرج البحرين يلتقيان ۝ بينهما برزخ لا يبغيان ۝ (الرحمن)

ملا دیا۔ ایک (کا پانی) میٹھا مزے دار اور ایک (کا) کھارے کڑوا اور دونوں میں ایک روک اور اٹل آڑ بنا دی۔

اور (سمندر) دو قسم کے ہوتے ہیں اور وہ دونوں (سمندر) ایک طرح کے نہیں ہیں ایک (ایسا ہے کہ) اسکا پانی میٹھا خوش ذائقہ خوشگوار ہے اور ایک (ایسا ہے کہ) اسکا پانی کھاری کڑوا ہے اور (باوجود اس اختلاف کے) تم دونوں قسم کے دریاؤں میں سے (مچھلیاں شکار کرکے اُن کا ترو) تازہ گوشت کھاتے اور زیور (یعنی موتی) نکالتے جنکو پہنتے ہو اور (ای مخاطب) تو دیکھتا ہے کہ کشتیاں دریا میں (پانی کو میٹھا ہو یا کھارے) پھاڑتی چلی جا رہی ہیں تاکہ تم لوگ فضل اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔

اسی نے (اس طرح کے کھارے اور میٹھے) دو سمندر بنا نکالے کہ آپس میں ملتے ہیں (اور پھر بھی) دونوں میں ایک پردہ (رہتا) ہے کہ اس سے ایک

اب ہم دیکھتے ہیں کہ شارع علیہ السلام نے پانی کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور آیا عام عرف سے کچھ اختلاف کیا بھی ہے کہ نہیں۔

شارع علیہ السلام نے اسی مصنوعی تقسیم کو جو کل دنیا میں رائج ہے معتبر قرار دیا۔ پانی جو انسان کے کام میں آتا ہے اسکی مصنوعی طور پر دو قسمیں ہیں۔ قسم اول تو وہ پانی ہے جو گھروں میں برتنے میں آتا ہے اور اوسکا محل ظروف یعنی برتن ہیں۔ قسم دوم وہ پانی ہے جو گھروں میں نہیں ہوتا۔ اور اوسکا محل معادن ہیں۔ قسم اول کے پانی کو ہم ظرفی پانی کے نام سے تعبیر کرینگے قسم دوم کو معدنی پانی سے۔ ظرفی پانی کا ذخیرہ بہت تھوڑا ہوتا ہے بلکہ علی العموم صرف شبا روزی کی استعمال کے لئے ہوتا ہے اسکی حفاظت بدرجہ اتم کی جا سکتی ہے اسی سے زیادہ کام پڑتا ہے بلکہ سچ پوچھو تو اسی سے ہی کام پڑتا ہے۔ معدنی پانی کا ذخیرہ تھوڑا نہیں ہوتا۔ اسکی حفاظت میں حرج عظیم ہوتا ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو حفاظت بالکل ناممکن ولہذا بالکل لغو اور فضول ہوتی ہے پس

Marfat.com

جو حکم قسم اول کے لئے ہو سکتا ہے وہ قسم دوم کے لئے نہیں ہو سکتا۔ جو رخصت قسم دوم میں قدرتی طور پر دی جانی چاہئے وہ قسم اول میں نہیں دیجا سکتی اس لئے شارع علیہ السلام نے قسم اول کے لئے ضابطہ معین فرمایا۔ اور دوسری قسم کے پانی کی دو صورتیں قائم کر دیں صورت اول تو وہ پانی ہے جو ہر حال میں طہور ہی طہور ہے کچھ پرواہ نہیں کہ اس میں خواہ کتنی ہی نجاست کیوں نہ پڑتی رہے اس لئے اسکے لئے کوئی ضابطہ مطلق مقرر نہیں فرمایا۔ صورت دوم وہ پانی ہے کہ اسمیں نجاست کا اثر معلوم ہو سکتا ہے اسواسطے اسکے لئے بھی ضابطہ مقرر فرمایا

اب ہم پانی کی دونو قسموں اور دوسری قسم کی دونو صورتوں کو بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔

قسم اول ظرفی پانی

ظرفی پانی کا محل برتن ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہہ برتن اضافی طور پر چھوٹے بڑے ہوتے ہیں کل دنیا کا یہی دستور ہے عرب میں بھی کل دنیا کے دستور کے موافق یہہ برتن چھوٹے بڑے ہوتے ہیں مثلاً اداوہ مخضب قصعہ ..... قلہ ظروف آب میں سے سب سے بڑا ظرف عرب میں قلہ ہوتا ہے۔ سو بڑے سے بڑا محل آب ظرفی عرب میں قلہ ٹھیرا۔

شارع علیہ السلام سے کسی شخص نے جنگل کے ایسے پانی کی نسبت جسمیں درندوں چرندوں کی آمد و رفت ہوتی تھی سوال کیا تھا تو آپ نے اس قلہ کو جو اون میں معروف تھا اور جسکو رات دن برتتے تھے خیال شریف میں لاکر جواب میں ارشاد فرمایا کہ ایسا پانی جسکی نسبت تم سوال کرتے ہو کہ اسمیں درندے چرندے بول و براز کرتے ہوں اور اسمیں نجاستیں پڑتی ہوں۔ اگر قلتین کی حد تک پہنچ جاوے تو وہ پلید نہیں ہوتا

صحابی کے اس سوال اور رسول اللہ صلعم کے اس جواب سے فی الفور یہہ دو حکم ثابت ہوتے ہیں ایک یہہ کہ اگر ایسا پانی جسمیں اس قسم کی نجاستوں کے پڑنے کا احتمال ہو قلتین کی حد تک پہونچ جاوے تو اسکو کوئی نجاست جبتک کم سے کم اوسکے صفات ثلثہ میں سے کسی صفت کو متغیر نہ کرے پلید نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ شرع نے اسکو طہور کے حکم میں ہی رکھا ہے اور اگر نہیں تو پانی پلید ہے۔ دوسرا حکم یہہ نکلا کہ اگر ایسا پانی قلتین سے کم ہو تو بلا امتیاز اس امر کے کہ نجاست نے اسکی صفات ثلثہ

Marfat.com

یہ ہی کسی صفت کو متغیر کر دیا ہے فی الفور نجس اور غیر طہور سمجھنا چاہیئے۔ جو لوگ صاحب درایت ہیں وہ سائل کے سوال اور آپ مسئول عنہ کے قرائن پر غور کر کے سوچیں گے تو جو کچھ اوپر ذکر کیا گیا ہے اوسکو بسر و چشم قبول کرینگے۔ کیونکہ قیاس صحیح ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلعم نے جن پر قرآن شریف نازل ہوا تھا اور جنکی تعریف خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں ویزکیھم ایک صحابیؓ کو ایسے پانی کی نسبت جو کم از کم اپنی صفات ثلثہ میں سے بھی کوئی صفت گم کر بیٹھا ہو یعنی یہہ کہ ایسے پانی کی نسبت جسکو وہ خود اپنی طبعی خاصہ یعنی نفرتا از مستقذرات و متنجسات کے باعث رد کر سکتا تھا یہہ حکم دیا ہو کہ وہ پاک ہے میرے خیال میں ایسا سمجھ بیٹھنا اوس پاکوں کے پاک اور طیبوں کی طیب پر زبان درازی کا دروازہ کھولنا ہے اور بس۔ چنانچہ وہ سوال و جواب بعبارت ذیل درج کیا جاتا ہے

عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلعم وھو یسئل عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض وما ینوبہ من السباع والدواب قال اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث رواہ ترمذی وقال قالوا للشافعی رح واحمد رح واسحاق رح اذا کان الماء قلتین لم ینجسہ شئ مالم یتغیر ریحہ او طعمہ۔	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے ایک شخص نے جنگل کے گڑھے کے ایسے پانی کی نسبت سوال کیا کہ جسمیں درندے چرندے آمد رفت رکھتے ہیں آپکو اسکے جواب میں ارشاد فرماتے سنا کہ جب ایسا پانی دو قلوں کی حد تک پہونچ جاوے۔ تو پھر وہ پلید نہیں ہوتا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہہ کہا ہے کہ اس حدیث سے امام احمد رح امام شافعی رح اور امام اسحاق رح نے یہہ کلیہ قاعدہ نکالا ہے۔ کہ جب پانی قلتین کی حد تک پہونچ جاوے تو اسکو کوئی شئے پلید نہیں کرتی تاوقتیکہ اسکی بو اور مزہ نہ بدل جاوے

جو کچھ اوپر ذکر ہوا ہے اوس سے یہہ بات تو ظاہر ہو گئی کہ قلتین سے کم پانی میں نجاست پڑی نہیں اور وہ پلید ہوا نہیں گو اس کی صفات ثلثہ میں سے کوئی صفت متغیر ہوئی ہو یا

Marfat.com

ہوئی ہو۔ اب چونکہ خلقی پانی اس ملک میں قلتین سے کم ہوتا ہے اسواسطے ہم عام طور پر کہتے ہیں کہ گھر کے پانی کے کسی برتن میں جو قلتین سے کم ہو۔ اگر کوئی نجاست پڑجاوے تو وہ پانی ناپاک ہوگا۔ پس تمام گھرجہاں ٹھلئے پیپے۔ مشکے۔ لوٹے۔ آفتابے وغیرہ وغیرہ ظروف آب کام میں آتے ہیں وہ اس مسئلہ کو خوب سوچیں اور سمجھیں اور دستور العمل بنادیں۔ بالخصوص عورتیں جن کے اہتمام میں یہہ ظروف رہتے ہیں بڑی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ ان ظروف کی نگہبان رہیں۔ قلہ کے پانی کی مقدار دہائی مشک بغدادی یا عراقی ہے۔ بحساب ایک من پانچ سیر پانی فی مشک پانچ مشکوں کا پانی پانچ من پچیس سیر بنتا ہے (مالا بدمنہ) چونکہ ان بغدادی یا عراقی یا ہمارے پرانے دیسی وزنوں کا ہمارے زمانہ حال کے مستعمل وزنوں یعنے انگریزی وزن کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ایک بڑا سامان درکار ہے اور شائد اس سے کوئی چنداں فایدہ مستنبط بھی حاصل نہ ہوسکے اسواسطے شائد یہہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ ہر ایک ملک میں متوسط درجہ کی مشک قریب قریب یکساں مقدار کے ہوتی ہے اور معیار مقرر کرنے کی غرض سے متوسط درجہ کے مشکوں کو معیار مقرر کیا جاسکتا ہے۔ پس ہمارے ملک میں اس مشک کو معیار مقرر کیا جاسکتا ہے جسکا متوسط درجہ کے زور کا مشکا اٹھا سکتا ہے۔ غالباً اس ملک میں متوسط درجہ کی مشک میں ۲ من انگریزی سے لے کر ڈیڑھ من سے زیادہ پانی پڑتا ہے۔ گویا ہمارے ملک کی متوسط پانچ مشکوں میں سات من سے لیکر پونے نو من تک پانی پڑتا ہے باقی رہا معدنی پانی سو اسکی دو صورتیں ہیں۔ صورت اول وہ پانی ہے جسکی نسبت یہہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ کبھی ناپاک ہو بھی سکتا ہے یعنی سمندر وغیرہ صورت دوم وہ پانی ہے جسکی نسبت یہہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ کبھی ناپاک بھی ہوسکتا ہے سو اس دوسری صورت کا حکم حدیث بالا سے ظاہر ہوگیا۔ یعنی یہہ کہ اگر پانی میں کوئی نجاست پڑجاوے اور پھر وہ اس کے اوصاف ثلثہ میں کسی وصف کو متغیر کردیوے تو وہ پانی ناپاک ہے۔ ورنہ پاک ہے

اب ہم چند آیات و احادیث نقل کرتے ہیں کہ جن سے لمعہ مذکورۃ الصدر کی تصدیق اور تائید ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالے۔ وانزلنا من السماء ماء طہورا۔ یعنے ہم نے آسمان سے پانی اتارا جسکی ذاتی صفت یہہ ہے کہ وہ خود بھی پاک ہے اور اوروں کو بھی پاک کرنیوالا ہے۔ وقال۔ و ینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ۔ یعنی وہ تمپر آسمان سے بارش اتارتا ہے

Marfat.com

تاکہ تمہاری پلیدیوں کو دور کرے۔ بارش کے پانیوں کی نسبت پہلے بخوبی بحث ہو چکی ہے۔ نبی نے فرمایا کہ

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم فی البحر ھو الطھور ماءہ و الحل میتتہ (رواہ الترمذی)

سمندر کا پانی طاہر مطہر ہے۔ اور اُس کے اندر مری ہوئی چیز حلال ہے۔ آپ کا یہ ارشاد بھی کسی سائل کے سوال کے جواب میں تھا جسنے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی ہوتا ہے اگر ہم اُس پانی سے وضو کر لیویں تو پھر ہم پیاسے مرتے ہیں۔ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ھو الطھور ماءہ والحل میتتہ۔ بحر کے پانی کی نسبت بھی پہلے بہ بسط تمام بحث ہو چکی ہے

عن ابی ھریرۃ۔ قال قال رسول اللہ صلعم۔ لو ان نھراً بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمساً ھل یبقی من درنہ شئی قالوا لا۔ (الحدیث مشکوٰۃ)

دیگر اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر دریا ہو جسمیں وہ ہر روز پانچ بار نہاوے تو بھلا اس کی کچھ میل کچیل باقی رہجاتی ہے۔ الحدیث۔ پوری حدیث کو فضل الصلوٰۃ میں دیکھو بمعہ فوائد کے۔ دریا کے پانی کی نسبت پہلے بحث ہو چکی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلعم۔ ان الماء طھور لا ینجسہ شئی (بلوغ المرام)

دیگر پانی کا ذاتی وصف ہی یہی ہے کہ وہ خود بھی پاک ہے اور اور چیزوں کو بھی پاک کرتا ہے۔ اوسکو کوئی شئی ناپاک نہیں کرتی۔

اگر وہ حد قلتین جو رسول صلعم نے ظنی اور معنی پانیوں میں قایم کی ہے خیال میں ہو تو ان الفاظ شریفہ کا محمل اور مورد صرف معدن پانی رہ جاویگا جسکی دو صورتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ سو بارش۔ بحر۔ دریا۔ ندی۔ نالے چھیلیں۔ یا اسی قسم کا وہ پانی جسکی نسبت وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ کبھی ناپاک بھی ہو سکتے ہیں خواہ اُن میں کتنی ہی نجاست یوں نہ پڑتی رہی۔ بلا ریب طاہر مطہر ہیں ایسے پانیوں کو بیشک کوئی چیز بھی پلید نہیں کر سکتی جسمیں پہلے مفصل بحث پر بیان ہو چکا ہے۔ باقی رہے تالاب۔ حوض۔ گڑھے۔ کنوئیں چشمے بصورت دوم میں آسکتے ہیں یعنی ان میں نجاسات کے پڑنے کے سبب سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اوا پانی متغیر ہو جاویگا تو متغیر ہونے کی صورت میں ناپاک ورنہ پاک ہیں۔ ایک حدیث میں یوں وارد ہے۔ ان الماء طھور لا ینجسہ شئی الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ (بلوغ المرام) ایک روایت

میں یوں بھی آیا ہے۔ الماء طھورا لا کان تغیر ریحہ او طعمہ او لونہ نجاسۃ تحدث فیہ (یعنی پانی ہر ہی طاہر اور مطہر اوس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ بجز ایسی چیزوں کے جو اُس کی بو اور مزہ اور رنگ کو مغلوب کر لیویں۔ دوسری روائت پانی پاک ہی پاک ہے ماں اُسوقت پاک نہیں رہتا جب اُسکی بو یا مزہ یا رنگ کسی نجاست کے سبب سے جو اوس میں پڑ جاوے بدل جا

ان دونو حدیثوں کی عبارت استثنائے کی صحت پر ائمہ حدیث کا کلام ہے مگر اُس کے مضمون کی صحت پر سب کا اجماع ہے اور اجماع کیونکر نہو جب تمام روئے زمین کے اہل مدینہ کا اتفاق من اول الیوم الی الآن برابر چلا آیا ہے اور الی یوم القیامہ برابر چلا جاویگا۔

ان حدیثوں کا اطلاق بشرط صحت عبارت استثنائے ورنہ بلحاظ مضمون و معنی مجمع علیہ صرف معدنی پانی کی صورت دوم پر ہو سکتا ہے اور بس۔ کیونکہ فقیہین کی حدیثنے صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ کہ ظنی پانی بمجرد وقوع نجاست نجس ہو جاتا ہے۔

عبارت مذکورہ بالا کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ شارع علیہ السلام پانی کے تین درجہ مقرر کئے ہیں۔

(۱) وہ پانی جسکی حفاظت کا اہتمام ہر طرح سے ہو سکتا ہے جس کے ساتھ رات دن کا مرنا جینا ہے جسکے لئے ضابطہ کا مقرر کرنا از بس ضروری ہے اور جسکے لئے تکلیف دینا استطاعت اور طاقت انسان کی باہر نہیں ہے اور جس سے فروگذاشت کرنے سے سخت نقصان پیدا ہو سکتے ہیں یعنی وہ پانی جو گھروں میں برتنوں کے اندر رکھا رہتا ہے۔

حکم بمجرد وقوع نجاست پانی ناپاک۔ خواہ اوسکے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی صفت متغیر ہی ہو۔

(۲) وہ پانی جسکی حفاظت کا اہتمام کسی طرح سے بھی نہیں ہو سکتا اور جس کے لئے وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ یہہ پانی کبھی ناپاک ہوتا بھی ہے اور اُس کے واسطے کوئی ضابطہ مقرر کرنا عبث اور فضول ہے اور اس کے لئے تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے۔ جیسے۔ بحر محیط۔ دریا۔ ندی۔ نالے۔

حکم۔ پانی ہر حال میں پاک ہے۔ اُسمیں جو نجاست پڑے اوس کا خیال تک بھی نکالنا چاہئے

Marfat.com

(۳) وہ پانی جسکی حفاظت کا اہتمام تو نہیں ہوسکتا مگر اُس کے لئے احتمال ہوسکتا ہے کہ اس کا پانی نجاست کے پڑنے سے نجس ہوسکتا ہے۔ جیسے تالاب۔ حوض۔ گڑھے۔ کنوئیں۔ چشمے وغیرہ

حکم (ا) اگر نجاست کے پڑنے سے پانی کی کوئی صفت صفات ثلثہ میں سے متغیر ہوجاوے۔ تو پانی ناپاک۔

(ب) اگر نجاست کے پڑنے سے پانی کی کوئی صفت صفات ثلثہ میں سے متغیر نہ ہوجاوے۔ تو پانی پاک۔

اب ہم چند آداب متعلقہ آب لکھتے ہیں اور افسوس سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ان آداب کی تعمیل کمتر بلکہ شاید نہیں ہوتی۔

آداب آب

عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه (بلوغ المرام)

جو پانی کھڑا رہے اور چلتا نہ ہو اُس میں تم میں سے کوئی شخص پیشاب نہ کرے۔ اور اُس میں پھر نہاوے بھی وجہ ظاہر ہے۔ (ا) کہ درندوں چرندوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے انسان کے لئے موجب شرم ہے کہ جس پانی کے اندر نہاتا ہو اُسی پانی کے اندر بول کروے (۲) جو نجاست پانی کے اندر پڑ گئی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو بالفعل پانی کو متغیر کردیگی یا تغیر کے لئے راہ کھولیگی۔ کیونکہ اُس کے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اس فعل شنیع کے مرتکب ہونگے۔ اس طرح پر جو پانی ایک مدت مدید تک کام آتا وہ تھوڑے ہی عرصہ میں کسی کام کا نہیں رہیگا۔ پس صورت اول میں یعنی تغیر میں پانی ناپاک ہوگیا اور اُس سے طہارت کا حاصل کرنا شرعاً بند ہوگیا۔ صورت دوم میں ایک فعل بد کی سنت کی بنیاد ڈالی جس سے رفاہ عام میں فرق پڑ جاویگا۔

کھڑے پانی میں جب بول کی نسبت ایسی نہی شدید وارد ہوئی ہے تو براز کی بابت خود بخود

سمجھ سکتے ہو۔ ہمارے ملک میں تالاب چھپڑ وغیرہ بارہ دائم میں انمیں ایسی حرکت ناشائستہ سے باز رہنا چاہیئے۔ شارع علیہ السلام نے نہ صرف پیشاب کرنے سے روکا ہے بلکہ بحالت جنابت نہانے سے بھی روکا ہے۔ کیونکہ نہانے سے بھی وہی صورت پیش آتی ہے جو پیشاب سے۔ رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے۔ جنبی ہونے کی حالت میں کوئی شخص تالاب سے تھوڑے پانی میں نہ نہادے۔

لایغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب (رواہ مسلم)

اس مسئلہ کے دائرہ کو جسقدر رسول اللہ صلعم نے وسیع کر دیا تھا افسوس اہل علم نے اسکو تنگ کر دیا ہے۔ قلیل کثیر۔ مستعمل۔ غیر مستعمل۔ ساکن۔ غیر ساکن وغیرہ وغیرہ۔ یہ جو جو ابحاث طویل کتابوں میں بھری پڑی ہیں اگر غور کرکے دیکھوگے تو سب کے سب مجعولۃ الاسلاف ہیں۔ اس شریعت سمحہ سہلہ نے اس قسم کے مسائل کا نام تک نہیں لیا۔

پس ایک آلہ تو یہ پانی ہوا جس کی اوپر تعریف ہو چکی ہے یعنے طاہر و مطہر اور آئندہ ہم اس کو پانی کے نام سے تعبیر کرینگے۔ دوسرا آلہ طہارت دھوپ ہے۔ تیسرا آلہ طہارت ہوا ہے۔ چوتھا آلہ طہارت مٹی ہے۔ دھوپ تو اپنی حرارت کے سبب سے نجاست کی تری اور نمی کو بخارات کی شکل میں بلا دیتی ہے اور ہوا اُن کو اڑا کر چاردانگ عالم میں منتشر کر دیتی ہے۔ مٹی کا کام ہے یہ ہے کہ وہ بھی نجاست کی نمی یا رطوبت کو جذب یا مستہلک کر لیتی ہے۔ اب ہم ہر کیفیت یا طریق لکھتے ہیں جس کے ذریعہ سے نجاسات کو دور کرکے طہارت حاصل کر سکتے ہیں۔

کیفیت تطہیر نجاست حقیقی

کسی متنجس کی تطہیر اسیوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ عین نجاست مع اپنے تمام لوازمات کے نابود ہو جاوے یعنی یہ کہ خود وہ نجاست اُس کا اثر اُس کی بو اُس کا مزہ سب کے سب بالکل نابود ہو جاویں۔ اور اگر اُس کا کوئی رنگ ہو تو وہ رنگ بھی اگر ممکن ہو بالکل جاتا رہے

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ نجاسات جنکی طہارت نماز کے لئے شرط ہے حسب ذیل ہیں

پاخانہ۔ بول۔ منی۔ مذی۔ ودی۔ خون حیض۔ خون نفاس۔ خون استحاضہ۔ لید۔ لعاب کلب و خنزیر و

ہر مردار۔ سوان سب کی تطہیر کا کلیہ قاعدہ یہہ ہے کہ پانی سے بدن یا کپڑے یا کسی چیز کے اوس حصہ پر سے جہاں کوئی نجاست لگی ہو اُس نجاست کے عین کو مع اُسکی تمام خصوصیات کی جہانتک ممکن ہو دور کیا جاوے جسکی پہچان یہہ ہی کہ اُس نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ سب کا سب نیست و نابود ہو گیا ہو۔ مگر بعض نجاسات یا بعض متنجسات اس قسم کی ہوتی ہیں کہ اُن کو پانی سی ہی دور کرنا پانی سے مل ملکر ہی دہونا ضروری اور لازمی نہیں ہوتا بلکہ اُن میں شارع علیہ السلام نے محض رحمت اور رأفت سے تخفیف فرمائی ہے جیسے منی۔ نعل (جوتا)۔ وخف (موزہ) وسیف (تلوار) وغیرہ من المتنجسات بقذر یا جیسے بول ذکر (لڑکا) رضیع (شیرخوار) اب ہم چند ایک احادیث نقل کرتے ہیں جن سی مسائل مذکورۃ بالا اور اُن کے متعلقات بوضاحت تمام ثابت ہونگی۔

براز۔ قضائے حاجت میں اسکا مفصل ذکر ہے دیکھو صفحہ۔

بول عن ابی السمح رض قال قال رسول اللہ یُغسل من بول الجاریۃ ویرش من بول الغلام اخرجہ ابوداؤد والنسائی وصححہ الحاکم حضرت ابو السمح سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ لڑکی (مونث) کے پیشاب کو دھو ڈالا جاوے اور لڑکے (مذکر) کے پیشاب پر پانی چھڑک ڈالا جاوے۔

وجہ یہہ ہے کہ لڑکے کا پیشاب منتشر ہوتا ہے جسکے ازالہ کے لئے تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور لڑکی کا پیشاب مجتمع ہوتا ہے جسکے ازالہ کے لئے اتنی تکلیف نہیں ہی۔ پس دفع حرج اور تکلیف کے لئے شارع علیہ السلام نے لڑکی کی نسبت لڑکے میں تخفیف فرمائی ہی۔ دوم یہہ کہ لڑکی کا بول لڑکے کے بول کی نسبت زیادہ غلیظ اور زیادہ بدبودار بھی ہوتا ہے۔ اسواسطے اُس قدرتی فرق کے مطابق یہہ فرق بھی رکہا گیا ہے۔ سوئم یہہ کہ طبعاً انسان ہمیشہ لڑکے کو بہ نسبت لڑکی کے زیادہ چاہتا ہے اسکو عموماً ہر کس و ناکس اُٹھا لیتا ہے مگر لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں بھی لڑکا ہی زیادہ تر موجب ابتلا ہوا۔ اوسکا یہہ ابتلا لڑکی کی نسبت ضرور زیادہ ہوتا ہے اس زیادت ابتلا کے مقابلہ میں طہارت کی تخفیف کی گئی ہی۔

(ضروری نوٹ

جو شخص اُس تعلیم سے جو اسلام نے تربیت اولاد کے لئے والدین کو فرمائی ہے غافل ہو اس حدیث

سے ہرگز ہرگز ایسا گمان نہ کرے کہ معاذ اللہ اسلام نے لڑکیوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ ایسا شخص سمجھ لیوے کہ یہہ فرق محض قدرتی اور فطرتی فرق کے مطابق رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اسلام نے لڑکیوں کی حسن تربیت اور تعلیم کے لئے بڑی سخت تاکید فرمائی ہے اسلام ہی نے تو کل روئے زمین کے رسم دختر کشی کو دور کیا ہے صرف عرب ہی اس فعل بد اور خطا کبیر میں مبتلا نہ تھا بلکہ کل دنیا اسی میں مستغرق تھی۔ آیات و احادیث ذیل قابل غور ہیں۔

وکذلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم ط (سورہ انعام رکوع ۱۹)	اور اسی طرح بہتیرے مشرکین کو ان کے بنائے ہوئے شریکوں نے ان کے اپنے بچے مار ڈالنے کو ان کی نظروں میں عمدہ کر دکھایا (آخر کار) ان کو (ابدی) ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں (کہ سیدھا رستہ سوجھائی نہ دے)
قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین ۝ (سورہ انعام رکوع ۱۶)	بیشک وہ لوگ بڑے ہی گھاٹے میں ہیں جنہوں نے خدا پر جھوٹ جھوٹ بہتان باندھ کر بے عقلی اور جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا اور اللہ نے جو روزی ان کو دی تھی اسکو اپنے اوپر حرام کر لیا بلاشبہ یہ لوگ راہ راست سے بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنے والے تھے بھی نہیں۔
ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ط (سورہ انعام رکوع ۱۶)	اور مفلسی (کے ڈر) سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم ہی تم کو (بھی) رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی
واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا وھو کظیم ۝ یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ ط ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون ۝ (سورہ نحل رکوع ۲۶)	اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جائے تو (مارے رنج کے) اسکا منہ کالا پڑ جائے اور (زہر کے مسے گھونٹ) پی کر رہ جائے۔ لوگوں سے بیٹی کی بھار کے مارے جسکے پیدا ہونے کی اسکو خبر دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے اور دل میں منصوبے سوچے کہ آیا (اس) ذلت پر بیٹی کو لئے رہے یا اسکو مٹی میں گاڑ دے دیکھو تو (خدا کے بارے میں) ان لوگوں کی (کیا) بری رائے ہے

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم ان قتلهم کان خطاً کبیراً ۝

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴)

واذا الموٗدة سئلت ۝ بای ذنب قتلت ۝

اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ان کو اور تم کو ہم روزی دیتے ہیں۔ اولاد کا مارنا بڑا بھاری گناہ ہے

اور جسوقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی۔

قتل اولاد میں یہہ لوگ دو قسم کے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ایک تو **وجہ قتل** میں دوسرے **طریق قتل** میں۔ **وجہ قتل** (۱) تو یہہ تھی کہ ان کی پرورش کرنے سے ہم نادار ہو جاوینگے۔

(۲) یہہ کہ جوان بالغ ہو کر کہیں دوسرے کے غلام نہ بنجاویں۔

(۳) یہہ کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

(۴) یہہ کہ جوان بالغ ہو کر کہیں اُن کے چال چلن پر دھبہ نہ لگ جاوے

(۵) یہہ کہ بتوں کی خوشنودی کے لئے بہیت چڑھائی جاتی تھیں۔

یہہ خیالات یہانتک ترقی پذیر ہو گئے تھے کہ کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور وہ مارے شرم اور ننگ و عار کے زمہ درگور ہوا نہیں

طریق قتل (۱) تو یہہ تھا کہ پیدا ہوتے ہی اُسکا گلا گھونٹ دیا جاتا دوم یہہ کہ اُسیوقت زندہ درگور کردی جاتی سوم یہہ کہ چھ سال تک زندہ رکھکر پھر مار ڈالی جاتی وہ یوں کہ جب لڑکی پورے چھ سال کی ہو جاتی تو باپ شام کو جا کر جنگل میں ایک گڑھا کھودتا دوسرے روز اپنی بیوی سے کہتا کہ لڑکی کو خوشبوئیں اور عطر وغیرہ ملکر معطر اور عمدہ سی عمدہ کپڑے پہنا کر خوب آراستہ کردو۔ وہ کر دیتی۔ بیرحم باپ اپنی ننھی پیاری واجب الرحم معصوم بیٹی کو اپنے ساتھ لیجاتا جب اُس گڑھے کے پاس پہنچتا تو کہتا بیٹی دیکھ تو یہہ گڑھا کیسا ہے جو ہیں جھککر دیکھنے لگتی تو یہہ بیرحم اُسکو سر کے بل گڑھے میں گرا دیتا اور مٹی ڈالتا جاتا اوسکا واویلا اُسکی چیخیں اُسکی آہ و زاری کچھ کارگر نہ ہوتیں۔

نہ صرف انہیں باتوں کی بلکہ کل دنیا کی خیالات و رسوم دربارہ قتل اولاد کی تردید ان آیات میں موجود ہے بخوف طوالت ہم انکی تفسیر نہیں کرتے ان آیات کا عملی نتیجہ وہ نکلا جو ہم سب دیکھ رہے ہیں ان آیات نے معصوم لڑکیوں کی جانوں کو بچا دیا اب احادیث نبویہ سنو۔ جنہوں نے انکی حسن ترتیب اور اُن کی قدر و قیمت کر کے نہ صرف عرب ہی بلکہ کل دنیا کا باوا آدم بدلا دیا۔

Marfat.com

	ترجمہ
عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلعم من کانت لہ ثلاث بناتٍ او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتہن واتقی اللہ فیہن فلہ الجنۃ۔ (رواہ الترمذی)	جسکی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں۔ پھر وہ عمدہ سے عمدہ ان کی مواسات کرے اور ان کی تربیت و اصلاح کے حقوق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرے۔ تو اُس کے لئے جنت ہے (حاصل یہ ہے کہ جہاں تک اُس کی امکان اور استطاعت میں ہے بغیر بخل اور بلا من و اذی

اُن کی ترتیب یوم ولادت سے لیکر نکاح تک اور پھر بعد ش موت تک کرے۔ علماء نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ احسان صحبت سے مراد وہ حقوق ہیں جو واجب حقوق کے علاوہ ہیں دوسری حدیث اُسی صحابی سے ہے۔

	(ترجمہ)
قال قال رسول اللہ صلعم لا یکون لاحدکم ثلاث بناتٍ او ثلاث اخوات فیحسن الیہن الا دخل الجنۃ (رواہ الترمذی)	تم میں سے جس کسی کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔
قالت قال رسول اللہ صلعم من ابتلی بشیٔ من البنات فصبر علیہن کن لہ حجابًا من النار (ترمذی)	تیسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جس کسی کو اپنی لڑکیوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے پھر وہ ان کی اُس تکلیف پر صبر کرے وہ لڑکیاں اُس کے لئے دوزخ کی آڑ ہو جاوینگی۔
عن عائشہ رض قالت دخلت امرأۃ معہا ابنتان لہا فسألت فلم تجد عندی شیئًا غیر تمرۃ فاعطیتہا ایاہا فقسمتہا بین ابنتیہا ولم تاکل منہا ثم قامت فخرجت ودخل النبی فاخبرتہ فقال النبی من ابتلی	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت جسکے ساتھ دو بیٹیاں تھیں آئی اور کچھ مانگا میرے پاس صرف ایک کھجور تھی سو وہ میں نے اس کو دیدی اُس نے اس کے دو حصے کر دیئے اور ایک ایک حصہ ایک ایک بیٹی کو دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر اٹھ کر چلدی اسکے بعد نبی صلعم تشریف لائے ان سے

Marfat.com

بشئ من هذه البنات كن له
سترا من النار (رواه الترمذی)

مینے یہہ قصہ بیان کیا تو آپنے فرمایا ان بیٹیوں کیطرف
سے جس کسی کو کچھ بھی تکلیف پہونچیگی وہ لڑکیاں اُس
کے لئے دوزخ کی آڑ ہوجاوینگی۔

آیات واحادیث مذکورۃ الصدر سے وہ ظن فاسد جو کسی بیخبر کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے نہ صرف دور ہی ہوسکتا ہے بلکہ اُس کے دل میں کمال درجہ کا یقین اور پرلے درجہ کی طمانیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اسلام لڑکیوں بہنوں اور عورتوں کا پرلے درجہ کا خیرخواہ ہے ان کے اپنے ذاتی حقوق کی پوری پوری رعایت رکھتا ہے۔ البتہ ان قدرتی فضائل کے مقابلہ میں جو اللہ تبارک وتعالےٰ نے مردوں کی سرشت میں رکھدی ہیں ان کو مردوں پر فوق نہیں دیتا جیسے مردوں کا حق، عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے۔ اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

کما قال تعالےٰ۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة واللہ عزیز حکیم ۝
(سورۃ البقرہ رکوع ۲۸)

قال تعالیٰ۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم (سورۃ النساء رکوع ۵)

مرد عورتوں کے سردہرے ہیں (اسکے دو) سبب (ہیں ایک یہ کہ آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر برتری دی ہے۔ اور (دوسرے) یہ کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے۔

غرضکہ شارع علیہ السلام نے بلحاظ اُس قدرتی تفاوت کے جو اناث وذکور کی خلقت میں رکھا گیا ہے ان کے بول کی تطہیر میں بھی جائز فرق کو معتبر رکھا ہے۔

مسجد اور بول

عن انس بن مالك رض قال جاء اعرابی فبال فی طائفة المسجد فزجره الناس فنهاهم رسول اللہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی گنوار آیا اور مسجد نبوی کے ایک طرف میں پیشاب کردیا لوگوں نے اُسکو جھڑکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو منع کیا۔ جب وہ بول کرچکا۔ تو

Marfat.com

صلعم فلما قضے بولہ امر النبی صلعم بذنوب من ماء فاھریق علیہ متفق علیہ (بلوغ المرام)

آپ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اوس جگہ پر انڈہلوا دیا۔

یہہ وہی عام دستور ہی جو کل دنیا میں مروج ہے کہ بہت سا پانی زمین متنجس کو بالکل پاک کر دیتا ہے۔ نجس زمین پر پانی ڈالتے جانا چاہیے یہانتک کہ نجاست کا اثر تک مٹ جاوے۔

منی۔ عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم منی کو دھو کر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور مجھے اوس کپڑے کے اندر دھونے کے نشان نظر آیا کرتے تھے۔ یہہ حدیث متفق علیہ ہے اور مسلم رضہ نے یوں بھی روایت کی ہے کہ میں اوسکو رسول اللہ صلعم کے کپڑے سے خوب چھیلا کرتی تھی اور پھر آپ اوس میں نماز پڑہا کرتے مسلم کی دوسری روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ میں آپکے کپڑے سے اپنے ناخونوں سے اوس کو جب وہ خشک ہوتی چھیلا کرتی تھی۔

عن عائشہ رضہ قالت کان رسول اللہ صلعم یغسل المنی ثم یخرج الی الصلوۃ فی ذلک الثوب وانا انظر الی اثر الغسل فیہ متفق علیہ ولمسلم لقد کنت افرکہ من ثوب رسول اللہ صلعم فرکا فیصلی فیہ وفی لفظ لہ لقد کنت احکہ یابسا بظفری من ثوبہ (بلوغ المرام)

ازالہ کیوقت منی یا خشک ہوگی یا مرطوب۔ صورت اول میں اوس کی طہارت کے دو طریق ہیں ایک تو وہی کلیہ قاعدہ یعنی پانی سے دھونے کا دوسرا اچھی طرح سے چھیلنے کا۔ پس حنفیہ کے نزدیک دوم میں تخفیف ہے۔ اور صورت دوم میں پانی کے ساتھ دھونا ہے اور بس۔

مذی۔ حضرت سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے اوس مذی کی نسبت پوچھا جو کپڑے کو لگ جاوے تو آپ نے فرمایا کہ اوس کی طہارت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ایک چلو پانی اوس جگہ پر جہاں یہہ لگے چھڑک دے۔

یکفیک ان تاخذ کفا من ماء فتنضح بہ ثوبک حیث تری انہ اصاب منہ۔

ودی۔ ودی بھی حقیقت میں پتلی سی مذی ہوتی ہے۔ گو یا مذی اور ودی دونوں ایک ہی

Marfat.com

ہیں جو ندی کا حکم ہے وہی ودی کا ہے۔

خون حیض ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ کی بیٹی اسماء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حیض کے اوس خون کی نسبت جو کپڑے پر لگا ہو یہہ فرمایا ہے کہ وہ عورت جسکے کپڑے پر یہ خون لگا ہوا وسکو چھیل ڈالے پھر ہاتھ سے ملتی جاوے اور پانی ڈالتی جاوے۔ بعد ش پانی چھڑکے پھر اُس میں نماز پڑھ لیوے! س حدیث میں پرلے درجہ کی نظافت کے طریق کا بیان ہو۔ ورنہ طہارت تو اسی وقت حاصل ہو جاتی ہے جب خون اور اُسکا اثر جاتا رہے۔

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ ان النبی قال فی دم الحیض یصیب الثوب تحتہ ثم تقرضہ بالماء ثم تنضحہ ثم تصلی فیہ متفق علیہ (بلوغ المرام)

خون نفاس کا وہی حکم ہے جو خون حیض کا ہے اسی طرح **خون استحاضہ** کا حکم ہے حیض اور نفاس کے خون کے ایام مقررہ کے بعد بھی کبھی کبھی خون آتا ہے۔ اور وہ خون دراصل ایسا بدبودار نہیں ہوتا جیسا کہ حیض اور نفاس کا۔ اُس کی تمیز اس کے رنگ سے ہو سکتی ہے سیاہ نہیں ہوتا اور رقیق ہوتا ہے ایسا خون کپڑے کو لگے تو کپڑا دھوڈالا جاوے

عن عائشہ رض قالت جاءت فاطمۃ بنت ابی حبیش الی النبی صلعم فقالت یا رسول اللہ صلعم انی امرأۃ استحاض فلا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال لا انما ذلک عرق لیس بحیض فاذا اقبلت حیضتک فدعی الصلوٰۃ واذا ادبرت فاغسلی عنک الدم ثم صلی متفق علیہ (مشکوۃ)

عائشہ رض سے مروی ہو کہ ابو حبیش کی بیٹی فاطمہ نے حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے خون استحاضہ آیا کرتا ہی اور میں پاک نہیں ہتی ہوں کیا نماز چھوڑ دیا کروں آپنے فرمایا نماز چھوڑا کر۔ استحاضہ تو حیض نہیں ہوتا وہ تو ایک رگ کا خون ہوتا ہے سو تو ایسا کر لیا کر کہ جب حیض آتا رہے تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب جاتا رہے تو پھر نماز پڑھ لیا کر اور خون کو دھو لیا کر

لید[1] ۔ جتنے کھر دار جانور ہیں اُن کے معدوں کو انسان کے معدے کے ساتھ خلقی طور پر کچھ ایسی مشابہت ہے کہ انسان اور ان جانوروں کے براز سے قریب قریب ایسا ہی آتی ہے۔ گویا اسکو انسان کے براز کے حکم میں شارع علیہ السلام نے رکھا۔

لعاب کلب ۔ حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم

[1] حدیث شریف میں روثہ کا لفظ آیا ہی مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے کہ کھر دار جانوروں کی لید کو روثہ کہتے ہیں تیمی نے روثہ کو گھوڑے۔ گدھے اور خچر کی لید کے ساتھ خاص کیا ہے اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں روثہ حمار یعنی گدھے کی لید مذکور ہو۔ (روضۃ الندیہ)

Marfat.com

عن ابی هریرة رض قال قال رسول اللہ صلعم طهور اناء احدکم اذا ولغ فیه الکلب ان یغسله سبع مرات اولیهن بالتراب اخرجه مسلم وفی لفظ له فلیرقه وللترمذی اخریهن واولیهن بالتراب بلوغ المرام

نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے برتن کے طہارت جب اُس میں کتا موہنہ ڈالے اور زبان سے چاٹے یہ ہے کہ برتن والا اُس برتن کو سات دفعہ دھوے پہلی دفعہ مٹی کے ساتھ۔ اسکو مسلم نے نکالا ہے اور اُسکی ایک روایت میں یوں ہے پھر وہ اوسکو انڈیل دے" اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں پہلی دفعہ بھی مٹی اور دوسری دفعہ بھی مٹی مل لیوے۔

کتے سے جو جو فوائد انسان کو پہونچتے ہیں وہ بیشمار ہیں بعض برفانی ملکوں میں اس جانور کی بدولت بہت سی انسانی جانیں بچیں اور بچتی ہیں جیسے ہالینڈ۔ کوئی ملک ایسا نہ پاوگے جہاں کتے اپنے آقا کی پاسبانی اور نگہبانی نہ کرتے ہوں۔ وہ تمام لوگ جو مویشیوں کا پیشہ کرتے ہیں اسکو اپنے مویشیوں کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے پالتے پوستے ہیں شکاریوں کو دیکھو کیسے قیمتی کتے پالتے اور رکھتے ہیں۔ باہر مفصلات میں کھیتی باڑی کرنے والے قوموں کو تو دیکھو کس طرح اس کتے سے کام نکالتے ہیں۔ بیشک کتا بڑے کام کی چیز ہے اور انسان کو اس سے بہت کچھ فایدے ہیں۔ اس کی وفاداری اظہر من الشمس ہے۔

اب دوسری طرف دیکھو تو اسکی سرشت! اسکی عادات۔ اس کے افعال سب کے سب ملعونہ اور قابل نفرت ہیں کتے کو دیکھ لو اس کا کام لہو و لعب ہے جو سلیم فطرۃ کے سخت مخالف ہے۔ لہو و لعب ایک لغو کام ہے جس سے کوئی فایدہ دنیا کا یا دین کا نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک تعالے اس سے پاک اُس کے رسول اُس کے ملائکہ۔ کل نیک بندے۔ بلکہ یہ تمام کارخانہ موجودات اس فعل شنیع سے بالکل پاک ہے۔ یہ بہت جلد بھسیانا اور غضبناک ہوجاتا ہے اسکی جبلت میں ہے کہ وہ نجاستوں میں لیٹتا اور خوش ہوتا ہے اسکی من بھاتی خوراک میں سب سے زیادہ غلیظ نجاست داخل ہے۔ لوگوں کو بیوجہ ایذا پہونچاتا ہے پگلا نہ بھی ہو تو بھی کاٹنے سے دریغ نہیں کرتا اگر پگلا ہوجاوے تو پھر ہائیڈروفوبیہ جیسی بیماری سے وہی اُٹھ سکتا ہے جسکی ابھی اجل نہ آئی ہو اس کی سب سے بُری عادت جو تمام مخلوقات کے مخالف ہے یہ ہے کہ پچھلی رات کو یہ سونا ہے اور

Marfat.com

رات کے پہلے پہر جاگتا رہتا ہے۔ کاش انسان پچھلی رات کو اٹھ کر صالحین کی جماعت میں داخل ہو کر اس خصلت سگی کو دور کریں۔ غرضکہ خنزیر کی طرح اس کی جبلت میں بھی بہت سی شیطانی خصائل ہیں اسواسطے شارع علیہ السلام نے اس کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ کر کے دونوں طرفوں کو نگاہ رکھا جو جو فائدے اس سے انسان کو پہنچ سکتے تھے اُن کے حاصل کرنے سے انسان کو نہیں روکا مگر ان فوائد کی خاطر انسان کو محض سگ بھی بننے نہیں دیا اُس کے چند در چند شیطانی خصائل کے سبب سے اوسکی نفرت بھی اس طرح پر ذہن نشین کرائی کہ جس سے مخالطت اور ملاعبت (کھیلنا) کا دروازہ بند ہو جاوے۔ اسواسطے سب سے عمدہ عملی ذریعہ اس غرض (میل جول) کے پورا کرنے کے لئے آپنے یہہ فرمایا کہ جس برتن میں یہہ مُونہہ ڈال کر اپنی زبان کے ساتھ چاٹے اُس برتن کو سات دفعہ دھویا جاوے جسمیں پہلی دفعہ اور آخری دفعہ مٹی بھی مل لیجاوے۔ تاکہ اتنی سخت تکلیف اُس مخالطت کی مانع ہو جاوے۔ (مستفاد من حجۃ اللہ)

سؤر الہرۃ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی نسبت یہہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں ہے یہہ تو تمہارے آس پاس پھرنیوالوں اور پھرنیوالیوں کی طرح ہے۔

عن ابی قتادۃ رضی ان رسول اللہ صلعم قال فی الھرۃ انہا لیست بنجس انما ھی من الطوافین والطوافات علیکم (بلوغ المرام)

یہہ جانور کتے کی نسبت زیادہ موذی ہے۔ جب یہہ کھسیانی ہو جاتی ہے تو آنکھیں نکالنے پر تیار ہو جاتی ہے اسکا حملہ شیر کے حملے کا سا ہوتا ہے کھسیانی نہ بھی ہو تو بھی اُس کی روزمرہ کی ایذائیں نہ صرف کثیر الوقوع ہی ہوتی ہیں بلکہ مضر بھی۔ گھروں کے اندر چوروں کی طرح گھات لگائے بیٹھی اور ہمیشہ اسی تاک میں لگی رہتی ہے کہ گھر والے پس و پیش ہوں۔ تو اُن کو ایذا پہونچاوے برتنوں کے اندر مونہہ ڈالنا اور ان کے اندر کی چیزوں کو خراب کرنا تو گویا اس کی گھٹی میں ہے۔ پھر کئی دفعہ اسکا مُونہہ چوہے کے کھانے سبب سے ملوث ہوتا ہے اور وہ اُسی ملوث مُونہہ کو برتن میں ڈال دیتی ہے۔ غرض یہہ ہے کہ کتے کی ایذا کو تو روکا جا سکتا ہے اس کی ایذا ناقابل روک ہے۔ طبیعت اجازت نہیں دیتی کہ جس برتن میں اُس کا مونہہ پڑ جاوے اوس برتن کو یا اُس کے اندر کی چیز کو برتا جاوے۔ مگر شریعت جمہور الناس کو

لہ یعنی بلی کا جھوٹا۔

طبعیت کی اس تجویز کی پابند نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ ایسی تکلیف ان کے لئے مالایطاق ہو جاویگی۔ اور یہہ اصول دین کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھکر

لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا

تکلیف نہیں دیتا یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے بلی کو نجس قرار نہیں دیا یعنے یہہ کہ جس چیز میں وہ مُونہہ ڈال دے وہ چیز پلید اور نجس نہیں ہے۔

ہر مردار۔ سوائے مردار خنزیر و انسان۔ کچے چمڑے

عن ابن عباس رضي اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دبغ اھاب فقد طھر اخرجہ مسلم وعند الاربعۃ الا ابا داؤد والنسائی (بلوغ المرام)

ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم نے کچے چمڑوں کی طہارت کا یہہ حکم فرمایا ہے کہ جب کچہ چمڑے کی دباغت کی جاوے تو چمڑہ پاک ہوجاتا ہے یہہ مسلم کی عبارت ہے اور ترمذی وغیرہ کی عبارت یہہ ہے کہ کوئی سا کچا چمڑہ ہو وہ پاک ہوجاتا ہے جب اُس کی دباغت کیجاوے۔۔۔۔۔ یہہ دستور بھی کل دنیا میں رائج ہے۔ لوگ ذبح کئے ہوئے یا خود بخود مرگئے ہوئے جانوروں کی دباغت کئے ہوئے چمڑوں کو اپنے کام میں لاتے ہیں اسلام نے اس دستور کو جوں توں بنا رہنے دیا اور یہہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ سوائے انسان اور خنزیر کے چمڑے کے باقی حیوانات کے چمڑے بعد دباغت بیشک کام میں لائے جاویں۔ سر اس میں یہی ہے کہ دباغت کے سبب سے بدبو اور تعفن جاتا رہتا ہے اور یہی وجہ اس کی نجاست کی تھی۔

خنزیر کو شارع علیہ السلام نے نہ صرف حرام ہی قرار دیا ہے بلکہ اس کو نجاسات کی فہرست میں بھی درج فرمایا۔ تاکہ اس کی حرمت میں دُہل تنفر انسان کے دل میں پیدا ہو۔ حقیقت میں یہہ موذی جانور نہ صرف درندہ ہی ہے۔ بلکہ اس کے جسم میں اسقدر نجاست کی افراط ہوتی ہے کہ گویا اس کا خمیر ہی نجاست سے ہے۔ اس کے گوشت کے اندر چھوٹے چھوٹے کرم اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ خوردبین کے ذریعہ سے کئی کئی ہزار کیڑوں کو اس کے جسم کے ایک ایک انچ میں موجود ہونا ثابت ہوا ہے اسکے خصائص میں سے ہے کہ وہ جو ما نجاست اور گندگی کو پسند کرتا ہے۔ کچھ اور نا پاک

میں بود و باش رکھتا ہے۔ غیرت کا یہ حال ہے کہ اور جانور تو اپنی مادہ کے نزدیک تک اپنے جیسی جنس نر کو آنے نہیں دیتے اسکا یہ حال ہے کہ خیال تک ندارد۔ گویا اس میں غیرت ہی نہیں چونکہ مطابق قاعدہ عام جو چیز انسان کھائیگا وہ اُس کے جسم کا جزو بنجاویگا۔ اور اُس کی خصوصیات کا اثر اسکے جسم و جان پر پڑیگا۔ تو جب خنزیر کو کھایا تو کل خصوصیات خنزیر کا محل بنیگا۔ اسلئے شارع علیہ السلام نے انسان کی نظر میں نہ صرف اُسکو حرام قرار دیکر ہی قابل نفرت بنا دیا۔ بلکہ اس کی نفرت کو ڈبل بتانے کی غرض سے اسکو نجس بھی قرار دیدیا۔ یہانتک کہ اس کے بال۔ ہڈیاں۔ دانت۔ کھال۔ سنیگ۔ غرضکہ اس کی ذرہ ذرہ چیز کو اور اُس چیز سے فائدہ اٹھانے کو قطعی حرام کر دیا۔ اللھم صل علی محمد م

باقی رہا انسان۔ سو اس چیز کو خنزیر کے چمڑے کی طرح ہی ایسا حرام کر دیا۔ کہ دباغت سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ اُس کی تعظیم و تکریم ہے۔ کیونکہ قدرتی طور پر ہمجنس چیزوں میں آپسمیں ایک دوسرے کی محبت اور عزت ہوتی ہے۔ اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کا صدمہ اور سوز۔ واللہ اعلم

جوتا وغیرہ - جب کوئی شخص اپنی جوتی کے ساتھ پلیدی پر سے گذرے تو اس کے لئے آلہ طہارت مٹی ہے۔ جوتا ہو۔ موزہ ہو۔ تلوار ہو یا کوئی سخت چیز ہو جنکی طہارت آسانی کے ساتھ بلا نقصان مٹی کے ساتھ ہو سکتی ہے تو مٹی ہی اُن کے لئے آلہ طہارت ہے۔ مٹی کا کام ہی ہے کہ وہ رطوبت کو جذب کر لیتی ہے اور ہر شئی متنجس جلدی خشک ہو جاتی ہے۔ بہرحال طہارت اُسوقت حاصل ہوگی جب کوئی اثر تک شئی متنجس میں نہ رہیگا جب تک کچھ اثر بھی باقی ہے تب تک ظاہر ہے کہ وہ نجاست بھی کچھ نہ کچھ باقی ہے۔ پس جب تک نجاست باقی ہے تب تک کوئی طہارت نہیں ہے۔

قال قال رسول اللہ صلعم
اذا وطئ احدکم بنعلہ الاذی
فان التراب لہ طہور اخرجہ
ابو داؤد وغیرہ (الروضۃ الندیہ)

طہارت صغریٰ یا وضو

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نجاست حکمی کی دونوں نوعوں کے مقابلہ میں دو ہی طہارتیں ہیں

حدث اصغر کے مقابلہ میں طہارت صغریٰ اور حدث اکبر کے مقابلہ میں طہارت کبریٰ (دیکھو ص)
سو اب ہم ان طہارتوں کی کیفیت اور ان کے موجبات الگ الگ عنوان کے نام سے لکھتے ہیں۔ مگر
قبل اس کے کہ ہم ان پر کچھ ریمارک کریں اس بات کا لکھنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا لفظ
کسی انسان پر اُسی وقت صادق آتا ہے جب وہ صدق دل سے اللہ کے کلام اور اس کے رسول صلعم
کے کلام کو قبول کر کے عمل کرتا ہے اسوقت ہم کلام کو زیادہ طویل نہیں کرتے مگر اس بات کے کہنے سے رک
بھی نہیں سکتے کہ کتاب اللہ بلحاظ کوائف اعمال صالح صرف انڈکس ہے یا ایک ڈائرکٹری کہ کسی
عمل صالح کی پوری پوری کیفیت یا کسی عمل صالح کے ٹھیک ٹھیک طریق معلوم کرنے کا محل محض سنت
نبوی ہے اور بس قرآن مجید میں بار بار آتا ہے ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ یعنی کتاب اور حکمت کی تعلیم
کرتا ہے۔ کتاب تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں مگر وہ حکمت کہاں ہے جس کی تعلیم رسول اللہ
صلعم نے کی۔ اس حکمت کا پتہ نہ لگے گا پر نہ لگے گا۔ مگر ان لوگوں کو جو بات بات میں نبی کے طریق کے
طالب ہیں جو لوگ قانونی اصطلاح سے واقف ہیں وہ یوں سمجھیں کہ جس طرح تعزیرات ہند کے جرائم
کی تحقیقات کے لئے ضابطہ فوجداری ہے اسی طرح عبادت و معاملات کے کوائف و ضوابط و طرق دیکھنے
کے لئے سنت نبوی کی سخت ضرورت ہے۔

اس دین کا یہ ایک بڑا بھاری اور ایسا بے نظیر اور لاثانی معجزہ ہے کہ خود مخالفین کو ماننا پڑتا ہے
کہ رسول مقبول صلعم کی عملی زندگی کے تمام جزوی اور کلی حالات قلمبند ہیں اور حالات بھی ایسے کہ صحیح
صحیح۔ بالکل قابل وثوق۔ اس قسم کی زندگی نہ کبھی کسی نے کسی کی لکھی ہے اور نہ لکھی جاوے گی اور نہ کوئی
لکھے جانے کے قابل ہے خیر اور باتیں تو سب جانے دو اور انبیائے سابقین علی نبینا وعلیہم
الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ زندگی لاؤ بتاؤ کہاں ہے یہی وجہ ہے کہ بار بار قرآن کریم ہم کو ارشاد
فرماتا ہے کہ ہم محمد الرسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلیں کیونکہ قرآن کریم کے اگر عملی تصویر کھینچی جائے
تو وہ بلا فرق سر سو ذات بابرکات افسر کائنات صلوات اللہ علیہ والتسلیمات ہی ثابت
ہوگی۔ اور بس قرآن مجید میں ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلعم میں یعنی مسلمانوں تمہارے لئے اور
خاص کر ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ من
کان یرجو اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیرا ۝ (احزاب ع)

Marfat.com

اور کثرت سے یاد الٰہی کیا کرتے تھے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا غرضکہ جو کچھ رسول اللہ صلعم نے خود کیا یا کرنے کا ارشاد فرمایا یا آپکے سامنے ہوا اور آپنے پسند کیا یا سکوت فرمایا وہ سب کا سب وحی یوحیٰ ہی ہے۔ بس چنانچہ قرآن کریم اس کی شہادت دیتا ہے ایک جگہ یوں ناطق ہے فاذا قرأنہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ یعنی جب ہم قرآن کریم پڑھیں تو تو ساتھ ساتھ پڑھتا جا اس کے بعد ہمارا ذمہ ہے کہ ہم خود اس کی تشریح و تفسیر تجھے بتا دینگے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وما ینطق عن الھوے ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ یعنی یہ ہمارا رسول جو کچھ بولتا لوگوں کو دین سکھاتا ہے وہ اپنے ہوائے نفس سے نہیں بولتا یہ تو وہی بولتا ہے جو اس کو اس کے پروردگار کی طرف سے بذریعہ وحی حکم پہنچتا ہے۔ وقال تعالےٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو دیویں وہ لیلو اور جس سے تم کو روکیں اس سے ہٹ جاؤ۔ وقال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جو کوئی رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کر چکا۔ اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں۔ اب ارشاد نبوی صلعم سنو اللہ کہو۔ آنجناب صلعم ارشاد فرماتے ہیں میں کوئی ایسا مسلمان نہ دیکھنے پاؤں جو اپنی آرام گاہ

لا اُلفِیَنَّ احدکم متکئًا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ (مشکوٰۃ)۔

مثلاً تخت یا چارپائی یا کوئی اور فرش فروش پر ڈھنا لگائے ہو اور اس کو میرے حکموں میں سے کسی حکم کے کرنے یا جس سے ہٹنے کا کوئی حکم پہونچے اور وہ جواب میں کہے ہمیں تو کچھ پتہ نہیں جو کچھ کتاب اللہ میں پایا اسپر عمل کر لیا۔

دیکھتے نہیں ہو کہ قرآن کریم میں کوئی کیفیت اقامۃ صلوٰۃ یا ایتاء زکوٰۃ یا ادائے مناسک حج یا صیام رمضان کی نہیں ہے۔ مگر اس وحی میں تو موجود ہے جو علاوہ قرآن کریم کے رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی اور جس کا نام وحی غیر متلو ہے۔ پس یہ سارے کوائف بھی وحی الٰہی سے ہیں اور بس۔ اب ہم کچھ مسائل متعلق وضو اور اس کی کیفیت لکھتے ہیں۔

شارع علیہ السلام نے کئی کئی طرح پر وضو کی بزرگی بیان فرمائی ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ٹھیک ٹھیک وضو آدھا ایمان ہوتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس نے نہایت عمدگی کے ساتھ

اسباغ الوضوء شطر الایمان (ابن ماجہ)

فصل الوضوء

من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره۔ متفق علیہ (مشکوۃ)

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم اذا توضاء العبد المسلم او المؤمن فغسل وجہہ خرج من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتہا یداہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرج کل خطیئۃ مشتہا رجلاہ مع الماء او مع اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب (رواہ مسلم مشکوۃ)

وضو کیا اس کے بدن سے اس کے گناہ نکل جاتے ہیں یہانتک کہ اس کے ناخنوں تلے سے بھی۔

دیگر کہ جسوقت کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے تو جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے کل گناہ جو اس نے آنکھوں سے دیکھ کر کئے ہیں پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہی اس کے چہرے میں سے نکل جاتے ہیں جسوقت اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں سے کل گناہ جو اس نے کئے ہوں پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے کل گناہ جو اس کے پاؤں نے چل چل کر کئے ہیں پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہانتک کہ کل گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکل پڑتا ہے۔

کیوں نہو نظافت کچھ ایسی چیز ہے کہ روح پر اثر کرتی ہے۔ کئی بہیمی اوصاف اور دنسی صفات نکل جاتی ہیں اور ان کی بجائے ملکی صفات اور نورانی اوصاف پیدا ہو جاتی ہیں

دیگر میری امت قیامت کے دن بلائی جاویگی تو وضو کے نشانوں کے سبب سے ان کے چہرے ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے سو جس کو منظور ہو کہ اپنے ان اعضا کی روشنی کو اور لمبا کرے تو بیشک کرے جن جگہوں پر پانی پہنچانا ارشاد الٰہی کے موافق فرض ہے ان جگہوں سے زیادہ پر پانی ڈال لیا کرے۔ نیت یہاں بھی عرہ ہو اور بالتبع اس صفائی سے جو وضو سے حاصل ہوتی ہے اور زیادہ صفائی اور نظافت حاصل ہو جاویگی۔

ان امتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ (بلوغ المرام)

دیگر یہ کام ہی پکے مومن کا ہے کہ کوئی سی تکلیف کیوں نہو گرمی ہو۔ سردی ہو بشرطیکہ وہ اس آیہ دانی ہدایہ کے حکم سے مستثنے نہو۔ وہ

لا یحافظ علی الوضوء الا مومن (ابن ماجہ)

Marfat.com

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا

وضو نہیں چھوڑتا یعنی ہمیشہ نماز پر قائم اور محافظ وہی ہوتا ہے جو مومن ہوتا ہے دوسرے کو اس غرض ہی کیا ہے **دیگر** نماز کی چابی وضو ہے۔

مفتاح الصلوٰۃ الطہور (ترمذی)

مگر یہہ فضیلت اُس وضو کی ہے جس کے لئے نیت درست ہو کیونکہ ہر ایک عمل میں نیت ضروری ہے نیت کا تعلق دل سے ہے اور وہ یہہ ہے کہ

انما الاعمال بالنیات (بخاری)

یہہ کام مثلاً وضو ہی سہی محض رضائے ربی کے لئے کرنے لگا ہوں کسی اور غرض کا خیال دل میں نہیں ہے۔ اس کے واسطے کوئی فارمولری کوئی خاص قاعدہ یا عبارت نبی صلعم سے مروی نہیں ہے دل میں قصد کر لینا ضروری ہے۔

یا ایہا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ط وان کنتم جنباً فاطہروا وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النسآء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ط ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ○ (المائدہ رکوع ۱)

مسلمانوں! جب نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے مونہہ ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھو لیا کرو۔ اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو غسل کر کے، اچھی طرح پاک وصاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو صاف ستھری مٹی لیکر اس سے (تیمم یعنی اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف اور ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور نیز یہہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم اس کا شکر کرو۔

اگر کوئی شخص غور کر کے دیکھے تو اسکو معلوم ہو جاویگا کہ اس آیت میں کتاب الطہارت کے تمام مسائل درج ہیں نجاست حسی ہو اُس کی تطہیر ہو نجاست حکمی ہو اور اسکی دونوں طہارتیں یعنے صغریٰ اور کبریٰ اوران کے موجبات

Marfat.com

بعدش ان دونوں طہارتوں کے قائمقام اور اس کے آلہ طہارت یعنی تیمم اور صعید طیب سب کچھ موجود ہے
اس آیت کے روئے سے ہم کو اول تو مونہہ۔ پھر کہنیوں تک ہاتھ۔ پھر ٹخنوں سمیت تک پاؤں دھونے
کا حکم ہے۔ یہہ ترتیب اُس خالق نے پہلے ہی سے ہماری خلقت میں رکھدی ہے اور اسی کے مطابق
کل دنیا میں عملدرآمد بھی ہوتا ہے مثلاً جب ہم ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو سب سے پہلے جس
حصہ بدن پر ہماری نگاہ پڑتی ہے وہ چہرہ ہی ہوتا ہے اس کے بعد ہاتھ پھر اس کے بعد پاؤں۔
اول چہرہ کا حکم ہے کیونکہ اطراف البدن میں سب سے اشرف حصہ یہی ہوتا ہے سر اور سر کے اندرونی
کمالات۔ آنکھیں۔ کان۔ ناک۔ دہن۔ زبان۔ غرض کہ انسانیت کے کمالات کا مجمع یہی حصہ ہے
چہرہ کے قیام پر دیگر اطراف یعنی ہاتھ پاؤں کا قیام موقوف ہے۔ ان کے قیام پر اسکا قیام موقوف نہیں
ہے خلاصہ یہہ ہے کہ انسان کی زندگی کا قیام اسی قیام پر منحصر ہے اگر ہاتھ کٹ جاوے یا پاؤں کٹ
جاوے تو کٹ جاوے انسان زندہ رہ سکتا ہے اور چہرہ کا کوئی نقصان نہیں ہے مگر اس کے
کٹنے پر موت موجود ہے چہرہ ہمیشہ سرفراز اور پاؤں ہمیشہ سرنگوں رہتے ہیں یہہ قدرتی باتیں ہیں۔ یہاں
چون وچرا کو کچھ دخل نہیں۔ انسان کا جمال اور ہیبت وجلال صرف اس چہرہ کے سبب سے ہے۔ یہہ
چہرہ ایسا عزیز ہے۔ کہ ملک کے معزز لوگوں یعنی رؤسا امراء کو وجوہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ہمارے ملک میں
بھی امراء رؤساء کو ٹکھ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غرض یہہ کہ خالق حکیم وعلیم نے اسی طرف بدن کو
اشرف پیدا کیا ہے کیا بلحاظ ترتیب اعضاء انسانی اور کیا بلحاظ قدر ومنزلت۔ پس جب یہی طرف
اول ثابت ہوئی تو قدرتی طور پر ہاتھ دوسرے درجہ پر پہلے ہی سے ہے اور پاؤں تیسرے درجہ پر پس
جس حکیم نے یہہ اعضا پیدا کئے ہیں اسی نے اپنی اس حکمت کے اظہار کے لئے ہم کو حکم دیا کہ اول مونہہ
دھوؤ بعدش ہاتھ بعدش پاؤں یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمان جب پرلے درجہ کی عاجزی اور بیکسی اللہ
کے سامنے ظاہر کرتے ہیں تو اُس اشرف الاعضا کو خاک پر رکھدیتے ہیں اور پھر اسی کی طفیل اسی
کے ساتھ ہی باقی اطراف البدن کو بھی زمین پر رکھ دیتے ہیں (دیکھو ہیئت سجدہ ص)

پس وضو کے لئے ایک چہرہ ہے دو ہاتھ ہیں۔ اور دو پاؤں۔ یعنی کل پانچ اعضاء ہیں۔
اب ہم نے دیکھنا یہہ ہے کہ جس ذات بابرکات پر یہہ قرآن نازل ہوا تھا صلعم انہوں نے اس
ترتیب کو کس طرح سمجھا اور ان اعضائے خمسہ کو کس طرح دھویا۔ سو اس کی کیفیت جو ہم تک نسلاً بعد

Marfat.com

نسل نہ صرف سینہ بسینہ بلکہ منقولاً و مکتوباً بدفتین پہونچی ہے ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا۔ بسم اللہ برکت کے لئے بڑا جامع کلمہ ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا کل امر ذی بال لم یبدء باسم اللہ فھو ابتر۔ جہانتک ہو سکے اس برکت والی کلام کو یاد کر کے پڑھنا چاہئے بلکہ ایک حدیث سے ایسا ڈر معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت وضو میں بسم اللہ نہ پڑھی جاوے وہ وضو ہی نہیں اور جو شخص ایسی وضو کے ساتھ نماز پڑھے وہ نماز ہی نہیں مومنین کو بسم اللہ جیسی چیز کسی کام میں بھی بھولنا نہیں چاہئے (۲) چہ جائیکہ وضو میں دونوں ہاتھوں کو پہونچو تک دھونا کیونکہ ہاتھوں کا اتنا حصہ ہی تو ہوتا ہے جس سے باقی تمام اعضا دھوئے جاتے ہیں اگر یہی صاف نہوں تو اور اعضا کو کیا صاف کرینگے۔ زیادہ نظافت اس میں ہے کہ ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا جاوے ایکدفعہ دھونا بھی کافی ہے کیونکہ یہہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس کے بعد (۳) مسواک کرنا یعنے دانتوں پر سے میل اتارنا۔ اور اُس بدبو کو جو دانتوں پر اُن کو صاف نہ رکھنے کے سبب سے لگ جاتی ہے اور جو اس قابل بھی رہنے نہیں دیتی کہ مُونہہ کھولکر کسی سے بات کیجاوے اور جس بدبو کے باعث رحمت کے فرشتے پاس سے بھاگ جاتے ہیں اور شیاطین نجس گرداگرد جمع ہو جاتے ہیں دور کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے اگر اندیشہ نہوتا کہ مسواک سے میری امت کو بہت تکلیف ہوگی۔ تو میں یہی حکم کرتا کہ ہر وضو کے وقت مسواک کی جاوے۔ اس حدیث سے صاف عیان ہے کہ مسواک حقیقت میں بڑے فائدہ کی چیز ہے اور رسول اللہ نے اسکو وضو کی طرح فرض نہیں فرمایا۔ صرف اسی خاطر کہ لوگوں کو تنگی نہو دوسری جگہ ترغیب فرماتے ہیں کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑہی جاوے وہ اُس نماز سے جو بے مسواک پڑہی جاوے ستر گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ نیت کی درستگی یہاں بھی ضروری ہے جس طرح نیت خالص تمام وضو کے لئے تھی اسی طرح اس مسواک کے لئے کرنا چاہئے اگر مسواک اس غرض سے کرنی ہو کہ دانت چٹے نکل آویں تو وہ تو نکل ہی آوینگے۔ لیکن وہ اجر نہیں ملیگا جو اسکو سنت سمجھ کر کرنے میں ملتا۔ مسواک کرو تو سنت سمجھ کر کرو۔

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء (بلوغ المرام)

تفضل الصلوۃ التی یستاک لھا علی الصلوۃ التی لا یستاک لھا سبعین ضعفاً (مشکوۃ)

وضو کے ساتھ جو مسواک کی جاوے اس میں بہت سے فوائد ہیں (۱) مداومت یہانتک کہ دنیا

کم سے کم پانچ بار (۲) صفائی دنداں ہر وقت کیونکہ اگر رات بھر کی میل کچیل دانتوں پر جمی ہوتی ہے تو صبح کی نماز سے پہلے دور کیجاتی ہے۔ پھر پیشین کی نماز سے پہلے پہلے وہ میل اتار لی جاتی ہے۔ جو صبح کی نماز کے پہلے دانتوں پر جم جاتی ہے اسی طرح عصر کے پہلے پہلے اسی طرح مغرب کے پہلے پہلے اور اسی طرح نماز خفتن یعنے سونے سے پہلے پہلے۔ غرضکہ پورے چوبیس گھنٹے دانت صاف رہتے ہیں۔ بو جاتی رہتی ہے ملائکہ سے مشابہت اور صحبت رہتی ہے شیاطین سے دوری (۳) وقت بہت تھوڑا خرچ ہوتا ہے اس کے لئے کوئی خاص وقت معین نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مسواک کے لئے ہم کوئی وقت خاص نکالتے ہی نہیں۔ وضو کی طفیل یہہ بھی ہو جاتی ہے وقت کتنا لگتا ہے صرف چند منٹ (۴) مونہہ کی بیماری قلاع جاتی رہتی ہے (۵) آواز صاف اور مصفا ہو جاتی ہے (۶) مونہہ کی ہوا خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد (۴) کلی اور غرغرہ کرے زیادہ نظافت تین بار پانی ڈالنے میں ہے ایک بار ڈالنا بھی کافی ہے۔ یہہ حال تو اندرون دہن کا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مونہہ کے اندر کسی قسم کی الایش یا گندگی رہ سکتی ہے کوئی بھی نہیں۔ دانت یوں چمکنے لگتے ہیں جیسے موتی۔ بدبو اور میل نام تک نہیں رہتی اسکے بعد (۵) ناک صاف کیجاوے اگر کوئی الایش وغیرہ ہو تو بائیں ہاتھ سے خوب صاف کرے اور تین بار پانی ڈال کر خوب دھووے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبت ہے کہ آپ ایک ساتھ دونو مونہہ اور ناک میں پانی ڈالا کرتے تھے۔ جب اندرون دہن و اندرون بینی اس طرح صاف ہو جاویں۔ تو اب (۶) باقی چہرہ کو دھویا جاوے وہ اس طرح کہ ایک طرف سے تو سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی تک اور دوسری طرف سے دونوں کانوں کی کنپٹیوں تک سارے چہرے کو خوب دھویا جاوے آنکھوں میں اگر کوئی میل وغیرہ ہو تو اُسے صاف کرو۔ کوؤں کو دھوؤ۔ تین دفعہ پانی ڈالو گے تو اور زیادہ نظافت ہوگی ایک بار بھی کافی ہے (۷) ڈاڑھی ہو تو خلال کر لو۔ پس چہرہ کے دھونے کا جو حکم تھا اُس کی کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر اسوقت تک جو ہمارے پاس بسند متواتر پہونچی ہے یہی ہے گویا مونہہ دھونے کی یہہ تفسیر ہے (۸) اس کے بعد کہنیوں تک ہاتھ دھونیکا حکم ہے۔ پہلے داہنے ہاتھ کو کہنی تک دھویا جاوے اور اس کے بعد تین دفعہ یا ایک دفعہ ہی سہی پانی پھرایا جاوے پھر (۹) بائیں ہاتھ کو کہنی تک دھویا جاوے اور تین دفعہ یا ایک دفعہ جیسے پہلے کیا تھا پانی پھرایا جاوے اول وضو میں ہاتھوں کو صرف پہونچوں تک دھویا تھا اور وہ صرف اس لئے کہ ان سے

باقی تمام اعضا کو دھونا ہوتا ہے اب اُن کو کہنیوں تک دھویا جاتا ہے کہنیوں کی حد ایک حد محسوس ہے۔ ہتھیلیوں سے لیکر کہنیوں تک ایک عضو تام بنتا ہے۔ دھونے میں کوئی تنگی معلوم نہیں ہوتی بلکہ بڑی آسانی کے ساتھ پانی اِدھر سے اُدھر پھر جاتا ہے اور حقیقت میں بادی النظر میں صرف اتنے حصہ کا ہی اثر محسوس ہوتا ہے ہاں اگر اطالۃ الغرہ منظور ہو تو ہاتھ کی مرضی۔ یہ ہی تفسیر کہنیوں تک ہاتھ دھونے کی اِس کے بعد (۱۰) مسح سر ہے یہہ حکم نہیں دیا کہ جس طرح ہاتھ اور مُونہہ کو دھویا ہے اسی طرح سر کو بھی دھوؤ۔ بالوں کو آراستہ و پیراستہ کرو۔ کیونکہ اس میں بڑی تکلیف ہے۔ سر دھونے کی تکلیف طہارت صغرے میں نہیں دی البتہ طہارت کبرے میں یہہ تکلیف روا رکھی ہے۔ دیکھو مضمون غسل جنابت ص۔ **کیفیت** یہہ ہے کہ ہاتھوں کو پانی لگا کر سر پر پھیرو اگر ننگا ہے۔ اور سر پر عمامہ یا کوئی چیز قایم مقام عمامہ ہے تو کچھ حصہ سر اور باقی تمام پگڑی وغیرہ پر مسح درست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی۔ کہ مسح کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ کی طرف سے پچھلے حصہ کی طرف پھیرتے پھیرتے لیجاتے اور پھر اسی طرح انہیں ہاتھوں کو وہیں تک واپس لاتے جہاں سے شروع کیا تھا۔ ہر وضو میں بالوں کو دھونے سے بیماری پیدا ہوتی ہے اس لئے دھونے سے معاف فرمایا مسح کے سبب سے کچھ تکلیف ہوتی ہی نہیں گویا یہ مسح قایم مقام دھونے کے ہے۔ سر کے حصوں میں سے کان باقی رہ گئے ہیں (۱۱) اُن کا بھی مسح ہی ہوتا ہے وہ اس طرح پر کہ داہنے ہاتھ کے سبابہ یعنی شہادت کی انگلی کو داہنے کان میں اور بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو بائیں کان میں ڈال کر اندرون گوش اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے داہنے کان کا پیچھا اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھہ سے بائیں کان کا پیچھا صاف کرو۔ یہہ مسح گویا کانوں کی سفائی چلانے کے لئے نیل ہے۔ اس کے بعد (۱۲) ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے پہلے داہنے پاؤں کو۔ پھر بائیں کو خواہ ایک بار خواہ تین بار (۱۳) انگلیوں میں خلال کر لینا چاہئے۔ تاکہ کوئی جگہ خالی نہ رہجاوے (۱۴) ان کے دھونے کی بھی وہی حد مقرر کی جو قدرۃً پہلے ہی سے مقرر ہے یعنی ٹخنے۔ اور یہی مقدار بادی الرای میں انسان پر محسوس الاثر ہوتی ہے اور عضو تام بھی یہیں تک ہے۔ اگر موزے وغیرہ پہنے ہوں تو اُنپر صرف مسح کر لینا کافی ہے (دیکھو ص۷۵)

یہہ ہے وہ وضو جسکی تعلیم تیرہ سو سال گذرے گئے کہ امین آسمانی نے امین زمینی کو کی۔

Marfat.com

اور جو اب تک نسلاً بعد نسل نہ صرف سینہ بسینہ بلکہ محفوظ و ماموں بدفتین ہم تک پہنچی ہے۔

ہاں یہہ وضو جسکا شروع بسم اللہ سے ہوا تھا اُسکا خاتمہ بھی اُسی شہادت اور دعا سے کرنا چاہئے جو بروایت عمر رض سے مروی ہے جسکی تعریف میں رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ وضو کے بعد جو مومن یہہ دعا پڑھے گا جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھلجاوینگے جس دروازہ میں سے چاہے گا جنت میں جا داخل ہوگا۔ اور وہ یہہ ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ[1]۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[2] سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ[3]

دیگر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ۔ (سفر السعادۃ)

(ترجمہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ بن کوئی بھی لائق عبادت کے نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے میں یہہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُسکا بندہ ہے اور اسکا رسول ہے۔ الٰہی! مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو بات بات میں تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور جو ذری ذری بات میں جسمانی ہو یا روحانی پاک اور ستھرے رہتے ہیں میں تیری تسبیح و تحمید ایک ساتھ کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ تجھ بن کوئی بھی لائق دیگر الٰہی میرے گناہ معاف کر میرے گھر میں مجھے کشایش دے اور میری روزی میں مجھے برکت دے۔

چند ایک نتائج جو اس وضو سے نکلتے ہیں

(۱) اُن جگہوں کو جہاں پانی نہیں پہونچ سکتا مگر بمشقت احتیاط کے ساتھ دھونا چنانچہ (ا) اندرون دہن و اندرون بینی۔ ان کے لئے صرف مضمضہ یعنی کلی وغیرہ کرنا ہے۔ اور استنشاق یعنی ناک کو اُس میں پانی ڈال کر جھاڑنا۔ (ب) ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں اور داڑھی ان کے لئے خلال مقرر ہے (ج) جسکے انگوٹھی ہو یا ہاتھوں پاؤں کا زیور ہو اس کے لئے تحریک یعنی اُس زیور کو ہلا لینا (۲)

[1] رسولہ تک مسلم میں ہے۔ [2] متطہرین تک ترمذی میں ہے [3] اخیر تک سنن نسائی میں ہے۔ (زاد المعاد)

* ابو موسیٰ اشعری رض فرماتے ہیں کہ میں نے یہہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے بعد کہتے سنا تھا

پرلے درجہ کی تنظیف یعنی ہر ایک عضو کو تین تین بار دھونا ہے اور اسی کی ذیل میں ہر اسباغ الوضو یعنے اطالۃ الغرۃ والتحجیل۔ (۳) پرلے درجہ کا انقاء یعنے ملنا اور سر اور کانوں کو مسح کرنا۔ اور وضو پر وضو کرنا۔ (۴) اسبات کا سبق کہ امور مہمہ داہنے عضوؤں سے شروع کئے جاویں مثلاً داہنا ہاتھ یا داہنا پاؤں۔ کیونکہ داہنے میں زیادہ قوت ہوتی ہے اور اسی کو تبرک سمجھا جاتا ہے خصوصاً محاسن وطیبات میں اور بائیں ہاتھ کو وہاں استعمال میں لاتے ہیں جہاں محاسن وطیبات نہ ہوں مثلاً وضو میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے نجاسات کو دور کرنا اسی طرح استنجا و استجمار میں اسی طرح کھانے پینے اور مصافحہ کرنے میں۔ (۵) یہہ کہ زبان کو دل کے موافق کرنا یعنے اسوقت کی دلی حالت کے موافق زبان سے مناسب کلمات کا نکالنا۔ بسم اللہ کا پڑھنا اول وضو میں کیسا عمدہ ہے اور یہہ بھی ایک ادب ہے آداب وضو میں سے۔ یہہ بھی وضو کے آداب میں ہے کہ جب کوئی سوتا اُٹھے تو اُٹھتے ہی برتنِ وضو میں ہاتھ نہ ڈال دے۔ اس کی علت رسول اللہ صلی اللہ یہہ فرماتے ہیں کہ اسے خبر تو ہے ہی نہیں کہ نیند میں کہاں کہاں اسکا ہاتھ پہونچا ہے شاید اُس کے ہاتھ میں اتنی دیر غافل رہنے کے سبب سے کوئی نجاست یا میل لگ گئی ہو کہ اگر وہ ہاتھ پانی میں ڈالا جاوے تو پانی کو کدر اور نجس ہو جاوے اس لئے آپ نے فرمایا کہ نیند سے اُٹھ کر ہاتھ تین دفعہ دھوئے پھر ہاتھ برتن میں ڈالے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثا فانه لا یدری این باتت یده ... (بلوغ المرام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جسوقت کوئی نیند سے اٹھے تو برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اُسے پتہ نہیں کہ اسکا ہاتھ کہاں کہاں پڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھولے۔

شہادت اور دعا ئیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں۔ وہ دونوں بھی آداب وضو میں سے ہیں اول نیت خالص پھر وضو درست۔ جیسا آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔ بعد اس یہہ ذکر حقیقت میں یہہ ایسی باتیں ہیں کہ صاحبان ذوق سے ان کی چاشنی پوچھنی چاہیئے۔ کلمات اول و آخر وضو۔ یعنی بسم اللہ اور شہادت اور دعا ایسی جامع توحید ہیں کہ جس نے ایک دفعہ بھی صدق دل سے یہ کلمات زبان سے پڑھے اور ان کے دقایق کو سمجھ گیا اپنا تو کامل یقین ہے کہ شرک کا دروازہ

اُس پر بند ہو جاتا ہے کیا حالت ہوتی ہے ان اصحاب ذوق کی جو دن میں پانچ پانچ بار یہ کلمات اپنے دل سے نکال کر زبان پر لاتے ہیں اور کیا حالت طاری ہوتی ہے ان اصحاب شوق کی جنکی رگ رگ بھر اس میں گندھ جاتی ہے۔ یہ کلمات نامہ صرف نماز کا پیش خیمہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے حق میں جو وضو کو ٹھیک طور پر نہیں کرتے۔ سخت سخت وعید فرمائی ہیں۔ کیونکہ جب پروردگار نے واجب کر دیا کہ عضوؤں کو دھوئیں تو اس سے یہ نہیں ہے کہ کسی عضو کو تو دھویا جاوے اور کسی کو سوکھا رکھا جاوے یہ تعمیل حکم نہیں بلکہ اتنہ آ استفادہ ایک حدیث میں یوں بھی وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز میں سورۃ الروم پڑھی اور پڑھنے پڑھنے کچھ التباس ہو گیا آپ جب فارغ ہوئے تو آپ نے اس التباس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور نماز میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ گویا ایسے شخص امام کے لئے بھی وبال ہی ہوتے ہیں۔ حدیث یہ ہے۔

عن شبیب ابن روح عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلعم ان رسول اللہ صلعم صلی صلوٰۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ فلما صلی قال مابال اقوام یصلون معنا لا یحسنون الطھور وانما یلبس علینا القرآن اولئک (رواہ النسائی (مشکوٰۃ)	حضرت شبیب بن روح بروایت کسی صحابی کے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ روم پڑھی اور پڑھتے پڑھتے کچھ التباس ہو گیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ نماز پڑھنے والے لوگوں کو کیا حال ہے کہ وہ اچھی طرح نہیں کرتے انہیں کے سبب یہ التباس پڑا ہے۔

المسح علی الخفین وغیرہما

خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں۔ جورب جراب یعنی سوتی یا اونی موزے کو کہتے ہیں خف یہ جراب پہنے جاتے ہیں پھر جو تا یعنی دونوں قسم کے موزے ہوتے ہیں پہنے جاتے ہیں یا نہیں

Marfat.com

ممالک میں ان کے پہننے کا دستور ہے۔ عرب جاہلیت میں بھی ایسا ہی دستور تھا حتی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی یہہ دستور جاری تھا خود رسول اللہ صلعم پہنتے تھے اصحاب رض پہنتے تھے۔ ولہذا ان کی نسبت مسائل پوچھا کرتے تھے۔ اسواسطے بڑی ضروری بات ہے کہ شریعت میں ان کے لئے بھی کچھ جگہ ہو۔ سو شارع علیہ السلام نے خود دونوں قسم کے موزوں پر مسح کیا۔ جن لوگوں نے اس کی بابت مسئلہ پوچھا ان کو اجازت دی۔ بعض حضرات نے اس وسعت کو محدود کرکے یہہ فرمادیا ہے کہ گو جراب پر مسح جائز ہے مگر وہ جراب خف کی طرح ایسی گاڑھی ہونی چاہئے کہ اس سے نیچے کا چمڑہ نظر نہ آسکے اور خف کی طرح ہی اپنے زور اور بل پر آپ پنڈلی کے ساتھ کھڑی رہ سکے مگر شریعت سمحہ سہلہ نے حقیقت میں خف اور جراب میں خواہ گاڑھی ہو خواہ پتلی کچھ فرق نہیں رکھا۔ کیونکہ جو علت جواز مسح خف میں ہے وہی جراب میں موجود ہے یعنی یہہ کہ دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت ڈھانپ لینا اور ہر وضو کے وقت اتارنے اور پھر پہننے کی تکلیف۔ بلکہ جراب میں ایک اور تکلیف بھی ہے جو خف میں نہیں ہے یعنی یہہ کہ اگر اس کو بار بار اتارا جاوے تو جلد پھٹ جاتی ہے اصل یہہ ہے کہ رفع تکلیف کی خاطر یہہ سہولت جائز رکھی گئی ہے۔ اور بس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ مخواہ صرف پاؤں دھونے کی تکلیف سے بچنے کے لئے خف یا جراب نہیں پہنا کرتے تھے بلکہ عادت مبارک یہہ تھی کہ جس حال میں آپ ہوتے اس حال کے مطابق کام چلا لیتے۔ اگر موزے یا جرابیں بحالت وضو پہنی ہوئی ہوتیں تو پھر وضو کرنیکے وقت خواہ مخواہ نہ اتارتے بلکہ مسح کرتے اور دوسروں کو خوب سمجھاتے اور اگر موزے جرابیں پہنی ہوئی نہ ہوتیں تو پھر پاؤں دھوتے (زاد المعاد میں ہے) ومسح علی الجوربین والنعلین یعنی آنحضرت صلعم نے جوتہ سمیت جرابوں پر مسح کیا اس کے بعد پھر آگے چلکر اسی کتاب میں یہہ عبارت ہے۔

ولم یکن یتکلف ضد حالۃ التی یتکلف علیہا قدماہ بل ان کانتا فی الخف مسح علیہما ولم ینزعہما وان کانتا مکشوفتین غسل القدمین ولم یلبس الخف ویمسح علیہ	یعنی جس حالت میں آپ کے قدم مبارک ہوتے اس کے الٹ آپ نہ کرتے اگر موزہ پہنا ہوتا تو مسح کر لیتے اور خواہ مخواہ نہ اتارتے۔ اور اگر موزہ نہ پہنا ہوتا تو پاؤں دھو لیتے اور خواہ مخواہ مسح کی خاطر موزے نہ پہنتے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا حضرت علیؓ حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔

Marfat.com

کیفیت مسح علے الخفین اول ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے سروں کو تر کرکے پاؤں کی انگلیوں پر رکھدینا پھر وہاں سے ان کو اس طرح پر کھینچکر اوپر کی طرف کو لے آنا کہ کل پاؤں پر خطوط سے پڑجاویں بس یہی مسح ہے۔ اس مسح کے کافی ہوجانے کے لئے کم از کم تین انگشت مقدار موزہ یا جراب پر مسح ہونا ضروری ہے۔ مگر حقیقت یہہ ہے کہ اس کیفیت اور کمیت کے لئے کوئی معتمد علیہ حدیث نہیں ہے اور جو ایک آدھ ہیں بھی وہ ضعیف ہیں جابر رض کی حدیث ذیل بھی ضعیف ہی ہے (سبل السلام) کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جو وضو کر اور موزے دھو رہا تھا گزرے آپ نے اپنے ہاتھ سے اسکو فرمایا گویا اسکو اس فعل سے ہٹایا اور فرمایا کہ مجھے تو مسح کرنیکا حکم ہے دھونیکا نہیں ہے رسول اللہ نے اس طرح اپنے ہاتھ سے سمجھایا کہ انگلیوں کے سروں سے لیکر پنڈلی کی جڑ تک اپنا ہاتھ کھینچکر لائے اور انگلیوں کے نشان ڈال دیئے۔

عن جابر رضي الله تعالے عنه قال مر رسول الله صلے الله عليه وسلم برجل يتوضأ ويغسل خفيه فقال بيده كانه دفعه انما امرت بالمسح وقال رسول الله صلعم بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق وخطط بالاصابع (ابن ماجه)

وضو کیا ہے؟ صرف اعضائے ظاہری کا دھونا ہے جیسے پہلے دیکھ چکے ہو اور وہ اعضائے ظاہری مونہہ۔ ہاتھ اور پاؤں ہیں مگر جب پاؤں اعضائے ظاہری میں سے نہ رہیں مثلاً موزے یا جرابیں پہنے ہوئے ہوں تو اسوقت پھر اعضائے ظاہری صرف مونہہ اور ہاتھ ہی رہ جاوینگے ایسے وقت میں پاؤں کے دھونے کی تکلیف نہیں دی گئی۔ مگر قاعدہ کی بات ہے کہ جسوقت کسی ضرورت کی وجہ سے کوئی مشکل اور شاق کام چھڑوا کر انسان کو سہل کام بتایا جاوے تو پھر وہ اسکو ایک سہارا سمجھ کر اصل مطلوب کو ہاتھ سے دینے لگ جاتا ہے لہذا شارع علیہ السلام نے ایک ایسی تجویز نکالی جس سے تکلیف و تنگی بھی دور ہوجاوے اور اصل مطلوب بھی ترک نہ ہو۔ اس تجویز میں تین باتیں ضروری ہیں۔ اول یہہ کہ پاؤں دھونے کی تکلیف صرف اسوقت معاف فرمائی کہ جب موزے یا جرابیں بحالت طہارت پہنی ہوں۔ دوم یہہ کہ کچھ مدت معین کردی سوم یہہ کہ ان پر مسح کیا جاوے سو پہلی بات میں یہہ اشارہ ہے کہ موزہ یا جراب پہننے والا ہر دم یہی دل میں ٹھانے رہے کہ اس کے پاؤں بھی اسکے دوسرے اعضائے ظاہری کی طرح جو ابھی دھوئے گئے ہیں دھلے دھلائے ہیں اور یہہ بات ظاہر ہے کیونکہ مستور رہنے کے سبب سے پاؤں گرد و غبار سے پاک ہوتے ہیں

Marfat.com

ولہذا دھوئے ہوئے پاؤں کا حکم رکھتے ہیں اور انہیں کی سی تاثیر اور انہیں کا سا عمل۔ دوسری بات کا ہونا بھی بڑا ضروری تھا کیونکہ اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوتی تو اکثر لوگ کبھی ہی پاؤں دہوتے ہم نے بچشم خود کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب موزے یا جرابیں اُن کے پاؤں سے اتریں تو نیچے سے ایسے بُرے گندے اور میلے پاؤں نکلے کہ دیکھ کر کلیجہ مونہہ کو آیا مدت کے تعین میں بھی اعتدال ضروری ہے کیونکہ افراط کے سبب سے اصل مطلوب یعنی دہونا گم ہو جاویگا اور تفریط کے سبب سے حرج اور تکلیف مالا یطاق ہو جاویگی سو شارع علیہ السلام نے مقیم کے لئے ایک دن رات مقرر فرمائی اور مسافر کے واسطے تین دن رات دونوں عدد طاق ہیں ولہذا مبارک ہیں اور دونوں قسم کے لوگوں کے لئے نہایت ہی مناسب اور موزون۔ مقیم کے آرام کے مقابلہ میں ایک دن رات اور مسافر کے سفر کی تکلیف کے مقابلہ میں تین دن رات مقرر کرنا کیسی عمدہ اور پُر حکمت تقسیم ہے؟

مدت کا شمار کہاں سی شمار ہوتا ہے۔

یہہ مدت اسوقت شمار ہوتی ہے جسوقت وضو جاتا رہی۔ اسوقت سی لیکر پھر اسی وقت تک کی مدت مقیم کے لئے ہے اسی طرح مسافر کے لئے تین دن رات شمار کر لو مثلاً ایک شخص نے صبح کا وضو کر کے موزے یا جرابیں پہن لی ہیں۔ پھر اُسکا وہی وضو بارہ بجے دن تک رہا۔ تو گویا اسکی میعاد اب اسوقت سے شروع ہو کر اگلے دن کے بارہ بجے تک ایک دن رات سمجھی جاویگی۔ اور مسافر کے تین دن رات اُسی وقت سے شروع ہو کر چوتھے دن کے بارہ بجے تک سمجھے جاوینگے۔ تیسری بات یعنے مسح کا کرنا بھی ضروری ہے۔ اسمیں اشارہ یہہ ہی کہ اصل مطلوب جو پاؤں کا دہونا ہے ہر وقت مرکوز خاطر رہے صرف پانی چھوا دینے سے پاؤں دہل نہیں سکتے۔ البتہ اتنا کام صرف دہونے کے مشابہ ہو جاتا ہے پس جسطرح یہہ فعل یعنے مسح حقیقت میں دھونا نہیں ہوتا صرف عارضی اور برائے نام ہوتا ہے۔ اسی طرح جواز مسح صرف عارضی اور کسی ضرورت کی وجہ سی قرار دیدیا گیا ہی حقیقت میں اصل صرف سارے پاؤں کا دہونا ہی ہی۔

متفرنجین[1] کی تقسیم کی غرض سے موزوں جرابوں جوتوں بوٹوں کے متعلق جو مسائل ہیں اُن کی کچھہ توضیح +

ہم نے بہت سی متفرنجین کو دیکھا کہ اگر گھر پر بیٹھے ہیں اور نماز کا وقت آ گیا ہے تو اٹھکر نماز پڑھ لی۔ اسوقت کی نماز کی وجہ صرف یہہ ہوتی ہے کہ ان کے پاؤں میں بوٹ اور

[1] جو لوگ یوروپین نہیں ہیں اور خواہ مخواہ ان کا لباس پہنکر فرنگی بن بیٹھتے ہیں ان کو متفرنجین کہتے ہیں۔

Marfat.com

جرابیں نہیں ہوتیں اور وہ لوگ جو گھر پر بھی پتلون ڈنٹے رہتے ہیں یوں نہیں پڑھ سکتے مگر بھی کئی ایک دیکھے ہیں کہ ان کی پتلونیں ایسی سخت اور چست نہیں ہوتیں کہ وہ سجدہ سے محروم رہ سکیں اور وہ پھر نماز پڑھ بھی لیتے ہیں۔ مگر خیر یہ تو ہوا جو ہوا جب یہ جنٹلمین موزے اور بوٹ پہنکر گھر سے باہر نکلتے ہیں تو پھر کہاں کی نماز اور کہاں کی صلوٰۃ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کان اذان سن رہے ہیں مگر بے فائدہ۔ دل میں معلوم نہیں کیا کیا خیالی پلاؤ پک رہے ہیں مگر نماز کی طرف خیال تک نہیں۔ آنکھیں ہر طرف دیکھ رہی ہیں مگر مسجد کا دروازہ نظر نہیں آتا۔ ایسا حال دیکھ کر دل تڑپ تڑپ جاتا ہے کہ الٰہی کیا یہی تو وہ لوگ نہیں ہیں جن کی نسبت تو نے ہم کو اس طرح پر آگاہ کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعینٌ لا یبصرون بھا ولھم اذانٌ لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغٰفلون ۝

(سورہ اعراف رکوع ۲۲)

ان کے دل تو ہیں (مگر) اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور اُن کے کان بھی ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہوئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (دین سے بالکل) بے خبر ہیں۔

ان کو کہو کہ بھائی نماز پڑھ لو تو جواب ملتا ہے کہ اب بوٹ کون اتارے جرابیں کون اتارے۔ غرضکہ سب سے زیادہ ابتلا صرف بوٹ اور جرابیں نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم کو صرف اس جماعت کیلئے اس حالت زار پر رحم آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اس طرف اس عاجز کے دل کو کھینچا ہے اور ان کی اس مصیبت ناک حالت کو دیکھ کر ان کی مدد کرنے کے لئے مستعد کر دیا ہے پس یہی وجہ ہے کہ ہم کو عنوان صدر کے متعلق فصل طور پر لکھنا پڑا اور ہم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ہمارے برادران متنفرین ان مسائل سے ضرور مستفید ہونگے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ماجور اور ہماری سعی عند اللہ ضرور مشکور ہوگی۔ بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر۔

سبحٰن اللہ کہ ہمارے ملک میں جتنے جوتے پہنے جاتے ہیں خواہ انگریزی ہیں خواہ دیسی ان میں کوڑا پہننے کی حماقت ملی ہوئی ہے۔ مگر ان ہی قسم کے ہیں

اوّل وہ جو کل پاؤں کو ٹخنوں سمیت ڈھانپ لیتے ہیں۔ جیسے انگریزی فل بوٹ۔

دوم۔ وہ جو ٹخنوں کو نہیں مگر پشت پا کو ضرور ڈھانپ لیتے ہیں جیسے انگریزی معمولی ہاف بوٹ۔

سوم وہ جو صرف پنجہ پا کو ڈھانپ سکتے ہیں اور بس جیسے انگریزی غرغابیاں اور ہماری دیسی جوتی۔

تقسیم بالا کے بعد اب ہم مسائل ذیل بہ ترتیب ذیل بیان کرتے ہیں۔ بفصلہ تعالےٰ۔

(۱) پاک جوتہ کے ساتھ نماز جائز ہے۔

(۲) خف اور جراب پر مسح جائز ہے۔

(۳) قسم اول کی جوتے یا بوٹ خف ہی ہیں۔

(۴) قسم دوم سوم کے بوٹ خف نہیں ہیں۔

(۵) قسم اول کے بوٹ کے ساتھ جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو ان کے ساتھ اگر نماز پڑھنا ہو تو نیچے کی جرابوں پر مسح ضروری نہیں۔

(۶) قسم سوم کے جوتے کے ساتھ اگر جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو جوتے سمیت جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے۔

(۷) قسم دوم کے بوٹ کے ساتھ اگر جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو بوٹ اُتار کر مسح کرے۔

(۱) مسئلہ اوّل کی نسبت ضرور اتنا کہنا کافی ہے کہ جوتہ بھی انسان کے دیگر لباس کی طرح اوس کے پاؤں کا لباس ہے۔ نماز کے لئے جس طرح طہارت جامہ شرط ہے اسی طرح اس لباس یعنے جوتے کی طہارت بھی شرط ہے۔ ابو سعید رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں آوے تو اپنا جوتہ دیکھ لیوے اس میں اگر کوئی پلیدی لگی ہو تو اُس کو پونچھ لیوے اور اس کے سمیت نماز پڑھ لیوے۔ اور صحیح بخاری میں باب الصلوٰۃ فی النعال میں ہے کہ ابو سلمہ سعید بن ازدی نے انس رض سے پوچھا اکان النبیؐ یصلی فی نعلیہ یعنی کیا نبی صلعم جوتے سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا نعم یعنی ہاں۔ یہہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رأی فی نعلیہ اذا او رقذرا فلیمسحہ ولیصل فیھما اخرجہ ابوداؤد وصححہ ابن خزیمۃ۔

عن المغيرة بن شعبة رض قال كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فتوضأ فاهويت لانزع خفيه فقال دعهما فاني ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما متفق عليه (بلوغ المرام)

عن للعارة بن شعبة رض قال توضأ النبي صلعم ومسح على الجوربين والنعلين - (رواه احمد والترمذي - وابو داؤد وابن ماجه) (مشكوة)

مسئلہ دوم حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلعم کے ہمراہ تھا آپ نے وضو کیا میں نے آپ کے موزے اتارنے چاہے آپ نے فرمایا مت کرو کیونکہ میں ان کو وضو کی حالت میں پہنا تھا غرض کہ آپ نے ان موزوں پر مسح کر لیا۔

اسی صحابی رض سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے وضو کیا اور جرابوں سمیت جوتے پر مسح کر لیا۔

مسئلہ سوم قسم اول کے جوتے اور بوٹ خف اور جراب ہی ہیں وجہ یہ ہے کہ جو علت خف اور جراب میں ہے وہی ان میں ہے اگر ایسا جوتا یا بوٹ پاک ہونویوں سمجھو کہ یہ خف ہی ہے ایسے جوتے یا بوٹ پر مسح کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے اور اگر اس میں کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کا ازالہ یہی ہے کہ مٹی پر رگڑ کر پاک کر لیا جیسا کہ مسائل طہارت میں بیان ہو چکا ہے۔

(ضروری نوٹ) ہمارے ملک کی مسجدیں پکی۔ فرش پختہ۔ علاوہ پختگی فرش کے اس پر چٹائیاں ہر اُن پر دریاں وغیرہ ہوتی ہیں ایسے بوٹ یا جوتے اگرچہ مٹی سے رگڑ کر پاک ہو جاتے ہیں مگر ہائیز اور با تہذیب آدمی شریعت کی اسقدر اجازت کو دیکھ کر دلیرانہ ادب بالائے طاق رکھ دیتا ہے جو مناسب نہیں۔

واثمهما اكبر من نفعهما یعنی انکا نقصان ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔

فبشر عباد الذين ٥ يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هدىهم الله واولئك هم اولوا الالباب ٥ (سورہ زمر رکوع ۲)

(اے پیغمبر ہمارے) ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو (ہماری) کلام کو کان لگا کر سنتے اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی تو وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے (نیک) ہدایت دی ہے اور یہی تو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

ایسے کام میں نقصان اور عیوب زیادہ ہیں مسجد نبوی کچی تھی۔ فرش بھی ویسا ہی تھا چھت بھی ایسی ہی تھی ایسی مسجد میں تھوک بھی اگر زمین پر گرے تو مٹی ڈال کر چھپ سکتی ہے وہاں جوتے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز کیا بعض حالتوں میں ضروری بھی ہو سکتا ہے۔ اسوسطے باتمیزوں اور باتہذیب لوگوں

کو سمجھا یا جاتا ہے کہ شریعت کی اجازتیں اگر اپنے اپنے محل پر برتی جاویں تو برتنے والا فقیہ اور حکیم سمجھا جاویگا خود یہہ اجازتیں شریعت کی مکمل اور حاوی اور جامع ہونے کی دلیل ہونگی اور اُن سے اُس شریعت کی قدر معلوم ہوگی اور اگر بے محل برتی جاویں تو برتنے والے کے حسن اسلام پر اور شریعت کے احسن اور جامع ہونے پر حرف آئیگا۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

(۴) مسئلہ چہارم۔ قسم دوم سوم کے جوتے اور بوٹ خف نہیں ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ اُن سے پاؤں ٹخنوں سمیت ڈھپ نہیں سکتا۔ پس اگر صرف ایسی جوتے یا بوٹ ہی پہنے ہوئے ہوں اور ان کے نیچے موزے یا جرابیں نہ ہوں تو ایسے جوتے اتار کر سارا پاؤں دھویا جاوے۔

(۵) مسئلہ پنجم مسئلہ سوم کے پڑھنے سے مسئلہ پنجم خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے یعنی یہہ کہ اگر اوپر کے بوٹ یا جوتے پر مسح کر کے نماز پڑھنی ہے تو پڑھ لیوے اور اگر ایسے جوتے یا بوٹ کو اتار کر پڑھنا ہے تو پھر نیچے موزے یا جرابیں جو کچھ ہوں ان پر مسح کرے اور پھر نماز پڑھے۔

(۶) مسئلہ ششم۔ مغیرہ بن شعبہ رضؓ والی حدیث مرقوم الصدر یعنی توضأ النبیؐ ومسح علی الجوربین والنعلین نے اور زیادہ سہولت دیدی ہے اور اُس فعل نبویؐ نے اس بشارت نبویؐ انما بعثتم میسرین ولا معسرین کی اور زیادہ توثیق کردی۔ یعنی اگر تم نے جوتا بھی پہنا ہوا ور نیچے جرابیں بھی پہنی ہوں اور تمہارا منشا ان پر مسح کرنے کا ہے تو یہہ ضروری نہیں ہے کہ تم خواہ مخواہ جوتا اتار کر ہی جرابوں پر مسح کرو۔ نہیں دونوں پر ایک ساتھ مسح کرلو کچھ جوتے کے پنجہ پر ہو جاویگا اور کچھ پشت پا پر کیونکہ ایسی صورت میں جرابیں اتنی ننگی تو ضرور ہی رہتی ہیں۔ کہ ان پر بقدر فرضیت مسح ہو سکتا ہے۔

(۷) مسئلہ ہفتم۔ قسم دوم کے بوٹ چونکہ نہ ادھر کے ہوتے ہیں اور نہ اُدھر کے یعنی خف یا جراب کے حکم میں وہ نہیں آسکتے کیونکہ ٹخنے اُن سے ننگے رہتے ہیں اور نہ ایسے جوتوں کے حکم میں ہو سکے ہیں کہ جن سے جرابیں یا موزے اتنے ننگے تو رہ سکیں کہ ان پر بقدر فرضیت مسح ہو سکتا ہو پس ایسے بوٹ اتار دیئے جاویں اور پھر جراب پر مسح کیا جاوے

یہہ مسائل ہمنے بحوالہ سند نبویؐ محض ٹال مٹول کرنے والوں کے واسطے لکھدیئے ہیں۔ پس اگر کوئی حنبلین ایمان کی پرواہ رکھتا ہے تو اب نہ کہے کہ کون بوٹ اتارے۔ کون جرابیں اتارے اور اگر وہ مہذب اور باتمیز بھی ہے تو حسب اقتضائے حالات مکان و فروش وغیرہ خود دل سے

Marfat.com

فتوے پوچھ کر کام کر سکتا ہے۔ اپنا تو اعتقاد یہی ہے کہ حسن اسلام ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا اب رہے وہ مسلمان صاحبان جو پتلون ڈانٹے رہتے ہیں اور اپنے اس فعل کی دلیل کے لئے ترکوں اور مصریوں کی نظیر پیش کرتے ہیں۔ ہم کو لفظ پتلون سے کچھ بحث نہیں اور نہ اس بات سے کچھ واسطہ ہے کہ یہہ صاحبان انگریزوں کے مقلد ہیں یا ترکوں یا مصریوں کے بلکہ ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ جو تمہاری مرضی ہو پہنو ہم کو اس سے بھی کچھ تعرض نہیں ہے کہ تم لوگ بالکل انگریزی ٹوپی پہن لو۔ کیا اس رومی۔ ایرانی یا ہندوستانی ٹوپی پہننے کے سبب یا یوں سہی کہ اس عمامہ کے پہننے کے سبب ہم مسلمان ہیں لباس کے پہننے پر اسلام موقوف نہیں ہے میں کہتا ہوں جو تمہاری مرضی ہے پہنو لیکن وہ لباس تو اس قسم کا ہونا چاہئے کہ اس کے سبب سے ہم سے عبادت الٰہی نہ چھوٹ جاوے ایسا لباس پڑے پہاڑ میں جس سے ہم سجدہ جو حقیقت میں انسان کی اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے نہ کر سکیں صاحبان اگر پتلون نماز کی مانع ہے تو پھر خواہ مصری نہیں خواہ ترک خواہ آپ جیسے ہندی۔ یہہ پتلون یقیناً جانور ہی لباس ہے جسکی تعریف پروردگار یوں فرماتا ہے۔

سرابیلھم من قطران وتغشیٰ وجوھھم النار ہ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت ان اللہ سریع الحساب (ابراہیم رکوع ۷)	تارکول کے اُن کے کرتے ہوں گے اور اُن کے مُونہہ کو آگ لگی ہوگی۔ (اور یہہ تمام سختیاں) اس غرض سے کی جائیں گی کہ خدا ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے۔ بیشک اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر بھی نہیں لگتی۔

یہہ کوئی پتلون کا خاصہ نہیں ہے بلکہ وہ جُبّے اور وہ عبائیں اور وہ شیخوں کے پیراہن اور وہ عمامے جس کے باعث ہم نماز پڑھنے سے رک جاتے ہیں سب کے سب وہی لباس ہیں جنکی صورت بدلکر جہنم میں سرابیل قطران ہو جاویگی۔ بوٹ ہوں یا موزہ ہوں۔ جوتے ہوں جرابیں ہوں یا موزے ہوں اگر یہی چیزیں ہماری نماز کی مانع ہیں تو پھر ایسی چیزوں کے رکھنے کا کیا فائدہ۔

نواقض الوضوء

شریعت نے جب نماز کے لئے طہارت کو فرض کیا اور کھول کھول کر بیان کر دیا کہ وضو کس طرح کیا

ف لمبی جرابیں جو گھٹنوں سے اوپر چڑھ جاتی ہیں ۱۲

جاتا ہی جیسے پیچھے مذکور ہی تو ضرور تھا کہ اُن چیزونکا بھی ذکر کرے جنکے سبب سے وضو جاتا رہتا ہے یا بعبارت دیگر جنکی وجہ سے وضو کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت میں یہہ طہارت بجائے خود ایک طاعت مستقل ہی اور نماز کے ساتھ موقت کرنے سی نماز کی بڑی بھاری تعظیم ہی جو شعائر اسلام میں سی بڑا اہم شعیرہ یعنی ایک نشان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس شخص کا وضو جاتا رہے اور وہ اسی حالت حدث میں نماز پڑھے تو اسکی وہ نماز خدا قبول نہیں کرتا اسی ابو ہریرہؓ راوی حدیث سے کسی شخص نے پوچھا کہ وضو جاتا رہنے سے آپ کا مطلب کیا ہے تو آپنے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں انسان کا پادنا یا اُس کی دبر سے ریح کا خارج ہونا۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ صلوۃ احدکم اذا احدث حتی یتوضاء صحیحین وغیرھما (الروضۃ الندیہ)

جب ریح کا یہہ حال ہی تو بول و براز وغیرہ جو سبلین سے نکلتے ہیں بطریق اولی موجبات وضو ہوئے کیونکہ ریح کی نسبت یہہ بہت ہی مغلظ ہوتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ صلوۃ الا بطھور الحدیث (ابن ماجہ)

عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے۔ کہ خدا تعالے بن وضو نماز منظور نہیں کرتا۔

عن علی رضی اللہ تعالے عنہ عن النبی صلعم قال مفتاح الصلوۃ الطھور

دیگر۔ حضرت علی کرم اللہ سے مروی ہے کہ نماز کی چابی وضو ہے۔ حقیقت میں بات یہی ہی کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب خداوند تعالی نے طہارت جیسی چیز کو جسکا پہلے بیان بتفصیل ہو چکا ہے ایک طاعۃ ٹھیرایا۔ اور اسکے لانے کے لئے حکم فرمایا اب جو اس حکم کو جسپر نماز موقوف ہی توڑیگا کب فلاح پا سکتا ہے۔ ذیل میں مفصل طور پر موجبات وضو بیان کیجاتی ہیں

(۱) جو چیز سبلین سے نکلے مثلاً بول براز و ریح۔ منی۔ مذی۔ خون حیض۔ و خون استحاضہ۔ خون نفاس بول و براز تو ایسے گندے اور ناپاک فضلے ہوتے ہیں کہ ہر ایک طبع سلیم کو اُن سے نفرت ہی۔ اور جبتک یہہ اجنبیان خارج نہیں ہو لیتے تب تک وہ سرور اور انشراح جو ان کے اختلاج سے پہلے موجود تھا حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نجاست کا ازالہ خواہ پانی ہی سے ہو خواہ مٹی کے ڈھیلوں وغیرہ سے تمام جہان میں ہوتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو پرلے درجہ کے صفائی کے خواہاں ہیں وہ صرف اس

Marfat.com

نجاست کے اتنے ازالہ پر بس نہیں کرتے۔ لیکن نماز چونکہ شعائر اسلام میں سے بڑا اہم شعیرہ یعنی ایک نشان اسلام ہے اسکی تعظیم کے لئے ہم کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے۔ کہ خرج الاخبثین کے بعد بوقت نماز نہ صرف اُس قاعدہ کو جو تمام جہان میں دائر ہے مرعی رکھو بلکہ سب سے پرلے درجہ کی نظافت حاصل کرو وہ وہی ہے جسے ہم طہارت صغریٰ یعنی وضو سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ حدث اصغر جیسی نجاست سے اعلیٰ درجہ کی طہارت صرف اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ریح کا بھی وہی حال ہے بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان نماز کی حالت میں اپنے معدہ میں خلجان پاتا ہے اور اس اشکال میں پڑ جاتا ہے کہ آیا ریح خارج ہو گئی ہے یا نہیں ایسے اشتباہ کی حالت میں نماز توڑ نہیں دینی چاہئے جب تک کہ یقین حاصل نہ ہوئے اور یقین حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ آواز سن لیجاوے یا بو معلوم کر لیجاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ تعمق اور تشدد سے رسول اللہ صلعم نے روکا ہے۔ مگر احتیاط ہر کام میں اولیٰ ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا وجد احدکم فی بطنه شیئا فاشکل علیه اخرج منه شیء ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا اخرجه مسلم (بلوغ المرام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ خلجان دیکھے اور اس پر مشکل بنجاوے کہ اس کے پیٹ سے ریح نکلی ہے یا نہیں تو وہ مسجد میں سے نہ نکل کھڑا ہو۔ تاوقتیکہ آواز سن لیوے یا بو معلوم کر لیوے۔ اگر یقین حاصل ہو جاوے تو نماز چھوڑ دے اور نیا وضو کر کے نماز شروع کر دیوے صرف وساوس اور توہمات پر اپنی نماز کو فاسد نہ کر دے۔ انہی وساوس کی تردید کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے حکمت آمیز کلمات فرمائے ہیں

عن ابن عباس رض قال قال رسول الله یاتی احدکم الشیطان فی الصلوة فینفخ فی مقعدته فیخیل انه احدث ولم یحدث فاذا وجد ذلك فلا ینصرف

نماز کی حالت میں تم میں سے کسی کے پاس شیطان آکر اس کی مقعد میں پھونک مارتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے حالانکہ وضو نہیں ٹوٹتا پس جب اس کی یہ حالت ہو تو وہ نماز نہ چھوڑ دے

حتی یسمع صوتا او یجد ریحا (بلوغ المرام)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالے عنہ مرفوعا اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک قد احدثت فلیقل انک قد کذبت (بلوغ المرام)

تاوقتیکہ آواز نہ سن لیوے یا بو معلوم نہ کرلیوے۔

ایک جگہ اور عجیب طرز سے بیان فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان آکر کہدے کہ تیرا وضو جاتا رہا ہے تو جواب میں کہدیوے کہ جا مردود شیطان تو جھوٹ بولتا ہے۔

خروج ریح کو ناقض الوضو قرار دینے سے یہہ کتنا بڑا فائدہ از خود حاصل ہوجاتا ہے کہ کھانے پینے کی زیادتی جو سوء ہضمی کا بڑا بھاری سبب ہے موقوف ہوجاتی اور آدمی تمام چیزوں سے پرہیز کرنی پڑتی ہے جو ریح کے پیدا کرنے والی ہیں ایک مسلمان جو نماز کا پابند ہے لہذا وضو کرنے والا ہے وہ ضرور ان تمام چیزوں میں جادہ اعتدال پر چلے گا۔ کیونکہ اس ریح کے سبب سے جس شخص کو دن میں کئی دفعہ وضو کرنا پڑا خواہ موسم گرما ہی کیوں نہ ہو وہ ضرور ان چیزوں کو چھوڑ دیگا جن کے سبب سے یہہ ریح پیدا ہوجاتی ہے حفظان صحت کے لئے یہہ ایک ایسا بڑا اصول ہے کہ لائق سے لائق ڈاکٹر اور طبیب خواہ کیسے ہی عمدہ نسخے بسیار خوار کے سوء ہضمی کو رفع کرنے کے لئے تجویز کریں وہ اس رسول کی مدامی اور یقینی فوائد کے جو عام و خاص کو بلا قیمت حاصل ہوتے رہتے ہیں پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ اور اگر بالفرض کسی ڈاکٹری کل کے سبب سے ایک متمول عیاش کا معدہ (اور وہ بھی تا بہ کے) خراب نہ ہوا تو نہ سہی باقی عامۃ الناس کے لئے کونسا نسخہ ہے؟ کوئی نہیں سوائے اس کے کہ سوء ہضمی کے اسباب کو برباد کیا جاوے! ورنہ وہ بجز وضو کے کوئی انسان ہٹا کر تو بتلاوے ہمارے اطبائے بے نماز خود مبتلا ہیں۔ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ غرض یہہ ہے کہ ریح بھی ناقض وضو ہے۔

صنی یعنی پانی کی وہ بوندیں جو شہوت کے سبب ٹپک کر نکل پڑتی ہیں۔ اس منی کا نکلنا اصل میں موجب الغسل ہے یہاں پر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ جو جو موجبات غسل ہیں وہ سب کے سب موجبات وضو بھی ہوتے ہیں۔ یہی حال ہے خون حیض و نفاس کا دیکھو مضمون موجبات غسل۔

مذی بھی حقیقت میں ایک قسم کی منی ہوتی ہے فرق یہہ ہوتا ہے منی شہوت جماع کے سبب سے نکل پڑتی ہے اور مذی جس شہوت کے سبب سے نکلتی ہے وہ شہوت جماع سے بہت کمتر ہوتی

ہے اس لئے شارع علیہ السلام نے منی کو موجب غسل قرار دیا اور مذی کو صرف موجب وضو کیونکہ اس میں تلویث نفس بہت ہوتی ہے اور اس میں بہت کم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن المذی فقال من المذی الوضوء ومن المنی الغسل (رواہ الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذی کی نسبت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مذی موجب وضو ہے اور منی موجب غسل ہے۔

خون استحاضہ کا بیان مضمون حیض میں دیکھیں

یہ بھی ناقض وضو ہے مستحاضہ کو چاہئے کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے اسے کسی غسل کی ضرورت نہیں ہے۔ خون استحاضہ کو ہر نماز کے لئے موجب غسل قرار دینا تشدد اور مشقت عظیمہ ہے جبکہ عورتوں کو ایسے سخت ریاضت کے کام بتائے جاتے ہیں تو قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے اور نکلنا چاہئے کہ استحاضہ تو درکنار ایک طرف وہ طہر میں بھی نماز پڑھنا چھوڑ دیتی ہیں۔

(۲) **نوم ثقیل** یعنی ایسی گاڑھی نیند کہ اس سے کچھ سدھ بدھ نہ رہے جبتک آنکھیں کھلی ہیں تب تک تو سب کچھ معلوم ہے کہ آیا ریح خارج ہوئی ہے یا نہیں جب آنکھیں بند ہوئیں تو یقین گیا نیند سے جب آدمی اٹھتا ہے تو یقین تو چونکہ قدرۃً اسے ہو نہیں سکتا لگتا ہے شک میں پڑنے اور کچھ حیلے بہانے سوچنے شارع علیہ السلام نے سرے سے اس قسم کی بنیاد کو ہی ڈھا دیا اور فرمایا کہ مخرج کے لئے

عن معاویۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما العینان وکاء السہ فاذا نامت العین استطلق الوکاء وقال ان الوضوء علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ (رواہ)

سر بند ہے جب آنکھ بند ہوئی تو سر بند کھلجاتا ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ پہلو کے بل سونے والے پر وضو ہے کیونکہ جب وہ پہلو کے بل سو جاتا ہے تو اسکے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں غرض یہ کہ جس نیند کے سبب کچھ ہوش نہ رہے وہ ضرور ناقض الوضو ہے۔ اور صحابہ رضہ کی یہ عادت جو انس رضہ بیان کرتے ہیں کہ نماز عشاء میں آنحضرت صلعم کے انتظار میں اونگھ میں آجاتے پھر جب آپ تشریف لاتے تو یہ لوگ بھی بجائے اسکے کہ اٹھ کر وضو کریں آپکے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ نوم ثقیل میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ صرف

کان اصحاب رسول اللہ صلعم علی عہدہ ینتظرون العشاء حتی تخفق رؤسہم ثم یصلون ولا یتوضأون

اونگ ہی نوم ثقیل نہیں ہی ہاں اگر یہہ اونگ نوم ثقیل بنجاوے تو پھر وضو ضرور کرنا پڑیگا **اصلیں** سرّ یہہ ہی کہ نیند کے باعث سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہی جس کا تدارک بجز وضو کے نہیں ہو سکتا حدث اور اس قسم کی سستی میں اندازہ عمل و تاثیر کچھ فرق نہیں ہی اس لئے جو علاج حدث کا ہے وہی اس کا۔

(۳) مس ذکر گو بضعۃ من الجسد ہی یعنے یہہ بھی بدن کے اور گوشت کی طرح ایک ٹکڑہ گوشت ہے لیکن چونکہ سبیل بول و منی و مذی ہے اس لئے قدرتی طور پر اسکو ہاتھ لگانا برا اور گھنونا معلوم ہوتا ہے۔ ترمذی میں ہے۔ کہ جس نے اپنے ذکر کو ہاتھہ لگا لیا تو وہ بلا نیا وضو کئے نماز نہ پڑہے۔ اسی کتاب میں اس سے آگے لکھا ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاری رض کا قول ہے کہ اس مضمون کی جسقدر احادیث ہیں ان سب سے صحیح تر یہی حدیث بسرہ ہی مس الفرج یعنے عورت کا اپنی شرمگاہ کو ہاتھہ لگانا بھی ایسا ہی ناقض الوضو رہے۔

عن بسرہ بنت صفوان ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال من مس ذكره فلا يصل حتى يتوضأ

(۴) قے اس سے مونہہ بدبودار اور گندہ ہو جاتا ہے بدن کو ملوث کرتی ہے اور دل کو مسلّد جبتک مونہہ کو صاف نہ کیا جاوے تب تک بات کرنیکو جی نہیں چاہتا۔ چہ جائیکہ نماز کے پاک کلمات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور پھر وضو کیا۔ قے کثیر ہو قلیل ہو ہر دو حالت میں ملوث نفس ہوتی ہی۔

(۵) نکسیر اور جاری خون بھی قے کی طرح ملوث بدن اور مسلّد نفس ہوتے ہیں۔

قے۔ نکسیر اور جاری خون یہہ ایسی باتیں ہیں کہ عارفین بالحدیث کا اُن حدیثوں کی تصحیح پر جن میں ان کا ذکر ہے اجماع نہیں ہی۔ (حجۃ اللہ) لیکن امام ابو عیسے ترمذی رح جو بڑی اجل ائمہ حدیث میں سے ہوئے ہیں قے کی نسبت یہہ حدیث بیان کرکے کہ افطر قاء فتوضأ یعنی آپ نے قے کی اور وضو کیا۔ فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی تمام احادیث میں سے یہہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہی۔

لیکن حقیقت یہہ ہی کہ احتیاط بڑی چیز ہے ان اختلافی مسایل میں جہانتک ہو سکے احتیاط بہتر ہے لیکن جو شخص اس احتیاط کی پرواہ نہیں کرتا اس شریعت سمحہ اور سہلہ میں اوپر

Marfat.com

کوئی مواخذہ بھی نہیں کہ ایسی احتیاط کے لئے عموماً امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کو زیادہ فوق ہے امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں الرعاف والحجامۃ منہ لا ینقضان الوضوء یعنی نکسیر ہو پچھنے لگنے کا خون ہو ان سے وضو نہیں ٹوٹتا! امام ابوحنیفہ صاحبؒ فرماتے ہیں ینقضان اذا کان الدم سائلا یعنے اگر لہو بہ نکلے تو اسوقت ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے امام مالک صاحبؒ فرماتے ہیں الامر عندنا انہ لا یتوضأ من رعافٍ ولا دمٍ ولا من قیح یسیل من الجسد ولا یتوضأ الا من حدث یخرج من ذکر او دبر او نومٍ یعنے ہمارے نزدیک یہ مسئلہ یوں ہے کہ نکسیر ہو خون ہو کوئی پیپ ہو جو جسم سے بہتی ہو ان کے سبب سے وضو نہ کیا جاوے۔ کیا جاوے تو صرف حدث سے جو سبلین سے نکلے یا نیند سے کیا جاوے۔ یہ اقوال مسوی میں ہیں (الروضۃ الندیہ)

قضائے حاجت کے آداب

ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے پوچھا کہ واہ تمہارے نبی بھی کیسے ہیں وہ تم کو ہر ایک بات سکھاتے ہیں۔ یہانتک کہ پاخانہ کرنا بھی۔ یہودی نے کہی تو یہ بات طنزاً ہی لیکن اس صحابی رضؓ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور بڑے فخر سے کہا کہ بیشک ہمارے نبی ایسے ہی ہیں کہ سب کچھ ہمیں سکھاتے ہیں اور یہ بات ہمارے لئے بڑے فخر کا باعث ہے

حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جزئیات تک کی ہر تعلیم کی ہے ہم اگلی کتابوں میں کلیات یعنی امور مہمات دینی مخلوط و محرف و مبدل دیکھتے ہیں۔ جزئیات کا کیا ٹھکانا ہے تو حیسے بڑھکر کیا امر اہم ہو سکتا ہے ہم جب اس کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی نقصان کہ مکارم اخلاق کو دیکھتے ہیں تو ان میں تحریف و تبدیل ہی معاملات دیکھتے ہیں تو وہ ان میں ندارد۔ اور اگر چند ایک باتیں نالائق خلف کے دستبرد سے بچ بھی گئیں تو ان پر عمل کرنے کے طریقے نہیں دیکھتے اصل غرض کو ثابت اور محفوظ رکھنے کے جو لوازمات ضروری ہونے چاہئیں وہ ان میں ندارد۔

لیکن قربان جائے اس نبی عرب و عجم پر جسکی تعلیم سے یہ تمام کمی پوری ہوئی یعنی اس تعلیم سے جو آئندہ جزئیات میں بھی ویسی ہی کی ہے جیسے کہ کلیات میں۔ اور کیوں قربان نہ ہوویں بسکہ سلام تھے

Marfat.com

نہ صرف اس طرح سوکھے لیکچروں اور وعظوں سے بلکہ خود کر کے جس بات کی آپ نے تعلیم کی اس کی تعمیل پہلے خود کی۔ کیونکہ وہ خود بھی اُس تعلیم پر عمل کرنے کے مامور تھے آپ کی جتنی تعلیم ہے وہ سب کی سب عملی ہے الا ماشاء اللہ۔ آپ کی تعلیم کے طریقے اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اول تو قرآن شریف کو تدبر سے پڑھے کیونکہ اس میں طریق تعلیم جا بجا کئی رنگوں میں بتلایا گیا ہے پھر اسکے بعد احادیث نبویہ صلعم کو ضرور پڑھے کیونکہ وہاں سے آپ کی تعلیم کے عملی طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اس قسم کی طرز تعلیم سے لوگوں کے دلوں پر کیسی کیسی عجیب عجیب تاثیرات ہوتی تھیں اور ساتھ ہی برائے خدا خواہ آجکل کی دنیا کے خواہ سن عیسوے سے کہیں بیشتر کے یونانی لیکچروں کا مقابلہ اور موازنہ بھی کرتا جاوے۔

ہمارے فخر کے باعث بیشمار ہیں جہاں جائیں اول توحید پھر رسالت کے باتین جو سراسر حکم و مصالح سے بھرپور ہیں۔ دھڑلی کے ساتھ بلا اضطراب پڑے سنائیں۔ ایک عیسائی سوسائیٹی کی سوسائیٹی یہ کہہ اٹھی ہے کہ مسلمان جہاں چاہیں دل کی طمانیت سے بغیر کسی قسم کے حجاب کے قرآن سنا سکتے ہیں۔ کیونکہ توحید کا سچا مسئلہ سناتے ہیں۔ ہم جہاں جاتے ہیں دل میں شرم پیدا ہوتی ہے کہ ہم لوگوں کو تثلیث اور کفارہ کے وعظ کہیں یہ باتیں کون سنے گا۔ ان باتوں کے ماننے کے لئے تو لاج فیتھ یعنے ایک ایمان وسیع چاہیئے + نبی صلعم کا جزئیات تک کا تعلیم کرنا بھی ہمارے لئے ایک باعث فخر ہے جیسا کہ اُس صحابی رضؓ نے فخریہ کہا کہ بیشک ہمارے نبی صلعم ایسے ہی ہیں کہ بول و براز تک کے مسایل جو سراسر سچی حکمت اور معرفت سے بھرے ہیں ہم کو سکھائے ہیں۔

اب ہم اللہ کے فضل سے اُن آداب کا ذکر کرتے ہیں جنکا سیکھنا اور عمل میں لانا مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے نہیں بلکہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے کے از بس ضروری ہے۔ جو لوگ ہمارے مخاطب ہیں اُن سے ہم پوچھتے ہیں کہ تمہارے ملک میں جو جو خرابیاں اسی بول و براز کے سبب سے وقوعیں آتی رہتی ہیں کبھی تمہارے دل میں یہ بھی خیال پیدا ہوا ہے کہ ان کو روکا جاوے اور ملک میں اصلاح کیجاوے۔ خرابیوں سے مراد اسوقت نہ صرف وہ خرابیاں ہیں جن سے انسان بگڑتے ہیں اور روحانیت ضایع ہوتی ہے بلکہ وہ خرابیاں بھی جنسے صحت پر اثر پڑتا ہے۔ داستان ذلک مان آداب کے پڑھنے کے بعد کہنا کہ آیا سنیٹری ریفارمنٹ کی ضرورت رہتی بھی ہے کہ نہیں۔

محمد حفیظ الدین صحت

Marfat.com

اور ملکوں کو اپنے دل سے گنوا دو اور صرف اپنی ملک کو مدنظر رکھ کر نہیں میں کہتا ہوں صرف اپنی شہر یا گاؤں نہیں بلکہ صرف اپنی گھروں کو اپنے ذہن میں رکھ کر ان آداب کو پڑھو اور دیکھو کہ یہ آداب صحت جسمانی و روحانی کے بڑھانے والے ہیں یا تمہاری اپنی رسوم۔

(۱) قبلہ کی تعظیم۔ جب پاخانہ کرنے لگے تو پہلے سمت کا خیال کرے۔ قبلہ کی طرف نہ مونہہ کرے نہ پیٹھ کرے۔ اس میں کعبہ شریف کی تعظیم کا خیال ہے۔ ابوایوب رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ

لا تستقبلوا القبلة بغائط او بول ولا تستدبروها ولكن شرقوا او غربوا (بلوغ المرام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مدینہ والوں کو جنسی کعبہ جنوب کی طرف واقع ہے حکم دیا تھا کہ پاخانہ یا بول کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ مونہہ کرو اور نہ پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا۔

کعبہ چونکہ ایک ظاہری محسوس نشان ہے (دیکھو مضمون کعبہ صـ) جو خاص پرستش الٰہی کے لئے مختص کیا گیا ہے اور جسکی طرف تمام جہات کو چھوڑ کر نماز ادا کی جاتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاخانہ کرنے کے وقت اُس جہت کی طرف مونہہ کرنے سے منع کر دیا جس طرف دن میں پانچ بار مونہہ کرکے نماز ادا کی جاوے حسن اسلام اجازت نہیں دیتا کہ اسی طرف پاخانہ کیا جاوے۔ پولیٹیکل اور مارل نظر سے دیکھا جاوے تو یہ بات نہایت عمیق حکمت پر مبنی ہے مگر تشدد نہ چاہیے۔

(۲) دوسرا ادب تنظیف ہے یعنی صاف و ستھرا ہو کر پاخانہ سے اٹھنا اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ تین ڈھیلے لیتے اور اوروں کو تاکید فرماتے کہ تین ڈھیلوں سے کم اپنے ساتھ نہ لو چنانچہ آپ کا فرمان ہے۔

عن سلمان رضی اللہ تعالی عنہ قال لقد نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او عظم رواہ مسلم (بلوغ المرام)

سلمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ یا لید وغیرہ یا ہڈی کے ساتھ استنجا کیا کریں یعنے یہ کہ ایسا نہ کیا کریں تین اگر کافی نہوں تو زیادہ سہی اگر اس زیادتی میں بھی وتر کا خیال رہے جیسا کہ تین میں ہے تو بہت ہی بہتر ہے مثلاً پانچ یا سات جو لوگ نہایت ہی

صفائی کے خواہاں ہوتے ہیں وہ تنے پر کفایت نہیں کرتے بلکہ علاوہ بریں وہ پانی استعمال کرتے ہیں لیکن ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجا کرنا شرعاً واجب نہیں ہے۔ شرعاً اتنا واجب ہے کہ صفائی حاصل ہو سو دونوں طرح حاصل ہو سکتی ہے اور اگر کوئی دونوں طرحوں کو جمع کرے تو اس کے مرضی۔ کیونکہ اس سے عمدہ نظافت حاصل ہوتی ہے۔ استنجا کے بعد مٹی مل کر ہاتھ دھونے چاہئیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس سے خرچ کچھ ہوتا نہیں اور ہاتھ کی نجاست آرام سے دور ہو جاتی ہے صابون وغیرہ میں خرچ ہوتا ہے اور جمہور الناس اس کے متحمل نہیں ہو سکتے جو شخص ایسا کرنے کا خوگر ہے بیشک کرے۔

(۳) تیسرا ادب یہ ہے کہ ان جگہوں میں پاخانہ نہ کیا جاوے جن سے لوگوں کو تکلیف ہو۔ مثلاً سایہ جہاں لوگ آرام لیتے ہوں۔ رستہ جہاں سے لوگوں کا گزر ہو۔ کوئی ایسے مقام جہاں پر لوگوں کو بیٹھ کر گفتگو کرنے کی عادت ہو۔ کھڑا پانی کیونکہ ایسے پانی میں نجاست کے پڑنے سے پانی بہت جلد نجس ہو جاویگا۔ کنارہ جاری پانی۔ جہاں لوگ آتے جاتے ہوں۔ مویشیوں کو پانی پلاتے ہوں۔ پھل دار درخت اسکی حکمت ظاہر ہے۔ بلکہ ان سے اس نقصان کے علاوہ جو بول کرنے والا بل کے اندر رہنے والے جاندار کو پہونچاتا ہے ایک اور نقصان ہے جسکا ضرر اس کی اپنی ذات کو پہونچے تو کچھ بعید نہیں اور وہ یہ ہے کہ شاید اس میں سے کوئی موذی جانور مثلاً سانپ وغیرہ نکل آئے۔ اور نقصان پہونچادے حمام اور غسلخانہ۔ جہاں لوگ نہاتے ہوں۔ آجکل مسجدوں کے متعلق غسلخانے بنائے جاتے ہیں لیکن افسوس ہے سوچ سمجھ کر نہیں بنائے جاتے۔ دیکھو مضمون مساجد

غرض تیسرا ادب میں یہ ہے کہ وہاں پاخانہ یا بول کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ جہاں دوسروں کو اذیت پہونچتی ہو (بلوغ المرام)۔

(۴) عمدہ عادتوں کا حاصل کرنا۔ مثلاً دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرنا۔ دائیں ہاتھ سے ذکر کو نہ پکڑنا۔ لید اور ہڈی سے استنجا نہ کرنا۔ لید تو پہلے ہی سے نجس ہے اور ہڈی سے ضرر کا اندیشہ ہے اور ڈھیلوں میں وتر یعنی طاق کا خیال رکھنا۔

(۵) رعایۃ الستر یعنے پاخانہ کے وقت پردہ کا اہتمام کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص پاخانہ کرنے جاوے تو وہ پردہ کرے۔

عن عائشہ رض ان النبی ﷺ قال من اتی الغائط فلیستتر رواہ ابوداؤد (بلوغ المرام)	

پردہ سے مراد ایسی شئی ہے جس سے پاخانہ کرنیوالا لوگوں کی نظروں سے غایب ہوجاوے میدان میں یا گاؤں میں جہاں ٹٹیاں نہیں ہوتیں کسیقدر یہہ دقت ہوتی ہے لیکن جو لوگ صاحب حیا اور صاحب شرم ہوتے ہیں وہ کیا گاؤں اور کیا شہر اور کیا میدان ہر جگہ اس پردہ کا اہتمام رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید فرمایا ہے اُن دو شخصوں کے حق میں جو پاخانہ کرتے جاویں اور ایک دوسرے سے پردہ نہ کریں اور آپسمیں باتیں کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسپر یعنے اُن کی اس حرکت پر اللہ غضبناک ہوتا ہے۔ پس چاہیئے کہ گاؤں یا میدان میں پاخانہ کرنے والا لوگوں کی نظروں سے کہیں غایب ہوکر پاخانہ کرے لیکن اُن جگہوں پر مت کرے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے اس میں صرف یہی فایدہ نہ ہوگا کہ ایک بیحیائی کا کام کہ ایک انسان دوسرے انسان کی شرمگاہ کو دیکھے موقوف ہوگا بلکہ اور فایدے اُسپر مترتب ہونگے وہ سخت گھنونی آواز جو پاخانہ کے وقت نکلتی ہے دوسرے شخص نہ سن سکیں۔ اس نجاست کے سبب سے جو بدبو پیدا ہو اُس کی اذیت سے بچیں۔ اسی پردہ میں سے یہہ بھی ایک ادب ہے کہ اپنا تہبند یا پاجامہ اوسوقت اُٹھاوے یا اُتارے۔ جب پاخانہ کی جگہ میں زمین کے نزدیک ہوجاوے اس فعل شنیع سے بھی آپنے منع فرمایا ہے۔ بعض لوگ دور ہی سے تہبند۔ دھوتی وغیرہ اٹھا لیتے ہیں یہہ سخت بیحیائی کا کام ہے۔ مومن کا کام ان بیحیائیوں سے بچنا ہے جنگل میں بھی جہانتک ہوسکے اپنے پیچھے کوئی آڑ کرلے۔ جہاں بس نہ چلے وہاں کوئی علاج نہیں اور یہہ بیماری عموماً عورتوں میں پائی جاتی ہے افسوس ہے کہ یہہ متعدی بیماری ہنود عورتوں سے مسلمان جاہل عورتوں کو لگ گئی۔ اسکا علاج بس مسایل اسلام کا سیکھنا سکھانا ہی ہے۔

(۶) چھٹا ادب یہہ ہے کہ بدن یا کپڑے کو ذری نجاست بھی نہ لگے۔ پیشاب کے لئے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ جہاں سے چھینٹے اڑکر ہمارے بدن یا کپڑے پر نہ پڑیں

(۷) ساتواں ادب یہہ ہے کہ ہوتے ساتے کتوں اور گدھوں کی طرح کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کرنا چاہیئے اس میں بھی بے حیائی پائی جاتی ہے۔ وقار نہیں رہتا۔ گدھوں۔ کتوں۔ اور اسی قسم کے اور حیوانوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ کپڑوں پر چھینٹے پڑتے ہیں۔ شرمگاہ کے ننگے ہو جانے کا مظنہ ہے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں کاربانک ایسڈ گاس اسہیل کرنا پڑتا ہے اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں یہہ بات نہیں پائی جاتی۔ یہہ بات بالکل غلط ہے کہ کاربانک ایسڈ گاس

سب کا سب مونہہ میں چلا جاتا ہے اور یہہ ساری فضا جو اُس صاحب تقدیر نے اسی مطلب کے لئے پیدا کی ہوئی ہے خالی پڑی رہتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کچھ کاربانک ایسڈ گاس ضرور انہیل کرنی پڑتی ہے سو ہم اگر استادہ پیشاب کریں تو اسوقت بھی انہیل کرنی پڑیگی۔ لیکن بفرض محال اگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں یہہ گاس انہیل کرنی نہیں بھی پڑتی یا پڑتی ہے تو بہت قلیل۔ تو بھی اور نقصان جو کھڑے ہو کر کرنے میں ہوتے ہیں بہت زیادہ ہیں ان کو انصاف کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور اس ذری سے فایدہ کو دوسرے پلڑے میں پھر دیکھو کہ یہہ ادب جو بیٹھ کر پیشاب کرنے میں سکھایا گیا ہے کیسا صحیح نکلتا ہے واثمهما اکبر من نفعهما۔

ایک اور طرح سے بھی یہہ مسئلہ بالکل غلط ہے اور یہہ غلطی انہیں لوگوں پر عاید ہوتی ہے جو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے معتاد ہیں سو وہ یہہ کہ پاخانہ کرتے وقت ان کو مجبوراً بیٹھنا پڑتا ہے اور اس فیشن کی عورتوں کا یہہ حال ہے کہ وہ کھڑی ہو کر پیشاب کر ہی نہیں سکتیں عجب حال ہے اس پتلون اور گون کا۔ کیا کاربانک ایسڈ گاس سے صرف مردوں کو ہی بچنا چاہئے! اور کیا صرف حالت بول میں ہی مردوں کو اس گاس سے اجتناب چاہئے اور پاخانہ کے وقت انہیل یہہ عجب تماشا ہے۔ یہہ ساری باتیں بیحیائی کی ہیں۔ ہم تو کتوں۔ گدھوں اور ان لوگوں میں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے معتاد ہیں اس فعل خاص میں کچھ فرق نہیں دیکھتے۔ ضرورت کے وقت جو وقت پیش آجاتی ہے اسکا ذکر ہم نہیں کرتے۔ ہم اختیاری باتوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

(۸) آٹھواں ادب یہہ ہے کہ پاخانہ کرنے سے پہلے تعوذ پڑھا جاوے۔ یعنی اے اللہ مجھے ان مخلوقوں سے اپنی پناہ میں رکھیو جنکی سرشت ہی نجاست ہے۔ یعنی جو ہمیشہ نجاست ہی کو پسند کرتے ہیں اور انسان کو اذیت پہنچاتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

ادھر پاخانہ سے فراغت پاکر اُس جگہ سے اُٹھ کھڑا ہووے تو اُسوقت یہہ پڑھے۔ یعنی اے اللہ

غُفْرَانَكَ

اتنی دیر میں تیرا پاک نام یاد کرنے سے اس نجس جگہ میں جہاں شیاطین رہتے ہیں غافل رہا سو اب میں وہاں سے نکل آیا اب تجھ سے اپنے گناہوں اور غلطیوں کی معافی کا طلبگار ہوں۔

یا یہہ پڑھے کہ حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے جسنے مجھ سے پلیدی کو دور کیا۔ اور پہلے کا سا انشراح اور سرور پھر عنایت فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی

۹، نواں ادب یہ ہے کہ استبرا کیا جاوے یعنی نجاست بول سے بچا جاوے اور یہ بڑا ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ بول سے بچنا چاہیے چنانچہ ایک حدیث میں ایسا ذکر ہے کہ قبر کا عذاب زیادہ تر اسی پیشاب کے سبب سے ہوگا۔ ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دو قبروں میں دو شخصوں کو معذب ہوتے دیکھا۔ آپ نے ایک کی نسبت کچھ بیان کرکے فرمایا۔ کہ اس دوسرے کو کوئی بڑی شاق باتوں سے عذاب نہیں ہو رہا ہے صرف خفیف سی باتوں سے ہو رہا ہے وہ یہ تھی کہ کان لایستبری من البول الحدیث۔ یعنے وہ پیشاب سے بچا نہیں کرتا تھا۔

یہ استبرا کئی طرح سے ہو سکتا ہے اول یہ کہ پیشاب کرنے سے بعد اتنی دیر بیٹھا رہے کہ مرد کا ذکر خشک ہو جاوے اور اسے یقین ہو جاوے کہ اب کپڑے کو ذرا بھی بول نہیں لگے گا۔ دوم یہ کہ ڈھیلے کرے۔ تیسرے کہ مرد کا ذکر کو ملنا اور کھینچنا اور ختی کی جگہ تک پانی یہ تین تین دفعہ کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ ڈھیلے سے خشک کرے چہارم یہ کہ پانی سے دھو ڈالے پنجم یہ کہ اول ڈھیلے کے بعد شش پانی سے۔

اصل غرض یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے نجاست بول سے بچنا واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو۔ بعض لوگ اس استبرا میں اسقدر تشدد ہوتے ہیں کہ الامان اور الحفیظ دیکھنے والے دیکھتے ہیں یہاں تک قیاس عمل میں آتا ہے اپنا تو یہی گمان ہے۔ کہ یہ تشدد جو استبرا میں کیا جاتا ہے خلق اللہ کو اپنی مان میں رکھنے اور ان تشدد دین وسواسیوں سے بچانے کے۔ حافظ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے دس صورتیں نقل کی ہیں جو وسواسیوں نے اختراع کی ہیں۔ اور جنکو امام صاحب نے بدعت لکھا ہے اب نہیں معلوم کہ کتنی بڑھ گئی ہوئی ہیں۔ ان دس صورتوں کو ہم بعبارت امام مرحوم نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ ہمیں بھی بہت تشدد تشریح و تفصیل کرنا منظور ہے اس لئے جو شایق اصل عبارت امام صاحب مرحوم ہو وہ اغاثۃ اللہفان کتاب کا ملاحظہ کرے۔ یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ ہمارے ملک میں بھی دس صورتیں بعینہٖ موجود ہیں یا نہیں ہاں ہیں یا کچھ کم و بیش ہیں مگر ہمکو مسیتوں کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کیونکہ ایکی جنبا صرف وسواسیوں ہی سے متعلق ہے (۱) پہلی صورت جو ان وسواسیوں نے نکالی ہے وہ یہ ہے کہ ذکر کو جڑ سے لیکر سرے تک مانجتے ہیں جس کی ان کی یہ مراد ہوتی ہے کہ ذکر کے اندر سے جو پیشاب کا شبہ ہے وہ کھینچ کر خود نکل چلے گا ابھی سے نکالیں وہ کمبخت یہ نہیں سمجھتے کہ ذکر تو ہتھنوں کی طرح ہوتا ہے۔ ہتھنوں کو اگر نہ باؤ تو جو مواد ہوتا ہے اس کے اندر ہی

Marfat.com

سکتا ہے وہ کبھی باہر نہیں آینگا جبتک کہ وہ اسقدر زیادہ نہ ہوجاوے کہ تہن کے اندر اُسکی گنجائش نہ رہے۔ جوں جوں تھنوں کو دباؤگے توں توں کچھ نہ کچھ دودھ نکلتا ہی رہیگا۔ عین یہی حال ہر ذکر کا ہے وسواسیوں کو اس عادت بد سے بچنا چاہیئے۔

(۲) اول استنجا کر لیتے ہیں۔ پھر اسکے پیچھے جس چیز کے نکلنے کا دوبارہ خوف ہو اسکو خود نکالتے ہیں۔

(۳) سوئم یہہ کہ ذکر ہاتھ میں پکڑکر اُس کے آگے ایک ڈھیلا رکھ کر کھنکھارتے ہیں اور چند قدم چلتے ہیں تاکہ اس کھنکھارنے اور چلنے سے کچھ زور لگے اور اُس زور لگنے کے ساتھ جو پیشاب کہ ذکر کے اندر رہگیا ہے اور جس کے نکلنے کا تو بظاہر بھی وقت نہیں تھا نکل پڑے۔ اس وسواس میں عمدہ تضیع اوقات کے بیحیائی بھی پائی جاتی ہے اور اس ہمارے ملک میں تو یہہ بیحیائی اس درجہ تک پہنچی ہوئی ہے کہ نالائق جاہل وسواسی مسجدوں کے صحنوں کے آگے تمام مسلمانوں کے سامنے حیا اور شرم کو بالائے طاق رکھکر لیا مزے سے بیٹھتے ہیں اور پیشاب کے مارے چند قطروں کو جو ذکر کے اندر سے نکلنا نہیں چاہتے اس زور سے نکالتے ہیں کبھی اس ٹانگ کو اسپر اور اسکو اسپر رکھ کر اور بیچ میں ذکر کو لیکر اسقدر سوباتے ہیں کہ گویا نل سے پانی نکالتے ہیں اور غضب تو یہہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں کے سر میں اسبات کا خیال تک نہیں آتا کہ یہہ فعل شنیع بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ ہمنے پہلے استنجا کی ایک صورت یہہ بھی بتائی ہے کہ ڈھیلے سے ذکر خشک کیا جاوے۔ ان وسواسیوں کی طرح نہیں بلکہ جہاں بول کیا وہیں بیٹھے بیٹھے یا ایسی جگہ پر جہاں دوسرا انسان نظر نہ پڑے۔

ہم نے بہت لوگوں کو اپنے گھروں میں بیٹوں بیٹیوں بہوؤں بہنوں بیویوں ماں اور باپ کے سامنے یہہ حرکت کرتے دیکھا ہے اور دیکھ کر دانتا ہے بہت سے لوگ ایسے بے حیا ہیں کہ گھر سے تو نکلتے ہیں نماز کے لئے پھر گلی میں جہاں پر مردوں عورتوں کے آنے جانے سے چارہ نہیں بول کرتے ہیں پھر ساتھ ہی وہ اپنا موروثی شیطانی طریق اختیار کر صحن مسجد کے سامنے دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنی کرتوت دکھلانے کے لئے جا کھڑے ہوتے ہیں اعاذنا اللہ منہا۔

(۴) چوتھی صورت جو شیطان نے ان وسواسیوں کے دلوں میں ڈال دی ہے وہ یہہ ہے کہ بول کرنے کے بعد پہلے زمین سے اُبھرتے ہیں پھر اُبھرتے ہی جلدی سے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں اس سے بھی انکا مطلب یہی ہے کہ ذکر کا اندر بھی خشک ہوجاوے۔ کمبخت وسواسیو! کیوں انگریزی بیموں سے اپنے

Marfat.com

پیٹ میں سے براز کو بھی نہیں نکلوا لیتے کیوں خون کو بھی جو نجاست ہے اپنے بدن میں سے نہیں نکلوا لیتے مقصود تو استبراء سے صرف اتنا ہے کہ تمہارے بدن اور کپڑوں کو نجاست نہ لگے سو وہ مقصود تو صرف سر ذکر کو خشک کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے تمہارے مثانوں میں بول پڑا ہے تم کو کیا اندیشہ ہے [illegible] کی چیزیں خود نکلنا چاہیں تو نکلنے دو زور سے کیوں نکالتے ہو اور طرح طرح کے [illegible] بے محل استعمال کرنے سے پیدا ہوتے ہیں کیوں نہیں ڈرتے۔

(۵) پانچویں صورت جو ابلیس لعین نے ان قسمت کے مارے زاہدوں کو دکھائی وہ [illegible] سے لٹکتے ہیں پھر اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جس سے زمین پر سے پاؤں اٹھ جانے کے [illegible] جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو پھر کھسک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان وسواسیوں کو خدا کی [illegible] کس طرح زہد کے پیرایہ میں پھنسا کر شیطان ان سے کام لیتا ہے۔

(۶) چھٹی صورت جو شیطان نے ان کے سامنے مزین اور آراستہ کی وہ یہ ہے کہ [illegible] کو ہاتھ سے پکڑ کر اس کے سوراخ کو خوب غور سے دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ رہ تو نہیں گیا [illegible] ظاہر کو دیکھنے کا کیونکہ وہی مظنہ ہے بدن یا کپڑے کو نجاست لگنے کا۔ لیکن یہ دوربین [illegible] دیکھنا چاہتے ہیں اگر کچھ دیکھ پاتے ہیں تو پھر کوئی نہ کوئی صورت اس کے نکالنے کی نکال ہی لیتے ہیں کمبخت وسواسیو کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہو۔ بالفرض اندر کچھ رہ بھی گیا تو کیا ہوا [illegible] میں کیا حرج ہے۔ کوئی تمہارے بدن کو لگتا ہے یا تمہارے کپڑوں کو نجس کرتا ہے کیا تمہاری یہی [illegible] ہے کہ تمہارے ذکر کا اندرون خشک ہی ہے۔ خدا سے ڈرو۔

(۷) ساتویں صورت ایک نرالی صورت ہے شیطان نے ان کے دل میں یہ ڈال دیا ہے کہ تم سوراخ ذکر کو کھول کر اس میں پانی ڈالو۔ چنانچہ یہ وسواسی ایسا ہی کرتے ہیں۔

(۸) آٹھویں صورت یہ ہے کہ سوراخ ذکر میں روئی رکھتے ہیں بل بے تیرے داؤں! او شیطان لعین تیرے مکاید کون گن سکتا ہے؟

(۹) نویں صورت یہ ہے کہ یہ شیطان بیچارے قسمت کے مارے وسواسی زاہد سے ذکر پر پٹی بندھواتا ہے۔ کہاں روئی تھی اور کہاں اب پٹی ہے۔

(۱۰) دسویں صورت یہ ہے کہ تھوڑی دور زینہ پر چڑھ کر پھر جلدی سے اتر آنا۔ اللھم انی اعوذ بک

Marfat.com

من وساوس الوسواس الخناس

طہارت کبریٰ یعنی غسل

غسل کے معنی ہر نہانا یعنی سارے بدن کو پانی سے دھونا۔ لیکن یہاں غسل سے مراد غسل واجب ہے یعنی وہ غسل جسکے بدون نماز نہیں ہوتی ۔ اس غسل کے متعلق پہلے مفصل ذکر ہو چکا ہے ۔

کیفیت جو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض دیگر امہات المومنین سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ۔ (۱) ہاتھوں کا دھونا (۲) استنجا کرنا (۳) وضو کرنا جس میں ضروری نہیں ہے کہ پاؤں بھی دھوئے جائیں (۴) سر پر پانی ڈالنا اور سر کے بالوں کی جڑوں میں انگلیوں کو پھیرنا۔ اور تین دفعہ لپیں بھر کر پانی ڈالنا (۵) سارے بدن پر پانی ڈالنا۔ یا ڈبکی لگانا (۶) پاؤں کو دھونا + حدیث یہ ہے کہ

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنہا قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اغتسل من الجنابة یبدأ فیغسل یده ثم یفرغ بیمینه علی شماله فیغسل فرجه ثم یتوضأ ثم یأخذ الماء فیدخل اصابعه فی اصول الشعر ثم حفن علی راسه ثلاث حفنات ثم افاض علی سائر جسده ثم غسل رجلیه متفق علیه واللفظ لمسلم (بلوغ المرام)	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اول اپنے ہاتھ دھوتے پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر استنجا کرتے پھر وضو کرتے۔ پھر پانی لیکر ہاتھوں کی انگلیوں کو سر کے بالوں کی جڑوں تک پہونچاتے پھر اپنے سر میں تین لپیں[1] پانی ڈال لیتے پھر سارے بدن پر پانی ڈالتے۔ پھر سب سے پیچھے پاؤں دھوتے۔

ہاتھوں کے دھونیکی وجہ تو وہی ہے جو وضو میں بیان ہو چکی ہے۔ سارے جسم پر پانی ڈالنے سے پیشتر استنجا کرنے میں یہ سر ہیں کہ چونکہ جماع وغیرہ میں صرف فرج ہی منی کے سبب سے آلودہ ہوتی ہے اسلئے ضرور ہوا کہ اس نجاست کو سب سے اول اس جائے مخصوص سے دور کیا جاوے تاکہ باقی بدن کے دھوتے وقت یہ بھی اور بدن کی طرح دھوئی جاوے اور اگر پہلے ہی سے سارے بدن پر پانی ڈال دیا جاوے تو اس جگہ پر جہاں آگے ہی نجاست لگی

[1] لپ (مؤنث) اردو لفظ ہے پنجابی میں بک کہتے ہیں۔ یہ پنجابی لپ نہیں ہے جسے اردو میں چلو کہتے ہیں۔

Marfat.com

ہوئی ہے اور جہاں پر قدرتی طور پر نہاتے وقت باقی بدن کی میل بھی اتر کر اکٹھی ہو جایا کرتی ہے بہت سی میل اکٹھی ہو جاویگی۔ پھر زیادہ وقت اور مشقت کرنی پڑیگی یعنی ازالہ نجاست میں اور پانی بھی زیادہ خرچ ہوگا۔ وضو۔ طہارت کبریٰ سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ طہارت کبریٰ اصل میں طہارت صغریٰ یعنے وضو + کچھ زیادتی ہے کے برابر ہے اور طہارت کبریٰ میں وضو کیا جاتا ہے اس وجہ کر (۱) وہ نجاست ہر دم عمل میں آتی رہے جس کے نفس کی تنبیہ کہیں بڑھ جاتی ہے (۲) یہ کہ سارا جسم دھونے میں بہت سی ایسی جگہیں رہ جاتی ہیں کہ جہاں پانی پہنچ نہیں سکتا اس لئے اس کے پہلے ایسی جگہوں کو دھونا ضروری ہوا۔ پاؤں کو سب سے پیچھے دھونے کی وجہ ظاہر ہے کہ پہلی دفعہ ان کا دھونا نہ دھونا برابر ہے یہاں تک تو وہ غسل ہے جسے غسل واجب کہا گیا ہے اور جس کے نہ کرنے سے یا اگر کر بھی تو کچھ بدن کھلا کچھ سوکھا۔ نماز نہیں ہوتی اب اسکی تکمیل یہ ہے کہ تین تین بار پانی ڈالا جاوے خوب ملا جاوے اس لوگوں کی نظروں میں نکما نہ دکھائی دے۔ لوگوں کے اپنے ستر کو چھپانا واجب ہے اور حسن اسلام یہ ہے کہ پہلے داہنی طرفوں کو پھر بائیں طرفوں کو دھووے۔ علامت مبارک نبوی صلعم یہ تھی کہ جس سے متعلق جسقدر کام ہوتے ہیں ان کو وہ داہنی طرف سے شروع کرتے۔ شلاً جوتا کپڑا پہننا نہانا دھونا کنگھی کرنا وغیرہ عورت کی اگر بال کھلے ہیں تو اس کے غسل اور مرد کے غسل میں کچھ فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے بال گندھے ہوں تو اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے سر پر اپنے ہاتھوں سے تین بار پانی ڈال لیا کرے اور بس۔ باقی اسی طرح جسطرح مرد غسل کرتے ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی امرأۃ اشد شعر رأسی افانقضہ لغسل الجنابۃ وفی روایۃ وللحیضۃ فقال انما یکفیک ان تحثی علی رأسک ثلاث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطہرین رواہ مسلم (بلوغ المرام)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت میں اپنے سر کے بالوں کو گوندھتی ہوں کیا جنابت یا حیض سے غسل کرنے کے وقت بال کھول لیا کروں۔ آپ نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں۔ بس اتنا کافی ہے کہ تو اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال لیا کر۔

جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں اور چھپروں میں نہاتے ہیں یا وہ لوگ جو شہروں میں تالابوں تک اندر نہاتے ہیں ان کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے جسکا اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ جہلا کا کام اکثر دیکھا ہوگا اور

Marfat.com

نہ استنجا کریں نہ وضو کریں اور جھٹ چھپڑ یا تالاب میں کود پڑیں شہروں میں اکثر جاہل لوگ جو کنوؤں سے پانی نکال کر غسلخانوں میں نہاتے ہیں وہ بے ہاتھ دھوئے بوکے یا ڈول کو کنوئیں سے نکالتے ہیں۔ یہ لوگ ایسا نہ کیا کریں۔ لوگ کہیں ہوں اور کیسے ہوں جب وہ مسلمان ہیں تو پھر اُن سب کو وہی مسائل سیکھنے ضروری ہیں جو ہماری ہادی برحق نے ہم کو سکھائے ــــ واضح رہے کہ جسطرح اور عبادات کی صحت کے لئے نیت شرط ہے اس غسل واجب کی صحت کرنے کے بھی شرط ہے۔ پس یہ غسل اُسی وقت درست ہوگا جب نیت موجب غسل کے رفع کے لئے ہوگی۔

نماز پڑھنا۔ کعبہ یا کسی مسجد میں داخل ہونا نیز قرآن شریف پڑھنا۔ یہ سب کچھ جنبی کو منع ہے جبتک کہ وہ حدث اکبر سے پاک وصاف نہیں ہو لیتا۔ یہ سب آداب ہیں اور جن کے اسرار مظہر من الشمس ہیں نماز اور قرآن کی حالت اور جنابت کی حالت میں فرق بیّن ہے یعنی ایکطرف پاکیزگی دوسری جانب۔ دوسری طرف لوث اور آلودگی جو پاکیزگی کے مخالف ہے۔ اسواسطے ضروری ہے کہ اگر پہلی حالت حاصل کرنی ہو تو دوسری حالت کو نابود کیا جاوے۔

اس غسل واجب کے علاوہ اور بھی غسل شارع علیہ السلام نے مشروع فرمائے ہیں جو ہم نے خصال فطرت میں بیان کئے ہیں۔ دیکھو مضمون خصال فطرت

موجبات غسل

غسل کے متعلق جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے پہلے اسکو پڑھ لو اس جگہ ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے سبب سے غسل واجب ہوتا ہے

(۱) خروج منی یعنے شہوت کے سبب سے پانی کا ٹپک کر نکل آنا۔ (۲) التقائے ختانین یعنی جب حشفہ غائب ہو یا انزال ہو نہو۔ وجہ یہ ہے کہ حدث اکبر تو یہ ہو ہی گیا ہے۔ تلویث نفس کے لئے جماع مع الانزال سے کچھ کم مؤثر نہیں ہوتا اس لئے جو حکم جماع مع الانزال کا ہے وہی اسکا (۳) احتلام مع وجود بلل۔ خواب میں بعض وقت ایسا واقع ہو جاتا ہے کہ انسان فضائے شہوت میں مستغرق ہوتا ہے جب اُٹھتا ہے تو حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ اب کیا کرے آیا اس جماع خواب وغیرہ سے غسل کرے یا نہ کرے

Marfat.com

شریعت چونکہ ظاہر ہے اور یقین بھی ظاہر پر ہوتا ہے غیب کا عالم اللہ ہے اس لئے شریعت نے اس کے بارہ میں ظاہر پر حکم لگایا۔ اگر کوئی آثار اس قضائے شہوت کے نظر آویں یعنی منی جسے ہر بالغ تمیز کر سکتا ہے تو تو غسل واجب ہے۔ اگر کوئی نشان منی کے نظر نہ آویں تو کوئی غسل نہیں غسل کے لئے منی کا دیکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسی تری ہے کہ وہ محتلم[1] جو اپنی منی کی کیفیت سے آپ واقف ہے اسے منی نہیں کہہ سکتا تو اس پر کوئی غسل نہیں۔

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان احتلام سے بیخبر ہوتا ہے لیکن جاگنے کے بعد نشان احتلام یعنی منی دیکھتا ہے۔ شریعت نے یہاں پر ظاہری حکم لگایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت سئل النبی صلعم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاما قال یغتسل وعن الرجل یری انه قد احتلم ولم یجد بللا قال لا غسل علیه (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا اس شخص پر جو تری دیکھتا ہے مگر احتلام کا اسے کچھ پتہ نہیں ہے غسل واجب ہے آپ نے فرمایا ہاں اس پر غسل واجب ہے پھر انہوں نے ایک اور شخص کی نسبت پوچھا جسے احتلام کی تو خبر ہے لیکن تری یعنی منی نہیں پاتا آپ نے فرمایا اس پر کوئی غسل نہیں۔

عن ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها ان ام سلیم امرأة ابی طلحة قالت یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان الله لا یستحی من الحق فهل علی المراة الغسل اذا احتلمت قال نعم اذا رأت الماء الحدیث متفق علیه۔ (بلوغ المرام)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابو طلحہ کی بیوی ام سلیم نے رسول اللہ صلعم کو کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں جھجکتا آپ فرماویں کہ جب عورت کو احتلام ہو جاوے تو اس پر غسل واجب ہے آپ نے فرمایا ہاں اس پر غسل واجب ہے جس وقت وہ منی کو دیکھ لیوے

غرض کہ شارع علیہ السلام نے حکم صرف وجود بلل پر لگایا ہے جو بیداری میں دیکھا جاوے۔ اور احتلام پر نہیں لگایا جو عالم خواب میں ہوتا ہے کیونکہ خواب کبھی صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے جس کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی۔ اور کبھی حقیقت ہوتا ہے یہی احتلام کا حال ہے کبھی صرف خیالی اور وہمی اور کبھی حقیقی اور یقینی پہلے کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دوسرے کا

[1] وہ شخص جسکو احتلام ہوا ہو۔

Marfat.com

کا بہا اثر ہوتا ہے کہ احتلام کے نشانات بستر سے پر یا کپڑے پر موجود ہوتے ہیں جنمیں کچھ شک یا وہم نہیں چل سکتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ شریعت ظاہر پر جو یقین اور حقیقت سے حکم لگاوے۔ دوسری یہہ بات ہے کہ خواب کی اکثر باتیں بسر جاتی ہیں خیالی ہوں خواہ حقیقی لیکن خیالی احتلام خواہ یاد رہے خواہ بھول جاوے اس کا تو کچھ فایدہ ہی نہیں۔ باقی رہا حقیقی اگر یہہ بھول جاوے تو اس چور کا کھوجی بس یہی منی ہے اس لئے ہی ضرور ہوا کہ ظاہر پر حکم لگایا جاوے

(۴) حیض جب حیض کا خون بند ہوجاوے تو اسوقت غسل واجب ہوجاتا ہے اور جو احکام طاہر کے لئے ضروری ہوتے ہیں وہ سب اسپر جاری ہوجاتے ہیں۔ مثلاً۔ نماز۔ روزہ۔ تلاوت قرآن شریف۔ طواف وغیرہ تفصیل اسکی مضمون حیض میں ہے۔

(۵) نفاس۔ لغت میں زچگی زن کو کہتے ہیں۔ عورت جب بچہ جنتی ہے تو کئی دن تک اسی خون جاری رہتا ہے اکثر مدت چالیس دن ہے یعنے گو عورتوں کو اس سے زیادہ دنوں تک آوے۔ مگر شریعت نے اُسے معتبر نہیں جانا۔ کم کے لئے کوئی حد نہیں۔ غرض کہ اگر یہہ خون چالیس دن سے پہلے بند ہوجاوے تو اسوقت عورت پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔ نہیں تو پورے چالیس دن کے بعد۔

حیض و نفاس کے خون بند ہونے سے غسل کو واجب کرنا کیسا حکمت سے پُر ہے۔ ان خونی دنوں میں عورت کسقدر گندی رہتی ہے اور اُن کے اس خون سے کسقدر بو آتی ہے حتی کہ بیچاری عورتیں خود از خود بیزار ہوتی ہیں۔ کپڑے ان کے خراب بدن اُن کا ملوث۔ جو عورتیں قواعد نظافت سے واقف ہوتی ہیں۔ میں کہتا ہوں جن عورتوں کو انسانیت کی کچھ بھی بو ہے وہ خود بخود بغیر کسی کے پوچھے گچھے ضرور نہاوینگی۔ اپنا لباس صاف کرینگی۔ لیکن جو عورتیں جاہل ہیں یوں کیوں نہ کہیں۔ جو عورتیں پیشہ ہیں وہ کب یہہ کام کرینگی۔ ضرور ہے کہ اُن کو یہہ مسئلہ نظافت پڑھانے کے لئے کوئی معلم ہو۔ وہ معلم وہی ہے جسے لوگ عرف کہتے ہیں۔ اور عرف مروجہ دراصل انبیاء سابقین کی محرف و مبدل شریعت سے اسی عرف کو شارع علیہ السلام نے مشروع قرار دیا جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ کہ جو عادات نیک بنی آدم میں پائی جاتی ہیں شارع علیہ السلام نے اُن عادتوں کو چھیڑا تک نہیں۔ اور اُن کو جوں کا توں شریعت قرار دیا۔ کیونکہ یہہ پہلے ہی سے شریعت تھیں۔ فرق کیا تو اتنا کہ شریعت کی راہ سے کروگے تو تو یہی عادتیں عبادت بنجاوینگی اور پھر اُسپر حسنات و خیرات مترتب ہونگی۔

Marfat.com

نہیں تو وہی عادات کی عادات فائدہ وہی جو عادات میں دیکھا جاتا ہے نہ وہ جو عبادت پر مترتب ہوتا ہے حیض سے غسل کرنے اور لباس طیب پہننے اور لوازم طیب مہیا کرنے سے اگر ممکن ہو یہ ایک عجیب غریب فائدہ نکلتا ہے کہ طہر میں رحم قابل نطفہ کے ہوتا ہے اور ساتھ ہی مرد کو اس وقت عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف طبعی طور پر میلان ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ پیدا ہو جاتا ہے یعنی اس وقت نکاح کے دونو مقصود پورے ہوتے ہیں حفظ شخص اور حفظ نوع۔

حیض

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذیً۔ (سورہ البقرہ رکوع ۲۷)[1]

خون حیض و نفاس و استحاضہ جو خون عورت کے رحم سے بغیر بیماری و ولادت کے نکلتا ہے اسکو حیض جو ولادت پر نکلتا ہے اسکو نفاس اور جو بیماری کے سبب سے ایک اور رگ سے جسکو عاذل کہتے ہیں نکلتا ہے اسکو استحاضہ کہتے ہیں حیض والی کو حائض نفاس والی کو نفساء اور استحاضہ والی کو مستحاضہ کہتے ہیں

خون حیض کی رنگت و مدت خون حیض ابتداء میں مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اور عورت کی مزاج اور طاقت پر موقوف ہے پھر جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے توں توں سیاہی پہلے سرخی پھر زردی اور کبھی کبھی سبزی بعدش مٹیالا پن بعدش میلا پن ہو جاتی ہے اسکے بعد سفیدی خالص شروع ہوتی ہے جو طہر کی ابتداء ہے غرضکہ سفیدی خالص سے پہلے پہلے جسقدر رنگ ہیں وہ سب کے سب حیض ہیں سفیدی خالص کے بعد اگر کچھ میلا پن نظر آئے تو اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف خون کے مختلف رنگوں کی ابتدائی حالت یعنی سیاہی کا نام لے دیا ہے۔ اور سفیدی خالص سے طہر کا شروع ہونا اور پھر اس طہر کے بعد زردی یا میلا پن کا (اگر کبھی ایسا ہو) حیض نہ سمجھنا صحابیات کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ اسی طرح حسب اختلاف مزاج و توانائی اجزاء خون کی مدت بھی مختلف ہے کسی عورت کے لئے کچھ مدت ہے اور کسی کے لئے کچھ یہی بات ہے کہ شارع علیہ السلام نے

[1] اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (انکو) سمجھا دو کہ وہ گندگی ہے ۱۲

کوئی خاص مدت حیض مقرر نہیں فرمائی نہ اقل نہ اکثر بلکہ معتادہ یعنی عادت مقررہ والی کے لئے اُسکی عادت پر اعتبار کیا اور غیر معتادہ کو قرائن کی طرف رجوع کرنیکا حکم دیا یعنی خون کی تمیز یا دیگر عورتونکی عادت کو دیکھ کر عمل کرلیوے پس جبتک خون حیض رہے تب تک نماز وغیرہ ترک کردیوے اور جب بند ہوجاوے تو شروع کردیوے۔ ہر ایک امر کے لئے ہم نے آگے چلکر احادیث بطور سند لکھدی ہیں۔

خون نفاس کی مدت یہہ خون بچہ جننے کے بعد بعض عورتوں کو مدت مدید تک اور بعض کو تھوڑے دنوں تک آتا رہتا ہے شارع علیہ السلام نے لمبی سے لمبی مدت صرف ایک چلہ یعنی پورے چالیس یوم مقرر فرمائی ہے اسکے بعد کے خون کا اعتبار نہیں کیا۔ اُسکو بھی استحاضہ کے حکم میں ہی رکھا ہاں چالیس یوم سے پہلے پہلے اگر عورت دیکھ لے کہ اسکا خون بند ہوگیا ہے۔ تو اسی وقت غسل واجب کرکے پاک وصاف ہووے

عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت كانت النفساء تقعد في عهد النبي صلعم بعد نفاسها اربعين يوما رواه الخمسة الا النسائي واللفظ لابي داود وفي لفظ له ولم يامرها النبي صلعم بقضاء صلوة النفاس وصححه الحاكم (بلوغ المرام)

ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلعم کے زمانہ میں نفساء یعنی نفاس والی عورت چالیس یوم تک بیٹھتی تھی اور ابوداؤد میں یہہ بھی ہے کہ نبی صلعم ایسی عورت کو ان دنوں کی رہی ہوئی نمازوں کو قضا کرنے یعنی پیچھے پڑھ لینے کا حکم نہ کرتے تھے اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

عن انس رضي الله تعالى عنه قال كان رسول الله صلعم وقت للنفساء اربعين يوما الا ان ترى الطهر قبل ذلك (ابن ماجه)

ابن ماجہ میں انس رض کی حدیث ذیل اسی کی شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفساء کے لئے چالیس یوم کی میعاد مقرر فرمائی سوائے اُس صورت کے کہ ان دنوں سے پہلے پہلے طہر کو دیکھ لے۔ یعنی خون بند ہوجاوے

نفساء کے لئے نہ صرف خون نکلتے رہنے کی تکلیف ہی ہوتی ہے بلکہ اسکے ساتھ ہی کئی اور بیماریاں اور درد اور تکلیفیں پیدا ہوجاتی ہیں مگر چالیس یوم تک عموماً ایسی ساری تکالیف دور ہوجاتی ہیں۔

حیض ونفاس کے دنوں میں کیا ممانعت ہے عبادت کرنا مثلاً نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا حج کرنا قرآن شریف کی تلاوت کرنا وغیرہ وغیرہ جیسا مردوں کے لئے ہے ویسا ہی عورتوں

لئے ہے۔ چونکہ نماز۔ روزہ۔ کعبۃ اللہ اور مساجد اور قرآن مجید۔ یہہ ساری باتیں اسلام کے بڑے بڑے محسوس شعائر
میں سے ہیں۔ اور انکی تعظیم و تکریم ہر طرح پر کیا بلحاظ مصلحت ملکی کیا بلحاظ مصلحت قومی اور کیا بلحاظ مصلحت
دین ہر مومن پر واجب ہے اور کم از کم ان کی تعظیم کا نشان اتنا تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اعلیٰ سے اعلیٰ
اور عمدہ سے عمدہ ظاہری اور باطنی طہارت کے ساتھ یہہ عبادتیں بجا لائی جاویں یا ان شعائر کی رعایت کی
جاوے مگر حیض و نفاس جو پلیدی ہیں یعنے یہہ کہ طہارت کو برباد کرنے والے ہیں اس تعظیم کے مخالف
ہیں۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ جو شخص خود محل نجاست ہو وہ اس تعظیم کو بجا لانے کے قابل نہیں ہوتا لہذا شارع
نے حکم دیدیا کہ حائض نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے۔ نہ کعبۃ اللہ کا طواف کرے نہ مسجد میں گھسے۔ اور نہ تلاوت
قرآن کریم کرے۔ یہہ سارے کام متطہرین اور متطہرات کے ہیں۔ اور حائض بیچاری ان دنوں میں ایسی
نہیں ہوتی۔ نیز ان دنوں میں جماع کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ان دنوں میں رحم نطفہ کو قبول کرنے کے قابل
نہیں ہوتا۔ بلکہ مرد کو کئی قسم کی بیماری لگ سکتی ہے۔ انسانی صفات تطہر کو چھوڑ کر بہیمی صفات حاصل
کرنی پڑتی ہیں۔ میں کہتا ہوں بلکہ ایسا انسان ان سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ کیونکہ حیوانات کا خاصہ ہے کہ اپنی
مادہ کے پاس خاص خاص وقتوں میں نہیں جاتا۔ عورت حرث یعنی محل پیداوار ہے نہ کہ محل فعل عبث
نیز ان دنوں کی رہی ہوئی نمازیں عورت پیچھے نہ پڑھے۔ ہاں روزے جو رہ گئے ہوں وہ پیچھے ضرور رکھے
نماز چونکہ بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے اور پڑھی جاتی بھی رات دن ہے اسواسطے ان کے قضا کا حکم نہیں دیا
دوم یہہ کہ قضا میں تکلیف حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور بڑھتی بھی کن پر ہے؟ انپر جو خلقۃً کمزور ہیں اور
جو عقل و دین میں بھی ویسی ہیں۔ اور ایسی تکلیف اصول ملت سمحہ و سہلہ کے مخالف ہے۔ روزے چونکہ سال بھر
میں صرف ایکدفعہ کچھ متواتر یوم رکھے جاتے ہیں اسواسطے ان سے اگر فروگذاشت کی جاتی تو غالباً یہ اسلامی
نشان عورتوں میں سے گم ہو جاتا کیونکہ حیض تو قدرتی اور دائمی اور اٹل بات ہے اور روزے صرف عارضی پس
ضرور ہوا کہ انکی قضا کا حکم بالخصوص دیا جاوے۔ نیز یہہ کہ نماز کے مقابلہ میں روزوں کی تکلیف بھی کچھ ایسی
ویسی ہی ہے۔ کیونکہ ان میں وقتی نمازوں کے اداء و فوائت یعنی رہی ہوئی نمازوں کی قضا ہے اور روزوں
میں صرف قضا ہی قضا ہے۔ جو احکام حیض کے ہیں وہی نفاس کے ہیں۔

استحاضہ اگر عورت کو بیماری کا خون نہ آتا ہو تو حیض و نفاس کے خون سے کچھ بھی دقت عورت
کو نہیں ہوتی جتنی دقت یا مشکل پڑتی ہے وہ استحاضہ کے سبب سے پڑتی ہے جس عورت کو یہہ خون آتا ہو

Marfat.com

وہ ان پانچ قسموں کی عورتوں میں سے ضرور کوئی نہ کوئی ہوگی۔ اول معتادہ یعنی وہ عورت جو اپنی عادت یعنے اپنے حیض کے آنے اور جانے کا وقت اور تعداد ایام حیض کو جانتی ہے۔ دوم ممیزہ یعنے وہ عورت جو اپنے حیض کے خون کو پہچانتی ہے۔ یا یوں سہی کہ سفیدی خالص سے پہلے پہلے جسقدر تغیرات اس کے خون کے ہوتے ہیں ان کو وہ پہچانتی ہے۔ سوم معتادہ و ممیزہ یعنے وہ عورت جو عادت اور تمیز دونو سے واقف ہے۔ چہارم ناسیہ وقت و ایام حیض یعنے اسکو اپنی عادت کا پتہ نہیں رہا۔ یا پتہ نہیں لگتا۔ پنجم مبتدئہ یعنے وہ عورت جسے ابھی پہلی دفعہ حیض آیا ہو۔ شارع علیہ السلام نے خون حیض اور خون استحاضہ میں تمیز کرنے کے لئے قسم اول یعنے معتادہ کے لئے تو اسکی عادتِ حیض قبل از استحاضہ کو اور قسم دوم یعنے ممیزہ کے لئے تمیز کو اور قسم سوم یعنے معتادہ و ممیزہ کے لئے اسکی عادتِ یا تمیز کو معیار مقرر فرمایا۔ باقی رہی قسم چہارم و پنجم سو وقتِ حیض کے لئے تو ان کے لئے ہے۔ پس یہ دونو اگر سیاہ خون دیکھیں تو وہ حیض کے ابتدا کا وقت ہے اور اسکو عورتیں پہچان جاتی ہیں۔ پس اسوقت وہ حائض ہیں۔ اب رہی یہہ بات کہ کب تک حائض رہیں سو ایک کو تو عادت یاد نہیں دوسری کو عادت ہوئی نہیں اسواسطے عادت پر عمل تو کر نہیں سکتیں۔ وہ دوسری عورتوں کو جو اُن کی ہم عمر اور ہم مزاج ہوں۔ خاصکر قرابتی عورتوں کو دیکھکر ان کی عادت پر عمل کرلیں اور اگر خون کے رنگ بدلتے رہتے ہیں اور کچھ تمیز سیاہی کی نہیں ہوسکتی تو اس معیار کو چھوڑ دیں دوسری عورتوں کی عادت پر عمل کرلیں۔ اور ایسی عورتوں کے لئے صرف ظن غالب کافی ہوگا جو عورتیں وسوسوں میں پڑجاوینگی اور شریعت سمحہ وسہلہ کے اس صاف اور سہل سڑک کو چھوڑکر مشکل رستہ اختیار کرینگی وہ اس شریعت پر حرف گیری نہ کریں اپنی خوش فہمی اور تکلف زہد پر کریں۔ اب ہم چند احادیث نبوی نقل کرتے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں شارع علیہ السلام نے کسقدر سہولت اور آرام دیا ہے معتادہ یعنی عادت والی عورت کے لئے دیکھو یہہ حدیث۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ابوحبیش کی بیٹی فاطمہ

عن عائشۃ رضی اللہ تعالے عنہا قالت جاءت فاطمۃ بنت ابی حبیش الی النبی صلعم فقالت یا رسول صلعم انی امرأۃ استحاض فلا اطہر افادع الصلوۃ فقال لا انما ذلک عرق ولیس بحیض فاذا اقبلت	نبی صلعم کے پاس آئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے کثرت کے ساتھ خون استحاضہ آتا ہے اور میں پاک نہیں رہتی کیا نماز چھوڑدوں؟ فرمایا نہیں یہہ تو ایک رگ کا خون ہوتا ہے یہہ کوئی حیض کا خون نہیں ہوتا۔ سو جب تجھے حیض کا

حیضتك فدعی الصلوٰۃ واذا ادبرت فاغتسلی عنك الدم ثم صلی متفق علیہ وللبخاری ثم توضئی لکل صلوٰۃ (بلوغ المرام)

خون آوے نماز چھوڑ دے اور جب بند ہو جاوے تو خون دھو دھا کر نماز پڑھ لیا کر (یعنے بعد غسل واجب جیسا کہ اور طرق سے ثابت ہے) اور بخاری میں اتنی زیادتی اور ہے "اسکے بعد ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کر"

بعض محدثین نے اس زیادتی بخاری کو غیر محفوظ کہا ہے۔ مگر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ثابت کیا ہے کہ یہہ زیادتی کئی اور طرق سے ثابت ہے۔ (مستفاد من سبل السلام)

دوسری حدیث یہہ ہے ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ نبوی میں ایک عورت کو لڑکے کے ساتھ خون بہتا تھا اور اسکے لئے ام سلمہؓ نے نبی صلعم سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اس عورت کو تو اتنے دن نفاس کی بیماری لگی ہے (یعنے پہلے ایک ماہ میں جتنے دن اور اتنے دن حائض ہا کرتی تھی اتنے دن اور اتنے دن سمجھہ سوچکر حائض بنی رہے اور اتنے دن نماز چھوڑ دے اور جب یہہ دن گذر جاویں تو یہہ غسل فرض کرے پھر کپڑے کا لنگوٹ اندر باندھ کر پڑا رہے۔

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان امرأۃ کانت تھراق الدم علی عہد رسول اللہ صلعم فاستفتت لھا ام سلمۃ النبیؐ فقال لتنظر عدد اللیالی والایام التی کانت تحیضھن من الشھر قبل ان یصیبھا الذی اصابھا فلتترک الصلوٰۃ قدر ذلک من الشھر فاذا خلفت فلتغتسل ثم لتستثفر بثوب ثم لتصل (رواہ مالک وابو داؤد والنسائی مفاہ بلوغ المرام)

رنگ کی تمیز کے لئے دو حدیثیں

عن عروۃ ابن الزبیر عن فاطمۃ بنت ابی حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت تستحاض فقال لھا النبی صلعم اذا کان دم الحیض فانہ دم اسود یعرف فاذا کان ذلک فامسکی عن الصلوٰۃ فاذا کان الآخر فتوضئی وصلی فانما ھو عرق (رواہ ابو داؤد والنسائی مفاہ بلوغ المرام)

لہ یعرف۔ اس صفت مشبہ کو زطع پہنچ الرضاع معروف ارباب فضل سے سنتے ہیں جو بروزن ضارب اسم فاعل مضارع مجہول ثلاثی مجرد ہے تو سنتے یہہ ہیں "اسکو عورتیں جانتی پہچانتی ہیں"

Marfat.com

اسی طرح دوسری عورتوں کی عادت کو دیکھ کر عمل کر لینے کے لئے یہہ حدیث طویل حمنہ رضؓ ہے۔

عن حمنة بنت جحش رضؓ قالت كنت استحاض حيضة كثيرة شديدة فاتيت النبيؐ استفتيه واخبره فوجدته في بيت اختي زينب بنت جحش فقلت يا رسول اللهؐ اني استحاض حيضة كثيرة شديدة فما تامرني فيها قد منعتني الصلوة والصيام قال انعت لك الكرسف فانه يذهب الدم قالت هو اكثر من ذلك قال فلجمي قالت هو اكثر من ذلك قال فاتخذي ثوبا قالت هو اكثر من ذلك وانما انج ثجا فقال النبيؐ سامرك بامرين ايهما صنعت اجزأ عنك من الاخر فان قويت عليهما فانت اعلم قال لها انما هذه ركضة من ركضات الشيطن فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام في علم الله ثم اغتسلي اذا رايت انك قد طهرت واستنقات فصلي ثلثا وعشرين ليلة او اربعا وعشرين ليلة وايامها وصومي فان ذلك يجزئك وكذلك فافعلي كل شهر كما تحيض النساء وكما يطهرن ميقات حيضهن وطهرهن وان قويت على ان تؤخري الظهر وتعجلين العصر فتغتسلين وتجمعين بين الصلوتين الظهر والعصر توخرين المغرب وتعجلين العشار ثم تغتسلين وتجمعين بين الصلوتين فافعلي وتغتسلين مع الفجر فافعلي وصومي ان قدرت على ذلك قال رسول اللهؐ وهذا اعجب الامرين الي رواه احمد وابو داؤد والترمذي

حمنہ بنت جحش رضؓ سے مروی ہے کہ مجھے نہایت ہی کثرت اور شدت کے ساتھ استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا۔ میں فتوی پوچھنی اور اپنے حال سے نبیؐ کو آگاہ کرنے کے لئے انکی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپکو اپنی سگی بہن زینب کے گھر میں دیکھا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ مجھے بہت کثرت اور شدت کے ساتھ خون استحاضہ آتا ہے اب تو میری نماز اور روزہ بھی بند کر رکھا ہے آپ اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا میں تجھے روئی بتاتا ہوں (وہ خون نکلنے کی جگہ پر رکھ لیا کر) کیونکہ یہہ خون کو بند کر دیتی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر حمنہ نے عرض کی کہ خون اس سے زیادہ ہے یعنی روئی کا گرہنیں ہو سکتی فرمایا پھر لنگوٹ کر لے وہ بولی وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے فرمایا اچھا تو پھر کپڑا رکھ لیا کر وہ بولی وہ خون اس سے بھی زیادہ ہے مجھے اتنا خون آتا ہے کہ گویا بارش ہو رہی ہے۔ پس نبیؐ نے فرمایا میں تجھے دو باتیں بتاتا ہوں ان دونوں میں سے جس پر تو عمل کرے مری تیرے لئے کافی ہو گی اور دوسری کی حاجت نہ رہیگی اور اگر تجھے دونوں باتوں پر عمل کرنیکی طاقت ہے۔ (تو تو جان تیرا اختیار ہے) کیونکہ تو اپنی حال سے خوب واقف ہے یہہ استحاضہ تو شیطان کی رکضات میں سے ایک رکضہ ہے۔ سو تو چھ یوم یا سات یوم جیسا کہ اللہ کو معلوم ہے (یعنی یہ تو معلوم نہیں حیض ۶ دن رہیگا یا ۷ رہیگا یا شاید اس سے کم یا اس سے زیادہ یہ تو خدا کو معلوم ہے) حیض کے دن گنا کر جب حیض بند ہو جاوے یعنی فرض کر کہ

لہ رکضہ۔ رکض کے معنے ہیں زمین پر ایڑی کا مارنا اسی سے ارکض برجلک یعنی لے ایوب تو زمین پر اپنی ایڑی مار۔ یہاں بھی تمثیلی طور پر سمجھایا گیا ہے کہ گویا شیطان رحم عامل پر ایڑی مار کر وار [illegible] اور عورت متحیر ہو جاتی ہے کہ اب کیا کرے۔

کہ سات یوم کے بعد بند ہوا تو پھر بعد غسل جب تو اپنے تئیں پاک صاف دیکھ لی تو پھر باقی کے ۲۳ یوم طہر کے
بھیرا اور اگر فرض کرو کہ ۱۰ یوم ہوتے ہیں تو اسی طرح پھر باقی کے ۲۴ یوم طہر کے بھیرا اور ان ایام طہر میں نماز بھی پڑھ
اور روزے بھی رکھ۔ پس یہہ تیرے لئے کافی ہے اور تو اسی طرح ہر ماہ کیا کر جیسا کہ دیگر عورتیں اپنے حیض و طہر کے
اوقات معلوم میں حائض اور طاہر ہو کر کیا کرتی ہیں۔ بس ایک تو یہ بات ہوئی یعنی یہہ کہ ہر ایک نماز کو ایک ایک وضو
کے ساتھ اپنے اپنے اصلی وقت میں ادا کرنا۔ اب دوسری سن اور وہ یہہ ہے کہ اگر تجھے طاقت ہو تو ایسا کر لیا
کر ظہر کو تاخیر اور عصر کو تعجیل کر کے (یعنی اس نماز کو دوسری نماز کے وقت میں لیجا کر دونوں) ایک غسل کے ساتھ جمع
کر کے پڑھ لیا کر اور اسی طرح مغرب کو تاخیر اور عشاء کو تعجیل کر کے ایک غسل کے ساتھ جمع کر کے پڑھ لیا کر اور فجر
کی نماز ایک غسل کے ساتھ پڑھ لیا کر غرض کہ اسی طرح نمازیں جمع کر لیا کر اور روزے بھی رکھا کر مگر شرط یہہ ہے کہ تجھے
اس مشقت کی برداشت کرنیکی طاقت ہو اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی بات سے یہ بات مجھے پسندیدہ معلوم ہوتی ہے

سفیدی خالص کا حیض کی ابتدا ہونیکے لئے بخاری باب اقبال المحیض و ادبارہ الخ میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا
عورتیں دنیا میں کچھ روئی اور زردی خون حیض ڈالکر بھیجا کرتی تھیں یعنی طہر معلوم کرنے کیلئے۔ تو آپ فرمایا کرتی
تھیں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ سفیدی خالص دیکھ لو اور جب طہر حاصل ہو گیا تو پھر اسکے بعد اگر کبھی زردی یا سیلان نظر
آوے تو اسکو معتبر نہ سمجھ لیا ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا یہہ قول ہے کہ ہم طہر یعنی سفیدی خالص بعد زردی و سیلان کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں (رواہ ابو داؤد)

مستحاضہ کے احکام اوپر کی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ استحاضہ کا کچھ اعتبار نہیں جب حائض کو خون
غالب ہو جاوے خواہ اپنی اس عادت سے جو قبل از استحاضہ تھی خواہ خون کی رنگت خواہ دیگر عورتوں کی عادت سے اگر اب
حیض مثلاً پندرہ یا نقصان کے چالیس یوم گزر گئے اور اسکا خون بند نہیں ہوا تو اب یہہ خون استحاضہ ہے اور
اور دیگر طاہر عورتوں کی طرح طاہر ہیں۔ پس جو احکامات طہارت کے ہیں وہی ان کے ہیں مستحاضہ کل حساب تیس کر
بلا شک لوک۔ ہاں اگر خون بہتا ہو اور بند نہ ہو تو ہر نماز کیلئے جب وقت آجاوے نیا وضو کرے کیونکہ حمنہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بالا کی اس زیادتی بخاری ثم توضئی لکل صلوٰۃ سے صاف ظاہر ہے کہ خون استحاضہ بھی ان
احداث میں سے ایک حدث ہے جن سے وضو جاتا رہتا ہے۔ اور جمہور کا قول ہے کہ جب نماز کا وقت
آجاوے تو یہہ بہتا خون دھو کر وضو کر کے نماز پڑھ لیوے پس نماز کے ختم ہوتے ہی یہ وضو بھی گیا اب
دوسری نماز کا وقت آجاوے تو پھر اسی طرح وضو کر کے نماز پڑھے۔ (سبل السلام)
آتا ہے اور عورت زیادہ نظافت پسند ہے تو وہ حضرت بیٹھے سوتی اور کترہ وغیرہ

شہ بعض عورتوں سے تاخیر اور تعجیل سے صرف ایک نماز کا فرق اور دوسری نماز کے وقت ملتے ہیں یعنی ظہر عصر کے بارے میں
کہ عصر کا وقت ظہر کے ساتھ ملا ہوا ہے سو یہہ تکلیف مالا یطاق ہے کیونکہ نمازوں کے آخری اور ابتدائی وقتوں کی نسبت تو اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

استعمال میں لاوے اور اگر اور نظافت پسند ہے اور اس تکلیف کی متحمل بھی ہو سکتی ہی تو ہر ایک نماز غسل کے ساتھ پڑھے اور اگر جمع شدنی نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو جمع بھی کر سکتی ہی خواہ صرف ایک ایک وضو کے ساتھ ہی جیسا کہ دیگر معذورونکی اجازت سے مستفاد ہی اگرچہ مستحاضہ کیلئے کوئی خاص نص نہیں ہے (سبل السلام) خواہ صرف ایک ایک غسل کے ساتھ جیسا کہ حمنہ کی حدیث سے معلوم ہی مگر یہہ روئی اور لنگوٹ اور غسل سب کے سب امر مندوب ہیں واجب نہیں ہیں۔ واجب صرف وضو ہی ہے اور بس پھر نماز میں خواہ کتنا ہی خون کیوں نہ آتا ہی اسکا خیال نکرے نماز بیشک آرام کے ساتھ پڑھتی رہی۔ سلسل بول والی کا بھی یہی حکم ہی حمنہ والی حدیث کے متعلق چند باتیں قابل بیان ہیں اول یہ کہ اسکی صحت پر بعض محدثین کا مقال ہے مگر یہ مقال درست نہیں ہی ترمذی اور ابن ماجہ نے اسکی تخریج کی ہی امام احمدؒ اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح اور بخاری نے اسکو حسن کہا ہی اور یہہ سب کے سب حدیث کے امام ہیں۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو غیر صحیح کہا ہے ان کا خود اپنا قول ہی غیر صحیح ہے غرضکہ یہہ حدیث صحیح ہی (مستفاد من سبل السلام) دوم اس حدیث میں ارشاد ہی "کہ تجھے دو باتیں بتاتا ہوں انمیں سی تو جسپر چاہے عمل کرے اور اگر طاقت ہو تو دونو پر عمل کرے"۔ گویا تین باتیں بتائیں (۱) ہر ایک نماز اپنی اپنی اصلی وقت پر الگ الگ وضو کے ساتھ پڑھے اور نجاست کو کم کرنے اور طہارت کو بڑھانے کیلئے وضو سی پہلے روئی اور لنگوٹ وغیرہ علاج استعمال میں لاوے (۲) جمع شدنی نمازوں کو جمع کرے مگر ایک ایک غسل کے ساتھ (۳) دونو باتوں کو جمع کری یعنے پانچوں نمازیں اپنے اپنی اصلی وقتوں میں پڑھے اور غسل بھی ایک ایک نماز کے لئے کرے۔ یہ تینوں باتیں مستحب ہیں واجب نہیں ہیں۔ کیونکہ نجاست کو کم کرنے اور نظافت و طہارت کو بڑھانے کے لئے ہیں دوسری بات میں چونکہ نظافت و طہارت پانچ غسلوں کی طہارت کے برابر ہوتی ہے اور تکلیف صرف تین غسلونکی اسواسطے بلحاظ زیادت طہارت و نظافت پہلی بات سے اور بلحاظ قلت و تکلیف و مساوات طہارت تیسری بات سے پسندیدہ تر ہی چہارم بعض لوگوں نے ملتبسہ و متحیرہ عورتوں کے لئے ۶ یا ۷ عددونکو بطور تحدید و حصر سمجھ لیا ہے مگر یہہ فہم درست نہیں ہی اسی حدیث کے الفاظ نبویؐ فی علم اللہ اور کذلک فافعلی کل شہر الحدیث اور دیگر احادیث عدم تحدید اس فہم کی مخالف ہیں یہ عدد صرف تمثیلی طور پر ہیں بعض لوگوں نے اسی قسم کی ملتبسہ عورتوں کے لئے ہر نماز کے لئے ایک ایک غسل واجب قرار دیا ہے جو عقلا اور نقلا دونو طرح پر اس ملت سمحہ و سہلہ کے اصول کے خلاف ہے۔ جو نقل کسی نے پیش کی بھی ہے وہ مجروح اور ناقابل احتجاج ہے

فالحمد للہ الذی جعل فی الامر سعۃ ۔

Marfat.com

خصال الفطرۃ وغیرہ

قال رسول اللہ صلعم ان اللہ طیب یحب الطیب ونظیف یحب النظافۃ

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ خصال فطرت ایسے امور ہیں کہ ہر ایک فطرۃ سلیم اور مزاج صالحہ اور عقل صحیح ان امور کی نہ صرف دل سے خواستگار ہی ہے بلکہ ان کے حصول میں مہما امکن کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے

عن عائشۃ رض قالت قال النبی صلعم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاض الماء یعنی الاستنجاء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ۔ رواہ مسلم (مشکوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امور فطرۃ دس چیزیں ہیں یعنے مونچھوں کا کٹوانا۔ داڑھی کا رکھنا۔ مسواک کرنا۔ ناک میں سے پانی ڈال کر میل کچیل کا دور کرنا۔ ناخنوں کا اتارنا۔ ان عقود المفاصل یعنے جوڑوں کی پوریوں اور گانٹھوں کا دھونا جہاں میل جم جایا کرتی ہے اور جہاں سے ذری دقت اور تکلیف سے میل اتاری جاتی ہے۔ مثلاً انگلیوں کی گانٹھیں۔ کانوں کی سنگینی نرمہ گوش۔ آنکھوں کے کوے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بغلوں کے بالوں کا اکھاڑنا۔ موئے زہار کا مونڈنا۔ قضائے حاجت کے بعد استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے دسویں چیز یاد نہیں رہی۔ شاید کلی کرنا ہے۔ ان کے علاوہ بعض بعض حدیثوں میں اور بھی امور فطرت بیان ہوئے ہیں مثلاً ابو ایوب فرماتے ہیں

عن ابی ایوب رض قال قال رسول اللہ صلعم اربع من سنن المرسلین الحیاء ویروی الختان والتعطر والسواک والنکاح رواہ الترمذی (مشکوۃ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رسولوں کی سنتوں میں سے یہ چار چیزیں ہیں حیا یا ختنہ۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

دیگر۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ بھر میں ایک دن نہاوے اور سر دھوئے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل

Marfat.com

کل سبعۃ ایام یوماً یغتسل فیہ
جسدہ ورأسہ متفق علیہ (مشکوۃ
عن عائشہ رض عنہا قالت کان النبی ؐ
یغتسل من اربع من الجنابۃ ویوم
الجمعہ ومن الحجامۃ ومن غسل المیت
(بلوغ المرام)

دیگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کے
سبب سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ ایکتو جنابت
سے۔ دوسرے جمعہ کے روز۔ تیسرے پچھنیاں لگوانے
پر۔ چوتھے میت کو نہلانے سے۔

اگر کل احادیث متعلقہ امور فطرت کو جمع کیا جاوے
تو امور فطرت بلحاظ حصص جسم بتعداد میں پندرہ اور ترتیب میں حسب ذیل ہوتی ہیں +
(۱) حلق الرأس یعنے سر مونڈانا (۲) قص الشارب یعنی مونچھوں کا کٹوانا (۳) اعفاء اللحیہ یعنی داڑھی کا
رکھنا (۴) مسواک (۵) مضمضہ یعنی کلی کرنا۔ (۶) استنشاق یعنے ناک میں پانی ڈالنا (۷) نتف الابط
یعنے بغل کے بال اکھاڑنا (۸) قص الاظفار یعنی ناخن اتارنا (۹) حلق العانہ یعنی موئے زہار مونڈنا (۱۰)
ختان یعنی ختنہ بیٹھنا (۱۱) استنجا (۱۲) غسل البراجم یعنے جوڑوں کی گانٹھوں کو دھونا (۱۳) غسل الجسم یعنے
نہانا (۱۴) نکاح (۱۵) حیا — ان میں سے بعض امور ایسے ہیں کہ جنکی طہارت اُستره وغیرہ کے ساتھ
تعلق رکھتی ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ پانی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ پانی اور اُستره سے
حاصل شدہ طہارت کو بڑھانے والے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ وہ براہ راست دل اور نفس کو طاہر
اور طیب کرنیوالے ہیں۔ اب ہم ان کو قسم وار لکھتے ہیں۔ اولاً وہ امور جو متعلق باُستره ہیں۔ (۱) سر مونڈانا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوائے ایام حج کے کبھی ثابت نہیں ہوا کہ آپنے سارا سر
مونڈا ڈالا ہو۔ ہمیشہ آپ سارا سر رکھتے تھے۔ آپکے بال کندھوں تک لمبے رہتے تھے۔ کبھی کانوں
تک۔ آپ سر مبارک دھوتے۔ تیل لگاتے۔ سر مبارک میں کنگھی کرتے۔ اور کرواتے تھے۔ آپ سر کی
مانگ نکالا کرتے تھے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ سر کا بعض حصہ منڈواتے اور بعض حصہ رہنے
دیتے۔ آپکے زمانہ مبارک میں بعض صحابہ خشخاشی بال کرواتے۔ حضرت علی رض ان میں سے ہی تھے
سر پر جب بکھرے ہوئے بال ہوں اور اُن کی برداشت انسان نہ کر سکے تو اس میں کچھ شک
نہیں کہ دل منقبض ہو جاتا ہے۔ طبیعت میں سستی اور بلادت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت کی طہارت
یعنی اسکی تاثیرات کا جو حدث کا حکم رکھتی ہیں ازالہ امور ذیل سے ہوتا ہے۔ (۱) سارا سر مونڈانے

سے (۲) بالوں کو کترانے سے (۳) ایسے سر کو سارا منڈا ہوا ہو یا خشخاشی ہونے سے (۴) سارے سر کو حجب رکھا ہو تو اس کی پوری پوری محافظت کرنے سے مثلاً دھونا۔ روغن لگانا۔ کنگھی وغیرہ کرنا۔

آپ خود ہمیشہ سولے ایام حج کے سر کو غیر محلق اور غیر مقصر رکھتے تھے اور اس کی طہارت کے تمام لوازمات پر محافظت کرتے۔ باقی طریقے بھی مسنون ہی ہیں۔ گو ان پر آپ نے مواظبت نہیں کی۔ مگر آپ نے بنی جعفر کے سروں کو جوؤں کے سبب سے منڈوا ڈالا۔

(۲) قص الشارب یعنی مونچھوں کا کٹوانا۔ سب سے صحیح بات یہی ہے کہ مونچھوں کے بال لبوں پر سے اتنے اتروا دے کہ جس سے لب ننگے ہو جاویں مردی اور نری کا یہ بھی ایک نشان ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی سوچ میں پڑ جاتے تو مونچھوں کو بل دیتے۔

کھانے میں پینے میں کلام کرنے میں اس سے کسقدر فائدہ پہنچتا ہے اس امر فطرت کی قدر اسوقت معلوم ہوتی ہے جب بالمقابل دوسری قوموں کو دیکھا جاوے۔ ان کی مونچھوں میں کھانے پینے کی چیزیں پھنس جاتی ہیں اور لٹک رہتی ہیں اور وہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ اٹک جاتا ہے اور بالآخر میل کی صورت بنکر جمع ہو جاتا ہے

(۳) اعفاء اللحیہ۔ اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید فرمائی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحی یعنی مشرکوں کی مخالفت کرو۔ مونچھوں کو کٹواؤ اور داڑھیاں رہنے دو اب لوگ اسکے الٹ کرتے ہیں گویا رسول اللہ صلعم کو عملی طور پر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جھٹلاتے ہیں۔ لوگ مونچھوں کو رہنے دیتے ہیں اور داڑھیوں کو صاف کر دیتے ہیں۔ بعض رکھتے تو ہیں مگر بیانتک خشخاشی کروالتے ہیں کہ گویا آج ہی انہیں داڑھی اترنے لگی ہے۔ داڑھی کے رکھنے میں بڑے فائدے ہیں کہ مرد زنانہ مماثلت سے بچ جاتا ہے اس سے مرد کی ہیبت و مردی اور وقار اور اعتبار پایا جاتا ہے۔ مجوسیوں اور مادر پدر آزاد لوگوں کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ مسلمان کی ظاہری علامتوں میں سے یہ دو علامتیں بڑی ضروری ہیں یعنی ایک قص الشارب دوم اعفاء اللحیہ طبی فائدہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ وہ بیماری جو داڑھی نہ رکھنے کے سبب سے گلے میں پیدا ہو جاتی ہے جس سے گردن وغیرہ کے اعصاب کھچ جاتے ہیں پیدا نہیں ہوتی داڑھی کو ادھر ادھر کے بالوں سے کتروا کر صاف کرنا عیب نہیں۔

Marfat.com

(۴) نتف الابط یعنے بغلوں کے بالوں کو اکھاڑنا (جو آجکل مردانہ سے ہی منڈا لیتے ہیں) یہہ جگہ چونکہ محفوظ و مستور رہتی ہے۔ کپڑے نہ بھی ہوں تو بھی قدرتی طور پر ڈھکی رہتی ہے اور عام طور پر وہاں پر ہوا کا گزر بھی نہیں ہوتا وہاں پسینہ آآکر بالوں میں جمع ہو جاتا ہے اور پھر وہاں سے ایسی سخت بدبو آتی ہے کہ کسی نجاست مغلظہ سے بھی شاید نہیں آتی۔ بعض لوگ سعدی علیہ الرحمتہ کے اس شعر کا پورا پورا مصداق ہوتے ہیں۔ **شعر** گندہ نبیشن نعوذ باللہ۔ مردار بآفتاب مردا د۔

(۵) قص الاظفار۔ ناخون اگر بڑھ جاویں تو وہ نجاست یا حدث کی سی تاثیر اور عمل کرنے میں کچھ کمسر نہیں رکھتے ہر شخص ذی فہم و درایت اسکو آزما سکتا ہے۔

(۶) حلق العانہ۔ موئے زنار بھی مثل موئے بغل اگر بڑھ جاویں تو حدث کا عمل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے اسبات کی قدر وہی جان سکتا ہے جسکو خداوند تعالے نے سلیم فطرۃ عطا کی ہو یا مرہذا وامر چہارم سے عموماً کل دنیائے غیر مسلمہ اور یورپ اور نئی دنیا کی بالخصوص عورتیں تو محض ناواقف ہیں۔

(۷) ختان۔ سر ذکر پر کچھ زائد گوشت ہوتا ہے اسکو کاٹ دینے کا نام ختنہ یا ختان ہے۔ اس زائد ٹکڑے کا فائدہ کچھ نہیں البتہ اُس سے نقصان عظیم پیدا ہو جاتا ہے وہاں پر میل جم جاتی ہے۔ اور پیشاب کے لئے تکلیف کا باعث ہو جاتی ہے یعنی اگر وہ ٹکڑہ اسی طرح پر رہنے دیا جاوے تو پیشاب کی کچھ نہ کچھ تری وہاں جم جاتی ہے۔ اگر اس کی طرف انسان پوری پوری توجہ رکھے تو وہاں ہوتے ہوتے بہت سی عفونت جم جاتی ہے اور پھر وہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس سے سپتالوں میں رجسٹروں کے رجسٹر بھر جاتے ہیں اور آخر علاج ختنہ ہی کیا جاتا ہے۔ اگر اس ٹکڑے کو کاٹ ڈالا جاوے تو اس بیماری کا تو وہم و خیال بھی کیا کسی قسم کی عفونت تک کا گمان بھی نہیں ہو سکتا

(ثانیاً) وہ چیزیں کہ جنکا تعلق غسل کے ساتھ ہی حسب ذیل ہیں جیسے سواک۔ مضمضہ۔ استنشاق استنجا۔ غسل البراجم اور غسل الجمعہ۔ سو ان سب کا ذکر پہلے وضو اور غسل میں آچکا ہے اور چونکہ ہم غسل جنابت میں اشارہ کر آئے ہیں کہ غسل کی اقسام کا ذکر خصال فطرۃ میں کیا جاویگا اسواسطے اس جگہ اب ہم اُس غسل جنابت کے علاوہ ان غسلوں کا ذکر کرتے ہیں جو مستحب ہیں۔

(۱) سات دن میں ایک دفعہ نہانا۔ بالخصوص جمعہ کے دن۔ یہہ غسل محض بدن کی دین۔ میل

Marfat.com

کچیل رفع کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور بس جمعہ کے دن کو خاص اسواسطے کیا جاتا ہے کہ اُس روز جمعہ کی نماز میں ہر قسم اور ہر مزاج کے لوگ کثرت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اسواسطے اُس روز نہانا مشروع ٹھیرایا گیا ہے۔ جمعہ کی نماز میں اسکا پورا پورا ذکر ہے۔

(۲) سینگی وغیرہ لگواکر نہانا جب خون نکلوایا جاتا ہے تو وہ خون خاص کر اسی عضو سے نہیں نکلتا جہاں پر سے خون نکلوایا ہے بلکہ تمام جسم میں سے سب طرف سے خون کھچ چلا آتا ہے غسل سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خون سب طرف سے آنے سے بند ہو جاتا ہے اور صرف وہی خون جو فصد نہانا نکل جاتا ہے علاوہ بریں بدن پر جو چھینٹے وغیرہ پڑ جاتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں۔

(۳) غسل الاسلام جب کوئی کافر مسلمان ہو تو اُس کو نہانے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ اُس کے ذہن میں یہ بات بالکل مرکوز ہو جاوے کہ وہ اب بالکل ہر قسم کے ظاہری کفر سے بھی پاک ہو گیا ہے

(رابعاً) وہ قسم جو اوپر کی دونوں قسموں کی جہات کو بڑھانے والی ہے یعنی تعطر اور تطیب۔ خوشبو کے ساتھ حفظ صحت کا بڑا بھاری تعلق ہے۔ جسقدر خوشبوئیں دنیا میں موجود ہیں وہ سب کی سب ساوج کی غذا ہیں! مسوج ایسی چیز ہے کہ اس کے سہارے تمام قوے اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ گویا ساوج قوے کی سواری ہے اور قوے خوشبو کے سبب سے بڑھتے ہیں۔ خوشبو دل اور دماغ اور تمام اعضائے باطنی کے لئے نافع ہے۔ باعث نشاط روح۔ موجب سرور نفس و تفریح قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو بہت ہی پسند کیا کرتے تھے اور حکم دیا کرتے تھے۔ کہ جسکو کوئی تحفہ

من عرض علیہ ریحان فلا یردہ فانہ طیب الریح خفیف الحمل (مسلم بحوالہ زاد المعاد)

ریحان دیوے وہ اس کو موڑے نہیں کیونکہ یہ خوشبو بھی کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے لئے محل زیادہ مستحق احسان ہونا پڑتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلعم ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرامۃ جواد یحب الجود فنظفوا افنائکم وساحاتکم ولا تشبھوا

یعنے اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے ستھرا ہے ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کرم کو چاہتا ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ پس تم لوگ اپنے صحنوں اور انگنوں کو ستھرا رکھا کرو اور یہودیوں کے ساتھ خواہ فواہ مشابہت

Marfat.com

بالیھود یجمعون الاکباء[1] فی دود ھم۔ ابوداؤد۔ نسائی زاد المعاد	پیدا کر لو وہ تو اپنے گھروں میں پاخانہ وغیرہ اکٹھا کر رکھتے ہیں۔

جو لوگ طہارت اور نظافت کے خواص سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہاں طہارت نظافت کے قواعد پر عمل کیا جاوے وہاں شیاطین کا کیا کام۔ فرشتے بھی جو پاک ہیں ایسی ہی جگہوں میں رہتے ہیں اور ستھرائیوں اور پاکیزگیوں کو پسند کرتے ہیں۔ نجاست اور نجاست کے پیدا کرنے والے یا بڑھانیوالے اسباب جنمیں سے بدبوئیں بھی ہیں شیاطین کا گھر ہیں اور شیاطین انکو دل سے چاہتے ہیں پس مومن طاہر و طیب اور نظیف فرشتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ (مستفاد من زاد المعاد) میں کہتا ہوں ایسے مومن خدا کے محبوب ہوتے ہیں۔ پہلے اس آیت کو پڑھ چکے ہو۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔

(رابعاً) وہ قسم جو براہ راست دل کو پاک کرنے والی ہے۔ اسمیں دو چیزیں نکاح اور حیا داخل ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نکاح پر موقوف ہیں حفظ شخص۔ اور حفظ نوع۔ اور یہی دونوں امور دراصل نکاح کا مقصود ہیں۔ جب نکاح ہوگیا تو نفس اُن تمام خواہشات اور ان تمام لوازمات سے جن میں شہوت والی عورتوں کی باتیں ہوں بچ جاویگا۔ کمال درجہ کی پاکیزگی اور اعلے درجہ کی طہارت صاحب نکاح (مرد ہو یا عورت) کی رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔ حیا بھی نکاح کی طرح مانع و قاحت و فواحش ہے اور وقاحت اور فواحش کیا ہیں محض تبلید و تلویث نفس کے لئے بڑے بھاری اسباب ہیں۔ حیا ان اسباب کی سخت مستاصل اور بیخکن ہوتی ہے۔

غرضکہ یہ خصال فطرت اور ان کے توابع جنکا ذکر درحقیقت جابجا دیگر مضامین میں آچکا ہے ایسے ہیں کہ وہ شخص جسکو ذرا بھی انسانیت اور انسانیت کے قواعد سے مس ہو ان کو قبول کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل بنانے کے لئے علے الفور مستعد اور تیار ہو جاتا ہے جو لوگ اسوقت اعلے درجہ کے تہذیب اور روشنی کے مدعی ہیں اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔ کسی نبی کے ساتھ بھی اگر ان کو کچھ تعلق واسطہ ہوتا تو کم سے کم وہ امور خصال کا سبق تو حاصل کئے ہوتے۔ مگر انکو ان امور کا علم تک نہیں اور اگر ہے تو عمل ندارد۔ بلکہ میرے خیال میں ان کو یہ امور حیرانی اور تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ خدا ہدایت کرے

[1] اکباء کبوۃ بضم الاول کی جمع ہے اسکے معنے کوڑا کرکٹ وغیرہ وغیرہ یہاں مراد ہے بول و براز کو ملکر گوبر وغیرہ وغیرہ سے۔

تیمم

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ

اسوقت تک جو کچھ بیان ہو چکا ہے وہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اسکی برداشت کر سکتے ہیں چونکہ اس شریعت سمحہ وسہلہ کا یہہ اصل اصول ہے کہ مکلف کی استطاعت اور طاقت کا بہت خیال رکھتی ہے۔ اور جو تکلیف دیتی ہے وہ محض اسکی استطاعت کے دایرہ کے اندر اندر ہی ہوتی ہے پس طہارت کے مقابلہ میں بھی اُس طہارت کی تکلیف جسکا بیان یہانتک بہ بسط تمام ہو چکا ہے صرف انہیں لوگوں کو دی ہے جو اسکی برداشت کر سکتے ہیں اور چونکہ اس طہارت کو اسقدر ضروری ٹھیرا دیا ہے کہ بن اسکے جو نماز پڑھی جاوے اُس نماز ہی کو غیر مقبول ٹھیرایا ہے اور بعض لوگ بعض وقت اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ اس طہارت کو حاصل کر سکیں اور اُن سے نماز کا پڑھوانا ضروری ہوا تو شارع علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے لئے ایک ایسی تجویز نکالی ہے جس سے وہ فایدہ بھی جو نماز سے پہلے پہلے طہارت کے سبب سے ہوتا ہے حاصل ہو جاوے۔ اور طہارت کی محافظت بھی ہو جاوے اور وہ وساوس بھی جو احداث کی حالت میں قدرتی طور پر پیدا ہو سکتے ہیں دل میں پیدا نہ ہونے پاویں۔ وہ تجویز یہی ہے کہ جسکا نام تیمم ہے

وضو کے شروع میں جو آیت لکھی جا چکی ہے اسکا آخری حصہ یہی ہے جو اوپر عنوان میں لکھا گیا ہے اس حصہ آیت میں حسب تحقیق ایمہ عربیت وادب حرف تخییر اَوْ در او جاء احد منکم من الغائط بمعنے واو عاطفہ ہے۔ اور چونکہ طہارت صغرے کا موجب غائط ومانی معناہا ہے اور طہارت کبرے کا موجب ملامست زن (جماع) ومانی معناہا ہے۔ جیسا کہ پہلے مسایل طہارت میں بیان ہو چکا ہے اور جسکا محل وہ شخص ہے جسکی یہہ حالت ہو خواہ مریض ہو خواہ سافر ہو خواہ حاضر۔ پس اس لحاظ سے یہہ آیہ کریمہ ایمہ لغات عربیت کی بڑی بھاری ممد اور مؤید ہے۔ پس اب اس کے معنے یہہ ہوئے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو اور اس حالت میں تم سے کوئی پاخانہ پھر کر آوے یا تم عورتوں کے ساتھہ ملامست کرو اور تم کو پانی نہ ملے تو اُسوقت پاک زمین کا قصد کرو یعنی اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔ اس آیت میں طہارت صغرے اور طہارت کبرے کے موجبات کا ذکر ہے

Marfat.com

اُس سے طہارت حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے کہ تم کو اگر پانی نہیں ملتا تو نہ سہی پاک زمین سے اپنا کام نکال لو یعنے یہہ کہ اُس سے مونہہ اور ہاتھ کا مسح کر لو۔ اس آیت میں مرض اور سفر کے لفظ جو آئے ہیں تو وہ کوئی تیمم کے لئے قید نہیں ہیں۔ یہہ لفظ صرف اسواسطے پروردگار جل وعلا نے بیان فرمائے ہیں کہ مرض یا سفر ہی میں اس قسم کی دقت اکثر پیش آتی ہے اور ذہن میں جہت تیمم کا اصل سبب بننے مرض یا عدم وجدان ماء یاد آجاتا ہے یعنی یہہ کہ اصل میں وہ عذر جو تیمم کا سبب ہے کبھی تو مکلف کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی آلہ طہارت یعنی پانی کے سبب سے۔ جو کچھ اس آیت کے معنوں میں ذکر کیا گیا ہے اُسپر احادیث ذیل شاہد ہیں۔ جو کلام میں اُس ذات بابرکات کی جنکی تمام زندگی گویا قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے اور جنکے کلمات طیبات قرآن کریم کے مجمل کے مفسر اور مبین ہیں۔

(۱) عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال بعثنی النبی صلعم فی حاجۃ فاجنبت فلم اجد الماء فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ ثم اتیت النبی صلعم فذکرت لہ ذلک فقال انما کان یکفیک ان تقول بیدیک ھکذا ثم ضرب بیدیہ الارض ضربۃ واحدۃ ثم مسح الشمال علی الیمین وظاھر کفیہ ووجہہ متفق علیہ واللفظ لمسلم وفی روایۃ للبخاری وضرب بکفیہ الارض ونفخ فیھما ثم مسح بھما وجہہ وکفیہ (بلوغ المرام)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں جنبی ہوگیا اور مجھے پانی نہ ملا۔ میں زمین پر لیٹا جیسے چارپائے لیٹا کرتے ہیں۔ پھر میں نبی صلعم کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ اور اُن سے یہہ ماجرا بیان کیا آپنے فرمایا تجھ بس اپنے دونو ہاتھوں کو اسطرح پر کرنا کافی تھا اسکے بعد آپنے اپنے دونو ہاتھوں کو ایک ہی دفعہ زمین پر مارا پھر اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھہ پر ملا اور اپنی دونو ہتھیلیوں اور اپنے مونہہ کو بھی ملا۔ (عبارت تو یہہ مسلم کی ہے مگر مضمون متفق علیہ ہے) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے اور آپنے اپنی دونو ہتھیلیوں کو زمین پر مارا پھر ان دونو کو پھونک ماری پھر ان دونوں کو اپنے چہرہ مبارک پر ملا اور نیز اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا۔

Marfat.com

(۲) عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصعید وضوء المؤمن للمسلم وان لم یجد الماء عشرة سنین الحدیث (بلوغ المرام)

یعنے روئے زمین مومن کا آلۂ وضو ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔

(۳) عن جابر رضی الله تعالے عنه (فی حدیث طویل) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً فایما رجل ادرکته الصلوة فلیصل الحدیث۔

(دیگر) یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں مجھے ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ میرے لئے زمین مسجد اور آلۂ طہارت بنائی گئی ہے۔ پس جس شخص کی نماز کا وقت آجاوے تو بس وہیں نماز پڑھ لیوے اور مسلم میں حذیفہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں۔

وجعلت تربتها لنا طهوراً اذا لم نجد الماء (بلوغ المرام)

(دیگر) ہمکو پانی نہ ملنے زمین ہمارے آلۂ طہارت بنائی گئی ہے۔

(۵) وعن علی رضه عند احمد وجعل التراب لی طهوراً۔ (بلوغ المرام)

(دیگر) یعنے میرے لئے مٹی آلۂ طہارت بنائی گئی ہے۔

غرض کہ کتاب و سنت دونوں نے صعید طیب کو طہور گردانا ہے اور صعید طیب کہتے ہیں۔ اس سطح زمین کو جو پاک ہو پس اگر سطح زمین شورناک ہے تو صعید شور ہے جیسا کہ ارض مدینہ کا یہی حال تھا اور وہاں تیمم کے لئے کسی اور جگہ سے جا کر مٹی اٹھا کر نہیں لاسکتے تھے۔ اور اگر سطح سنگلاخ ہے تو صعید بھی سنگ ہے اور اگر منبت ہے یعنے خاکناک جہاں پر روئیدگی ہو سکتی ہو تو وہاں صعید خاک ہے بلکہ وہ دھول اور گرد و غبار جو پاک کپڑوں اور دیواروں یا کہیں اور پاک چیز پر ہو۔ وہ بھی صعید طیب ہے۔

(۶) عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوة ولیس معهما ماء فتیمما صعیداً طیباً فصلیا ثم وجدا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو مرد ایک سفر میں روانہ ہوئے راستہ میں نماز کا وقت آگیا ان کے پاس پانی نہ تھا انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔

Marfat.com

الماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوٰۃ والوضوء ولم یعد الآخر ثم اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرا ذلک لہ فقال للذی لم یعد اَصَبْتَ السنۃ واجزأتک صلوتک فقال للاخر لک الاجر مرتین رواہ ابوداؤد والنسائی (بلوغ المرام)

اس کے بعد ان کو اس نماز کے وقت کے اندر اندر ہی پانی ملگیا ایک نے تو نماز بھی دوبارہ پڑھ لی اور دوبارہ وضو بھی کر لیا دوسرے نے نہ وضو ہی دوبارہ کیا اور نہ نماز ہی پھر پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کے پاس یہہ قصہ بیان کیا آپ نے اس شخص کو جسنے دوبارہ کچھ بھی نہیں کیا تھا فرمایا تو نے میری سنت کو پالیا اور تیری نماز ہوگئی۔ دوسرے کو فرمایا تیرے لئے دو اجر ہیں۔

(۷) عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ وان کنتم مرضی او علےٰ سفرٍ قال اذا کانت بالرجل الجراحۃ فی سبیل اللہ والقروح فیجنب فیخاف ان یموت ان اغتسل یتیمم (بلوغ المرام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس قول خداوندی وان کنتم مرضی او علےٰ سفر کی نسبت یہہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کو اللہ کے راہ میں زخم یا پھٹ لگیں اور وہ ہو جاوے جنبی اور اس کو یہہ اندیشہ ہو کہ اگر نہاویگا تو مر جاویگا تو ایسا شخص تیمم کرے۔

(۸) اسی طرح قصہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے۔ حضرت نے اُن کو غزوہ ذات السلاسل میں بھیجا ان کو ایک سرد رات میں احتلام ہوگیا انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ جب مدینہ شریف میں واپس آئے تو صحابہ رضہ نے جو اُن کے ساتھ اُس جنگ میں تھے حضرت صلعم کے پاس وہ قصہ بیان کیا آپنے پوچھا اے عمرو رضہ! کیا تو نے اپنے ساتھیوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی

یا عمرو اصلیت مع اصحابک وانت جنب فقال ذکرت قول اللہ تعالےٰ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فتیممت ثم صلیت فضحک رسول اللہ

عرض کی کہ مجھے اُسوقت یہہ قول خداوندی یاد آگیا تھا۔ ولا تقتلوا انفسکم الآیۃ[1] پس میں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی رسول اللہ صلعم ہنس پڑے اور کچھہ نہ کہا۔

[1] اور اپنے تئیں ہلاک نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ تم پر مہربان ہے۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً
رواہ احمد والدارقطنی وغیرھما
(روضۃ الندیہ)

چونکہ اس مسئلہ سے لوگ علی العموم غافل اور بے خبر ہیں اور اس کی کیفیت میں بھی بعض متشددین نے اسقدر تشدد کیا ہے کہ عام بچارے اُس تیمم کے ڈر کے مارے نماز کو ہی خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں سو ذیل میں ہم خلاصہ کے طور پر چند ایک ضروری مسائل جو نہایت ہی کارآمد ہیں درج کرتے ہیں۔

(۱) کیفیت تیمم۔ دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر ایک ہی دفعہ مارنا۔ پھر ان ہاتھوں کو پھونک مار کر اپنے مونہہ پر مل لینا پھر ان دونوں ہاتھوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل لینا۔ پس اتنے کام کا نام تیمم ہے اور بس۔ اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ تشدد ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت منع کیا ہے۔

(۲) آلہ تیمم صعید طیب ہے۔ یعنی یا تو پاک زمین خواہ کسی قسم کی ہو مثلاً شورناک یا سنگلاخ یا خاکناک۔ یا پاک زمین کی مٹی ہو۔ گرد و غبار جو دیواروں اور کپڑوں پر جم جاتا ہے سب اسمیں شامل ہے بس اور آسانی اس دین کا سر سے پہلا اصول ہے۔

(۳) اگر کوئی صحیح و سالم شخص ایسی جگہ میں ہو جہاں پانی دستیاب نہ ہو سکتا ہو تو وہ تیمم کرے

(۴) ایسی سخت سردی جس سے ضرر کا احتمال ہو بلا شک و شبہ عذر میں داخل ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص مجروح ہو تو زخمی جگہ پر پٹی باندھکر اُس جگہ کا مسح کرے اور باقی تمام جسم کو غسل اگر ضرورت ہو ورنہ باقی تمام اعضاء کا وضو اگر وضو کرنا ہو کر سکتا ہے اگر جسم یا اعضاء کے لئے پانی مضر ہے۔ تو تیمم کافی ہے۔

(۶) جو شخص پانی کے ہوتے ہوئے پانی تک رسائی کی قدرت نہیں رکھتا یا پانی اسکے پاس موجود ہے مگر صرف پینے کے لئے۔ تو اُس پانی کے خرچ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں تیمم کرے

(۷) تیمم دونوں طہارتوں کا قائم مقام ہے جو کام صاحب طہارت کو کرنے جائز ہیں وہ سب کے سب یہ بھی کر سکتا ہے۔ وضو کی طرح ایک ہی تیمم سے متعدد نمازیں پڑھ سکتا ہے پڑھا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۸) جو نواقض وضو کے ہیں وہی نواقض اُس تیمم کے ہیں جو بجائے وضو کے کیا جاوے مگر یہ نواقض

Marfat.com

اُس تیمم کے نہیں ہیں جو غسل واجب کا قایم مقام ہو ہاں اُسکے نواقض فقط وہی ہیں جو موجبات غسل ہیں یا بعد تیمم پانی پر اُسکا قادر ہونا۔

(۹) تیمم سے پڑہی ہوئی نماز کے بعد اُسی نماز کے وقت کے اندر اندر ہی اگر پانی ملجاوے تو اعادہ کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ سنت یہی ہے کہ وہ اعادہ کا خیال تک بھی نہ کرے۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صعید طیب کو آلہ تیمم مقرر فرمایا ہے (۱) اسلئے کہ مٹی بھی کئی قسم کی نجاستوں کے ازالہ کے لئے قدرتی آلہ ہے۔ (۲) یہہ ہر جگہ جہاں پانی نہ ہوگا ضرور ہوگی اگر اُس مٹی کی شکل میں نہوگی جہاں قابلیت روئیدگی ہے تو اُس قسم کی مٹی کی شکل میں ہوگی جسمیں یہہ قابلیت ہی نہیں مثلاً زمین شور اور اگر ان دونوں قسموں سے نہوگی تو پتھریلی ہوگی۔ غرضکہ کسی قسم کی زمین ہو مگر پاک ہو۔ اور یہہ یقینی امر ہے کہ جہاں پانی نہ ہوگا وہاں ضرور زمین ہوگی۔ پس پانی نہیں ملتا تو نہ سہی زمین تو کہیں گم نہ ہوجاویگی۔ (۳) اس سے فروتنی اور تواضع پیدا ہوتی ہے بخلاف کیچڑ یا بہبوت کے کہ اُس سے انسانیت بھی جاتی رہتی ہے نماز سے پہلے وضو کرنے کا منشا یہہ ہے کہ اُس دل میں جسنے ابھی نماز کے اندر خشوع وخضوع سے بھرنا ہے پہلے ہی سے نظافت اور طہارت کے سبب سے انشراح پیدا ہوجاوے اور اس تیمم سے جسکا ذکر ابھی ہوچکا ہے وہی منشا بذریعہ فروتنی بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے۔ وہ اُس حالت کے موافق ہے۔ یہہ اِس کے موافق ہے گویا نماز کے لئے دل کو تیار کرنے کے واسطے دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔ (۴) جس طرح وضو میں نہ افراط ہے نہ تفریط اُسی طرح اس تیمم میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ دیکھتے نہیں کہ وضو کے اعضاء ستہ (مونہہ[۱]۔ ہاتہہ[۲]۔ پاؤں[۲]۔ سر[۱] = ۶) میں سے صرف اعضائے ثلثہ ہی کو محل تیمم ٹھیرایا ہے یعنی مونہہ اور دونوں ہاتہوں کو مونہہ اور ہاتہہ کو جنکو انسان بالخصوص مسلمان نماز خواں ہمیشہ دھلے دھلائے اور سورج کی طرح چمکتے رکھتا ہے مٹی لگنے سے دل میں ضرور عجز وتذلل پیدا ہوتا ہے سر کو خاک آلودہ کرنے میں پرلے درجہ کی افراط ہے اور پاؤں کو جو پہلے ہی سے قدرتی طور پر محل اوساخ خارجیہ وداخلیہ ہیں۔ خاک آلود کرنے میں پرلے درجہ کی تفریط ہے اسلام نے اس لغو اور فضول حرکت کو چھوا تک نہیں اور مونہہ اور ہاتہہ کے تیمم کو دونو طہارتوں کی قایم مقام کردیا ہے۔ جٹا دہاری سادہو جو سر اور جسم پر بہبوت ملکر خلق خدا کے دین ودنیا کو غارت کرتے پھرتے ہیں صاحب تیمم کے ساتہہ کسی قسم کی نسبت نہیں رکھ سکتے مصرع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک دیکھتے نہیں؟ وہ لوگ جو انسان کے گھر پیدا ہوئے تھے انسانیت چھوڑ کر بَلْ هُمْ اَضَلُّ کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں چونکہ بہبوت ملکر یہ شکل بنائے رکھنا انکی عادت مستمرہ بنجاتی ہے اسواسطے ایک منٹ کے لئے بھی ان کے دل میں عجز و انکسار یا عبودیت کا خیال پیدا نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ یہ مانا جاوے کہ وہ عاجز اور منکسر اور فروتن بندے ہیں اسمیں کچھ شک نہیں کہ جو شخص سدا صاف اور ستھرا اور پاکیزہ رہتا ہو اس کے ان اعضا میں سے جو ہمیشہ ننگے اور لوگوں کی نظروں میں آتے رہتے ہوں کبھی اتفاق سے عارضی طور پر کوئی عضو خاک آلودہ ہو جاوے تو وہ سخت بے چین ہوتا ہے اسکے دل پر اسکا اثر اور صدمہ پہنچتا ہے۔ صاحب تیمم کی حالت ایسے شخص سے بھی زیادہ نازک ہے صاحب تیمم کو جو ہمیشہ مدامی طور پر طہارت و نظافت کا معتاد ہے۔ عارضی طور پر کسی سخت عذر کے سبب سے مجبور ہو کر طہارت جیسی چیز کو چھوڑ کر ان اعضا کو جنہیں وہ رات دن چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے اور بالکل صاف اور اُجلے رکھا کرتا تھا اور جنپر ہر کہ و مہ کی نظر پڑتی تھی خاک آلودہ کرنا پڑتا ہے اور وہ بھی اس طرح پر کہ ہاتھوں کو پہلے زمین پر مارے پھر ان خاک آلودہ ہاتھوں کو مونہہ سے پھونک مار لیوے تاکہ زائد خاک جو ہاتھ کو لگ گئی ہے اڑ جاوے اور باقی صرف وہی رہجاوے جو ہاتھوں کی چمڑی کے ساتھ لگ گئی ہے تاکہ جٹا دھاری سادھوں اور اسی قسم کے دیگر افراط و تفریط والے لوگوں کے ساتھ اسکی مشابہت نہو جاوے اور وہ غرض کہ جسکے واسطے تیمم مقرر کیا گیا تھا فوت نہو جاوے (مستفاد من بدور الاہلہ۔ روضۃ الندیہ حجۃ اللہ)

صلوٰۃ یعنے نماز کا بیان

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وھرون وسلیمن واتینا داؤد زبورا ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک وکلم اللہ موسی تکلیما رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما (سورۃ نساء)

[1] ہم نے تمہاری طرف اسیطرح وحی بھیجی ہے جسطرح ہم نے نوح اور دوسرے پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور جسطرح ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور سلیمان کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور تمہاری طرح ہم کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں جنکا حال ہم اس سے پہلے بیان کر چکے اور کتنے پیغمبر اور جنکا حال ہم نے تم سے ابتک بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے باتیں بھی کیں تا سب پیغمبر نیکوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے اور بدوں کو عذاب خدا سے ڈرانیوالے تھے تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا پر کسیطرح کا چھوڑا

واضح ہو کہ ہمارا دین کوئی انوکھا دین نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو آدمؑ سے لیکر ہمارے ہادی برحق محمد رسول اللہ صلعم تک برابر چلا آیا ہے۔ قرآن کریم نے اسبات کی توضیح و تشریح بدرجہ غائیت کی ہے یہہ نماز جس کا ہم اب بفضلہ تعالی ذکر کرنے لگے ہیں۔ شروع سے کسی نہ کسی صورت میں لوگوں میں رائج چلی آتی تھی۔ اسلام نے جو عادات حسنہ تھیں انکی تائید کی بلکہ عبادات کی صورت میں لاکر ان کی تعمیل کی تاکید اکیدکی اور عدم تعمیل پر وعید شدید۔ دین یعنے توحید الٰہی اور اسکے لوازمات یعنے اخلاق و دیگر تمام امور متعلق بہ سب کے سب آدمؑ سے لیکر ایک ہی رہے ہیں اور ایک ہی قیام قیامت تک رہیں گے۔ ہاں دستور العمل ضابطے قانون۔ ہر زمانہ کے لئے اور ہر ایک قوم کے لئے ادل بدل ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہنے چاہئے تھے۔ سو ہماری شریعت بھی الگ ہے مگر جامع۔ اللہ تعالے نے یہود و نصارے کے دینوں کا ذکر کرکے فرمایا۔

وانزلنا الیک الکتٰب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتٰب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق ط لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ط ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اٰتکم فاستبقوا الخیرات ط الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون۔ ۵ ۱۱ (سورہ مائدہ رکوع ۷)	اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں اسکے (اترنے کیوقت) پہلے (سے موجود) ہیں۔ انکی تصدیق کرنی ہے اور انکی محافظ (بھی) ہے۔ تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے تم (بھی) اسیکے مطابق ان لوگوں میں حکم دیا کرو جو حق بات تم کو (خدا سے) پہنچی ہے اسکو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لئے ایک شریعت اور دستور العمل مقرر کیا اور اگر خدا چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی (دین) کی امت کرتا لیکن (مختلف شریعتوں کے بھیجنے سے) یہہ مقصود ہے کہ جو حکم تمہاری حالت کے مناسب (وقتاً فوقتاً) تمکو دیئے انمیں (وقتاً فوقتاً) تمکو آزمائے تو تم (اسوقت کی اسلامی شریعت کے مطابق) نیک کاموں کی طرف لپکو کیونکہ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے ہو وہ سمکو سب کا حال بتا دیگا۔

Marfat.com

اسلام نے اس عادت حسنہ کو جو انبیائے سابقین کی تعلیم کے گویا مردہ آثار میں سے تھی اور جسمیں شرک راہ پکڑ گئی تھی اور جو محرفین اور غالین فی الدین کے دستبرد سے محفوظ نہیں رہی تھی لوگوں میں سے لے لیا۔ اور اس کے ارکان کو جو کچھ اِس قوم میں اور کچھ اُس قوم میں پراگندہ ہو رہے تھے ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان ارکان کو شرک و بدعات سے جو ان میں مخلوط ہو گئیں تھیں پاک کیا اور توحید کلمات طیبات کو ان کے بجائے قائم کیا۔ اب یہہ نماز وہ نماز نہ رہی جو یہودیوں یا مجوسیوں یا اور قوموں میں رائج تھی بجائے خود ایک مستقل نماز قائم ہو گئی جو دین کے شعائر میں سے سب سے زیادہ ضرور قرار دی گئی جس کے سبب سے مسلمان اور غیر مسلمان میں فرق ہو جاتا ہے۔ ہاتھ باندھ کر یا کھلے چھوڑ کر کھڑا ہونا اور [illegible] ڈنڈوت کرنا۔ ماتھا یا گھٹنے ٹیکنا۔ ماتھا زمین پہ رکھ دینا۔ یہہ ساری باتیں دنیا میں [illegible] جو انبیائے سابقین کی نمازوں کے آثار باقی رہ گئے ہیں۔ ہزارہا قسم کی برائیاں اور خرابیاں [illegible] سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات میں مل جل گئیں۔ قرآن کریم نے ان برائیوں کو الگ [illegible] جو اصل تعلیم تھی اسکے مکملات و محافظات مقرر کر کے اسکو معمول بہا قرار دیا دیکھو کہ اس نماز میں [illegible] ہے۔ رکوع بھی ہے۔ اور سجدہ بھی ہے جو اور قوموں میں الگ الگ تھے۔ اور جو تھے بھی سو مخلوط [illegible] قرآن کریم نے تحریف و تبدیل کو نکال دیا اور باقی اصل چیز ہم مسلمانوں کے حوالہ کی۔

نماز کا اصل منشاء

قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر [illegible] [1]

قال رسول اللہ صلعم مخبراً عن الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک [2] (مشکوٰۃ)

نماز کا اصل منشاء کیا ہے؟ نماز کا مدعا یہہ ہے کہ معبود کی عظمت۔ معبود کا جلال۔ معبود کی صفات کمال اور اس کی علو و کبریائی کا خیال دل کی جڑھوں میں بدرجہ غایت جاگیر ہو جاوے مگر یہہ حالت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ کم از کم ہر قسم کی ظاہری لوث اور باطنی بیماریوں سے

[1] کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے۔

[2] احسان کے یہہ معنی ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح پر عبادت کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے اگر تجھے اسکو دیکھا نہیں جاتا تو نہ سہی ہارے اتنا تو سہی کہ تیرے دل میں اتنا تو یقین ہو جاوے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

انسان پاکیزہ نہ ہووے پس ضرور ہوا کہ اول ان بیماریوں کا علاج کیا جاوے سو اس کے لئے کوئی
ملت نہیں ہی جسنے کوئی نہ کوئی طریقہ تجویز نہیں کیا۔ کوئی فرقہ نہیں ہی جسنے کوئی نہ کوئی مسلک اختیار
نہیں کیا۔ کوئی نحلت نہیں ہی جسنے کوئی نہ کوئی رستہ وضع نہیں کیا بعض نے تو صرف فکر کو اختیار کیا اور
بعض نے صرف ذکر کو بعض نے فکر اور ذکر دونوں کو۔ بعض نے جسم کے کسی نہ کسی ہیئت کو بھی شامل
کرلیا۔ اگر ہم بالاستیعاب ہر ایک قسم کی نماز کا ذکر کرنے لگیں۔ تو ہمارا اصل مطلب فوت ہوجاتا ہی
اسواسطے اشارۃً اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ محض فکر صحیح سے اس مدعا نماز کو حاصل کرنے والے
شاید اگر صفر کے درجہ میں نہیں ہیں تو اسقدر قلیل ہیں کہ کان لم یکن کے حکم میں داخل ہیں۔
اور نماز کا یہہ مقاد کل بنی آدم کو حاصل کرنا ضروری ہی۔ جیساکہ ہم عبادات کے مضمون میں بہ بسط تمام
بیان کرچکے ہیں۔ پس محض فکر صحیح جمہور الناس کے لئے ہرگز ہرگز فائدہ بخش نہیں ہی۔ اسی طرح محض
ذکر صحیح بھی نماز کا اصل مدعا حاصل کرنے والے لوگ بھی ندرت کا حکم رکھتے ہیں۔ عوام الناس
کے لئے صرف ذکر صحیح کو ہی نماز مقرر کرنا عوام الناس کی بیخ کنی کرنا ہے۔ مگر یہہ بات بھی بالکل تسلیم
کے لایق ہے کہ فکر صحیح صفات الہیہ میں اور صرف صفات میں بڑی ضروری بات ہے۔ کیونکہ ایسی فکر
نماز کی اصل منشا کی تکمیل اور تائید کرنیوالی ہے۔ اسی طرح پر محض ذکر صحیح بھی نماز کے اصل مدعا
کی محافظت اور معاونت کے لئے نہایت ہی عمدہ ذریعہ ہی۔ پس اسلام نے ہر شخص کو اسطے اپنی اپنی استعداد
کے موافق نماز کی اصل غرض کو حاصل کرنے کے لئے ایک ایسی معجون مرکب تیار کی کہ اس سے ادنے
اور اعلی چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت غرضکہ کل بنی آدم اعلی درجہ کے باکمال شخص سے لیکر ادنے درجہ
کے غافل سے غافل شخص تک اپنی اپنی استعداد قلبی کے موافق بہرہ کافی وظیفہ وافی اٹھا سکتے ہیں
اس معجون کے اندر فکر صحیح صفات کمال۔ ذکر صحیح رب ذی الجلال اور ہیئات باجمال سب کچھ موجود ہے
پس وہ نماز جسکے ذریعہ سے وہ اصل مدعا جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہے حاصل ہوسکتا ہے وہ ہے
جسمیں یہہ تین وصف پائے جاویں۔

(۱) اللہ تعالی کے جلال اور اسکی عظمت کے مقابلہ میں قلب یعنے دل میں خضوع اور محبت کا پیدا
ہونا (۲) اس دلی جلال و عظمت خدا اور نیز اس دلی خضوع و محبت کو عمدہ سی عمدہ فصیح عبارت
میں زبان سے بیان کرنا (۳) اسی دلی جلال و عظمت خدا اور اسی دلی خضوع کو اپنے جوارح

Marfat.com

یعنی اعضاء سے ظاہر کرنا۔ خلاصہ یہہ کہ دل اور زبان اور جمیع اعضاء بدن سب کے سب ایک ہو جاویں جس نماز میں سے ان ہر سہ امور میں سے کوئی امر بھی گم ہوگا وہ نماز ناقص ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جمیع اعضاء جسم کو فکر اور ذکر کے ساتھ منطبق کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین قدرتی ہیئات پیدا کر رکھی ہیں (اول) یہہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزانہ کھڑا ہونا کیونکہ یہہ بدیہی بات ہے کہ جب دوسرے کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے التجا کی جاتی ہے تو اس سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں (۱) جس کے سامنے کھڑے ہوں اُسکی عظمت و بزرگی (۲) ملتجی کی عاجزی اور ذُل دوم۔ یہہ کہ اپنے رب کے جلال و عزت اور اپنے عجز و ذُل کو اور بڑھانے کے لئے اسکے حضور میں اس کے سامنے سر نگون ہو جاوے۔ یہہ طریقہ پہلے طریقہ سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ یہہ فطرتی بات ہے کہ گردن کی بلندی گھمنڈ اور تکبر کا نشان ہے اور گردن کا جھکا دینا خضوع اور اخبات کی علامت ہے اس طرح کی سرنگونی سے بھی وہی دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ سوم یہہ کہ اپنے چہرہ کو اشرف الاعضاء اور مجمع الحسواس ہے اپنے رب کے حضور میں زمین پر رکھ دے اس سے بڑھ کر اپنی ذُل انسان کیا کر سکتا ہے اس طرح سر زمین پر رکھ دینے سے بھی وہی دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن کہیں بڑھ چڑھ کر۔

شارع علیہ السلام نے اس نماز کی محافظت اور مداومت کے لئے جہانتک ممکن ہے موکد سے موکد احکام جاری فرمائے حتیٰ کہ والدین کو یہہ حکم دیا کہ اپنے بچوں سے جب وہ ابھی سات سال کے ہوں حکماً نماز پڑھواؤ اور جب دس سال کے ہو جاویں اور نہ پڑھیں تو مار کر پڑھواؤ اور انہیں آپس میں ایک بستر پر نہ سونے دو جو لوگ دین کے واقف کار ہیں وہ یہاں اس فرمان نبوی صلعم کی تعمیل کرنے میں مستعد ہیں کہ سات کیا وہ اپنے بچوں کو جب وہ خود چلنے اور بات کرنے اور بات کے سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں مسجدوں میں لے جاتے ہیں وہاں نہ حکم کرنے کی ضرورت ہے نہ تعلیم کرنے کی حاجت بچے خود بخود لوگوں کو کھڑے دیکھ کر کھڑے اور جھکتے دیکھ کر جھک اور گرتے دیکھ کر گر جاتے ہیں۔ باپ کا صرف اشارہ کافی ہے۔ گھروں میں اپنی ماؤں کو

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع رواہ ابوداؤد

(مشکوٰۃ)

Marfat.com

کو یہی کام کرتے دیکھتے ہیں اور باہر اپنے باپ اور بھائیوں کو اسی شغل میں دیکھتے ہیں۔ سات سال تک نماز میں پختہ اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ سات سال تک اتنا بڑا کام صرف اپنے والدین یا اور لوگوں کے دیکھا دیکھی سیکھ جاتے ہیں اور انہیں نہیں معلوم کہ کیوں کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ نبی صلعم نے سات یا دس سال کی قید اسلئے نہیں لگائی کہ اسوقت تک وہ بالغ یا مکلف ہو جاتے ہیں یا اسوقت نماز پڑھنا ان پر فرض ہو جاتا ہے بلکہ قید صرف اس لئے لگائی ہے کہ سات سال تک بچہ ہوش سنبھل لیتا ہے اپنے بیگانے میں بخوبی تمیز کر سکتا ہے اور اس عمر میں ترقی پر ترقی کرنے لگتا ہے یعنی معاملات کے سمجھنے طرح طرح کے مدعا کو مدنظر رکھنے انکی تحصیل میں کوشش کرنے حقوق کو مد کے پہچاننے۔ قواعد نشست برخاست کے سمجھنے وغیرہ وغیرہ میں لیاقت پیدا کرتا جاتا ہے یہانتک کہ دس برس کی عمر تک کئی کمال پیدا کرتا ہے۔ بنج و بیوپار۔ لین دین۔ نفع و نقصان کے قواعد سے واقف ہو جاتا ہے۔ تعلیم میں کہیں سے کہیں کا نکل جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ سات سال سے جن ترقیوں کی ابتدا ہوئی تھی۔ ان کے نتائج دس سال تک نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور بتقاضائے عمر اب اور ترقیات شروع ہونے لگتی ہوں۔ حتی کہ پندرہ سال تک ملکی و جنگی صیغوں میں بھرتی ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسوقت یہ مکلف ہو جاتا ہے یعنی اسپر تعزیری حدود اسوقت جاری ہو جاتی ہیں اسلئے نماز کی جو کہ شعائر دین میں سے سب سے زیادہ ضروری نشان ہے اور جسکی سنت راشدہ ہونے میں کسی عاقل کو کلام نہیں اسکو تکلیف دیجاتی ہے اور عدم تعمیل پر اسپر تعزیر جاری ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ نماز کے لئے مختلف پہلوؤں سے بلوغ کے معنے سمجھے جاتے ہیں۔ اول سات سال۔ دویم دس سال۔ سویم پندرہ سال پہلی دو نو حالتیں صرف تمیزی حالت کے لئے پانچویں یعنے نقیب اور رستہ صاف کرنیوالی ہیں انمیں کوئی تعزیر نہیں ہے۔ اور نہ حکم جہاد ہے۔ تمیزی حالت تکلیف ہے۔ نماز نہ پڑھنے پر تعزیر ہے اور واقعی اسوقت پولیٹکل اور ملٹری قابلیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

افسوس! ہمارے ملک کو کیا ہو گیا۔ سات سال اور دس سال کا کیا ذکر۔ یہاں تو بعض لوگوں کا یہہ حال ہے کہ بڈھے ہو گئے اور بیچارے نہیں جانتے کہ نماز کیا ہے۔ ہمارے ملک کے نماز کے جاننے والوں اور خصوصاً علماء کو اپنے اوپر اسبات کا پورا پورا التزام کرنا چاہئے کہ وہ

Marfat.com

اس اھم الامور کام یعنے نماز کو لوگوں کے سینوں میں بٹھاویں۔ کیونکہ نماز ہی صرف ہم میں اور ان میں مابہ الامتیاز ہے۔ فرمان نبوی صلعم کی جو تیسری شق ہے اسکا مترظاہر باہر ہے **بیت**

سرگرگ بایدہم اول برید ٭ نہ چوں گوسفندانِ مردم درید۔ یعنی بھیڑیئے کا سر پہلے ہی سے کچل ڈالو۔ بکریوں کو پھاڑ گیا تو پھر کیا۔

فضل الصلوٰۃ

قرآن مجید میں پروردگار ان نمازوں کی نسبت فرماتا ہے ان الحسنٰت یذھبن السیئات یعنے یہ نیکیاں (نمازیں)، برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ آنحضرت صلعم اسی آیت کو تمثیل بکریوں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایتم لو ان نھرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسًا ھل یبقی من درنہ شیئ قالوا لا یبقی من درنہ شیئ قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا متفق علیہ (مشکوٰۃ)

بیان فرماتے ہیں کہ آپنے اصحاب سے پوچھا کہ بتاؤ اگر تمہارے کسی کے دروازے پر کوئی دریا بہتا ہو اور اسمیں وہ دن میں پانچ بار نہاوے کیا اسکے کچھ میل رہتی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھ میل نہیں رہتی پھر آپنے فرمایا پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے یعنے یہ نمازیں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں ہمکو کسی مسیح کے کفارہ کی ضرورت نہیں اور جو شخص اس نماز کو جسکا ہم بفضلہ تعالیٰ اب ذکر کرینگے اخلاص نیت سے پڑھیگا اور اسپر مداومت اور محافظت کریگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ لیگا یعنے وہ اپنے دل میں اسبات کا امتحان کر لیگا کہ نماز سے برائیاں دور ہو جاتی ہیں اور سچ مچ یہ نمازیں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ حضرت مسیح کو کفارہ ماننے سے ہم سے کوئی بدی نہیں چھوٹ سکتی۔ اور نہ اس کفارہ سے ہم اپنے گناہوں کو دور ہوتے قیاس یعنے استشعار کر سکتے ہیں۔ نماز میں سرور و انشراح پیدا ہوتا ہے

Marfat.com

اپنے رب کے ساتھ تعلق و رابطہ پیدا ہوتا ہے جو صریح نشان ہیں گناہوں کے محو ہونیکے۔ برخلاف ایمان بر کفارہ مسیح کہ اُس میں برائیاں کرنے کی جرات اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ دوسری جگہ رسول اللہ ؐ نے نہیں نمازوں کو خود کفارہ کی لفظ سے یاد فرمایا چنانچہ اسی صحابی رض

عن ابی هریرة رضی الله تعالے عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوٰت الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنبت الکبائر رواه مسلم (مشکوٰۃ)

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچوں نمازیں آپسمیں ایک نماز سے دوسری نماز تک اور کل جمعے ایک جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک اور کل رمضان ایک رمضان سے لیکر دوسری رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔ مگر شرط یہہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے کنارہ کشی ہو۔

حقیقت میں یہہ نماز جسمیں اخلاص ہو تمام برائیوں کو دور کر دیتی ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ہر قسم کی نظافت اسمیں بھری پڑی ہے یعنی ہر قسم کی نجاستوں اور حدثوں اور خباثتوں سے بدن اور باطن یعنے دل اور جسم پاک ہوتے ہیں جسم کی پاکیزگی تو ظاہر ہی ہے باقی رہا دل سو وہ اسوقت اللہ کے جلال کے سامنے خضوع اور اخبات اور انکساری سے بھر جاتا ہی اور سعادت انسانی کا کمال یہی ہی کہ بہیمیت پر ملکیت کا غلبہ اور استیلا ہو جاوے نماز کی ہیئات ظاہری یعنے قیام و رکوع و سجود بہیمی سرکشی کے اسقدر توڑنے والی ہیں کہ جنکو خدا تعالے نے آنکھیں عنایت فرمائی ہیں وہ اسبات کو سمجھ سکتی ہیں اور جو اس نماز میں اذکار ہیں وہ ایسے حکیم و فصیح و بلیغ اور پر تاثیر ہیں کہ ان ظاہری ہیئات کی تاثیرات کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ نہیں بلکہ استعداد قلب کے موافق ان کی تاثیرات کو کئی گنا زیادہ بڑھا دیتی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ

عن عبادة ابن الصامت رض قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم خمس صلوٰت افترضهن الله تعالے من احسن وضوهن وصلاهن لوقتهن واتم رکوعهن

عبادہ بن صامت رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالے نے فرض کیں جسنے ان کے لئے عمدہ وضو کیا وقت پر پڑہیں رکوع اور خشوع پورا پورا کیا پس اللہ کا وعدہ ہو چکا کہ اسکے گناہ بخشدے اور جسنے یہ نماز

Marfat.com

وخشوعهن کان له علی الله عهد ان یغفر له ومن لم یفعل فلیس له علی الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه رواه احمد وغیره (مشکوٰۃ)

اس طرح پڑھیں اس کے لئے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے تو اسکو بخشدے چاہے اسکو سزا دے۔

بیشک جو شخص اس نماز کو جیسا کہ اسکے پڑھنے کا حق ہے پڑھے اسکے لئے عمدہ وضو کرے وقت پر ادا کرے۔ رکوع سجود ٹھیک کرے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ دل کو حاضر کرے جو جو اذکار شارع علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں وہ بخوبی سمجھکر پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا میں غوطہ مارتا ہے اور اسکے بخشش کے پر آب وتاب موتیوں سے مالا مال ہو جاتا ہے پھر کہاں خطایا اور سیئات۔ اور واقعی نہ پڑھنے والا مستوجب سزا ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ عبد اور کفر یا مسلمان اور کافر میں فرق نماز کا پڑھنا ہے یعنی جسنے پڑھی وہ تو مسلمان ہے اور جسنے نہ پڑھی وہ کفر میں پڑ گیا کیونکہ اسلام کے اس ضروری نشان کا نگہدار ہم نہیں ہے جس طرح منکر لوگ اس نشان کو نگاہ نہیں رکھتے۔ اسی طرح وہ بھی ہے۔

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ رواه مسلم (مشکوٰۃ)

ہمارے بھائی مسلمان جو نمازیں نہیں پڑھتے ان کو اپنی خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیے اور کافروں اور منکروں کے سے اس فعل یعنے ترک نماز سے توبہ کرنی چاہئے۔

مواقیت الصلوٰۃ

قال الله تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا (نساء ع ۱۳)

تعیین وقت - اس کائنات کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو کیا آسمان اور کیا زمین سب جگہ قانون (قد جعل الله لکل شیء قدرا۔ الطلاق رکوع ۲) برابر جاری ساری ہے کہ ہر چیز کیواسطے

لہ کیونکہ مسلمان پر نماز بقید وقت فرض ہے۔

لہ اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھا ہے۔

Marfat.com

کچھ وقت اور میعاد مقرر کر رکھی ہے۔ کیا معنے کہ جس جس چیز کو جس جس کام کے واسطے مقرر کر رکھا ہے اس اس چیز سے وہ وہ کام کسی خاص مدت تک لیتا ہے اور جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو اُس چیز سے وہ کام لینا بھی بند کر دیتا ہے۔ جو لوگ ایسٹرنومی یعنے علم نجوم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ بعض اس قسم کے ستارے ہیں کہ کتنے کتنے سو برس کے بعد طلوع کرتے ہیں اور پھر کچھ مدت مستور رہ کر ایسے گم ہوتے ہیں کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں صدیوں بعد پھر چڑھتے ہیں گویا ان کے طلوع و غروب کی میعاد مقرر ہے سورج اور چاند کی طرف دیکھ لو ہر روز یہی تماشا نظر آ رہا ہے موسموں کی طرف دیکھا جاتا ہے تو ان کے لئے اوقات مقرر ہیں۔ جیولوجی یعنے علم تغیرات ارضی پڑھتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ کوئی وقت تھا کہ بعض قطعات ارضی جو آج پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں کسی وقت سمندر کے قعر تھے یعنی ان کے اس قسم کے تغیر و تبدل کے اوقات مقرر اور معین ہوتے ہیں۔ علم تاریخ پڑھتے ہیں تو سلطنتوں اور قوموں کے لئے ایک خاص وقت پاتے ہیں اسی طرح انہیں تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی خاص زمانہ میں کسی خاص قوم میں ابراہیمؑ کی نبوت کا دور ہے اور اسکے صحیفے دستور العمل۔ کبھی موسیٰؑ کا دور ہے اور توریت لوگوں کی رہنما۔ کبھی عیسےٰؑ کا دور ہے اور انجیل دلیل و گونی رہنما علےٰ ہذا القیاس کبھی ایسے نبیوں کا جنکا نام تک ہم کو معلوم نہیں جنکی قوم اور کتاب کا حال تک ہم کو معلوم نہیں۔

وان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر ہ (سورہ فاطر رکوع ۳)	اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ ہو گزرا ہو۔
ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک۔ (مومن رکوع ۹)	اور ہم نے تم سے پہلے بھی کتنے رسول بھیجے سو انمیں سے بعض ایسے ہیں جنکے حالات ہمنے تمکو سنائے اور انمیں سے بعض ایسے ہیں جنکے حالات ہمنے تمکو نہیں سنائے

پھر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور ہے اور قرآن مجید کا رواج یعنے یہہ کہ جس جس چیز سے جو جو کام اللہ تبارک و تعالےٰ نے جس جس وقت تک لینا تھا وہ کام اس اس وقت لیلیا اور بس۔ جن نبیوں اور قوموں اور کتابوں کا ہم کو نام اور حال تک معلوم نہیں وہ تو یوں صفحہ ہستی سے گم ہو گئے جن نبیوں قوموں اور کتابوں کے ہم کو نام معلوم ہیں وہ اب نام ہی نام ہیں۔ نبی تو ہمیشہ زندہ

Marfat.com

رہنا نہ تھا ان کا فیصلہ تو یوں ہوا باقی رہی قوم سو قوم کا کیا اعتبار جبکہ ان کی کتاب اول بدل گئی
اور ان کا دستور العمل کچھ کا کچھ ہو گیا۔ باقی رہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو وہ بھی ملک بقار کو سدھارے
اور ان کے پیچھے اتنک قرآن اور اسکا عدیل یعنے علی لائف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتنک
محفوظ و مصئون دنیا پر موجود ہیں اور قیامت تک ایسے ہی رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسی طرح انسان کے پیدا ہونے اور مرنے کا وقت معین ہے۔ غرضکہ اس نیچرل نیچر
یعنے ملکوت السموات والارض میں یہہ تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ گو انکی میعادوں میں بُعد و تفاوت
ہے یعنے بعض تغیرات تو صدیوں کے بعد ہوتے ہیں۔ بعض تغیرات برسوں کے بعد اور بعض
مہینوں کے بعد اور بعض ہفتوں کے بعد اور بعض ہر روز۔ اور اسی طرح پر بعض ایسے واقعات
ہیں کہ رات اور دن میں کئی کئی دفعہ۔ تو اصل اصول یہہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تمام مخلوقات
میں سے ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ وقت ضرور مقرر فرما رکھا ہے۔ جب تک اس کا وہ وقت معہود
نہ آئے تک وہ چیز بھی اپنا عمل کرتی ہے اسکے بعد کچھ نہیں ایسی نیچرل لا یعنے سنت اللہ کا عمل دیکھ کر
انسان اپنے مصنوعی کارخانہ کو بھی چلا رہا ہے۔ ورنہ پابندی وقت نہ ہوتی تو انسان کا کوئی کام
انجام پذیر نہ ہوتا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جتنا جتنا ضروری کام ہوتا ہے اتنی ہی پابندی وقت اس کے لئے ضروری
ہے۔ نماز چونکہ بلحاظ اپنے نیچر کے جملہ عبادات سے اعلیٰ ہے اور جسقدر عبادات دنیا میں موجود
ہیں یا جو ذہن میں آسکتی ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ افضل ہے اور روح کے لئے سب سے
زیادہ نافع ہے۔ اسواسطے ضروری تھا کہ اسکی محافظت اور مداومت کے لئے جہاں تک ممکن ہو
بہتر سے بہتر ضوابط اور قوانین مقرر ہوں۔ پس شارع علیہ السلام نے اس کے ادبوں اور شرطوں
رکنوں۔ رخصتوں۔ عزیمتوں۔ نفلوں اور بندگیوں کو نہایت ہی وضاحت کے
ساتھہ بیان کیا۔ چنانچہ منجملہ ان کی ایک یہی تعیین وقت ہے۔ غرضکہ یہہ تو ثابت ہوا کہ نماز کے لئے
وقت کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اسکے ساتھہ یہہ بھی دیکھنا ضرور ہے کہ کیا رات اور دن میں صرف
ایک ہی دفعہ نماز پڑھنا کافی ہے؟ اسکا جواب یہہ ہوگا کہ نہیں نماز ایسی چیز ہے کہ ہر وقت
اور ہر دم شکرگذار انسان کو پڑھنی چاہیئے۔ اچھا فرض کرو کہ یہی حکم ہے کہ ہر وقت نماز پڑھی

جایا کرے کیا یہہ حکم قابل تعمیل ہے؟ کیا جمہور الناس اس حکم کی برداشت کرسکتے ہیں؟ کیا خود انسان کی بناوٹ یعنی اسکے جسم اور روح کا تعلق ایسے حکم کے جواز پر فتوے دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دوسری عبارت میں یوں سمجھو۔ کھانا۔ پینا۔ نکاح کرنا۔ غرضکہ امور معاشرت یعنی کل کام چھوڑ چھاڑ دو اور رات دن ہر دم نمازیں پڑھتے رہو۔ یعنے یہہ کہ اگر تم آج شام تک نہیں مر سکتے تو کل صبح کو تمہاری زندگی کی کوئی امید نہیں ہے۔ غرضکہ ایک دفعہ کی نماز تو یوں کافی نہیں ہو سکتی کہ رات دن کے کاروبار کے رنگوں کے مقابلہ میں **یک وقتی** نماز کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے اور **ہر وقتی** نماز کے مطلے جائز نہیں کہ اس سے یہہ دنیا چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر فنا ہو جاتی ہے۔ اب وقت یہہ ہوئی کہ نماز کا پڑھنا بھی ضرور ہوا اور دنیوی کاروبار کا کرنا کرانا بھی ضروری ٹھیرا۔ تو بس نتیجہ یہہ نکلا کہ یک وقتی نماز کو بڑھاؤ اور ہر وقتی نماز کو گھٹاؤ۔ اور ایک ایسا ضابطہ معتدلہ مقرر کرو کہ جس سے روح اور جسم دونو کی حق تلفی نہو۔ پھر یہہ اوقات کسی ایسی نسبت کے ساتھہ مقرر ہونی چاہئیں کہ آپس میں ان کا لزوم اور ارتباط قائم رہے۔ یعنی یہہ کہ ان میں بُعد ایسا ہونا چاہئے کہ ایک نماز کا اثر دوسری نماز کے آنے تک مٹ نہ جاوے۔ اگر وقت ایسی بے تمیزی اور بے ضابطگی کے ساتھہ مقرر کئے جاوینگے تو پھر بے سود ہو جاوینگے۔

اسلام نے جو اوقات مقرر فرمائی ہیں وہ سب کے سب قدرتی وقت ہیں یعنی انکی تقسیم اللہ تبارک و تعالےٰ نے آپ ہی کر رکھی ہوئی ہے۔ اور جو قدرتی تقسیم ہوگی وہ ہمیشہ مدامی اور نافع ہوگی اور اس میں کسی قسم کا نقص عاید نہیں ہو سکتا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قدرتی تقسیم شبانہ روزی کیا ہے۔ قدرتی تقسیم دن یا رات ہے۔

دن کی تقسیم دن کے تین حصے ہیں۔ اول وہ وقت جو آفتاب سے لیکر اسوقت تک رہتا ہے کہ جب سورج سر پر کھڑا ہو جاوے یہانتک تو دن کا کمال ہے اسکے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے اسوقت کو ضحے کہتے ہیں۔ دوسرا وہ وقت ہے جو زوال سے شروع ہو کر اسوقت تک رہتا ہے کہ جب دھوپ میں زردی آجاتی ہے۔ اسوقت کے شارع علیہ السلام والسلام نے دو حصے کر دیئے۔ تیسرا وہ وقت ہے جو زردی سے شروع ہو کر ڈوبنے تک رہتا ہے شارع علیہ السلام نے اس تیسرے وقت کو ممنوع قرار دیا۔ اور اسکی بجائے دوسرے وقت کے دو حصے کر دیئے گئے

Marfat.com

پہلے حصہ کو ظہر دوسرے کو عصر کہتے ہیں - دیکھو وقت ظہر و عصر -

رات کی تقسیم رات کے چار قدرتی حصے ہیں - اول وہ وقت جو غروب آفتاب سے لیکر اسوقت تک رہتا ہے کہ جب تک مغربی افق کی سرخی دور نہیں ہوجاتی عام عرف میں اسوقت کو دن کہتے ہیں - نہ رات مگر حقیقت میں رات کا ایک حصہ ہوجاتا ہے اگرچہ پوری پوری رات نہیں ہوتی - کیونکہ رات صحیح معنوں میں اسوقت کہی جاویگی جب بالکل سیاہی سیاہی چاروں طرف چھا جاویگی - اگر آسمان میں کسی جگہ بھی سرخی ہوگی تو وہ پوری رات نہوگی اور یہی وجہ ہے کہ اسوقت لوگ سوتے نہیں اسوقت کا نام مغرب یا شام ہے -

دوم وہ وقت ہے جو سرخی کے دور ہونے سے لیکر نصف لیل تک رہتا ہے - کیونکہ اس وقت تک رات کا کمال ہوتا ہے بعد شش زوال اسوقت کا نام عشا ہے -

سوم وہ وقت ہے جو آدھی رات سے لیکر اسوقت تک رہتا ہے جب پو پھٹنی لگتی ہے - کیونکہ اسوقت تک صحیح معنوں میں رات کا بالکل زوال ہوجاتا ہے اور حقیقت میں اسوقت سورج کے نکلنے کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں یعنی یہہ کہ سورج کی پیدائش کے آثار نمایاں ہونے لگتی ہیں اسوقت رات اپنے صحیح معنوں میں رات نہیں رہتی جسطرح اسکے اول حصہ کو مغربی افق کی سرخی کے باعث پوری رات نہیں کہا گیا - اسی طرح اسکے آخری حصہ کو مشرقی افق کی سفیدی کے سبب سے پوری رات نہیں کہا گیا بلکہ عرف عام میں اسوقت کو لوگ دن کہہ دیتے ہیں - پس اس لیے وقت کا نام بھی صبح ہے

چہارم وہ وقت ہے جو پو پھٹنے سے لیکر طلوع آفتاب تک رہتا ہے اسکو فجر یا صبح کہتے ہیں -

غرضکہ رات کے پہلے حصے اور پچھلے حصے دونوں کا ایک ایک سرا تو دن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دوسرا سرا رات کے ساتھ اور دونوں درمیانی حصے ملکر رات بنتے ہیں -

پس بلحاظ تقسیم شبانہ روزی یہہ سات وقت ہیں جو قدرتی ہیں (۱) فجر (۲) ضحے (۳) ظہر (۴) عصر (۵) مغرب (۶) عشاء (۷) تہجد - اور ان سات وقتوں میں شارع علیہ السلام نے نماز کی پنجوقتہ میں جمہور الناس اس محنت اور مشقت کے متحمل نہیں ہوسکتے - ان کے لئے یہہ پانچ وقت مقرر فرمائے یعنی دن میں سے ظہر اور عصر اور رات میں سے شام - عشا اور فجر باقی رہے اوقات ضحے و تہجد - سو ان وقتوں میں کوئی نماز فریضہ مقرر نہیں فرمائی - اور نہ ہی یہہ وقت جمہور الناس

Marfat.com

کی طاقت کے مطابق ہیں۔ تہجد کا وقت تو گاڑھی نیند کا ہوتا ہے اور ضحے کا وقت دنیوی کام کاج کا مفصل ریاض نماز تہجد اور ضحے میں دیکھو۔

اب ہم وہ احادیث نبویہ نقل کرتے ہیں۔ جن سے اوقات مذکورۃ الصدر ثابت ہوتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ ان النبی صلعم قال وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر و وقت العصر مالم تصفر الشمس و وقت صلوٰۃ المغرب مالم یغب الشفق و وقت صلوٰۃ العشاء الی نصف اللیل الاوسط و وقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس رواہ مسلم (بلوغ المرام)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ظہر کا وقت اسوقت شروع ہوتا ہے کہ جب سورج ڈھل جاوے اور پھر یہہ وقت اسوقت تک رہتا ہے۔ کہ جب انسان کا سایہ اسکے اپنے قد کے برابر ہو جاوے۔ جب تک کہ عصر کا وقت نہ آجاوے (یعنے اسکے ساتھ ہی پھر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے) اور عصر کا وقت اسوقت تک رہتا ہے۔ کہ جبتک سورج کی دھوپ میں زردی نہ آجاوے اور مغرب کی نماز کا وقت جو سورج کے غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے) اسوقت تک رہتا ہے کہ جب تک شفق یعنے وہ سرخی جو مغرب کی طرف افق پر ہوتی ہے۔ دور نہ ہو جاوے۔ اس کے ساتھ ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آدھی رات تک رہتا ہے۔ صبح کی نماز کا وقت اسوقت شروع ہو جاتا ہے۔ جب پو پھٹتی ہے اور اسوقت تک رہتا ہے کہ جب تک سورج نہ چڑھے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اَمَنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلے بی الظھر حین زالت

ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بیت اللہ شریف کے پاس جبریل علیہ السلام نے مجھ کو دو دفعہ نماز پڑھائی پہلے دن تو اسطرح پر کہ ظہر کی نماز

Marfat.com

الشمس وكانت قدر الشراك وصلى
بى العصر حين صار ظل كل شئ
مثله وصلى بى المغرب حين افطر
الصائم وصلى بى العشاء حين غاب
الشفق وصلى بى الفجر حين حرم
الطعام والشراب على الصائم
فلما كان الغد صلى بى الظهر حين
كان ظله مثله وصلى بى العصر حين
كان ظله مثليه وصلى بى المغرب حين
افطر الصائم وصلى بى العشاء إلى
ثلث الليل وصلى بى الفجر فاسفر
ثم التفت إلى فقال يا محمد صلى الله
عليه وسلم هذا وقت الانبياء من
قبلك والوقت ما بين هذين الوقتين
رواه ابوداؤد والترمذى (مشكوة)

مجھے اسوقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور
اسوقت سایہ تقریباً ایک شراک یعنی جوتے کے
تسمہ کے تھا اور عصر کی نماز اسوقت پڑھائی
جب ہر شئے کا سایہ اسکی لمبائی کے برابر ہو گیا
اور مغرب کی نماز اسوقت پڑھائی جب روزہ دار
روزہ کھولتا ہے اور عشاء اسوقت پڑھائی جب
سرخی جو شام کے وقت افق پر ہوتی ہے دور
ہو گئی اور فجر کی نماز اسوقت پڑھائی جب روزہ دار
پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے! اگلے دن اسطرح پر
کہ ظہر کی نماز اسوقت پڑھائی کہ جب ہر شئی کا سایہ
اسکے طول کے برابر تھا۔ عصر کی نماز اسوقت
پڑھائی کہ جب ہر شئی کا سایہ اُس کے طول سے
دوچند تھا۔ مغرب کی نماز اسوقت پڑھائی کہ جب
روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز اسوقت
کہ جب رات کا تہائی حصہ گذر گیا اور فجر کی نماز
پڑھائی اسفار کیا یعنی خوب روشنی پھیل چکی تھی۔ اسکے بعد میری طرف دیکھا اور کہا اے محمد
صلے اللہ علیہ وسلم یہ تجھ سے پہلے انبیاء کا وقت ہے۔ اور (اصل) وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں
کے درمیان ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر آیا اور نمازوں کی اوقات کی نسبت مسئلہ
پوچھا آپ نے اُسکو اپنے پاس دو دن رکھا اور دس نمازیں پڑھائیں پہلے دن ساری نمازیں شروع
وقت میں دوسرے دن ساری نمازیں اخیر وقت میں۔ پھر آپ نے اس سائل کو فرمایا کہ تمہاری
نمازوں کے وقت ان وقتوں کے بیچ بیچ ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نماز کے وقت کی

Marfat.com

دونوں حدوں کے بیچمیں جو وقت ہے وہ سارا اسی مطلب کے لئے ہے باقی رہی یہہ بات کہ اس میں سے اپنی اپنی وقت میں سب سے افضل وقت کونسا ہے تو اسکے لئے وہی وقت افضل ہو سکتا ہے۔ جس میں وہ یسارعون فی الخیرات اور فاستبقوا الخیرات پر عمل ہو جاوے رسول اللہ صلے اللہ علیہ

افضل الاعمال الصلوٰۃ فی اول وقتہا (بلوغ المرام)

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال میں سے سب سے افضل عمل وہ نماز ہے جو اپنے اول وقت میں پڑھی جاوے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مواظبت و مداومت بھی صرف اسی پر تھی ہاں عشاء کی نماز میں آپ دیر کو پسند کرتے تھے۔ ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی العصر ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصی المدینۃ والشمس حیۃ وکان یستحب ان یؤخر من العشاء وکان یکرہ النوم قبلہا والحدیث بعدہا وکان ینفتل من صلوۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ وکان یقرأ بالستین الی المائۃ متفق علیہ وعندہما من حدیث جابر والعشاء احیانا یقدمہا ویؤخرہا اذا رآہم اجتمعوا عجل واذا رآہم ابطئوا اخر والصبح کان النبی صلعم یصلیہا بغلس ولمسلم من حدیث ابی موسی فاقام الفجر حین انشق الفجر والناس لا یکاد یعرف بعضہم بعضا۔ (بلوغ المرام)

رسول اللہ صلعم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے تو اس کے بعد ہم میں سے کوئی مدینہ شریف کے دور پرے اپنے گھروں میں (بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نماز پڑھنے والوں کے گھر مدینہ سے چار چار میل کے فاصلہ پر واقع تھے) واپس جاتا تو سورج ابھی اسی طرح اپنی تیزی حرارت و انارت میں ہوتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسبات کو پسندیدہ جانتے تھے کہ عشاء کی نماز دیر میں پڑھی جاوے اور اس سے پہلے سونے اور اسکے پیچھے بات کرنے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اسوقت تک فارغ ہو کر تشریف لیجایا کرتے تھے کہ جب مقتدی اپنے پاس کے ساتھی کو پہچان لیتے تھے اور آپ کی قرأت اس نماز میں ساٹھ آیت سے لیکر

Marfat.com

سو آیت تک ہوا کرتی تھی متفق علیہ اور صحیحین میں بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں مروی ہے کبھی آپ عشاء کو سویرے اور کبھی دیر میں پڑھتے تھے۔ جب دیکھتے کہ لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں تو جلد پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ دیر میں آئے ہیں تو دیر کر کے پڑھتے اور صبح کی نماز آپ غلس[1] میں پڑھا کرتے یعنے پو پھٹتے ہی۔ اور ابو موسیٰ کی حدیث میں یوں ہے جب پو پھٹتی تو آپ فجر کی نماز میں کھڑے ہوتے اور اسوقت لوگ بمشکل ایک دوسرے کو پہچانتے۔

غرض صبح کی نماز کے وقت کی ابتداء طلوع فجر ہے اور انتہا طلوع آفتاب ہے۔ ظہر کی نماز کیوقت کی ابتداء زوال آفتاب ہے اور انتہا اسوقت جب ہر شئی کا سایہ اس طول کے برابر ہو۔ عصر کی نماز کے وقت کی ابتداء انتہا وقت ظہر ہے اور انتہا اصفر الشمس یا مثل تک ہے۔ مغرب کے نماز کے وقت کی ابتداء غروب آفتاب ہے اور انتہا اسوقت ہے جب شفق احمر غائب ہو جاوے۔ عشاء کے نماز کی وقت کی ابتداء انتہاء وقت مغرب ہے اور انتہا نصف اللیل ہے

اب ہم ہر ایک نماز کیوقت پر مفصل ریمارک کرتے ہیں علمی ترتیب اگرچہ یہی ہے۔ کہ اول وقت ظہر ہے۔ بعدش عصر۔ بعدش مغرب۔ بعدش عشاء اور بعدش فجر۔ جیسا کہ حدیث شریف ظاہر ہے مگر ہم عملی ترتیب کو مدنظر رکھ کر اول فجر بعدش ظہر وعلیٰ ہذا القیاس سب سے پیچھے عشاء کا ذکر کرتے کیونکہ ایک طرف انسان کا نیند چھوڑ کر نماز پڑھنا ہے۔ دوسری طرف نماز پڑھ کر نیند میں پڑنا ہے۔

وقت نماز فجر

یوں تو ہر دم انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا محتاج ہے اور اس کی حفاظت پل پل اور دم بدم ہو رہی ہے مگر غافل انسان اپنی زور و ہمت اور عقل و دانش پر اسقدر نازاں ہے کہ اسکو حفاظت کا شعور تک نہیں ہے مگر جسوقت اپنے ظاہری اسباب حفاظت کو گم کر بیٹھتا ہے تو پھر لگتا ہے حافظ حقیقی کی طرف رجوع کرنے۔ رات کا وقت اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا کر رکھا ہے کہ اس میں انسان کے اپنے ذاتی اور اندرونی سامان یعنے ہوش و حواس تو گم ہوتے ہی ہیں۔ بیرونی اسباب بھی اُس وقت بیکار ہو جاتے ہیں انسان رات کو جب میٹھی نیند سوتا ہے اور اپنی سدھ بدھ کھوتا ہے تو

[1] پچھلی رات کی سیاہی جو پو پھٹنے کی روشنی کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ (مجمع البحار الانوار)

پھر کون ہے جو اسکی ذات - اسکی جان و مال - اسکے کل متعلقات تجارت و زراعت فلاحت و دیگر امور کی حفاظت کرتا ہے؟ کوئی نہیں مگر اللہ -

قل من یکلؤکم باللیل والنہار من الرحمن - (سورہ انبیاء رکوع ۴)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ خدائے رحمن کے سوا رات کا وقت ہو یا دن کا تمہاری کون پاسبانی کر سکتا ہے

پس اگر کوئی انسان ہے اور انسانیت کی بو رکھتا ہے تو اول اس حفاظت کا شکریہ ادا کرے کیا شکر گذار انسان کی سب سے مقدم ڈیوٹی نہ ہوگی کہ اپنے حافظ حقیقی کی تسبیح و تحمید سے دل اور زبان اور جمیع اعضا بدن کو ایک کر دیوے - دوم اسکی ذات اور ذات کے متعلقات کی حفاظت کے علاوہ ایک بڑا بھاری انقلاب ہونیوالا ہے - یعنی یہ کہ رات کی بادشاہی کا زوال اور ایک اور نئی بادشاہی کا قیام ہونے کو ہے کیا یہ وقت اس مالک الملک اور متصرف ہر ذرہ کل کے کمال قدرت اور حکمت کا بڑا بھاری مظہر نہیں ہے - کیا یہ وقت تسبیح و تحمید کے لئے مناسب نہیں ہے

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون - (سورہ روم رکوع ۲)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح و (تقدیس کرو)

سوم بعض مشرک اور جاہل قوموں نے اس پوجنے کی کیفیت کو دیکھ کر اس کو علم نظم کی دیوی قرار دیا - اور حقیقت یہ ہے کہ اسوقت انسان کا دل ہر قسم کے تشویشات اور ہر قسم کے خیالات سے پاک ہوتا ہے - غذا ہضم ہو گئی ہوتی ہے - دل ایسے ایسے ثقلوں سے خالی ہوتا ہے جو جو نقش اسوقت لوح دل پر جم سکتا ہے کسی اور وقت میں جم نہیں سکتا - شاعر اسوقت اپنی شعر سازی میں - حکیم حکمت میں فلسفی فلاسوفی میں اور عابد عبادت میں سرگرم ہوتا ہے اور ہر ایک اپنی اپنی مراد کو پہونچتا ہے - پس ہم کو حکم ہے کہ تم اٹھتے ہی سب خیالات اور سب کام کاج چھوڑ کر اپنے حافظ حقیقی کی عبادت میں لگ جاؤ - یہ وقت واقعی عجیب قسم کا عبرتناک ہوتا ہے اللہ تبارک و تعالے اپنی کمال قدرت کے نشانات یعنے بڑی بڑی بادشاہیوں کو الٹ پلٹ کر دینے کے اپنی کمال قدرت کے اظہار کرنے کے لئے اسوقت تو بطور ثبوت حلفی یا بطور گواہان پیش کرتا اور کہتا ہے (والفجر)

حد بندی اسلام کا خاصہ ہے کہ جس امر پر بحث کرتا ہے اس کے ہر پہلو کو سوچ لیتا ہے

اسکی محافظت اور مداومت کے لئے حدود اور ضوابط قائم کرتا ہے۔ اوپر کی احادیث سے ظاہر ہے کہ ہر ایک نماز کے وقت کی دو حدیں قائم کر دیں۔ ایک حد ابتدائی دوسری حد انتہائی۔ پس فجر کے نماز کے وقت کی حد ابتدائی پو پھٹنا ہے اور حد انتہائی سورج کا چڑھنا ہے۔ اور یہ دونو حدیں محسوس علم عام اور جمہور الناس کی طاقت کے مطابق ہیں یعنی بلحاظ تعمیل۔

فجر کے سوا اور کوئی وقت اس نماز کے لئے مناسب نہیں ہے

اس نماز کے ادا کرنے کے لئے فجر سے بڑھ کر اور کوئی وقت مناسب نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے پہلا وقت اور نہ اس کے پچھلا وقت اگر اس سے پہلا وقت مقرر ہو تو وہ آدھی رات ہو گی اگر پچھلا وقت مقرر ہو تو وہ بعد طلوع آفتاب ہو گا۔ پہلا وقت نیند کے کمال کا ہے دوسرا وقت کاروبار کا ہے غرضکہ جمہور الناس اس محنت اور مشقت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ عین اسوقت جب کہ سورج چڑھ رہا ہو۔ مقرر نہیں فرمایا کیونکہ یہ مجوسیوں کا وقت تھا! اور مظنہ شرک تھا۔ (دیکھو مضمون تین وقتوں میں نماز پڑھنے کی مناہی) پس صبح کا وقت مقرر کر دینے میں نہ تو کاروبار دنیوی میں جمع واقع ہوتا ہے اور نہ ذکر الٰہی فوت ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت دل اور ذکر دونوں کو باہم موافق کرنے کے لئے نہایت ہی عجیب ہے۔

جو لوگ سویرے اٹھنے کے فوائد جانتے ہیں پر عمل سے محروم ہیں وہ نماز صبح پڑھیں

اطباء و ڈاکٹران اسبات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ سویرے اٹھنے میں بڑی بڑی فوائد ہیں لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ مرغ کی بانگ کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہو عقل و دانش بزبان ہی صحت دوبالا ہوتی ہے مگر ہم افسوس کرتے ہیں کہ علمی فوائد کے جاننے والے خود ان عملی فوائد سے محروم ہیں ہم اطباء بطور نصح کہتے ہیں کہ تم نماز فجر کی پابندی اختیار کرو دیکھو تو کیسے تھوڑے دنوں میں سویرے اٹھنے کے عادی ہو جاؤ گے۔

فوائد توسیع وقت فجر

اسوقت کی ترغیب میں کئی فوائد ہیں (۱) یہ کہ جماعت کے لئے تمام لوگ حاضر ہو جاویں (۲) یہ کہ غافل انسان اگر دیر سے اٹھا ہو تو بے وسواس نماز ادا کرے۔ اور فوائد جو سویرے اٹھنے پر موقوف اور صرف جماعت کے ساتھ ملکر نماز ادا کرنے پر منحصر تھے وہ تو سب کے سب جاتے رہے۔ اب اپنی نماز بھی نہ چھوڑ بیٹھے

Marfat.com

(۳) یہہ بھی ممکن ہے کہ ایسے وقت میں اُٹھا ہو کہ جسمیں وہ صرف ایک رکعت نماز ادا کر سکتا ہے اُسے حکم دیا کہ اپنی نماز بے وسواس پوری کرے اور طلوع آفتاب کا کچھ خیال نہ کرے دیکھو (مضمون قضائے فوایت) غرضکہ اس نماز کے لئے ایک وقت تو وقت صبح ہے۔

وقت نماز ظہر

نماز کے بعد چونکہ کام کاج کا وقت شروع ہو جاتا ہے کوئی ہو اور کہیں ہو اور کیسا ہی ہو سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر یہہ کام آہستہ آہستہ اسقدر ترقی پکڑتے ہیں کہ انسان دو تین گھنٹہ کے بعد اسمیں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ گویا انہیں کاموں کے لئے پیدا کیا گیا تھا بعض وقت تو ایسا ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ بلانے سے بولتا نہیں ہلانے سی ہلتا نہیں۔ سامنے کھڑے رہو اُسے دِکھتا نہیں حلال و حرام میں تمیز کرنے کی عقل نہیں رہتی۔ نہیں جانتا کہ ماپ تول میں کمی بیشی کرنے سی کیا کیا نقصان ہو رہی ہیں جس درجہ کے مشاغل ہوتے ہیں اُسی درجہ کا انہماک ہوتا ہی اس انہماک کو اور ذہن نشین کرنا ہو تو اپنا کام چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے کاروبار کو جا کر دیکھو اور اُن کے کارخانوں میں گھُس جاؤ۔ بس پھر تو نہ کوئی اہل تجارت اس انہماک سے خالی ہوگا اور نہ کوئی اہل صناعت اور نہ کوئی اہل فلاحت۔ ان کے افعال ہی سے دل میں یقین پیدا ہو جاویگا کہ یہہ لوگ روحانی کاروبار سے بالکل عاطل اور غافل ہیں انہیں خبر ہی نہیں کہ جسطرح جسم کا حق ہے اسیطرح روح کا بھی حق ہے۔ اگر حق الجسم ادا کرتے ہیں تو ادائے حق الروح بھی تو انکے ذمہ ہی لیکن افسوس اسطرف سے اتنی غفلت ہے کہ گویا ان کے نزدیک روح کوئی چیز ہی نہیں۔ غرض یہہ ہی کہ دنیا سویرے ہی اُٹھ کر دنیوی اور نرے دنیوی دھندوں میں اسقدر منہمک ہو جاتی ہے کہ اپنے رب کو جو خالق و رازق اور معبود برحق ہی بھول جاتی ہی۔ اسلام نہیں چاہتا۔ کہ انسان جو جسم اور روح کا مرکب پتلا ہے صرف جسم کی طرف مائل رہی اور صرف جسمانی اور بہیمی خواص حاصل کرے اور روح کی طرف سے غافل رہے اسلام نہیں چاہتا کہ انسان رذائل کیطرف جھک پڑے اور فضائل سے محروم رہے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ انسان شہوات نفسانی میں غرق اور برکات روحانی سے بے خبر رہے۔ اسلام کا مقصود اصلی یہہ ہے کہ انسان اس جسم

کو اس طرح کام میں لاوے کہ جس سے یہی جسم اسکی روحانی ترقیات اور باطنی تجلیات کا ذریعہ بن جاوے۔ وہ کمالات جو اس روح کے اندر مخفی ہیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ جسم اور روح دونوں سے کام نہ لیا جاوے اسی لئے اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان نرا جسم ہی جسم نہ بن جاوے جس سے روح کی حق تلفی ہوتی ہو۔ اور نہ اسلام کو یہ منظور ہے کہ جسم کے حقوق مارے جاویں لہذا اس انہماک سے نکالنے اور روحانی برکات کے حاصل کرنے کے لئے شارع علیہ السلام نے ایک اور وقت مقرر فرمایا اور اس کی بھی حدیں قائم کر دیں جو فجر کی حدوں کی طرح محسوس اور عام فہم ہیں یعنے جب سورج ڈھل جاوے تو اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب ہر ایک شئی کا سایہ اصلی سایہ کے نکالنے کے بعد اس شئی کے برابر ہو جاتا ہے تو پھر یہ وقت جاتا رہتا ہے۔

ضحیٰ یعنی چاشت کا وقت مقرر نہیں کیا (۱) اسلئے کہ صبح کی نماز کو پڑھے ہوئے کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا (۲) اسلئے کہ لوگوں کے کاروبار کے سلسلہ میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔ زوال یعنے عین اسوقت کو معین نہیں فرمایا کہ جب سورج سر پر ہوتا ہے۔ (۱) اس لئے کہ عام طور اسیوقت کام سے فراغت ہوتی ہے۔ کام کی تکان اور نماز یعنے پہ (۲) اسی وقت علی العموم کاروباری لوگ کھانا کھاتے ہیں (۳) اسوقت بعض ممالک کے لوگ قیلولہ کرتے ہیں (۴) بعض ممالک میں وہی وقت ایسا گرم ہوتا ہے کہ انسان جو کام کا بڑا حریص ہے اسوقت کام جیسی عزیز شئی کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ نماز کب ادا کریگا (۵) یہ کہ صابئین کی مخالفت کی جاوے جس سے آفتاب پرستی کی جڑھ کاٹی جاوے اور سورج اور چند بتوں (یونانی ہوں خواہ ہندوستانی۔ ایرانی ہوں خواہ عربستانی۔ مصری ہوں یا انگلستانی) کی اس اعتقاد کی کہ اجرام فلکیہ عقول متصرفہ ہیں۔ سخت تردید کی جاوے (دیکھو مضمون تین وقتوں میں نماز پڑھنے کی مناہی) (۶) اس وقت بھی سجدے کے وقت کی طرح ایک انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے۔ ہر کمالے را زوالے۔ پورب کی بادشاہی پچھم کی طرف منتقل ہونے لگتی ہے۔

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ۝ ولہ الحمد فی السموات والارض۔	پس جسوقت تم لوگوں کو شام ہو اور جسوقت تم کو صبح اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو اور آسمان و زمین میں

وعشیا وحین تظھرون ۝ (سورہ الروم رکوع ۲)	اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو

شریعت چونکہ جامع ہے اور دنیا کے کل ممالک کے لئے ہے اسواسطے ایسا وقت مقرر فرمایا کہ اس سے ہر طبقہ اور ہر منطقہ کے لوگوں کی رعایت بھی ہوگئی اور کل مظان فاسدہ بھی بند ہوگئے اور وہ تمام رنگ بھی جو صبح سے لیکر آدھے دن تک دنیوی کاروبار کے انہماک کے سبب سے دل پر جم سکتا تھا دور ہو جاتا ہے اسوقت کی استراحت اور کھانے کا شکریہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔ باقی دن کے لئے حسن معاملت کرنے پچھلے کام میں برکت چاہنے اور آئندہ کے لئے فضل مانگنے کے لئے ایک بالکل نیا دل پیدا ہو جاتا ہے۔

وقت نماز عصر

زوال کے بعد اصل اور محسوس اور عام فہم وقت تو وہی ہے جب دھوپ میں زردی آجاتی ہے مگر شارع علیہ السلام نے اسوقت کو ان تینوں وقتوں میں شامل کر دیا ہے جنمیں نماز پڑھنا منع ہے دیکھو مضمون (تین وقتوں میں نماز پڑھنے کی مناہی) زوال آفتاب اور زردی آفتاب کے درمیان ایک عرصہ طویل ہوتا ہے مگر اسقدر طوالت وقت میں کام کاج کا وہ زور شور اور وہ سرتوڑ محنت جو آدھے دن تک ہوتی ہے نہیں ہوتی۔ اسی واسطے اس سارے وقت میں صرف ایک نماز ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ اسکے دو حصے کر دیئے تاکہ اس سارے وقت میں ذکر الٰہی نہ کرنے کے سبب سے جو زنگ دل پر جمتا تھا وہ نہ جم سکے اور کاروبار کا زور تو قدرتی طور پر ٹوٹا ہوا ہی ہوتا ہے اسواسطے کاروبار میں ایسا ہرج واقع نہیں ہو سکتا جو لوگوں پر تکلیف مالایطاق کا حکم رکھے پہلا حصہ تو وہی ہے جسکو ظہر کہتے ہیں اور جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور دوسرا حصہ یہی نماز ہے جسے عصر کہتے ہیں حقیقت میں ظہر اور عصر کا وقت بالکل ایک ہی ہے قدرتی تقسیم کے لحاظ سے ان میں امتیاز کچھ نہیں ہے اسی واسطے جب ضرورت پڑتی ہے تو یہ دونوں نمازیں آپس میں جمع ہو سکتی ہیں۔

Marfat.com

حد بندی شارع علیہ السلام نے ان دونوں میں امتیاز کرنے کے لئے ایک عام فہم اور محسوس فرق بیان فرما دیا۔ گویا یہہ فرق بھی قدرتی فرقوں کی طرح ایک قدرتی فرق ہی بن گیا ہے اور وہ یہہ ہے کہ ظہر کی انتہائی حد عصر کی ابتدائی حد ہے اور انتہائی حد زردی آفتاب ہے دوسرے لفظوں میں یوں سہی کہ اصلی سایہ کو نکالنے کے بعد جب کسی چیز کا سایہ اس چیز کے طول کے برابر ہو جاوے تو پس وہ ابتدائی حد عصر ہے۔ اور جب وہی سایہ ڈھل جاوے تو انتہائی حد ہے۔ زردی آفتاب اور ڈبل سایہ قریب قریب آپسمیں ایک ہی ہوتے ہیں کوئی چنداں فرق معتدبہ نہیں ہوتا۔ مگر زردی آفتاب بہت سہل اور عام فہم معیار ہے اور یہہ وقت بھی واقعی طور پر ایک عجیب انقلاب پیدا کرتا ہے۔ یہہ وقت بھی خاص طور پر قابل تحمید و تسبیح ہے۔

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ۝ ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظہرون ۝

(سورہ الروم رکوع ۲)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تمکو صبح ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو

عصر اور فجر کے وقتوں میں عجیب مناسبت

عصر سورج کے ڈوبنے اور فجر سورج کے چڑھنے کی پیش خیمہ ہیں عصر کا وقت موت کا پیغام لانیوالا ہے اور فجر حیات کا مژدہ سنانیوالا ہے عصر کا وقت ہر ایک چیز کے خاتمہ کی خبر دینیوالا ہے اور فجر کا وقت ہر ایک چیز کی پوشیدگی اور راز فاش کرنے والا ہے۔ سمجھ والے کے لئے ہر روز عصر کا وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تیری اجل آئی کھڑی ہے تیری حیات کا سورج غروب ہوا چاہتا ہے اور فجر کا وقت پکار پکار کر یہہ کہہ رہا ہے کہ تیری عمر کی کالی سیاہ رات کی کل پوشیدگیاں ظاہر ہونے والی ہیں۔ قیامت برپا ہونیوالی ہے۔ غرضکہ یہہ دونوں نہایت ہی عجیب وقت ہیں۔ اللہ تعالے نے بھی اپنے واحد لاشریک ہونے کے ثبوت میں ان دو وقتوں کو بھی بطور ثبوت حلفی پیش کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ والفجر۔ یعنے ہم اس پوہ پھٹنے کو بطور گواہ تمہارے سامنے پیش کر کے کہتے ہیں کہ اسکو دیکھو تو سمجھو۔ ہم ہی واحد لاشریک ہیں۔ ہم ہی متصرف اور مالک مقتدر ہیں دوسری جگہ فرماتا ہے۔ والصبح اذا تنفس اور عصر کی نسبت فرماتا ہے والعصر ان الانسان

Marfat.com

(نفی خمسہ دیکھو مضمون نماز کے اوقات و رکعات کی باہمی مناسبات)

عصر کے بعد کا وقت امراض قلبی کا وقت ہے

جب سورج کی دھوپ میں زردی آجاتی ہے تو اس وقت انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ سارے دن کے کام کو جس طرح بن پڑتا ہے ختم کرنا چاہتا ہے اسوقت دغا فریب۔ مکر جھوٹ۔ غبن۔ غرضکہ ہر قسم کے گناہ جو اس کے کام کے متعلق ہیں وہ کرنے سے باز نہیں رہتا۔ گویا یہ وقت خواہ مخواہ بھی معرکہ میدان ہے۔ عصر کی نماز ان تمام قسم کی سیئات اور گناہوں کی مانع ہے۔ دیکھو مضمون (نماز کے اوقات و رکعات کی باہمی مناسبات۔) اگرچہ انسان ہر وقت گناہ کرتا ہے اور ہر نماز اسکے گناہوں کی کفارہ ہے۔ مگر اس نماز کے بعد کا وقت تو بڑا بھاری مظنہ ارتکاب گناہ ہے اسواسطے اللہ تعالے نے پہلے سب نمازوں میں اسکو شامل کرکے سب کی محافظت کا حکم دیا ہے پھر خصوصیت کے ساتھ اس نماز کی محافظت کا

حافظوا علی الصلوت والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قنتین ۝

(سورہ البقرہ رکوع ۳۰)

یعنی (تمام) نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور نماز میں اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو

اور صلوٰۃ وسطی سے مراد صلوٰۃ العصر ہے جیسا کہ

عن ابن مسعود وسمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلعم صلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر (مشکوٰۃ)

رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ)

ابن مسعود اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطے سے مراد صلوٰۃ عصر ہے۔

وقت نماز مغرب

نماز عصر کے بعد ایک اور نماز ہے جسے نماز شام کہتے ہیں۔ جسطرح سورج چڑھتے اور چڑھ کر اسقدر عروج پکڑتا ہے۔ کہ ہر ایک کے سر پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمام دنیوی کاروبار کے سمندر کا پانی چڑھنے لگتا ہے اور سورج کے ساتھ ہی جب وہ سر پر کھڑا ہوتا ہے۔ تو یہ

Marfat.com

کوسوں اور میلوں تک پھیل جاتا ہے کئی زاویہ نشینانِ صدفِ گہربار کو پردہ سے باہر نکال کر مرکس و ناکس کا انگشت نما بنا دیتا ہے پر ساتھ ہی بقول ہر کمالے را زوالے جس طرح سورج خود زوال پذیر ہوتا جاتا ہے اُسی طرح تمام دنیوی اشغال کم ہونے لگتے ہیں۔ اہناک گھٹتا جاتا ہے اور جس طرح سورج اپنی تیز کرنوں کے ٹھنڈا ہونے سے کچھ مشیر خوب چمکتا اور دہقان بچارے کی پیٹھ کو پانی پانی کرتا ہے اُسی طرح اس دنیوی کاروبار کا بازار اپنی کم رونق ہونے سے مشیر خوب گرم ہو لیتا ہے اور جسطرح سورج جب ہماری نظروں سے غایب ہو جاتا ہے تو آسمانی سلطنت کا کچھ اور ہی رنگ نکل آتا ہے اسی طرح دنیوی کاروبار کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ غرض جب دنیا کے تمام کام ختم ہو چکتے ہیں اور کام کرنے والے بہادر انسان گھروں کی طرف رخ کرتے ہیں تو اسوقت اس نماز کے پڑھنے کا حکم دیا۔ (۱) اسلئے کہ سورج کے چڑھنے سے لیکر اُسکے ڈوبنے تک سر توڑ محنت کرنے سے جو جو رنگ اُس کے دلپر رہ گئے ہیں وہ اب اُتارے جاویں۔ اپنے کئے کی فہرست آنکھوں کے سامنے پھر جاوے جو جو زیادتی ہوئی ہو اُس سے توبہ جو رہ گیا ہو اُس کے لئے معافی اور آیندہ کے لئے فضل (۲) اسلئے کہ شکریہ ادا کیا جاوے صبح سے لیکر شام تک پیٹ کی غلامی کی۔ اب اُس غلامی سے چھوٹے صبح سے لیکر اب تک اپنے جسم کو اعمال شاقہ سے مصیبت میں ڈالے رکھا اب وقت استراحت آیا جس طرح صبح کی نماز کے بعد رات کی بادشاہی پلٹ جاتی ہے اسی طرح غروب آفتاب پر دن کی بادشاہی پلٹ جاتی ہے یہ بھی بڑا بھاری انقلاب ہے۔ مگر اس انقلاب کی پوری پوری صداقت اور کمال کا شروع حقیقت میں اسوقت شروع ہوتا ہے جب افق غربی کی لالی اور سفیدی بھی جاتی رہتی ہے۔ اور یہ دونوں انقلاب حقیقت میں ایک دوسرے کے پیچھے ہی واقع ہوجاتے ہیں اور یہ دونوں وقت بھی اسی قابل ہیں کہ ان میں تسبیح و تحمید کی جاوے۔

فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ۝ ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظہرون ۝

(سورۃ الروم۔ رکوع ۲)

پس جسوقت تم لوگوں کو شام ہو اور جسوقت تم لوگ صبح ہو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو۔ اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لایق ہے۔ اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو۔)

Marfat.com

حد بندی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے بھی حد بندی کر دی۔ پہلی حد تو یہی کہ سورج نظروں سے غایب ہو جاوے۔ دوسرے یہہ کہ جب شفق احمر یعنے لالی دور ہو جاوے ؛

وقت نماز عشاء

شام کے بعد کھانے اور نیند کا وقت شروع ہو جاتا ہے سارے دن کا تھکا ماندہ انسان جب کھانا کھا چکتا ہے تو پھر کس میٹھی نیند سے سوتا ہے کہ شاید کیا یقیناً بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں اور نیند کا وقت بھی کچھ تھوڑا نہیں ہوتا ساری رات ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونے سے پہلے پہلے ایک اور نماز ادا کرنے کا حکم دیا (۱) یہہ کہ کھانے کا شکریہ ادا کیا جاوے (۲) یہ کہ اس نماز کے بعد غالباً کوئی دنیوی کام نہیں کیا جاتا جس سے انسان کے دل پر زنگ جم جانے کا احتمال ہو۔ یعنی یہہ کہ پاک ہو کر سوئے (۳) یہہ کہ سب سے آخری کام بس نماز ہی ہو۔ (۴) نماز فجر کے ساتھ پوری پوری تشبیہہ ہو۔ یعنی جسطرح صبح اُٹھتے ہی اور کوئی کام نہیں کیا جاتا صرف نماز ہی ادا کیجاتی ہے اُسی طرح سونے سے پہلے بھی کوئی اور کام نہ کیا جاوے۔ صرف نماز ہی پڑھی جاوے (۵) یہہ کہ اول اور اخیر وقت میں منافق اور مومن الگ الگ ہو جاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صبح اور خفتن کی نمازیں منافق پر بھاری یعنی دشوار معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ صبح کے وقت میٹھی نیند اُٹھنے نہیں دیتی۔ اور خفتن کے وقت وہ جاگتا رہنے نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز خفتن جو باجماعت پڑھی جاوے اس کا درجہ نصف قیام اللیل کے برابر ہے اور جو صبح کی نماز باجماعت ادا کی جاوے اُسکا درجہ نصف قیام اللیل کے برابر ہے گویا صبح اور خفتن کی نمازیں جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاویں وہ آپس میں برابر ہوتی ہیں۔ کیونکہ جو موانع نماز اس میں پیش آتے ہیں وہی اس میں (۶) یہہ وقت دنیا کے شور و شغب سے خالی اور دل اُسوقت تفکرات سے فارغ ہوتا ہے صبح کو چھوڑ کر باقی تمام وقتوں میں سے نمازوں کے لئے نہایت ہی موزون ہے (۷) اس لئے کہ آخری محاسبہ نفس کیا جاوے۔ اور چپکے چپکے اپنے رب کے سامنے آنسو

Marfat.com

بہاکر غفران رحمت کی طلبگاری کی جاوے (۸) رات کی بادشاہی کا پورا پورا سکہ اسوقت بیٹھ جاتا ہے اور اس کا کمال نصف اللیل تک رہتا ہے اس کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے اور پو پھٹنے تک بادشاہی کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ۝ ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون ۝

(سورہ الروم رکوع ۲)

پس جسوقت تم لوگوں کو شام ہو اور جسوقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرو اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور نیز تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو۔)

حد بندی - شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اس نماز کے وقت کی حد بندی یوں قائم کی کہ شروع اسوقت ہو جب شفق احمر یعنے لالی دور ہو جاوے اور اسوقت ہو خاتمہ اسوقت جب آدہی رات گذر جاوے۔

مناسبات تفاوت توسیع اوقات

اوقات صلوات خمسہ میں توسیع نہایت ہی مناسب طور پر رکھی گئی ہے چنانچہ ہمنے ان کا ذکر وقت نماز صبح اور تقسیم اوقات کے ضمن میں بیان کر دیا ہے۔ وہی ہر ایک نماز کے ساتھ سمجھا جاوے۔ کیونکہ یہہ بڑی سخت تکلیف ہے کہ تمام لوگ ایک ہی وقت خاص میں حاضر ہوویں۔ نہ ایک منٹ آگے اور نہ ایک منٹ پیچھے پس ضرور ہوا کہ ہر ایک نماز کے لئے اسوقت کی حالت کو دیکھ کر وقت میں وسعت کیجاوے

نماز شام کا وقت بہ نسبت اور اوقات کے بہت تھوڑا رکھا گیا ہے سبب یہہ ہے کہ سورج کے ڈوبنے سے لیکر مغربی افق کی لالی دور ہونے تک سونے کا وقت نہیں ہوتا۔ اور نہ لوگ اسوقت کو رات یعنی سونے کا وقت کہتے ہیں۔ پس ضرور ہوا کہ سونے کے وقت کی اسوقت سے تمیز کی جاوے اور سونے کا وقت اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب لالی غائب ہو جاتی ہے اس لئے قدرتاً یہہ وقت اتنا ہی ہے اگر اس سے زیادہ وسعت دیجاوے تو پھر سونے کے وقت اور اس سے پیشتر کے وقت میں تمیز نہیں رہتی۔ دونوں وقتوں میں خلط ملط ہو جاتا ہے

Marfat.com

تمام دنیوی کاروبار کو چھوڑ کر جو شکریہ کرنا تھا اُس میں اور اُن کاموں کو چھوڑنے کے بعد کھانا کھانے کا جو شکریہ ادا کرنا تھا اس میں کچھ فرق نہیں رہتا ہے

نماز خفتن کو سب سے زیادہ توسیع دی۔ کیونکہ جوں جوں ہم عشا کو دیر میں پڑھیں گے توں توں شور و شغب سے ہمارے کان محفوظ رہیں گے اور اُن کاموں اور شغلوں سے جنکے باعث یاد الٰہی ہمارے دلوں سے بسر جاتی ہے ہمارے باطن کا تصفیہ ہوتا جاویگا۔ اور جوں جوں ہم آخری وقت کرتے جاوینگے توں توں جہان کے قصے کہانیاں ہم سے چھوٹتی جاوینگی حتی کہ آخری وقت قبل از خفتن صرف نمازی رہجاویگی۔ لیکن اس قسم کی تاخیر وہاں پر کارگر نہیں ہو سکتی جہاں امارت وجماعت کا عمل جاری ہو۔ وہاں ایسا کرنے سے جماعت میں سخت زلزلہ واقع ہو جاویگا۔

بعض مسائل ضروریہ متعلق اوقات خمسہ

(۱) ہر ایک نماز اول وقت پر پڑھنی چاہیئے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نماز کے اول وقت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کی درگذر ہے۔

الوقت الاول من الصلوٰۃ رضوان اللہ والوقت الاٰخر عفو اللہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ)

(۲) غلس اور اسفار دونوں وقتوں میں یعنی پو پھٹتے ہی یا اُسوقت کہ جب سفیدی خوب پھیل چکی ہو نماز میں داخل ہونا یا نماز سے فارغ ہونا ثابت ہے۔

(۳) گرمی جب بہت زیادہ پڑنے لگے اور اول وقت میں ظہر پڑھنے میں تکلیف ہو تو گرمی کے ذرا ٹھنڈے ہونے پر نماز پڑھنی درست ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی سخت پڑے۔ تو اسوقت نماز ٹھنڈی کر لیا کرو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ (مشکوٰۃ)

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلعم الذی یفوتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ متفق علیہ (مشکوۃ)

(۴) ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کی عصر کی نماز جاتی رہی (وہ اپنے نقصان میں یوں سمجھے) کہ گویا اس کا گھر بار لوٹا گیا ہے۔

جو شخص اس نماز کو پڑھتے مگر وقت پر نہیں اسکو منافق کہا گیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو منافق کی نماز ہے وہ سورج کو بیٹھا تاکتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے اور شیطان کے قریب ہو جاتا ہے۔ پھر اٹھتا ہے اور چار چونچیں مارتا ہے۔ اللہ تعالے کو اس میں کچھ تھوڑا سا یاد کرتا ہے۔

عن انس رضي الله تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتے اذا اصفرت وكانت بين قرنی الشيطان قام فنقر اربعا لا يذكر الله فيها الا قليلا رواہ مسلم۔

(۵) عشا اول وقت کے بعد جتنی دیر میں پڑھی جاوے۔ اتنی ہی اچھی ہے۔ اور نمازوں کے خلاف یہ ایسی نماز کا خاصہ ہے کہ اس میں جوں جوں دیر کیجاوے تو ان توں ثواب بڑھتا ہے اور نمازوں میں جوں جوں دیر کی جاوے۔ ثواب گھٹتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت اسی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب لوگ پہلے ہی سب اکٹھے ہو جاتے تھے تو آپ جلد پڑھ لیتے تھے اور جب لوگ کم ہوتے تو دیر میں پڑھتے

وكان يصلی العشا اذا كثر الناس واذا قلوا اخر۔ متفق عليه (مشكوة)

تین وقتوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت

وہ تین وقت جنکا حوالہ ہم پہلے کئی دفعہ دے چکے ہیں اور جن میں نماز پڑھنے سے ہمکو رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ اصل میں وہی ہیں جو سورج کے چڑھنے اور ڈھلنے اور ڈوبنے

عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالے عنہ قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینہانا ان نصلی فیہن او نقبر فیہن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتے ترتفع وحین یقوم قائم الظہیرۃ حتے تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

کے مظہر ہیں۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو قبروں میں گاڑنے سے منع فرمایا کرتے تھے اول جب سورج چڑھ رہا ہو۔ دوم جب ڈھل رہا ہو۔ سوم جب ڈوب رہا ہو۔

ان میں زیادہ تر موجبِ منا ہی یہ ہے کہ یہ تینوں وقت مظنہ شرک ہیں اور اسلام نہ صرف شرک کا ہی دشمن ہے۔ بلکہ اُن تمام باتوں کا بھی جو شرک کی راہ بتادیں یا جن سے کچھ بھی گمان ہوتا ہو کہ یہ بھی شرک ہوگا۔ مجوسی لوگ جو عرب میں موجود تھے اپنی نمازیں اس طرح پڑھا کرتے تھے صبح کی نماز اسوقت شروع کرتے تھے کہ جب سورج نکلنے کو ہوتا اور ختم اُسوقت کرتے جب سورج چڑھ پڑتا۔ دوپہر یا ظہر کی نماز اُسوقت شروع کرتے جب سورج ڈھلنے کو ہوتا اور ختم اُسوقت کرتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر شام کی نماز اسوقت شروع کرتے جب سورج ڈوبنے کو ہوتا اور ختم اسوقت کرتے جب سورج ڈوب جاتا۔ مگر حقیقت میں چونکہ کوئی وقت بھی بذات خود شرک نہیں سکھاتا بلکہ رقت کا ذرہ ذرہ حصہ توحید الٰہی کا گُر سکھاتا ہے۔ اسواسطے بیت اللہ شریف میں ان وقتوں کی منا ہی کو ہٹا دیا۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ

عن جبیر بن مطعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا بنی عبد مناف لا تمنعوا احداً یطوف بھذا البیت وصلی ایۃ ساعۃ شاء من لیل او نہار رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی (مشکوٰۃ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنی عبد مناف اس بیت اللہ شریف میں کسی شخص کو طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے منع نہ کرنا خواہ دن ہو خواہ رات اور اگر کوئی صاحب عذر ہو تو اسکے

کل روئے زمین پر سے ہی یہ قید اُٹھا دی۔ دیکھو مضمون ذیل

قضائے فوائت

سبحان اللہ کیسی عجیب شریعت ہے! کیسی جامع اور کامل شریعت ہے! اول نماز کے اوقات مقرر فرمائے پھر اُنہیں وقتوں میں نماز پڑھنے کے کیسے سخت تاکیدی حکم دیئے پھر ان وقتوں کا ذکر بھی کر دیا جو مظنہ شرک ہونے کے باعث نماز کے منشاء کے مخالف ہیں مگر یہ سب کچھ انہیں لوگوں کے لئے ہے جنکو ان وقتوں میں حاضر ہونے کے لئے کوئی جائز عذر مانع نہو۔ اور اگر کوئی عذر جائز مانع ہو تو پھر ان کو اس پابندی کی تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ حسب اقتضائے عذر نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کہیں جمع کی اجازت دی۔ کہیں اُنہیں ممنوع وقتوں میں نماز پڑھنے کو فرمایا۔

عذر جو عموماً عملی طور پر پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) نیند (۲) نسیان (۳) سفر (۴) مرض (۵) مطر (۶) خوف۔ سفر، مرض، مطر اور خوف کا بیان مفصل طور پر صلوٰۃ المعذورین کے ذیل میں کیا جائے گا۔ دیکھو وہ مضمون۔ باقی رہے دو عذر نیند اور نسیان۔ سو ممکن ہے کہ جاگ اور یاد یا تو اُس وقت آویں کہ جب وقت بالکل ہی جاتا رہا ہو۔ یا ایسے تنگ وقت میں آویں کہ اس میں پوری نماز پڑھی ہی نہیں جا سکتی۔ پس ان دونوں قسم کی مشکلوں کے لئے کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جب جاگ آوے یا جب یاد آوے تو اُس وقت نماز پڑھ لیوے۔ گزشتگی وقت یا تنگی وقت کا خیال دل سے اُٹھا دے اور نماز آرام سے پڑھ لیوے۔ اسی طرح پر ممکن ہے کہ کوئی حیض یا نفاس والی ایسے تنگ وقت میں ظاہر ہوئی ہو کہ ابھی کچھ تھوڑا سا وقت نماز کا باقی ہووے مگر اُس میں پوری نماز نہیں پڑھی جا سکتی تو یہ بھی تنگی وقت کا خیال نہ کرے اور آرام کے ساتھ پوری نماز ادا کر لیوے خواہ نماز پڑھتے پڑھتے وقت گذر جاوے۔ ان مسائل کے لئے ذیل کی دو حدیثیں کافی ہیں۔ اول نیند اور نسیان۔ ان کی نسبت ابو قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں گناہ کا الزام نہیں ہے۔ گناہ کا الزام تو بیداری میں ہے۔ پس تم میں سے جس کسی کی نماز بھول یا نیند کے سبب سے جاتی رہی تو وہ اسی وقت پڑھ لیوے۔ جب اُسکو

عن ابی قتادۃ رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلعم لیس فی النوم تفریط انما تفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احدکم صلوٰۃ او نام عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ

تعالےٰ قال واقم الصلوٰۃ لذکری رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک رکعۃً من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر متفق علیہ (مشکوٰۃ)

یاد آجاوے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "میری یاد کے وقت نماز پڑھ لو"۔

دوم تنگی وقت کی نسبت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو صبح کی نماز میں سورج کے چڑھنے سے پہلے پہلے ایک رکعت بھی ہاتھ لگ گئی تو بس اسکو ساری نماز مل گئی۔ اور جس شخص کو عصر کی نماز میں سورج کے ڈوبنے سے پہلے پہلے ایک رکعت ہاتھ لگ گئی۔ تو بس اُس کو ساری نماز مل گئی۔

مضمون بالا کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنے کے لئے نہ کوئی بہانہ چل سکتا ہے۔ نہ کوئی ٹال مٹول شارع علیہ السلام نے ذکر الٰہی کو ہر طرح پر مقدم رکھا ہے اور جو جو بہانے یا حیلے انسان کر سکتا تھا ان کا شافی وکافی علاج فرمایا ہے۔

اذان

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ[1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی بزرگی بدرجہ غایت بیان فرمائی اور ہر ایک مسلمان پر مرد ہو یا عورت اُسکو فرض قرار دیا۔ یہانتک کہ والدین کو حکم دیا کہ جبراً بچوں سے نماز پڑھوا دیں اور اُس کے ادا کرنے کے لئے شب و روز میں مختلف اوقات مقرر فرمائے جیسا کہ پہلے

[1] ۔ اور جب تم اذان دے کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے ہو تو یہ لوگ نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں (اور یہ حرکت بیجان سے) اس لئے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ ایسے (بیوقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے۔ مائدہ رکوع ۹

بیان ہو چکا ہے اور سب کو ایک وقت خاص میں دن میں پانچ پانچ بار ایک ساتھ ملکر پڑھنے کی تاکید اور ترغیب و تہدید کی۔ (دیکھو مضمون جماعت و امامت و مساجد) تو اب ضرور تھا کہ کوئی ایسا ذریعہ اعلام معین کر دیا جاوے۔ جس سے کل اشخاص بسہولت تمام اس کام کو سرانجام دے سکیں اسقدر عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سینوں میں اسقدر انشراح پیدا کر دیا تھا کہ اب وہ خود بخود دینی ضروریات کو محسوس کرنے لگ پڑے۔ ان کے دلوں میں یہ بات بخوبی بیٹھ گئی کہ شرائع بالکل مصالح ہی ہوتی ہیں اور یہ شریعت محمدی انسان پر بوجھ نہیں ہے بلکہ انسان کے دین و دنیا کے لئے ازبس مفید اور نافع ہے۔

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ معظمہ میں اقامت رہی آپ بلا اذان ہی نماز پڑھتے رہے۔ بلکہ مدینہ منورہ میں بھی قریب ڈیڑھ سال تک اسی طرح بلا اذان ہی نماز ہوتی رہی۔ تجویز کہ بہ دو کمیٹو مضمون کعبہ کے بعد اسلام کی نعمتوں میں سے یہ بھی ایک بڑی بھاری نعمت مسلمانوں کو عطا ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد پندرہ سولہ ماہ کے عرصہ میں مدینہ منورہ کے اور لوگ بھی بکثرت مسلمان ہو گئے اور چونکہ نماز کے لئے کوئی اذان نہ تھی۔ بسلسلے اکثر پانچ مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے۔ آخر دن میں پانچ پانچ دفعہ جو اکٹھا ہونا ہوتا تھا اسکا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کمیٹی کی اداس تکلیف پیش شدہ کے رفع کے لئے تجویز سوچیں۔ پہلی دفعہ جو کمیٹی ہوئی تو اسمیں یہ چار تجویزیں پیش ہوئیں۔ اول آگ جلائی جاوے۔ دوم ناقوس بجایا جایا کرے۔ سوم گھنٹہ بجایا جایا کرے۔ چہارم کوئی ڈھنڈورچی مقرر کیا جاوے جسکا کام یہ ہو کہ وہ یہ ڈھنڈورا دیتا پھرے کہ نماز پڑھ لو نماز پڑھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بھی تجویز منظور نہ فرمائی۔ ہاں چوتھی تجویز کی ترمیم کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیدیا کہ تم صرف مسجد کے اندر ہی پکار کر کہہ دیا کرو کہ نماز پڑھ لو نماز پڑھ لو الفاظ جو کتابوں میں مروی ہیں یہ ہیں۔ الصلوۃ جامعۃ یعنی نماز اکٹھا کرنے والی ہے۔ مگر پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز بھی عملی طور پر کچھ مفید ثابت نہ ہوئی۔ آخر کسی اور دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیدیا کہ پہلی نامنظور شدہ تجویزوں میں سے ناقوس کی تجویز کا اجرا کیا جاوے اور حکم دیدیا کہ وہ بنائی جاوے۔

Marfat.com

کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے بجائی جایا کرے۔ مگر اس حکم کی کبھی بھی تعمیل نہ ہوئی اور نہ ہی ناقوس کبھی بنائی گئی۔ کیونکہ اللہ تبارک تعالےٰ نے اُسی شب کو بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو خواب میں وہ تجویز سوجھادی جس سے احسن نہ کبھی ہوئی تھی اور نہ اب عقل تجویز کر سکتی ہے یعنی یہی اذان متعارف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دس صحابیوں کو اللہ تعالےٰ نے یہہ واقعہ خواب میں بتا دیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ چودہ صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ مگر خبر جو صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ گوئے سبقت لے گیا اور سب سے پہلے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب سنایا وہ حضرت عبداللہ بن زید تھے امدبس۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اصل واقعات جہانتک غور و قیاس چل سکتا ہے یہی ہیں۔ بعض لوگوں نے اس دریا میں بہت بہت غوطے کھائے ہیں اور غلطی کی بنیاد صرف اسبات پر ہے کہ وہ مختلف دنوں کی کارروائی کو صرف ایک دن کی کارروائی سمجھ بیٹھے اور مختلف دنوں کی مختلف کارروایتوں میں تطبیق دینے لگے۔ بھلا ایسا کرنا ممکن بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اب ہم اُن احادیث و اقوال کو درج کرتے ہیں جن سے واقعات مندرجہ صدر ثابت ہوتے ہیں۔

اول۔ یہہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ پہلے پہل جب مسلمان مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آئے تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اٹکل پچو وقت کا اندازہ لگا کر جمع ہوا کرتے تھے کیونکہ اسوقت کوئی اذان نہ تھی۔ آخر ایک دن بیٹھ کر اسپر اس معاملہ میں کوئی تجویز سوچنے کے لئے کمیٹی کی۔ کسی نے یہہ رائے دی کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بنالو۔ بعض کی یہہ رائے ہوئی کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بنالو۔ تب عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا ہیں! کفار کے ساتھ مشابہت!

اِنّ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون الصلوۃ لیس ینادی لھا فتکلموا یوماً فی ذلک فقال بعضھم اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصاریٰ وقال بعضھم بل بوقاً مثل قرن الیھود فقال لھم عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ	

افلا تبعثون رجلا ينادي بالصلوة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بلال قم فناد بالصلوة (بخاری)

کیا تم کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو نماز کے لئے پکارے یعنی یہیں مسجد میں یہ کام کر لیا کرے

دوسرے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ نبی کے ساتھ مدینہ میں آ گئے تو انہوں نے یہ طے کیا کہ کوئی ایسی چیز جسے مسلمان پہچانتے ہوں ہونی چاہیے تاکہ نماز کے وقت اس کے ذریعہ سے لوگوں کو جمع کیا جا سکے

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال كثر الناس قال ذكروا ان يعلموا وقت الصلوة بشئ يعرفونه فذكروا ان يورا نارا او يضربوا ناقوسا فامر بلال رضی الله عنه ان يشفع الاذان وان يوتر الاقامة۔ (بخاری)

نمازوں کے وقت کی پہچان کے لئے لوگوں نے مختلف تجویزیں پیش کیں بعض نے کہا کہ کوئی علامت مقرر کر لی جائے جو اذان کے وقت ظاہر ہو کر لوگوں کو خبردار کر دے یا آگ جلائی جائے یا ناقوس بجایا جائے آخر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ ہر نماز کے وقت دو دو بار آواز بلند پکار کر کہہ دیا کریں۔ الصلوٰۃ جامعۃ مگر یہ تجویز بھی کارگر نہ ہوئی کیونکہ اس کے کہنے سے اور وہ بھی مسجد کے اندر لوگوں کو اطلاع مشکل ہو سکتی ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کمیٹی کی اور اس کمیٹی میں پہلی پیش کردہ تجویزوں میں سے تجویز ناقوس کو نافذ فرمانے کا حکم دیدیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی تعمیل کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ناقوس کا مقرر کرنا اور اس پر بھی عمل نہ ہو سکنا

ان دونوں حدیثوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے وقت کی اطلاع کے لئے تجویزیں سوچی گئیں۔ آخر سب تجویزیں منظور نہ ہوئیں کسی تجویز کے متعارف بحکم الٰہی قائم ہو گئی۔ ان حدیثوں سے کسی کمیٹی کی روداد تفصیلی طور پر معلوم نہیں ہوتی۔ پہلی حدیث سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ کمیٹی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز کی ترمیم کی گئی اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ ہر نماز کے وقت دو دو بار آواز بلند پکار کر کہہ دیا کریں۔ الصلوٰۃ جامعۃ مگر یہ تجویز بھی کارگر نہ ہوئی کیونکہ اس کے کہنے سے اور وہ بھی مسجد کے اندر لوگوں کو اطلاع مشکل ہو سکتی ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کمیٹی کی اور اس کمیٹی میں پہلی پیش کردہ تجویزوں میں سے تجویز ناقوس کو نافذ فرمانے کا حکم دیدیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی تعمیل کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ناقوس کا مقرر کرنا اور اس پر بھی عمل نہ ہو سکنا

Marfat.com

بلکہ اس کی بجائے اذان منسوخ کا قایم ہوجانا

عن عبد الله بن زيد بن عبد ربه قال لما امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلوة طاف بي وانا نايم رجل يحمل ناقوسا في يده فقلت يا عبد الله اتبيع الناقوس قال وما تصنع به قلت ندعو به الى الصلوة قال افلا ادلك على ما هو خير من ذلك فقلت له بلى قال فقال تقول الله اكبر الى آخره وكذا الاقامة فلما اصبحت اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته بما رايت فقال انها لرؤيا حق انشاء الله فقم مع بلال رضى الله تعالى عنه فالق عليه ما رايت فليؤذن به فانه اندى صوتا منك فقمت مع بلال رضى الله تعالى عنه فجعلت القيه عليه ويؤذن به فقال فسمع بذلك عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه وهو في بيته فخرج يجر رداءه يقول يا رسول الله صلعم والذي بعثك بالحق لقد رايت

عبداللہ بن زید کی حدیث سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کے بنائے جانے اور نماز کے لئے لوگوں کو بلانے کے واسطے اُسکے بجائے جانے کا ارادہ ظاہر فرما دیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے ہے میں نے اُسکو کہا کہ بھائی یہ ناقوس بیچو گے؟ اُس نے کہا تم اسے لیکر کیا کروگے؟ میں نے کہا کہ ہم اس سے لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے لئے بلایا کرینگے اُس نے کہا کیا میں تجھی اس سے بھی عمدہ تجویز نہ بتادوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں آپ بتادیں۔ اس نے کہا کہ بول اللہ اکبر اللہ اکبر پورے کلمات ہم نے آگے لکھدیئے ہیں وہاں دیکھ لو) اسی طرح اُس شخص نے اقامت بھی سکھادی (اسکے کلمات بھی اپنے محل پر بیان ہونگے وہاں دیکھ لو) خیر جب صبح ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوکر اپنا سارا خواب سنایا۔ آپ نے سنکر فرمایا ان شاء اللہ یہ خواب برحق ہے اور مجھے حکم دیا کہ اُٹھ بلال رضی اللہ تعالے عنہ کو ساتھ لے اور جو کچھ خواب میں تو نے سیکھا ہے وہ بلال رضی اللہ تعالے عنہ کو سکھاتا جا اور وہ اُسی طرح بآواز بلند کہتا جاوے کیونکہ اُس کا آواز تجھ سے

Marfat.com

مثل ما أُرِيَ فقال رسول الله صلعم فلله الحمد رواه ابو داؤد والدارمی وابن ماجۃ الا انہ لم یذکر الاقامۃ وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح لکنہ لم یصرّح قصۃ الناقوس (مشکوٰۃ) قال المصنف وزاد الترمذی "فذلک اثبت" بعد "فلله الحمد"

بندہ رہے خیر میں بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ساتھ لے گیا اور لگا اُسے اذان سکھانے۔ میں اُسے بتاتا جاتا تھا اور وہ بلند آواز سے اذان کہتا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابھی اپنے گھر میں ہی تھے۔ اذان سنتے ہی جھٹ گھبرائے ہوئے اور دوڑتے دوڑتے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے تجھے سچا نبی کر کے بھیجا ہے جو کچھ اسکو دکھایا گیا ہے وہی میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو بس پھر اللہ کا شکر کرو۔ **مصنف** کہتا ہے کہ ترمذی میں اس طرح ہے "تو بس پھر اللہ کا شکر کرو۔ یہ بات اور بھی پکی ہے"

غرضکہ اس طرح اذان قایم ہوئی اور باقی جملہ تجاویز رد کر دی گئیں۔ قبل اسکے کہ ہم اذان لکھے جاویں اسبات کا دیکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا وہ تجاویز جو رد کر دی گئی تھیں قابل تھیں بھی یا نہیں کہ دین میں انکو جگہ دی جاتی۔ ۔ ۔ حنفی جواب یہ ہے کہ ہرگز اس قابل نہ تھیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔ بلکہ ہم تو بطور قاعدہ کلیہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی تجویز جسے کبھی بھی عقل انسانی نے تجویز کیا یا آئندہ تجویز کر سکتی ہے اس قابل نہیں ہے کہ اذان کے بجائے دین میں قدم رکھا سکے اب ہم رد شدہ تجاویز کو پرکھتے ہیں۔

تجویز اول الف - (۱) قدیم سے عرب میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جب کبھی کوئی خطرہ پیش آنے والا ہوتا تو ایک اونچی جگہ پر وہ لوگ جو نذیر کہلاتے تھے بہت بڑی آگ جلایا کرتے تھے۔ یہ لوگ صرف اپنی قوم کو ہوشیار اور خبردار ہونے کے لئے ایسا کام کرتے تھے بطور تعبد ایسا نہ کرتے تھے۔ (۲) مجوسی لوگ اُسی ملک میں بطور تعبد آگ جلایا کرتے تھے۔ غرضکہ جس جس صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے آگ جلانے کی رائے پیش کی تھی

Marfat.com

یہی دستور ضرور ضرور اُسکے مدنظر ہونگے۔ کیونکہ یہہ دستوران کے جانے پہچانے تھے۔ مگر یہہ رائے
نامنظور ہوئی (ا) اس لئے کہ مجوس سے مشابہت ہوتی ہے (ب) دنیا کی کل مشرک قوموں کے
اس باطل خیال کی کہ آگ میں کچھ تصرف اختیاری ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ بھی معبودوں کے
سلسلہ میں شمار ہوئی پوری پوری تردید کی جاوے کیونکہ عبادت کے وقت اس سے کام لینے میں
خواہ مخواہ شرک کا گمان پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اگنی دیوتا
کی پوجا کل ممالک میں کی جاتی تھی۔ مثلاً ہندوستان۔ ایران۔ مصر۔ یونان۔ انگلستان
وغیرہ وغیرہ۔ بعض ممالک میں اب بھی اسکی پوجا کی جاتی ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اگر عبادت
کے وقت اس سے کچھ بھی کام لیا جاوے تو اگرچہ کام لینے والا اسکو محض عاجز مخلوق الٰہی ہی
کیوں نہ سمجھتا ہو پھر بھی یہہ مظنہ شرک ہوجاتا ہے۔ پس ضرور تھا کہ اس تجویز کو رد کیا جاتا۔
سدسن کیتھلک عیسائیوں کے گرجوں میں اب تک روز روشن میں چراغ جلتا رہتا ہے کئی گرجے
اس سے جل گئے ۱۸۵۸ء میں شہر لزبن میں جو زلزلہ آیا تو اسکے سبب سے گرجائے اعظم کے چراغوں
کی لاٹوں نے کل شہر کو راکھ بنا دیا۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ہے۔ **بیت** ۔

اگر صد سال گبر آتش فروزد چو یکدم اندراں افتد بسوزد +

اللہ اکبر! جو لوگ خالق حقیقی کے پوجاری ہوتے ہیں اُن کو آگ بھی کچھ نہیں کہہ
سکتی۔ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سب کو معلوم ہے (ج) آگ سے اعلام یا اعلان کا کام
لینے سے بڑی بڑی خرابیاں اور نقصان پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کا بیش قیمت وقت ضایع
ہوتا ہے۔ کل لوگوں کو بلانے کیواسطے بہت بڑی روشنی یا آگ درکار ہے۔ پھر دو حال سے خالی
نہیں اول یہہ کہ ہر نماز کے وقت جلائی جاوے دوم یہہ کہ رات دن جلتی رہی وقت خاص پر
ذرا معمول سے زیادہ روشن کرلی۔ سو پہلی صورت میں ہر روز پانچ پانچ بار جلانے میں جو تنگی
اور تکلیف ہوسکتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ صورت دوم میں گنبدوں میں اور ہم میں کچھ فرق نہ
رہا (د) آگ کو صرف آنکھہ دیکھ سکتی ہے۔ جب آنکھ ہی بند ہو تو پھر صبح کی نماز اور قیلولہ
کے بعد ظہر کی نماز کے لئے آگ نہیں جگا سکتی۔ (ہ) مفت کا خرچ کل سوسائیٹی کو دینا پڑتا
ہے۔ خواہ مخواہ فایر ڈیپارٹمنٹ (محکمہ آتش) کھولنا پڑتا ہے۔ سارے محکمہ کا بوجھ بلا فائدہ

Marfat.com

یک حبہ سوسائیٹی کے سر پر پڑتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آگ واقعی اس قابل نہ تھی کہ دین میں اُسکو کہیں بھی جگہ ملتی۔

تجویز دوم ناقوس

ناقوس اصل میں دو لکڑیاں ہوتی تھیں ایک لمبی اور دوسری چھوٹی چھوٹی لکڑی کو لمبی لکڑی پر مارا کرتے تھے اُس سے بلند اور لمبی آواز پیدا ہوتی تھی عیسائی لوگ عبادت کیوقت لوگوں کو بلانے کیواسطے اس ناقوس سے کام لیا کرتے تھے یہ اُن کی اپنی اجتہادی تجویز تھی۔ کوئی خداوندی حکم نہ تھا اب بھی اُن کا یہی حال ہے جب چاہا کوئی نئی تجویز نکال لی آجکل بھی تو ان کے ہاں گھڑیال اور گھنٹے ہی بجتے ہیں۔ شارع علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی اس تجویز کو بھی نامنظور فرمایا (ا) اسلئے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی (ب) آواز مہمل اور لایعنی ہے اور دین کا تکملہ ہوتا ہی ہے لایعنی امور کے ترک سے اور اگر کوئی ایسا امر لایعنی دینی سمجھا جاتا ہو تو واقعی یہ دین مکمل دین نہیں ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ناقوس اعلام کے لئے ایک قسم کا ذریعہ ضرور ہے اور مظنہ شرک بھی نہیں ہے وقت اور روپیہ بھی کچھ اتنا بڑا صرف نہیں ہوتا۔

تجویز سوم قرن یعنے سنکھ یا بگل

یہ تجویز بھی نامنظور ہوئی یہ یہودیوں کا ذریعہ اعلام تھا۔ یہ ناقوس کی جمع دو ڈنڈے یا لکڑیاں نہ ہوتا تھا بلکہ اسکے اندر پول ہوتا تھا اور اس میں پھونک مار کر بجاتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ ناقوس کی نسبت اسکی ہیئت ایک خاص طرز کی ہوتی تھی نیز یہ کہ یہودی لوگ خود بھی بڑے سنگدل اور طرح طرح کے فسق کے مرتکب رہے ہیں۔ قرآن مجید میں انکی سنگدلی اور شرارتوں اور اسلام کے ساتھ ان کے دلی بغض اور عناد کا جابجا ذکر ہے۔ مسیح علیہ السلام کے کلام میں جو اُن کے شاگردوں سے مروی ہے جابجا انکی سنگدلی اور شرارت کا ذکر ہے دوسری طرف دیکھا جاوے تو قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں بالخصوص رومن کیتھولک عیسائیوں کی رقت اور نرمی اور اور لوگوں کی نسبت اسلام کے ساتھ محبت رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ غرضکہ دونوں قوموں کے باہمی حالات اور ذاتی خواص اور نیز اُنکے اپنے اپنے ذریعہ اعلام کی حالت پر غور کیا جاوے تو بہرحال نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قرنِ یہود ناقوسِ نصاریٰ کی نسبت بہت ہی مکروہ اور قابل نفرت ہے پس

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تجویز کو بھی نامنظور فرمایا۔

تجویز چہارم کوئی ڈھنڈورسیا مقرر کیا جاوے

اس تجویز میں اگرچہ ہر سہ تجاویز مذکورۃ الصدر کی نسبت یہ فائدہ ہے کہ مہمل و لایعنی آواز اس میں نہیں ہوتی اور لوگوں کو اطلاع بھی ہو جاتی ہے مگر بمشکل لیکن یہہ تکلیف کچھ چنداں سودمند نہیں ہے۔ بلکہ غور کر کے دیکھو گے تو یہہ تکلیف تکلیف مالایطاق نظر آئیگی بالخصوص جب اسکو مدامی اور مستقل بنا دیا جاوے۔ اس واسطے اس تجویز کی ترمیم کر دی گئی اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ الفاظ الصلوٰۃ جامعۃ و الصلوٰۃ جامعۃ بآواز بلند مسجد کے اندر پکار دیا کرے۔ مگر یہہ کام بھی چلنے کا نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے کوئی چنداں فائدہ معتدبہا حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر کچھ ہے بھی تو کان لم یکن کا حکم رکھتا ہے ہاں عارضی طور پر خلاف عادت اگر ضرورۃً کبھی ایسا کرنا پڑ جاوے تو اسوقت فائدہ کثیر ہو سکتا ہے۔ مثلاً نماز کسوف و خسوف

پس یہہ تجویز بھی اس قابل نہ تھی کہ مدامی طور پر اسکو ذریعہ اعلام بنایا جاتا جب یہہ تجویز بھی کارگر نہ ہوئی تو اب پھر نامنظور شدہ تجاویز پر نظر ثانی کی گئی۔ چونکہ مجوس کی آگ اور یہود کے بگل کی نسبت نصاریٰ کے ناقوس میں کچھ چنداں عیب نہ تھا اسواسطے اسکو اس خیال سے کہ اس سے اعلام کا کام تو بخوبی نکل سکتا ہے آپنے منظور فرما لیا۔ مگر الٰہی مرضی نہ تھی کہ مسلمانوں کا دین بھی اور لوگوں کے دینوں کی طرح کونسلوں اور کلیساؤں کے انتہام اور ہاتھ میں رہے اور وہ جو چاہیں اور جسطرح چاہیں اس میں داخل خارج کرتے رہیں اسواسطے غیرت الٰہی نے مسلمانوں کو اتنا موقع بھی نہ دیا کہ ناقوس بنتی اور اسپر عمل ہوتا۔ بلکہ کئی صحابیوں کو عالم رویا میں سمجھا دیا کہ الٰہی کام میں کسی انسان کا دخل نہیں ہے حتی کہ نبی صلعم جیسا ہی بلا وحی الٰہی کچھ بول نہیں سکتا اور ان کو سوجھا دیا۔ کہ ولاتم علیکم نعمتی کے وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آپہونچا ہے وہ بڑی بھاری نعمت جو کل دنیا کے دینوں میں مفقود ہے اور اتنی کمیٹیاں کرنے کے بعد تم سے کچھ نہیں ہو سکا اب تم کو عطا ہوتی ہے۔

پس سب سے پہلے عبداللہ بن زید یہہ بشرہ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ پہلے بیان

Marfat.com

ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد الٰہی سے اس خواب کو سنتے ہی فرما دیا کہ یہہ حق ہے اور آپ کا یہہ فرمانا عین وحی تھا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے مختصر الفاظ میں اس واقعہ کو کیسی عمدگی کے ساتھ بیان فرمایا ہے "اذان بایں ہیئت و ترتیب ایک امر توقیفی ہے اول تو بواسطہ ملک عبداللہ بن زید انصاری کو خواب میں دکھائی گئی اور وہ عین بعین مقرر فرمائی گئی دوم اسکی تصدیق و تائید امیر المومنین حضرت فاروق رضہ نے اپنے خواب سے فرمائی اور اسکو نبی صلعم نے قبول فرما کر عبداللہ بن زید کے خواب کو اور زیادہ موکد اور معتبر گردانا۔ سوم خود نبی صلعم نے اسپر ملازمت کی اور آپکے اس قول مبارک انھا لرؤیا حق سے اسکو وحی کا مرتبہ مل گیا چہارم خود قرآن کریم نے دو جگہ اسکا ذکر فرمایا گویا اس سے اسکو حکم تنزیل حاصل ہو گیا پنجم نبی صلعم نے اسکا نام دعوت نامہ رکھا" (مستفاد من مسک الختام شرح بلوغ المرام) شارع علیہ السلام نے بلحاظ تعداد کلمات اس اذان کے تین درجے مقرر فرمائے اور چونکہ اذان ہر روز کم از کم پانچ پانچ دفعہ رسول اللہ صلعم کے روبرو کہی جاتی تھی اسواسطے یہہ تینوں قسم کے درجے سب کے سب مسنون ہیں اور کل اسلامی دنیا میں یہہ تینوں درجے معمول بہا ہیں اگرچہ بعض لوگوں نے اس درجہ کے ساتھہ اور بعض لوگوں نے اس درجہ کے ساتھہ خصوصیت پیدا کر رکھی ہے خیر کچھ ہی ہو بات ایک ہی ہے۔

اذان کے تین درجے

درجہ اول تو وہ اذان ہے جس سے مختصر اور کوئی اذان نہیں ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث سے ابھی ظاہر ہو گا۔ درجہ دوم وہ اذان ہے جو عبداللہ بن زید کو خواب میں بتائی گئی۔ درجہ سوم وہ اذان ہے جو ابو محذورہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعلیم فرمائی۔ درجہ اول میں عبداللہ بن زید کے اذان کے کلمات کی تعداد میں سے کچھ تخفیف کی گئی اسواسطے اسکا نام ہمنے اذان مخفف رکھدیا ہے۔ درجہ سوم میں اسے تعداد پر کچھ زیادتی کی گئی یہہ زیادتی دو طرح پر ثابت ہے ایک تو شہادتین کے دوبارہ دوہرانے سے اسکو اذان ترجیع کہتے ہیں۔ دوسرے کلمات جدیدہ کے بڑھانے سے مگر صرف نماز صبح میں ہی جیسا کہ ابو محذورہ کی حدیث سے جو ابو داؤد میں ہے اور انس رضی اللہ تعالےٰ

Marfat.com

عنہ کے الفاظ اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اُس تنبیہ سے جو انہوں نے اپنے عہد کے مؤذن کو کی تھی ابھی معلوم ہوگا گویا عبداللہ بن زید کی اذان متوسط ہے اب ہم اول اذان مخفف اور بعد شُد اذان متوسط بعد شُد اذان ترجیع کے ثبوت کے لئے احادیث ذیل نقل کرتے ہیں

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الاذان علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتین مرتین والاقامۃ مرۃً مرۃً غیر انہ کان یقول قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی (مشکوٰۃ)

درجہ اوّل ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان کے کلمات دو دو ہوتے تھے اور اقامت کا کلمہ ایک ایک ہوتا تھا۔ ہاں کلمہ قد قامت الصلوٰۃ ضرور دو دفعہ کہا جاتا تھا۔

متوسط اسکے لئے پہلے حدیث لکھی جا چکی ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

درجہ دوم۔ اذان عبداللہ بن زید یعنی اذان

درجہ سوم یعنے اذان ترجیع کے لئے۔ یہ حدیث ہے۔

عن ابی محذورۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قلت یا رسول اللہ صلعم علمنی سنۃ الاذان قال فمسح مقدم راسہ قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر ترفع بہا صوتک ثم تقول اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ تخفض بہا صوتک ثم ترفع صوتک بالشہادۃ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان

ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے آپ اذان کہنے کا طریق سکھا دیں۔ آپ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ کہ آواز بلند بول اللہ اکبر اللہ اکبر چار بار پھر دھیمی آواز سے بول اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دفعہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ دو دفعہ۔ اسکے بعد پھر اس شہادت کے کلموں کو آواز بلند کہو۔ اس کے بعد دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ اور دو دفعہ حی علی الفلاح کہو اور اگر صبح کی نماز ہو تو پھر اس کے آگے

محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله حي على الصلوة حي على الصلوة حي على الفلاح حي على الفلاح فان كان صلوة الصبح قلت الصلوة خير من النوم الصلوة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله ۔ رواه ابوداؤد

(مشکوٰۃ)

اسکے ساتھ ہی وہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ دیتے اللہ اکبر اللہ اکبر ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہو

انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے کہ فجر کی اذان کہتے وقت جب موذن حی علی الفلاح کہے تو اس کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا سنت ہے"

عن انسؓ قال من السنة اذا قال المؤذن فی الفجر حی علی الفلاح قال الصلوة خير من النوم رواه ابن خزيمة

(بلوغ المرام)

اس قول کو دار قطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسکو صحیح کہا ہے

(تسک الختام)

الفاظ ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ملی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موذن نماز صبح کا پتہ دینے کیواسطے آیا اسکو پتہ لگا کہ آپ ابھی سوئے پڑے ہیں اس نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی حضرت! آپکے سونے کا یہ وقت نہیں ہے اس سے نماز بہتر ہے عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کلمہ بس اذان میں ہی کہا کرو

عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تنبیہ جو انہوں نے اپنے زمانہ کے موذن کو کی تھی وہ مشکوٰۃ میں ان الفاظ میں ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ملی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موذن نماز صبح

عن مالك بلغه ان المؤذن جاء عمر رضی الله تعالى عنه يؤذنه لصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم فامره عمر ان يجعلها فی نداء الصبح رواه فی الموطا

یعنے تو نے یہ کلمہ بے محل بولا ہے اسکا محل صبح کی اذان ہے اور بس

چونکہ اور نمازوں کی نسبت صبح کے وقت کے تینوں درجوں میں کلمات اذان زیادہ ہیں سوائے ہم بغرض سہولت صبح کے تینوں درجے الگ اور باقی چاروں وقتوں کے تینوں درجے الگ ذیل کے نقشہ میں درج کرتے ہیں +

Marfat.com

قسم کلمہ	اصل الفاظ کلمات	ترجمہ	مختلف تعداد کلمات اذان: صبح مخفف	صبح متوسط	صبح مرجع	ظہر عصر شام عشا مخفف	ظہر عصر شام عشا متوسط	ظہر عصر شام عشا مرجع	کیفیت
تکبیر	اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط	اللہ بہت بڑا ہے۔	۲	۴	۴	۲	۴	۴	موذن کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو کر داہنے کان میں داہنی ہاتھ کی اور بائیں کان میں بائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی ڈالکر بآواز بلند اول کلمات تکبیر کہے۔ پھر کلمات شہادت اور اگر ترجیع ہے تو پھر انہیں کلمات شہادت کو دوہرائے مگر پہلی دفعہ انہیں کلمات کو نرم آواز سے اور دوہرانے کے وقت انہیں کلمات کو بلند تر آواز سے پکار کر کہے پھر دائیں طرف اسطرح پر رخ پھیرے کہ اسکی چھاتی تو قبلہ کی طرف ہی رہے اور اسکی گردن دائیں طرف پھر جاوے اور زبان سے حی علی الصلوۃ دو دفعہ کہے اسکے بعد پھر اسی طرح اپنا رخ بائیں طرف پھیرے اور حی علی الفلاح دو دفعہ کہے۔ اسکے بعد پھر قبلہ رو ہو جاوے۔ اگر صبح کی نماز ہے تو الصلوۃ خیر من النوم دو دفعہ کہے۔ پھر دو دفعہ تکبیر پھر ایک دفعہ تہلیل کہے۔ اور اگر صبح کا وقت نہیں ہے تو حی علی الفلاح کے بعد قبلہ رو ہو کر پکار کر دو دفعہ تکبیر اور ایک دفعہ تہلیل کہے۔ بس یہی اذان ہے اور احادیث ذیل اسپر شاہد ہیں:—
شہادت الوہیت	اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں	۲	۲	۲	۲	۲	۲	
شہادت رسالت	اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط	میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کا رسول ہے۔	۲	۲	۲	۲	۲	۲	
شہادت الوہیت	اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں		۰	۲	۰	۰	۲	
شہادت رسالت	اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط	میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں		۰	۲	۰	۰	۲	
دعوت صلوۃ	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط	نماز کے لئے لپکو	۲	۲	۲	۲	۲	۲	
دعوت فلاح	حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط	دوزخ سے چھوڑانیوالی چیز کی طرف لپکو	۲	۲	۲	۲	۲	۲	
تثویب	اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ط	نیند سے نماز بہتر ہے۔	۲	۲	۲	۰	۰	۰	
تکبیر	اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط	اللہ بہت بڑا ہے۔	۲	۲	۲	۲	۲	۲	
تہلیل	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط	اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے۔	۱	۱	۱	۱	۱	۱	
		میزان کلمات مختلفہ	۱۵	۱۷	۲۱	۱۳	۱۵	۱۹	

قسم کلمات و اصل الفاظ کلمات و ترجمہ اذان

کل کلمات اذان کے معنی حروف پر ضرور ہی وقف کرنا چاہئے۔

Marfat.com

قبلہ رو کھڑا ہو کر اذان کہنے کے لئے ابو داؤد میں ایک بڑی بھی حدیث بہ طریق [illegible] صحابی عبداللہ بن زید سے مروی ہے اس میں ہے کہ عبداللہ بن زید جس ملک نے اذان کی تعلیم کی وہ قبلہ رو ہی کھڑا ہوا اور اذان دی۔

کانوں میں انگلیاں دینے اور کلمات دعوت کے لئے دائیں اور بائیں طرف گردن اور رخ پھیرنے کے لئے بلوغ المرام میں یہ حدیث ہے۔ ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کہتے دیکھا اور میں اسی طرح اپنے مونہہ کو ادھر ادھر پھراتا تھا جس طرح بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر ادھر پھراتے تھے اور اسکی دو انگلیاں اسکے کانوں میں تھیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا اور ابن ماجہ میں یہ لفظ ہیں اور اس نے اپنی دو انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں۔ اور ابو داؤد میں ہے کہ جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حی علی الصلوٰۃ پر پہونچے تو صرف اپنی گردن کو دائیں اور بائیں طرف کو پھیرا اور اپنے سارے بدن کو ادھر ادھر نہ گھمایا۔ اصل اس حدیث کا بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤذن واتبع فاہ ھٰھنا وھٰھنا واصبعاہ فی اذنیہ رواہ احمد رحمۃ اللہ علیہ والترمذی وصححہ ولابن ماجہ وجعل اصبعیہ فی اذنیہ ولابی داؤد لوی عنقہ لما بلغ حی علی الصلوٰۃ یمینا وشمالاً ولم یستدر واصلہ فی الصحیحین۔

اس حدیث سے کسی انگلی کی تعیین معلوم نہیں ہوتی مگر کل دنیا کے دستور کے موافق جب کسی کو پکارا جاتا ہے تو کان میں سبابہ انگلی کو ڈال لیا جاتا ہے اسواسطے ہم نے کیفیت میں سبابہ انگلی کی تعیین کر دی ہے اور کل روئے زمین کے مؤذنین کا بھی عمل یہی ہے کیونکہ اس سے آواز اونچی ہو جاتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "وھما المسبحتان" (سبل السلام) یعنی یہ دو انگلیاں جو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان میں ڈالتے تھے کلمہ کی انگلیاں تھیں +

فضل الاذان والمؤذّن

اس اذان کی بزرگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدرجہ غایت بیان فرمائی ہے اور مؤذن کو مؤتمن فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے لئے جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان اسقدر بھاگتا ہے۔ کہ اُس کے پاد نکلتے جاتے ہیں اور اتنی دور بھاگ کر چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز کو نہیں سنتا پھر جب اذان ہو چکتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور وہیں رہتا ہے حتی کہ جب اقامت ہونے لگتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ پھر جب یہ بھی ہو چکتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور نمازی اور اُسکے دلمیں حائل ہو جاتا ہے اور جو جو باتیں اسوقت تک اُسکو یاد نہ تھیں اُن کا نام لے کر کہتا ہے کہ یہ بھی یاد کر وہ بھی یاد کر جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نمازی کو پتہ نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا نودی للصلوٰۃ ادبر الشیطان لہ ضراط حتی لا یسمع التاذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا ثوّب بالصلوۃ ادبر حتی اذا قُضِیَ التثویبُ اقبل حتی یخطر بین المرءِ ونفسہ یقول اذکر کذا اذکر کذا لِما لم یکن یذکر حتی یظلّ الرجل لا یدری کم صلے متفق علیہ

یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں زبان سے ایسے ایسے کلمات توحید و شہادت و دعوت نکل رہے ہوں اور دل ان کے سرور سے بھرپور ہو تو وہاں شیطان کا کیا کام۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کے پاس ایسے وقت میں شیطان ہوتا ہی نہیں جب اُسکا اپنا مقصود پورا نہ ہوتا ہو تو اب وہ بھاگے گا نہ تو کرے گا کیا۔ شیطان تو اسطرح رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔ مگر مومن مؤذن کی اسقدر عزت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ

عن معاویۃ رضی اللہ تعالے عنہ

Marfat.com

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القیامۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

کہ قیامت کے دن مؤذن لوگوں کی گردنیں سب سے زیادہ لمبی ہونگی۔ ایک اور حدیث میں مؤذن کی فضیلت اس طرح پر بیان فرمائی کہ جن یا انسان یا کوئی چیز جسکے کان میں مؤذن کی آواز کی بھنک بھی پڑ جاتی ہے قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیء الا شہد لہ یوم القیامۃ رواہ البخاری (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث سے مؤذن کے لئے بڑی بھاری بشارت معلوم ہوتی ہے اور وہ بروایت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مؤذن کے گناہ اسکی آواز کی درازی کے موافق بخشے جاتے ہیں اور ہر خشک و تر اسکے حق میں گواہی دیتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم المؤذن یغفر لہ مدی صوتہ ویشہد لہ کل رطب ویابس الحدیث رواہ احمد وغیرہ (مشکوٰۃ)

یہ فضیلت صرف نیک نیت اور مخلص مؤذن کے لئے ہے۔ اور بس جو ریا یا سمعہ اور دنیوی اغراض کی خاطر ایسا کام کرتے ہیں ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہے بلکہ عذاب ہے ہر ایک مؤذن کو چاہئے کہ وہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ تبارک و تعالیٰ کے دین کی اشاعت کی خاطر اذان کہا کرے۔ دیکھو یہ کیسی عجیب بشارت ہے جو نیچے لکھی جاتی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذن سبع سنین محتسبا کتب لہ براءۃ من النار رواہ الترمذی وغیرہ۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سات برس تک اللہ تعالیٰ سے ثواب لینے کی خاطر اذان کہتا ہے اس کے لئے یہ نوشت ہو جاتی ہے کہ وہ دوزخ سے بری ہے۔

شارع علیہ السلام نے اذان کی جو ایسی ایسی فضیلت بیان کی ہے اسکو [illegible]

Marfat.com

کرنے کے لئے ہم ناظرین کے لئے اذان کے کلمات کے کچھ معانی اذان کے فوائد بیان کرتے ہیں
اول تکبیر ہے یعنی کلمہ اللہ اکبر کہنا۔ اللہ اکبر کے یہہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہے یا جو کچھ تصور میں آسکتا
ہے یا جسے عقل کچھ بھی تجویز کر سکتی ہے اُس سے اللہ تعالےٰ ہو جامع جمیع صفات کمال
ہے ہر امر میں بڑا ہے یعنی مؤذن اُسوقت باواز بلند اپنا اعتقاد تمام لوگوں پر ظاہر کرتا ہے
کہ بڑائی اور کبریائی صرف اُسی ذات کو شایان ہے جو جامع جمیع صفات کمال ہے اور اللہ
کے سوا جو کچھ ہے وہ ذاتی کبریائی سے بالکل عاری ہے جو کچھ بھی بڑائی کسی کو دی گئی ہے۔ وہ
صرف اس ذات صمدی کے فضل سے عنایت کی گئی ہے۔ مؤذن اس کلمہ کو چار دفعہ
کہتا ہے گویا اپنا اعتقاد چار بار باواز بلند پکار کر لوگوں کو سناتا ہے اور لوگوں کو یہی اعتقاد
حاصل کرنے کی ترغیب و نصیحت کرتا ہے۔

اس کے بعد موذن خود شاہد بنتا ہے اور جیسا کہ تم جانتے ہو کہ گواہی صرف وہی دے سکتا
ہے جسے حقیقت حال سے آگاہی ہو اور جسے کچھ خبر ہی نہ ہو وہ گواہ کیا بنے گا۔ اور گواہی
کیسی دیگا۔ موذن گویا اپنی اس شہادت سے لوگوں کو یہہ بات ثابت کراتا ہے۔ کہ جس
بات کی میں شہادت دے رہا ہوں وہ عین یقین ہے اسمیں کسی قسم کے شک و ریب کو
راہ نہیں اور اے لوگو تم بھی میری طرح اس سچی اور یقینی بات کی گواہی پر مستعد ہو جاؤ اور وہ
بات یہہ ہے کہ لا الہ الا اللہ یعنے سوائے اس ذات جامع جمیع صفات کمال کے کہ جسکی
کبریائی کی میں ابھی منادی کر چکا ہوں کوئی اور اس قابل نہیں کہ اُسکی عبادت کی جاوے
کوئی اس بات کا مستحق و سزاوار نہیں کہ اُسکی پوجا کی جاوے اور اس کلمہ کو موذن یوں
ادا کرتا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ نہ صرف ایک بار بلکہ دو بار اس کے بعد ساتھ ہی
ایک اور یقینی اور سچی بات کی گواہی دیتا ہے کہ اے سننے والو میں اس بات کی بھی گواہی
دیتا ہوں کہ محمد صلعم اُسی ذات جامع جمیع صفات کمال کا جو سب سے بڑا اور جو صرف مستحق
عبادت ہے یہ رسول ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم لوگوں کی طرف بھیجا ہوا آیا ہے۔ تاکہ
ہمیں شرک و کفر کے اندھیرے گھپ سے نکال کر توحید ایمان کے اُجالے میں پہونچا دے۔
اور اس کلمہ کو وہ یوں ادا کرتا ہے۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ نہ صرف ایک دفعہ بلکہ

Marfat.com

دوسری دفعہ پھر اسکے دل میں جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں کلموں کو پھر دوہراتا ہے نہ صرف پہلی آواز کے ساتھ بلکہ اس سے بلند تر آواز کے ساتھ حقیقت میں جب انسان جوش میں آجاتا ہے تو جوں جوں ایک کلمہ کو دوہراتا ہے توں توں اسکی آواز چڑھتی جاتی ہے مؤذن کو بھی یہی کرنا چاہئے کہ تو بھی اسی قاعدہ کے موافق ان کلموں کو دوہراتے وقت آواز کو بلند تر کرے جس لوگوں نے دیکھا ہے کہ وہ اس حکم پر عمل کرنے کے لئے پہلی دفعہ کی آواز کو اتنی دوسری دفعہ میں تر بلند سے خالی ہو جاتی ہے۔ اب جب مؤذن اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اسی کے سوا برحق معبود نہ ہونے کی شہادت اور آنحضرت صلعم کے اللہ کی طرف سے رسول برحق ہونیکی گواہی دے چکتا ہے تو پھر لوگوں کو اسی معبود برحق کے دربار میں اسی کی عبادت کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ لوگوں کو یہ یقین دلاتا ہے کہ اسوقت تک جو کچھ اس نے کہا وہ صرف زبانی یا اعتقادی یا علمی تھا۔ اب اسکی تحقیق عملی طور پر بھی کر لو۔ کہ حقیقت میں اکبر وہی ہے جسکے آگے تمام گردن کشوں کی گردنیں اور تمام بادشاہوں کے سر جھکتے ہیں اور جسکے حضور میں صرف عجز و انکسار کرنا ہی بڑی سعادت ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام قسم کی عبادات میں سے نماز سب سے افضل اور احسن اور اجمل ہے مؤذن اسی احسن العبادات یعنی نماز کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور بڑے زور کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کر کے اپنی گردن کو دائیں طرف موڑ کر کہتا ہے حی علی الصلوٰۃ یعنی اے لوگو جو میری داہنی طرف ہو مجھے اپنا مخاطب سمجھو میں تمہاری طرف اپنا چہرہ کر کے تمہیں بلاتا ہوں کہ اس نماز کے ادا کرنے کے لئے آؤ جو جامع جمیع عبادات ہے۔ اس کلمہ کو بھی دوسری دفعہ پکارتا ہے اس کے بعد اپنی بائیں طرف کے لوگوں کو مخاطب کرتا ہے اور اسی صلوٰۃ کو لفظ فلاح دوبار پکارتا ہے کہ اے لوگو جو مجھ سے بائیں طرف ہو میں تم کو مخاطب کر کے بلاتا ہوں۔ فلاح یعنی بھلائی کی طرف آؤ۔ دوزخ سے چھوڑا دینے والی چیز کی طرف آؤ یعنی نماز کی طرف۔ کیونکہ نماز کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان والے مراد کو پہنچ گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور ان علامات کو یوں بیان کرتا ہے

قد افلح المومنون ۝ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۝ (سورہ مومنون رکوع ۱)

حی علی الفلاح۔ صرف ایک دفعہ بلکہ دو دفعہ

اس کے بعد اگر صبح کی اذان ہے تو سوتوں کو جگانے غافلوں کے دلوں کو ہوش میں لانے

Marfat.com

اور چارپائیوں پر بستر کی طرح پڑے رہنے والوں کو کہتا ہے کہ تمہاری اس میٹھی نیند سے جو تمہیں
غفلت میں ڈال رہی ہے یہ نماز جسکی طرف میں تم کو بلا رہا ہوں بہتر ہے اٹھو اور نماز کے
پڑھنے کی فکر کرو۔ اُس نیند کو جسے تمہارے معبود برحق نے تمہارے لئے راحت بنایا مبدل
بہ غفلت نہ کرو بلکہ اُسکی شکر گذاری کے لئے اُسکی عبادت میں شاغل ہو جاؤ اس کلمہ کو
موذن یوں ادا کرتا ہے "الصلوٰۃ خیر من النوم"۔ اس کلمہ کو بھی دو ہی دفعہ ادا کرتا ہے۔ موذن
اس طرح پر سب لوگوں کو نہایت ہی پر معنے کلمات کے ساتھ نماز کے لئے بلا چکتا ہے تو اللہ
تعالےٰ کی کبریائی کو پھر اسی طرح باواز بلند پکار کر سب لوگوں کو سناتا ہے جس طرح شروع
اذان میں کیا تھا۔ اور کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر یعنے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے پھر
اسکے ساتھ ہی پھر وہی تاکید کرتا ہے کہ وہی خدا جسکی کبریائی کی منادی ہو چکی ہے۔ صرف مستحق
عبادت ہے اور بس۔ سو اے لوگو آؤ ہم سب ملکر اُسکی عبادت کریں اور اس کلمہ کو یوں بیان
کرتا ہے۔ لا الہ الا اللہ۔

یہانتک تو کلمات اذان ختم ہوئے جن لوگوں نے ان کے معنے سمجھ لئے ہیں وہ خوب
سمجھ گئے ہونگے کہ اذان بھی حقیقت میں عبادت ہے۔ توحید اور اسکے لوازمات کو شوق دل اور
اس شد و مد کے ساتھ پکارنا عبادت نہیں تو کیا ہے؟ ناظرین ان کلمات کو پڑھکر خود بخود
انصاف سے کہدیں کہ آیا گھڑیالوں کا ٹن ٹن اور بگلوں اور سنکھوں کی مکروہ اور بے معنے آواز
ان توحیدی کلمات پر از فصاحت و بلاغت کے ساتھ کچھ بھی لگا کھا سکتی ہے۔ ناظرین باتمکین
کے لئے تو ان کلمات کا لکھدینا ہی بس ہے چہ جائیکہ ان کے کچھ فوائد بیان کئے جاویں
لیکن ہم انکی اور زیادہ طمانیت کے لئے کچھ سرسری فوائد جو بادی النظر میں ہر روز دیکھے جاتے ہیں
قلمبند کرتے ہیں۔

(۱) اسلام کا ایسا نشان ہے کہ اسکو کل دنیا جانتی پہچانتی ہے جس سے ہر روز بلا ناغہ دنیا
کی مختلف جگہوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کے رسول کی رسالت کی تمام دنیا
میں منادی کی جاتی ہے نہ صرف منادی ہی کی جاتی ہے بلکہ کل دنیا کو دعوت حق صاف
صاف لفظوں میں کی جاتی ہے کہ آؤ نماز پڑھ لو دوزخ سے بچ جاؤ گے بھلا بتلاؤ

Marfat.com

جہاں کچھ مسلمان ہوں اور ان کے اس اعتقاد سے باقی کی تمام قومیں بے خبر ہیں۔ ہندو سکھ۔ عیسائی موسائی۔ مہتر چمار۔ بدھ متی۔ ناستک کوئی ہو کسی مذہب کا ہو مرد ہو عورت ہو۔ ایک شخص اسلام کے اس نشان کو پہچانتا ہے۔ لاہور کا ذکر ہے کہ ایک دن نور کے تڑکے راقم الحروف کشمیری بازار میں سے گزر رہا تھا جب وزیر خاں مرحوم کی مسجد کے نیچے پہونچا تو اسوقت ایک موذن اذان کہہ رہا تھا اور اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت ایک ہندنی بھی وہاں سے گزر رہی تھی اسکے ساتھ ایک لڑکا تھا اسکی عمر کوئی ۹۔۱۰ سال کی ہوگی لڑکے کان میں جو آواز پڑی۔ تو وہ اپنی ماں سے بڑی حیرت میں آکر پوچھتا ہے ماں! یہہ کیا کہہ رہا ہے۔ ماں۔ بچہ تو نہیں جانتا یہہ مسلمان ہے بانگ کہہ رہا ہے۔ خود رب کو یاد کرتا ہے اور دوسروں کو کہہ رہا ہے کہ جاگو اور اپنے رب کی پوجا کرو۔ غرض یہہ ہے کہ اذان اسلام کا ایک ایسا نشان ہے کہ اُسے تمام قومیں پہچانتی ہیں۔ اور اگر غیر قوموں کو بالفرض قرآن کریم کی تعلیم نہیں بھی ہوئی تو سہی صرف انہیں کلمات کا انمیں اتنی بار سنا دینا اُن پر حجت قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

(۲) نماز کی تعلیم و تکریم کے لئے ایک محسوس الاثر نشان ہے۔

(۳) نبوت کی ایک برانچ ہے۔ کیونکہ جتنے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں سب کی یہی تعلیم رہی ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی صرف معبود برحق ہے۔ اور موذن کی بھی یہی شہادتاً تعلیم ہوتی ہے۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ لوگوں کو خیر کی دعوت کرتے اور لوگوں کو ایک ہی معبود برحق کی پرستش کرنے کی ترغیب فرماتے۔ موذن بھی یہی کام کرتا ہے کہ اعظم الارکان دام القربات یعنی صلوٰۃ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے۔

(۴) یہہ نشان بے نظیر ہے اس طرح پر عبادت کے لئے لوگوں کو بلانا اور اس بلانے میں بھی توحید و رسالت کی منادی کرنا نہ کبھی جہان میں ہوا ہے اور نہ اس سے بہتر کبھی ہو سکیگا۔

(۵) اس نشان سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہہ اعتقاد کیسا درست اور ٹھیک ہے کہ جا بجا اسکی اشاعت میں بیشمار مسلمان رات دن لگے ہیں اور پکار پکار کر سنانے میں اُن کے دلوں میں کسی قسم کا تذبذب یا اضطراب واقع نہیں ہوتا۔ ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن کا ایک رسالہ مسمی بہ کوارٹرلی ریویو نکلا کرتا ہے اس رسالہ میں ایک دفعہ متواتر یہہ مضمون شایع ہوا

ہائے کہ کیا باعث ہے کہ افریقہ میں اسلام باوجود فلسفت و سائل مثلاً زرود اعظین وغیرہ پھیلتا جاتا ہے اور عیسویت باوجود کثرت وسائل مختلفہ مثلاً زر دواعظین۔ باجے گیم صاحبات جو باجوں کے ساتھ بور پڑھتی ہیں رنگدار کھڑکیاں اور طرح طرح کے بالتکلف اسباب متعلق گرجا۔ پھیلتی کیا بلکہ گھٹتی جاتی ہے"۔ اس سوسائیٹی نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ کئی ایک اسباب بیان کیے از انجملہ یہہ باعث بھی بیان کیا کہ مسلمان واعظ افریقی لوگوں کو جنکی مزاجیں ابھی بالکل سادہ اور حق کو قبول کرنے والی ہیں اور جنپر زمانہ کی لوث و تعصب نے ابھی کچھ تصرف نہیں کیا وہ وائڈ ٹروتھ (صداقت وسیع) یعنی توحید سکھاتا ہے جسکے عیسائی مناد کے پاس بو نہیں ہے مسلمان سناتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عیسائی سناتا ہے کہ تین میں ایک اور ایک میں تین۔ پہلی بات کو جاہل سے جاہل افریقی بھی سمجھ سکتا ہے اور پچھلی بات کو عالم سے عالم یونانی میتھے میٹشن (ریاضی دان) بھی نہیں سمجھ سکتا وہ سادہ مزاج افریقی توحید عیسیٰ وائڈ ٹروتھ کو اختیار کریگا یا اس آنان ٹلی جنیل (ناقابل فہم) مسئلہ تثلیث کو مانے گا؟ دوسرا باعث یہہ ہے کہ ہم (عیسائی لوگ) تثلیث کا مسئلہ بیان کرنے میں جھجک جاتے ہیں مسلمان بیان کرتے وقت جوش و جوش میں آتا جاتا ہے غرضکہ اس سطح پر باعث بیان کرتے کراتے آخر قول فیصل یہہ قرار دیا کہ ان مسائل (یعنے مسائل عیسویت) کے ماننے کو لئے اے کاج فیتھ (ایسا رپکوائرڈ یعنے ایک بڑا لمبا چوڑا ایمان درکار ہے مطلب یہہ ہے کہ بلا چون وچرا اگر کوئی مان لے تو خیر ورنہ سمجھ سوچکر ماننے والا تو اسکی نزدیک نہیں پھٹکتا۔ غرض اس سے یہہ ہے کہ ہم لوگ دھڑے کے ساتھ بیدھڑک بغیر کسی قسم کے جھجکنے کے اذان کے کلمات تمام قوموں کو سناتے ہیں اور ہم کو کوئی دوسری قوم اس طرح سے اپنے عقائد نہیں سنا سکتی۔ اور اگر غور کرکے دیکھا جاوے تو اذان تو ہماری عملی اسلام کا ابھی سب سے پہلا سبق ہے جس سے لوگوں کو ہم اپنا اعتقاد جتلاتے ہیں اور نمازوہ ہے کہ جس سے تمام قومیں وہی اعتقاد عملاً جتلا دیتے ہیں۔

(۶) اطاعت کا نشان ہے جھٹ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا کون مطیع اور کون نہیں ہے۔ اور جو لوگ پولیٹکل انٹری کیسز یعنے ملکی پیچیدگیوں سے واقف ہیں وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ اس اذان کے سبب سے ایک نیشن پر کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے

Marfat.com

حقیقت میں اُس بڑے بھاری مجمع یعنے جماعت کے لئے نیشن کو اکٹھا کرنے کے لئے سب سے عمدہ ذریعہ ہے جسے سنکر نیشن کا ہر ایک فرد حاضر ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

(۷) یہہ کسی قریہ یا آبادی کے دارالاسلام یا دارالامان ہونے کا نشان ہے جہاں اذان ہوتی ہو وہاں جہاد منع ہے۔ کیونکہ اذان اس بات کا بڑا پکا اور یقینی نوٹس ہے کہ یہاں دین کی آزادی ہے اور مسلمانوں کی عبادت میں کوئی غیر قوم مزاحم نہیں ہے اور یہی منشاء اسلام ہے۔ کہ مسلمان جہان ہوں اُن کے دین میں مزاحمت نہ ہو کچھ پرواہ نہیں کہ ان کا بادشاہ مسلمان ہے یا غیر مسلمان۔ گویا یہہ اذان رحمت ہے۔

(۸) کلمات اذان کلمات نماز کیطرح عربی زبان میں پڑھے جاتے ہیں جسکی بنا بڑی بھاری مصلحتوں پر موقوف ہے مثلاً (ا) تحریف کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ اگر ان کلمات کا ترجمہ کیا جاتا تو اب تک کئی نقص دین میں داخل ہو گئے ہوتے یہہ صرف کلمات عربیہ ہی کی برکت ہے کہ اب سے تیرہ سو سال پیشتر جو کلمے بولے جاتے تھے وہی اب تک بولے جاتے ہیں اور قیامت تک بولے چلے جائیں گے۔ (ب) مسلمان خواہ کسی رنگ کا ہو کسی مٹی کا ہو کسی آب و ہوا کا ہو کسی بولی کا ہو اس کے پاس وہی اصل ہے جو اصل عرب کے پاس ہے۔ اس کے موجب سے وہی کلمات نکلیں جو اسکے ہادی برحق کے مبارک زمانہ میں بولے جاتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلا کرتے تھے۔ اگر قومی پہلو سے دیکھا جاوے تو یہہ فائدہ ہے کہ تمام مسلمان ایک جان اور ایک زبان ہیں (ج) جتنا عملی دین سکھایا گیا ہے اسمیں اسقدر عربی بڑی کافی شافی ہے۔ کہ غیر زبانوں کے دو مسلمان آپسمیں اپنی ضروریات کو کافی طور پر ایک دوسرے سے پورا کر سکتے ہیں (د) عربی میں سب کچھ پڑھنے سے نیچرل طور پر بانی اسلام کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ عادات و اخلاق و دستورات و رسومات جو اپنے اپنے ممالک کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں عربی زبان کی ہر حالت میں غالب آجانے سے وہ بالکل بدل جاتے ہیں۔ پھر عادات ہیں تو محمدی۔ اخلاق ہیں تو محمدی۔ رسومات ہیں تو محمدی۔ پھر چلنا بیٹھنا اٹھنا سونا جاگنا کھانا پینا پہننا سب کچھ محمدی ہو جاتا ہے جو لوگ مصالح ملکی سے واقف ہیں اُن کے لئے یہہ مضمون نہایت ہی انٹرسٹنگ یعنی

Marfat.com

دلکش ہے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو اسباب تحریف سے بخوبی واقف ہیں۔ (۲) جو فصاحت، بلاغت اور وسعت معانی کلمات عربیہ میں خصوصاً کلمات ادعیہ ماثورہ میں پائی جاتی ہے وہ کہاں ہے کسی غیر زبان میں۔ جتنی زبانیں ہم نے دیکھی ہیں اُن میں سے صرف یہ زبان ہی کلمات جلال وجمال الٰہی کے ظاہر کرنے کے لئے مناسب دیکھی ہے۔ یورپ کی زبانوں میں سے اگر کسی شخص کو ایک زبان کا بھی علم ہے تو (اگر میری بات کا یقین نہیں ہے تو کسی اُن زبانوں کے جاننے والے سے پوچھ لو) وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ان زبانوں میں کلمات ادعیہ کے لئے کوئی مناسب و مؤثر لفظ نہیں ہے فرانسیسی بولی کو یورپ کی سب زبانوں پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بارہ میں نہیں کہ دنیا کے تمام لوازمات کے لئے مناسب ہے بلکہ صرف اس لئے کہ اور یورپ کی زبانوں میں کچھ ایسی لطافت و شیرینی نہیں پائی جاتی۔ جو ادائے مضمون کے لئے فرانسیسی زبان میں پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم کے ترجمے یورپ کی مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں پھر ایک زبان میں کئی کئی مترجموں نے الگ الگ ترجمے کئے ہیں۔ زبان کے پرکھنے والے علماء کا آجکل یہ فیصلہ ہے کہ اڈول راڈول صاحب کا بعد ش جارج سیل کا ترجمہ سب سے عمدہ ہے۔ اقم الحروف نے سیل صاحب کا ترجمہ کثرت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور راڈول کا ترجمہ بھی پڑھا ہے اور اسکے قرآن مجید کی سورتوں کے الٹ پلٹ کر دینے کی فاسد غرض کو بھی اچھی طرح سمجھا ہے۔ جارج سیل تو قرآن کریم کی لطافتوں اور اسکے بیوٹیز کا اسقدر فریفتہ ہے کہ صاف اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ترجمہ کا حق ادا کروں اور اصل زبان کے ساتھ ملا دوں۔ مگر کچھ نہیں ہو سکا خصوصاً وہ جگہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی آیات بیان ہوئی ہیں وہاں کس بولی کا مقدور ہے۔ کہ ان کو بیان کر سکے"۔ یہ کہنا کہ میں نے قرآن مجید کے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے یعنی اصل اور ترجمہ دونوں ایک ہی ہیں اور ایک ہی تاثیر پیدا کرتے ہیں اور ان کے الفاظ میں ایک ہی سی وسعت اور لطافت ہے وغیرہ وغیرہ۔ گویا تمثیلی طور پر یوں کہنا ہے کہ اصل گلاب کا پھول اور اسکی نقل بنے کاغذ کی گلاب کا پھول دونوں آپس میں برابر ہیں۔ مترجم بیچارے نے جہاں تک اس سے ہو سکا کوشش کی اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر مناسب لفظ لایا ہے اور بے ایمانی اور بددیانتی کو

ہرگز اسمیں راہ نہیں دی بلکہ پہلے مترجموں کی بددیانتیاں جابجا واضح کرتا جاتا ہے لیکن کہاں قرآن کریم اور کہاں جارج کا ترجمہ آپسمیں نسبت ہی کچھ نہیں ہے جہانتک میں نے غور کی ہے سیل کے ترجمہ میں بہت تھوڑی جگہیں ہیں جو دل کو ہلا دیتی ہیں۔ لیکن اصل زبان کا یہ حال ہے کہ کوئی لفظ نہیں ہے جس سے دل پر کچھ چوٹ نہ لگے۔

اجابت

سبحان اللہ! کیسا عجیب سلسلہ ہے! اول اذان کو ایک محسوس نشان مقرر فرمایا جس سے پتہ لگتا رہتا ہے کہ ہدایت الٰہی کو کون قبول کرتا ہے اور کون قبول نہیں کرتا پھر اس قبولیت کے دیکھنے کے لئے ایک اور محسوس نشان مقرر فرمایا اور وہ یہ کہ سامع مؤذن کے کلمہ کلمہ کا جواب دیتا جاوے اور وہ اس طرح پر کہ جو جو کلمہ مؤذن بولتا جاوے وہی سامع بولتا جاوے سوائے حیعلتین کے یعنے سوائے کلمات حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح کے کلمات اذان کے جواب دینے کا نام اجابت ہے۔ بعض لوگوں نے اس اجابت کی اتنی قدر لی ہے اور اتنی ضرورت سمجھی ہے کہ اسکو واجب کہا ہے مگر جمہور کہتے ہیں کہ واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں (سبل السلام) اذان ترجیع میں کلمات ترجیع اور اذان فجر میں تثویب یعنی کلمہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں ہے بعض کہتے ہیں کہ جواب دیوے بعض کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے شاید اسواسطے کہ کلمات ترجیع میں بار بار وہی جواب دینا پڑتا ہے اور تثویب کے لئے کوئی کلمہ مسنونہ مروی نہیں ہے مگر مستحسن امر ہے کہ تثویب کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہا جاوے (سبل السلام) مظاہر حق میں تثویب کا یہ جواب لکھا ہے صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ یعنی تو سچا ہے تو نے نیکی کمالی۔ تو سچ بولا۔ اور ترجیع کے جواب میں بھی ترجیع کہنا اور تثویب کے جواب میں تثویب ہی کہنا اس عام حکم نبوی صلعم کی تعمیل کرنا معلوم ہوتا ہے جو عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث ذیل میں مرقوم ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص

قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلّوا علیّ فانه من صلّی علیّ صلوٰةً صلے الله علیه بها عشراً ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الّا لعبد من عباد الله وارجوان اکون انا هو فمن سئل لی الوسیلة حلّت علیه الشفاعة رواه مسلم (مشکوٰة)

نے فرمایا کہ جب تمہارے کان میں مؤذن کی آواز پڑے تو پھر جو کچھ وہ بولے تم بھی وہی بولو اسکے بعد مجھپر درود پڑھو۔ کیونکہ جو کوئی مجھپر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس ایک کے بدلہ اُسپر دس دفعہ درود پڑھیگا۔ اسکے بعد میرے لئے وسیلہ مانگو اور وہ وسیلہ جنت کے اندر ایک مرتبہ ہے اور کل بندگان خدا میں سے صرف ایک عظیم الشان بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ عظیم الشان بندہ میں ہی ہوں۔ پس جو شخص میرے لئے وہ وسیلہ مانگیگا۔ اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی

درود اور دعاء وسیلہ آگے اپنے محل پر لکھے گئے ہیں۔ اسی حدیث کی تشریح اور تفسیر حدیث ذیل ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور تم میں سے کوئی (جو سن رہا ہو) اُسکی جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر مؤذن جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہی مجیب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے پھر مؤذن اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے تو مجیب وہی کلمہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے۔ پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے۔ تو مجیب لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ پھر مؤذن حی علی الفلاح کہے تو مجیب لاحول ولا قوۃ الّا باللہ کہے پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو مجیب بھی اللہ اکبر

عن عمر رضی الله تعالے عنه قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا قال المؤذن الله اکبر الله اکبر فقال احدکم الله اکبر الله اکبر ثم قال اشهد ان لا اله الا الله قال اشهد ان لا اله الا الله ثم قال اشهد ان محمداً رسول الله قال اشهد ان محمداً رسول الله ثم قال حی علی الصلوٰة قال لاحول ولا قوة الّا بالله ثم قال حی علی الفلاح قال لاحول ولا قوة

Marfat.com

الا با لله ثم قال الله اکبر الله اکبر قال الله اکبر الله اکبر ثم قال لا الہ الا الله قال لا الہ الا الله من قلبہ دخل الجنۃ رواہ مسلم (مشکوۃ)

اللہ اکبر کہے پھر مؤذن لا الہ الا اللہ کہے تو مجیب لا الہ الا اللہ کہے۔ تو وہ جنت میں داخل ہو چکا یعنی یقینی طور پر جنت میں داخل ہوگا۔ مگر اس میں ایک شرط بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اجابت اس کے دل سے نکلے۔

کلمات شہادت کے جواب میں کلمات شہادت کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں اور صرف انا وانا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کبھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم سے بھی ایسا ہی کہنا منقول ہے۔ حضرت عایشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو کلمات شہادت بولتے سنتے تو اسکے جواب میں فرماتے۔ وانا وانا میں بھی یہی شہادت دیتا ہوں۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالے عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع المؤذن یتشہد قال وانا وانا رواہ ابو داؤد۔ (مشکوۃ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ ایک روز جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھے اور مؤذن نے اذان دی جب مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو انہوں نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ جب مؤذن نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو انہوں نے کہا وانا جب مؤذن نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو انہوں نے کہا وانا۔ جب اذان ہو چکی تو انہوں نے پکار کر کہہ یا کہ اے لوگو! اسی جگہ (یعنی اسی منبر پر) میں نے رسول اللہ صلعم کو مؤذن کے کلمات کا جواب انہیں کلمات کے ساتھ دیتے سنا جیسے تم نے مجھے کہتے ہوئے سنا ہے۔

عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف قال سمعت معاویۃ ابن ابی سفیان وھو جالس علی المنبر اذ ن المؤذن قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال معاویۃ اللہ اکبر اللہ اکبر قال اشہد ان لا الہ الا اللہ فقال معاویۃ وانا فلما قال اشہد ان محمداً رسول اللہ فقال معاویۃ وانا فلما ان قضی التاذین قال یا یہا الناس انی سمعت رسول اللہ صلعم علی ھذا المجلس حین اذن المؤذن

يقول ما سمعتم مني من مقالتي۔ (بخاری باد يجيب الغام على المنبر اذا سمع النداء)

پہلے پڑھ چکے ہو کہ اذان میں یا تکبیر ہی یا شہادت یا دعوت ہے یا تہلیل۔ تو بس تکبیر کے کہنے کا حق جیسا داعی یعنے مؤذن کو ہے ویسا ہی مدعو یعنی مجیب کو ہے۔ وہ بھی اللہ تعالے کی کبریائی بیان کرتا ہے وہ بھی یہی کرتا ہے۔ اسی طرح جیسا اسکو اللہ تعالے کی توحید و تہلیل کی شہادت دینی کا حق حاصل ہے ویسا ہی اسکو مگر دعوت کے لئے تو دونوں کا منصب ایک نہیں ہے وہ بھی کہتا ہے کہ نماز کے لئے آؤ اور مدعو بھی یہی کہے تو اسکے کیا معنے ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ پہلے حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو کچھ مؤذن کہے وہی تم بھی کہو۔ مگر اس مجمل کی تشریح بھی دوسری حدیث میں کر دی اور فرمایا کہ دعوت کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا کرو یعنے جب مؤذن کہے کہ نماز پڑھنے کے لئے آؤ تو اس کو جواب میں کہو کہ ہم بسر و چشم اس دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ مگر اپنی ہمت اور طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کی یاری اور توفیق سے اور اگر ذوق و شوق کو بڑھانا ہو تو حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ کے جواب میں صرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہو اور حی علی الفلاح حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہو کیونکہ کبھی کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔

عن علقمة بن وقاص رضي الله تعالى عنه قال اني لعند معاوية اذ اذن مؤذنه فقال معاوية كما قال مؤذنه حتى اذا قال حي على الصلوة قال لا حول ولا قوة الا بالله فلما قال حي على الفلاح قال لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وقال بعد ذلك ما قال المؤذن ثم قال سمعت رسول الله صلعم قال ذلك رواه مسلم (مشكوة)

علقمہ بن وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس تھا کہ اسکے مؤذن نے اذان دی معاویہ رض اذان کا جواب انہیں کلمات کے ساتھ دیتے جاتے تھے جو مؤذن بولتا جاتا تھا جب اس نے حی علی الصلوۃ کہا تو معاویہ رض نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر جب اس نے حی علی الفلاح کہا تو انہوں نے جواب میں کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر

Marfat.com

اسکے بعد جو جو کچھ موذن کہتا گیا وہی معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے گئے پھر جب اذان ہو چکی تو بولے کہ یہی کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے۔

دیکھا! کیسا عجیب جواب ہے۔ کیا اس جواب سے وہ تمام عجب اور خود بینی جو شیطان بعض عبادت کرنے والوں کے دل میں ڈال کر ان کی عبادت کو ہی برباد کر دیتا ہے دور نہیں ہو جاتی بلکہ جس طرح شیطان خود بھاگتا اور پادتا جاتا ہے اسی طرح یہ بیماریاں بھی اسی کے ساتھ ساتھ بھاگ جاتی ہیں۔ نیچے سب سے لمبی اذان لکھی جاتی ہے اور ہر ایک کلمہ کا جواب بھی اس کے سامنے لکھا جاتا ہے تاکہ جو جو کلمہ اذان کان میں پڑے اس کا جواب اس کے مطابق دے دیا جاوے۔

نمبر شمار	کلمات اذان	کلمات اجابت
۱	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۲	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۳	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۴	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۵	اشہد ان لا الہ الا اللہ	اشہد ان لا الہ الا اللہ یا وانا
۶	اشہد ان لا الہ الا اللہ	اشہد ان لا الہ الا اللہ یا وانا
۷	اشہد ان محمداً رسول اللہ	اشہد ان محمداً رسول اللہ یا وانا
۸	اشہد ان محمداً رسول اللہ	اشہد ان محمداً رسول اللہ یا وانا
۹	اشہد ان لا الہ الا اللہ	اشہد ان لا الہ الا اللہ یا وانا
۱۰	اشہد ان لا الہ الا اللہ	اشہد ان لا الہ الا اللہ یا وانا
۱۱	اشہد ان محمداً رسول اللہ	اشہد ان محمداً رسول اللہ یا وانا
۱۲	اشہد ان محمداً رسول اللہ	اشہد ان محمداً رسول اللہ یا وانا
۱۳	حی علی الصلوٰۃ	لا حول ولا قوۃ الا باللہ
۱۴	حی علی الصلوٰۃ	لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

Marfat.com

۱۵	حی علی الفلاح	لاحول ولاقوۃ الا باللہ یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
۱۶	حی علی الفلاح	لاحول ولاقوۃ الا باللہ یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
۱۷	الصلوٰۃ خیر من النوم	الصلوٰۃ خیر من النوم یا صدقت وبررت وبالحق نطقت
۱۸	الصلوٰۃ خیر من النوم	الصلوٰۃ خیر من النوم یا صدقت وبررت وبالحق نطقت
۱۹	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۲۰	اللہ اکبر	اللہ اکبر
۲۱	لا الٰہ الا اللہ	لا الٰہ الا اللہ۔

دیکھا! جو کلمات موذن کے ہیں وہی مجیب کے۔ فرق ہے تو صرف حیعلتین میں ہر کیونکہ داعی کا حکم ہے اور مدعو کا کام ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے نہ کہ وہ بھی داعی کی طرح حکم کرنے لگ جاوے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک مسلمان کو گویا کلمات اذان سیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے اول یہہ حکم کیا کہ اُن کلمات کا جواب دو پھر جواب کے کلمات بھی وہی جو اذان کے ہیں سو ہر ایک مسلمان جو دن میں پانچ دفعہ اذان سنتا ہے آسانی کے ساتھ خود بخود اذان سیکھ سکتا ہے اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کلمات کے کہنے والا کوئی خاص شخص نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان کا حق ہے اور ہر مسلمان کو ہمیشہ مستعد اور تیار رہنا چاہیئے جس طرح نماز ہر ایک مسلمان کو برزبان ہوتی ہے اُسی طرح یہہ لیکن چونکہ نماز مقصود اصلی ہے اسلئے اُسکی تعلیم و تلقین بوجہ احسن کی جاتی ہے۔ اور اُسکے لئے تاکید اکید اور ترغیب و ترہیب کئی طرح سے کی جاتی ہے اور یہہ صرف اُسکے لئے ابتدائی سٹیپ یا مقدمہ ہے جو صرف ایک شخص ادا کر سکتا ہے اس کے نہ سیکھنے پر کوئی وعید نہیں ہے البتہ سیکھنے کے لئے ترغیبات عجیبہ ہیں۔ سو ہر مسلمان کو ان کلمات کو سیکھنا چاہیئے۔ مفت میں سیکھے جا سکتے ہیں۔ وقت ان میں خرچ نہیں ہوتا۔ دو پیسہ ان کے سیکھنے میں نہیں لگتا! البتہ اخلاص درکار ہے۔ اخلاص کے ساتھ سیکھنے والے اور اخلاص کے ساتھ کہنے والے کے لئے وعدہ اجر عظیم ہے +

Marfat.com

صلوٰۃ و دعاء بعد اذان

وہ درود جس کا اشارہ پہلے ہو چکا ہے وہی ہے جو نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے اس درود کو خود رسول اللہ صلعم نے پڑھایا اور سکھایا۔ اس درود سے افضل اور کوئی درود نہیں ہو سکتا وہ درود یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ! حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور اُن کی آل پاک پر اُسی طرح خاص خاص رحمتیں نازل کر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم ع اور ان کی آل پر خاص خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اے اللہ! حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور ان کی آل پر اُسی طرح برکتیں نازل کر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم ع اور ان کی آل پر برکتیں نازل کی ہیں بیشک تو سزا وار بزرگی والا ہے۔

اور وہ دعا و وسیلہ جسکا اشارہ پہلے ہو چکا ہے اور جسکے پڑھنے کا ارشاد بعد درود شریف اُس پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے جو حدیث ذیل سے ظاہر ہوتی ہے حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص اذان سنکے یہ دعا پڑھے گا۔ قیامت کے دن اسکے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ اے اللہ! اس کامل پکار اور اس ابھی پڑھی جانیوالی نماز کے مالک حضرت محمد کو وسیلہ اور فضیلہ عطا فرما۔ اور آپکو مقام محمود میں جسکا تو نے اُس سے وعدہ کیا ہوا ہے اُٹھا۔ کیونکہ تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔"

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

(بخاری۔ زاد المعاد)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف یہی دعا پڑھے اور درود شریف

اسکے پہلے نہ پڑہے تو بھی کافی ہے یہہ دعاء بخاری میں صرف وَعَدْتَّہٗ تک ہی گر اور کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انک لا تخلف المیعاد بھی کلام نبوی ہے اس کے علاوہ جو دیگر فائد کلمات لوگ پڑہا کرتے ہیں وہ الفاظ مروی نہیں ہیں۔

غرضکہ موذن اذان کے بعد اور مجیب اجابت کے بعد (اول) یا ورود شریف (دوسرا) وسیلہ دونو پڑہے (دوم) یا صرف درود شریف پڑہے (سوم) یا صرف دعاء وسیلہ پڑہے۔ اجابت میں اور اور بھی ورد شریف مروی ہیں مثلاً چہارم یہہ ورد جسکی نسبت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی موذن کی اذان سننے کے بعد یہہ ورد پڑہیگا اسکے گناہ معاف کر جاوینگے ورد حاشیہ میں لکھا گیا ہے اسکا ترجمہ یہہ ہے "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی بھی معبود نہیں وہ یگانہ ہے اسکا کوئی ساجھی نہیں ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اس کا بندہ ہے اور اسکا رسول ہے اللہ کو اپنا رب جانکر محمد صلعم کو اپنا رسول مانکر اور اسلام کو اپنا دین جانکر میں خوش ہوگیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

پنجم یہہ مختصر ورد بھی حضرت صلعم سے مروی ہے جو زاد المعاد میں لکھا ہے اسکی تاثیر بھی غفران ذنوب ہی مروی ہے "اللہ کو اپنا رب سمجھ کر اسلام کو اپنا دین جانکر اور محمد صلعم کو اپنا رسول مانکر میں خوش ہوگیا۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ (زاد المعاد)

ششم جو دعاء موذن یا مجیب کی مرضی ہو مانگے۔ بشرطیکہ وہ دعا کسی گناہ پر مبنی نہ ہو۔ یہہ دعاء حسب ارشاد صادق المصدوق اللہ تعالی ضرور ہی قبول کرتا ہے بشرطیکہ اخلاص پر مبنی ہو

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

علیہ وسلم لایرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ رواہ النسائی وصححہ ابن خزیمہ (بلوغ المرام)

اذان اور اقامت کے درمیان جو دعا مانگی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا + واقعی ہماری ہر کس طرح موکد بہ توحید اور رسالت کی شہادت اور دعوت الی الخیر کی چاروں طرف منادی ہوتی ہے اور دوسری طرف نماز جیسی چیز پڑھی جانے والی ہے پس ان دونوں طرفوں کے درمیان کی دعا خواہ مخواہ عرش تک رسائی کیوں اندر گھر گئی پھر قبول نہ ہو تو کیا ہو۔

اب ہم انس صلوٰۃ اور دعا پر کچھ کچھ ریمارک کرتے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہونگے۔

سبحان اللہ! کیسا عجیب سلسلہ ہے۔ جریب کی کڑیوں کی طرح ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ کا مکمل و مقوی ہے پہلے اذان سکھائی اور اسے نشان اطاعت مقرر کیا۔ پھر لوگوں کی توجہ اس اطاعت کی قبولیت کے لئے محسوس الاثر نشان دیہ جیسا کہ کلمات اجابت سکھلائے اب اسی قبولیت اطاعت کی تکمیل کے لئے ایک اور نشان جو غائیت ہی موخر ہے مقرر فرمایا اور وہ نشان یہ ہے کہ قوم اپنے ہادی برحق پر صلوٰۃ پڑھے اور ان کے لئے وہ نعمت بارگاہ الٰہی سے ملنے جسکے دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہوا ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قوم کو اپنے محسن ہادی کے تمام احسانات یاد ہیں۔ وہ اسکی شکر گذار قوم ہے اسکو اپنے ہادی برحق کا سکھلایا ہوا دین پسند ہے اور یہ کہ اس قوم کو آنجناب کے ساتھ دلی محبت ہے۔ کیونکہ جس شخص کے ساتھ کچھ دلی محبت نہ ہو اور اسکے اخلاقوں کی کچھ وقعت نہ ہو وہ پر صلوٰۃ کیوں؟ اور آپ کے لئے نعمت موعودہ کی دعا کرنا صرف اس وعدہ اور اس کے متعلقات کو یاد کرنا اور اسمیں سے حصہ لینے کے لئے اپنے تئیں تیار کرنا ہے۔

مضمون عبادت میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر ایک انسان کی خلقت میں پروردگار نے ایک عجیب قانون رکھا ہے کہ محسن الیہ کو محسن کی شکر گذاری بالطبع کرنی پڑتی ہے اور اسے کرنی چاہئے ہمارے علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے محسن کا حق لوگوں کو جنہیں رحمت سے سیر ہونے کی حد آنجناب کے احسانات کی بارش ہوئی ہے نہایت ہی پسند دل کے ساتھ شکریہ ادا کرنا چاہئے اور ان

Marfat.com

کی مدح سرائی میں نہایت فصیح اور بلیغ کلمات کے ساتھ زبان کو تر کرنا چاہئے۔ او توحید کے گر سمجھنے والو! کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ اپنے محسن کی شکر گذاری بافصح اللغات بیان کرو اس سے بڑھکر اور کیا احسان ہوگا کہ ۳۳ کروڑ نہیں بلکہ بیشمار جھوٹے خداؤں کی سخت غلامی سے تمہیں چھوڑایا اور صرف ایک سچے خدا معبود حقیقی کا بندہ بننے کے لئے تم کو ہدایت کی کیا یہ چھوٹا سا احسان ہے کہ شرک و کفر کے اغلال و طوق تمہاری گردنوں اور گلوں سے اتار تا ہے یہ مضمون اسقدر وسیع ہے کہ اسکے لئے الگ مستقل کتاب تیار ہوتی ہے۔ ناظرین دانا کے لئے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبنی تعلیم ہے میں تمہیں ایک لفظ میں کہدیتا ہوں کہ سب کے سب روحانی اور جسمانی فوائد سے بھرپور ہے۔ حتی کہ پاخانہ کرنے کی تعلیم میں اسقدر روحانیت ہے کہ دنیا کی اپنی تجویزی عبادتوں میں بھی اتنی نہیں ہے۔ آپ کے احسانات نہ صرف امت محمدیہ پر ہی ہیں بلکہ تمام جہان پر۔ پروردگار نے جو آپ کی صفت رحمۃ للعالمین فرمائی ہے اسکی تشریح کے لئے بھی ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے بفضلہ تعالے۔ داناؤں کے لئے اسجگہ تھوڑے تھوڑے اشارات کافی ہیں۔

انہیں بیشمار احسانوں کو جو ہم پر ہر دور مینہہ کی طرح برس رہے ہیں مدنظر رکھہ کر ہم کو طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ضروری ہے۔ او خصوصاً اسوقت جبکہ محل اور موقع بھی ہو اور چاروں طرف سے صلوٰۃ علیہ صلوا علیہ کی تحریکات نے آگھیرا ہو۔ ایک شخص اذان کے کلمات توحیدی صلی رئس الاشہاد کہہ رہا ہو اور مجیب کلمات اجابت پکار رہا ہو پھر اگر صلوٰۃ و دعا نہ پڑھی جاوے تو تعجب پر تعجب ہے ـــ ـــ لیکن چونکہ اُس رحیم رحمان مالک مہربان کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ جو کچھ ہماری نیچر کا مقتضا ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے ہم کو ہماری نیچر پر نہیں چھوڑ دیتا بلکہ خود ایک راہ بھی عنایت کر دیتا ہے۔ یہاں بھی یہی ارشاد فرماتا ہے

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ سورہ احزاب رکوع ۱۲)	اللہ اور اسکے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے (رہتے) ہیں۔ (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد مجھپر درود پڑھو کیونکہ جو مجھپر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسپر دس دفعہ درود پڑھتا ہے یعنی دس رحمتیں عنایت فرماتا ہے اور نیز یہہ کہ میرے لئے وسیلہ اللہ تعالیٰ سے مانگو کیونکہ وہ جنت کے درجوں میں سے ایک درجہ کا نام ہے ملا وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو ملیگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں جیسا کہ پہلی حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ظاہر ہے کہ یہہ درود خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت مرحومہ کو تعلیم فرمایا اور وہ وہی ہے جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور جسے ہم تم ہر روز نماز میں پڑھتے ہیں اسکا مفصل ذکر اسکے اپنے محل پر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور دعاءِ وسیلہ جو پہلے بھی لکھی جا چکی ہے یہہ ہے اسکا ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والعثہ مقاماً محمودن الذی وعدتہ۔ انک لا تخلف المیعاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یہہ دعا اذان کے بعد پڑھتا ہے قیامت کے دن جسوقت نہ دوست کام آویگا نہ ماں باپ نہ بیٹا بیٹی نہ بیوی نہ مال و دولت نہ کسی کا لحاظ میری شفاعت اسکے لئے حلال ہوگی یعنی میں ضرور ہی اُس کے لئے شفاعت کرونگا۔ بیشک شفاعت ضرور ہی ہوگی۔ کیونکہ جب ایسے فرمانبردار بندے کے لئے جو بات بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری دل سے کرتا ہے آپ شفاعت نہ کرینگے تو پھر اور کون ہے جسکے لئے شفاعت ہوگی اس دعا کے کلموں کی طرف ذری غور کرو اور اس دعا کے پڑھنے والے کو دیکھو اُدھر اذان ہوتی ہے ادھر یہہ بھلے کلمہ کا جواب ساتھ ساتھ دیتا جاتا ہے پھر ختم ہوتے ہی یہہ پُر مضمون اور پُر ہدایت دعا جس سے اُس کی کمال تابعداری ٹپکتی ہے مُنہ سے پڑھتا ہے اور دل سے اُسکی تصدیق کرتا ہے۔ اب ذری اس دعا کے مضامین کی طرف غور کرو یعنی اے اللہ تُو جو جامع جمیع صفات کمال ہے جسکی کبریائی کا ڈنکہ بجا ہو چکا ہے اور جسکی توحید کی گواہی ابھی دیجا چکی ہے۔ جسکے صرف واحد لاشریک معبود برحق ہونے کی شہادت کا میں اقرار کر چکا ہوں تُو جو اس پکارنے والے میں کسی قسم کا کوئی نقص و نقصان نہیں ہے اور جو اس مقصود کے لئے جسکے لئے یہہ مقرر کی گئی ہے

Marfat.com

بجائے خود بالکل کامل اور جو جمیع عقائد حقہ کی جامع ہے اور جس سے وہ تمام کمیاں جو زنگھر اور سنکھ
اور بگلوں اور گھنٹوں اور آگ کے سبب رہ جاتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور اس نماز کا جو ابھی تیرے
حضور میں پڑھی جانے والی ہے اور جسکے لئے یہہ اذان صرف لین ڈوری ہے مالک ہے محمد
رسول اللہ صلعم کو جسکا دین سینے دل سے قبول کیا ہے اور جسکی رسالت کی ابھی منادی ہوئی
ہے اور سینے اسپر نبی گواہی دی ہے جنت کا وہ درجہ علیہ عنایت فرما جسکا نام وسیلہ ہے اور جس کا
سزاوار بجز اسکے کوئی نہیں اور آپ کو فضیلت یعنی وہ درجہ عنایت فرما جو تمام مخلوقات کے درجوں
کے علاوہ ہے اور جس سے بڑھکر اور کوئی درجہ کسی مخلوق کے لئے نہیں ہے (حقیقت بھی یہی ہے
کہ آپ کی ذات بابرکات میں پروردگار نے قابلیتیں اور استعدادیں بھی اسی قسم کی رکھی ہیں کہ فضیلت
آتی ہی ان کے حصہ میں ہے) اور اے اللہ اپنے وعدوں کو سچا کرنے والے اس جناب سے تیرا وعدہ ہے کہ تو
آپ کو قیامت کے دن مقام محمود میں اٹھائے گا چنانچہ تیری پاک کتاب تیرا یہہ وعدہ یہہ کہہ کر ہمیں یاد

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸)

دلا رہی ہے کہ یہہ عجب نہیں ہے کہ اسکی برکت سے تمہارا پروردگار
قیامت کے دن تم کو مقام محمود میں پہنچائے۔ سو قیامت کے
دن اپنے وعدہ کو پورا کر اور اس جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام محمود میں اٹھا۔ مقام محمود کو
تو سب جانتے ہی ہو لیکن تاہم مختصراً بیان کیا جاتا ہے: مقام محمود وہ مقام ہے کہ جہاں پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت جب تمام لوگ ہر طرف سے مایوس ہو جاوینگے اور اس دن کسی کو
کوئی اختیار نہیں رہے گا اور ہر طرف یہی پکار سنائی دیگی لمن الملک الیوم[1] اور اسکا جواب یہہ
سنائی دیا جاویگا للہ الواحد القہار[2] الامر یومئذ للہ[3] جسوقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام اللہ تعالےٰ کے جلال کے آگے کانپتے ہونگے اور ہر کسی کو صرف اپنا آپ بچانے کی
فکر پڑی ہوگی حتے کہ لوگ اسقدر اس فکر میں محو ہونگے کہ ایک دوسرے تک کے پاس ہوتے
کسی کو خبر نہ ہوگی دوسرے کی کیا اپنی ہی عریانی کا خیال تک نہ رہیگا اسوقت پھر کل اولوالعزم
رسولوں کے پاس جا جا کر نا امید ہو جاوینگے کوئی نبی ان کا حامی اور شفیع نہ بنے گا آخر کار پھرتے
عالم یاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرینگے تو آپ
ایزدی میں سربسجود ہو جاوینگے اور جس مقام پر آپ اپنا سر مبارک رکھیں گے اس مقام کو

[1] آج کس کی بادشاہی ہے [2] زبردست یگانے خدا کی [3] آج اللہ ہی کی حکومت ہے۔

مقام محمود ہے یعنی ایسی جگہ جسکی جابجا تعریف ہو رہی ہے ایک ہی سجدہ پورے سات روز کا ہوگا سبحان اللہ معبود ہو تو ایسا ہی جلیل و قدیر ہو اور عبودیت ہو تو ایسی ہی ہو۔ دونو پورے کمال ہیں اللہ تعالی کا کمال اسمیں ہے کہ وہ اپنی ہر صفت میں کما ہو ہو یگانہ سمجھا جاوے اور انسان کی کمالیت اور سعادت اسی کا نام ہے کہ وہ اپنے معبود کو ہر ایک صفت میں کما ہو ہو یگانہ دل سے یقین کرے اسی طرح دوسرا سجدہ ہوگا پھر آپ بحکم رب العزت لوگوں کی شفاعت کرینگے غرض کہ یہہ مقام محمود اُسجگہ کا نام ہے جہاں ہمارے جناب ہادی برحق رسالت مآب اپنے رب کے حضور میں لوگوں کی شفاعت کے لئے سجدہ کرینگے۔

اب کہو یہہ دعا کیسی ہے؟ کامل درجہ کی اطاعت و اتباع اسمیں پائی جاتی ہے اور لطف یہہ ہے کہ یہہ دعا اذان کو جو حقیقت میں نماز کی تعظیم کے لئے ایک پیش خیمہ ہے اصلی مقصود یعنی نماز کے ساتھ جکڑ دیتی ہے اذان میں تو یہی تھا کہ نماز پڑھنے کے لئے آؤ۔ دعا یہہ سکھلاتی ہے کہ اے اللہ یہہ اذان یا بانگ یا آواز یا پکار جس سے ہم کو بلایا گیا ہے بذات خود بالکل پوری ہے اور ہم اس پکار کو سنکر تیرے حضور میں حاضر ہوتے ہیں اور جس مقصود کے لئے ہمکو بلایا گیا ہے اسکو پورا کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اس پکار کا بھی جو ابھی ہوئی ہے اور اس نماز کا بھی جس کے لئے ہم حاضر ہوتے ہیں رب یعنی مالک تو ہی ہے سو نماز میں حاضر ہونے سے پیشتر ہماری اس دعا کو سن اور آنحضرت صلعم کی شفاعت کا ہم کو مستحق ٹھیرا۔

ہمنے بیان کیا ہے کہ یہہ دعا کامل اطاعت کا نشان ہے اسی کا موید یہہ ورد بھی ہے جو پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جو کوئی اذان سننے کے بعد کہیگا اس کے گناہ بخشے جاینگے۔ وہ ورد یہہ ہے یعنے میں اس بات کا گواہ ہوں کہ بن اللہ تعالے کے جو اپنی ہر ایک صفت میں یگانہ ہے اور جسکا اسکے کسی کام میں کوئی ساجھی نہیں ہے کوئی اس قابل نہیں ہے کہ اسکی پوجا کیجاوے اور نیز اس بات پر بھی میں گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی رب کا جو معبود حقیقی ہے بندہ ہے اور ہماری ہدایت کے لئے اسی کا ہماری طرف بھیجا آیا ہے وہ اسکا

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ رضیت باللہ رباً وبمحمد رسولاً وبالاسلام دینا۔

بیٹا نہیں ہے وہ گو کیسا ہی عالی مرتبت و منزلت ہے خدا ہے بلکہ اسکا بندہ ہے اُسکا مخلو
ہے اور اسکا بھیجا ہوا ہے۔ میں ایسے اللہ کو جو جامع جمیع صفات ہے اور جس بن کوئی بھی قابل
نہیں اپنا رب بنا کر خوش ہوا اور محمد صلعم کو جو اسکا بیٹا نہیں بلکہ عبد ہے اپنی ہدایت کے لئے
اپنی طرف بھیجا ہوا مان کر راضی ہوا اور اسلام کو جو پروردگار کا ہمارے لئے پسندیدہ دین
اپنا دین اختیار کر کے خوش ہوا۔

یہہ کلمات بھی قائل کی اطاعت و اتباع بدرجہ غایت جتلاتے ہیں اور کلمات بھی کیسے کہ عقاید کا
کے جامع اذان کے بعد خواہ نری صلوٰۃ پڑھو خواہ نری دعاءِ وسیلہ خواہ دونوں کو ملا کر (جو
افضل ہے) خواہ یہہ کلمات طیبات غرضکہ کچھ پڑھو سب کافی ہے جن لوگوں کو ان کلمات
و دعائیہ وغیرہ کا چسکا پڑ گیا ہے اور جنکو ان کلمات بابرکات کی چاٹ لگ گئی ہے وہ سب
سب پڑھ لیتے ہیں یعنی ان کا جی چاہتا ہی نہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیں حقیقت
یہی ہے کہ یہہ کلمات اپنی ذاتی خوبیوں سے کچھ ایسے سجے سجائے ہیں کہ جنکو انکی چاٹ لگ گ
اُن کے آگے ہزار باجے بجاؤ ہزار بربطیں اور ستاریں بجاؤ ان کو یہہ سب کچھ ایک ہیچ پوچ نظر آتا
قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے وہ تو ہے ہی سراپا نور اور اول سے لیکر آخر تک اپنی ذاتی خوبیوں سے
اسکے سامنے باجے کیا اور ستاریں کیا سب مات ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نہ کسی باجے
حاجت ہے نہ کسی طنبور و ستار کی ضرورت جہاں جہاں ان خارجی آلات کی ضرورت سمجھی گئی
یعنے یہہ کہ عبادت کا ضروری اور لازمی جزو قرار دیئے گئے ہیں وہاں یقیناً سمجھ لو کہ کلام
خود عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور جو کچھ اثر سامعین پر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اُس کلام کا نہیں
پڑھی جاتی ہے بلکہ ان آلات سے جو آواز دلکش نکلتی ہے اُسکا ہوتا ہے اور ہوتا بھی انہیں کو ہے
نہیں ہوتے صرف ظاہر بین ہوتے ہیں جو لوگ معنی رس ہوتے ہیں وہ پر زور اور پر معنی کلام
ہوتے ہیں کاش لوگ اسبات کو سمجھیں

اقامت

جس طرح اذان نماز کے لئے اعلام ہے ویسا ہی اقامت جماعت کے کھڑا ہو جانے کے لئے اعلا

Marfat.com

ہے اس اعلام کے لئے بھی کسی گھنٹہ بگل یا سنکھ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے اسکے لئے بھی یہی کلمات طیبات کافی ہیں۔ اذان میں مقصود یہہ ہوتا ہے کہ لوگ دُور دُور سے سنکر آجاویں اسلئے اسمیں کلمات بھی زیادہ ہوتے ہیں آواز بھی اونچی ہوتی ہے اور کلمات کو کھینچ کھینچکر آرام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اقامت میں مقصود صرف لوگوں کو جو اذان کے سبب سے اکٹھے ہوجاتے ہیں باترتیب کھڑا کرنا ہوتا ہے اسلئے کلمات بھی مختصر ہیں اور آواز بھی اتنی بلند ہوتی ہے جسے مسجد کے آدمی ان سے اذان میں جسکے چار چار یا دو دو بار کہے جاتے ہیں یہاں صرف ایک بار ہاں ایک کلمہ ایسا ہے جو دو دفعہ کہا جاتا ہے یہہ کلمہ اذان میں نہیں کہا جاتا اور وہ یہہ ہے۔ قد قامت الصلوٰۃ یعنے نماز کھڑی ہوگئی سو جو لوگ معنے سمجھ لیتے ہیں وہ یہہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اذان میں اس کلمے کے کہنے کی ضرورت ہی کچھ نہیں ہو احادیث پہلے ذکر ہو چکی ہیں ان میں بعض سے یہہ بھی ثابت ہے کہ کلمات اذان اور کلمات اقامت ایک ہی ہیں اور ان کی تعداد بھی ایک ہی ہے سوائے کلمہ اقامت کے۔ اور یہہ بھی ثابت ہے کہ اقامت کے کلمات صرف ایک ایک ہی ہیں سوائے کلمہ اقامت کے۔ ائمہ اربعہ میں سے بھی بعض نے اسکو اختیار کیا ہے بعض نے اسکو۔ غرض یہہ ہے کہ سب کے سب کافی وافی ہیں مگر جو لوگ غور کرینگے وہ اس حکمت شریعت پر قربان ہونگے کہ اقامت کا مقصود صرف لوگوں کو جھٹ پٹ اور جلد جلد نماز میں داخل کرنا ہے پس اسکے کلمات جتنے مختصر ہونگے اتنا ہی زیادہ اس مقصود کو پورا کرنے والے ہوں گے مختصر کلمات اقامت نو ہیں۔ اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔

سب سے صحیح بات یہی ہے کہ اقامت کے کلمات سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے ایک ایک بار کہے جاویں لیکن اگر وہی کلمے جو اذان بلا ترجیع کے ہیں کہے جاویں اور حی علی الفلاح کے آگے کلمہ قد قامت الصلوٰۃ کا دو دفعہ بڑھا دیا جاوے تو بھی ٹھیک ہے اسطرح پر اقامت کے کلمے ۱۷ بنتے ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر چار دفعہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو دفعہ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ دو دفعہ۔ حی علی الصلوٰۃ دو دفعہ حی علی الفلاح دو دفعہ قد قامت الصلوٰۃ دو دفعہ اللہ اکبر دو دفعہ لا الٰہ الا اللہ ایک بار۔ لیکن یاد رہے تکبیر یعنے اقامت

Marfat.com

میں اتنے کلمات کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں مسارعت الی الخیر کے لئے اختصار ہی بہتر ہے۔

چند مسائل متعلق اذان

(۱) اذان میں کانوں میں ایک ایک انگلی بالخصوص سبابہ کا دینا سنت ہے اس سے آواز اونچی ہو جاتی ہے (۲) دعوت کے کلمات پر دائیں بائیں گردن اور چہرہ کا صرف اتنا حصہ جو قدرتاً گردن کے ساتھ پھر سکتا ہے پھیرنا سنت ہے۔ اس سے چاروں طرف کے لوگوں کو منادی کیجاتی ہے (۳) خوش اور بلند آواز شخص کو اذان کا سکھلانا سنت ہے۔ بالخصوص ایسے ہی شخصوں کو اذان کہنا چاہیئے (۴) موذن اجرت یا مزدوری پر اذان نہ کہے (۵) اذان سننے کے بعد مسجد سے چلا جانا منافق کا کام ہے بشرطیکہ کوئی ضروری اور لابد منہا حاجت نہ ہو (۶) عیدوں کی نمازوں کے لئے نہ کوئی اذان ہے اور نہ کوئی اقامت کیونکہ اذان و اقامت دراصل فریضہ نماز کے لئے ہے نوافل کے لئے نہیں ہے اول اس لئے کہ دونوں نمازوں میں بیّن فرق نظر آتا رہے اور کچھ التباس نہ ہونے پاوے۔ غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہہ تفریق بھی منجملہ ان حکم کے ہے جن کے سبب سے دین تحریف سے محفوظ چلا آیا ہے۔ دوم اسلئے کہ اذان کا مقصود لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنا ہے عید میں گھر گھر کیا میں کہتا ہوں ہر ہر متنفس کو پتہ رہتا ہے کہ آج عید ہے عید کی نماز فلاں جگہ اور فلاں وقت پر ہوگی۔ ایسا ہی نماز استسقاء وغیرہ کا حال ہے (۷) مینہہ جھکھڑ اور آندھی میں اگر لوگ گھر میں ہی نماز پڑھنا چاہیں یا امام قوم چاہتا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہو تو اذان میں سے کلمات دعوت کو نکالکر ان کی جگہ الا صلوا فی رحالکم یا صلوا فی بیوتکم داخل کرکے اذان دی جاوے تو سنت ہے سو یہی مضمون (صلوۃ المطر و جماعت کی رخصت) (۸) کسوف خسوف کی نماز کے لئے صرف یہی ایک کلمہ اذان مروی ہے الصلوۃ جامعۃ۔ مگر مسجد میں نہیں بلکہ گلی کوچوں میں (۹) اگر کوئی ایسا موقعہ آجاوے کہ کہیں کچھ لوگوں کی نماز کا موقعہ سوتے سوتے گذر جاوے تو جاگ آنے پر اذان و اقامت کہی جاوے اور جماعت کرائی جاوے (۱۰) اگر کہیں دو نمازوں کو جمع کرنے کا موقعہ آجاوے تو ان کے لئے ایک اذان اور ایک اقامت کافی ہے

Marfat.com

اگر اقامت الگ الگ کہی جاوے یعنی دو اقامتیں کہی جاویں تو یہہ افضل ہے وجہ ظاہر ہے کہ اس سے دونوں نمازیں بجائے خود الگ الگ ہو جاتی ہیں نہ کہ ایک اگرچہ جمع کی گئیں ہیں (۱۱) یہہ ضروری نہیں ہے کہ جو موذن ہو وہی اقامت بھی کہے۔ ہاں یہہ ضروری بات ہے کہ اگر موذن ہی اقامت کہنی چاہے تو دوسرے شخص کو اپنے اس بھائی کی دل شکنی نہ کرنی چاہیئے۔

جماعت

نماز فرادیٰ اور نماز جماعت

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نماز اصل میں کیا شے ہونی چاہیئے اور یہہ بھی بتا چکے ہیں کہ نماز صرف ان تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول یہہ کہ اللہ کا جلال اور اسکی عظمت کا دل میں جاگزین ہونا۔ اس کے مقابلہ میں دل میں عجز و ذلت کا پیدا ہونا دوم اسی عظمت و جلال الٰہی کو جو دل میں ہے زبان کے ساتھ فصیح و بلیغ الفاظ میں بیان کرنا۔ سوم۔ تمام جوارح اور اعضاء بدن سے ان باتوں کو ظاہر کرنا (قیام رکوع سجود) یہہ نماز ہر ایک شخص کو بجائے خود پڑھنی چاہیئے اور یہہ نماز درحقیقت۔ ایک شخص پڑھ بھی سکتا ہے اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ یہہ نماز جتنی لوگوں کی نظروں سے غائب شور و غل سے بچی دنیا سے الگ حتیٰ کہ آفتاب عالمتاب کی روشنی سے بھی چھپا ہوا پڑھی جائیگی اتنی ہی اخلاص زیادہ وقت زیادہ محبت اور زیادہ رب سے پیار ہوگا ایسی نماز کو نماز **فرادیٰ** کہتے ہیں یعنی جسے فرد واحد ایک ایک آدمی بجائے خود الگ الگ پڑھتا ہے لیکن اسلام نے صرف اسی قسم نماز کو ہی مقرر نہیں کیا بلکہ اسی نماز کی ایک اور اعلیٰ قسم مقرر فرمائی اور وہ یہہ ہے کہ سب لوگ اکٹھے ملکر ادا کریں ایسی نماز کو **نماز جماعت** کہتے ہیں دو شخص بھی ملکر اگر نماز پڑھتے ہیں تو اسپر بھی جماعت کا نام صادق آ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو شخص یا دو سے زیادہ ہوں تو بس وہ جماعت ہے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلعم اثنان فما فوقہما جماعۃ رواہ ابن ماجۃ (مشکوٰۃ)

چونکہ اکیلی نماز میں بجائے خود بہت سے فوائد ہیں اور جماعت کی نماز میں بھی بجائے خود بہت سی فوائد لازمیہ ضروریہ ہیں اسواسطے شارع علیہ السلام نے دونوں قسم کی نمازوں کو مقرر فرمایا۔ مگر چونکہ

Marfat.com

جماعت کے فوائد اکیلی نماز کے فوائد سے بہت زیادہ ہیں اسواسطے جماعت کی لئے نماز فریضہ اور اور اکیلی نماز کے لئے نماز نوافل مقرر فرمائی۔ اسلام اگر صرف اکیلی نماز کو ہی مقرر فرماتا تو واقعی اسکو کامل دین نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ کامل دین کا کام ہے کہ ایک ایک بات کو مکمل کرے اور جو جو بات اسکی تکمیل کی سدراہ ہو اسکو ہٹا دے اور جو جو رخنے اسمیں پیدا ہو سکتے ہوں ان کے بند کرنے کی تمہید بیان کرے۔

فوائد نماز جماعت

نماز فرادی کی نسبت نماز جماعت میں بہت سے لازمی خواص اور فوائد ہیں مثلاً (۱) نماز فرادی ہی مقرر ہوتی تو بجز معدودے چند جو نہایت مخلص ہوتے اور کوئی نہ پڑھتا اور یہہ حکم نماز محض نکما اور بیکار رہ جاتا کون جانتا ہے کہ پڑھنے کہیں نماز پڑھی ہے یا نہیں۔ بگر سوتا اٹھ کر آیا ہے یا نماز پڑھ کر۔ لیکن جماعت میں یہہ بات ظاہر اور بین ہو جاتی ہے گویا نماز فرادی میں منافق یا مخلص کی کچھ تمیز نہیں ہو سکتی (۲) نماز فرادی میں وہ سلسلہ ارتباط و اتحاد جو ایک قوم کا خاصہ ہے اور جو کسی نہ کسی نشان کے ذریعے غیر قوموں پر ظاہر ہونا ضروری ہے نہیں پایا جاتا (۳) نماز فرادی میں وہ اِیکوالٹی (مساوات) جو گو قدرتہً بنی آدم میں ہر صفت میں ناممکن ہے لیکن اللہ تعالے کے سامنے جو معبود حقیقی ہے تمام مخلوقات میں بلحاظ عجز و ذلّ کے جو ایک ایک مخلوق کی خلقت میں گوندھا گیا ہے ہونی ضروری ہے، نہیں پائی جا سکتی مثلاً بادشاہ اپنے گھر میں (اگر پڑھتا ہے) اپنی نماز پڑھتا ہے اور ایک مسکین عاجز فقیر اپنی جھونپڑی میں تو کس طرح وہ مساوات جو اس سلطان اور اس فقیر میں بلحاظ یکسان عجز و ذلّ کے پیدا کی گئی ہے ظاہر ہو سکتی ہے گویا وہ تاثیر جو بادشاہ اور فقیر کے ایک ساتھ ایک ہی لائن میں دست بستہ تحنہ سے تحنہ ملا کر کھڑا ہونے میں ہو سکتی ہے اور وہ توحید جو مختلف رنگوں میں اس بادشاہ اور فقیر کے دل پر جماعت میں جلوہ گر ہو سکتی ہے نماز فرادی میں مفقود ہوتی ہے (۴) نماز فرادی میں وہ عظمت و جلال اور وہ شوکت جو قوم کے لئے قوم ہونے کے لحاظ سے ضروری ہے اور جسکا غیر قوموں پر ظاہر کرنا اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ جماعت سے یہہ بات فوراً حاصل ہو سکتی ہے (۵) نماز فرادی میں صرف علماء ہی کامیاب ہوتے جو لوگ جاہل ہوتے ہیں یا جو لوگ ضعیف الاعتقاد اور علی حرف ہوتے ہیں

Marfat.com

تھوڑے دنوں میں ہی نماز کو خیرباد کہہ بیٹھتے جماعت میں وہ سب کچھ آہستہ آہستہ سیکھ سکتے ہیں اور نماز سے منحرف نہیں ہو سکتے (۶) وہ رتبہ جو ایک سویلا ئزڈ ورلڈ (مہذب قوم) کو امامت خلافت اور سلطنت کے قایم رکھنے یعنی یہہ کہ تمدنی دنیا کو باقاعدہ چلانے کے لئے حاصل ہو سکتا ہے صرف جماعت اُسکا مظہر ہے نہ کہ نماز فرادیٰ (جب زید اپنا کام کرنیمیں مگر اپنی دھن میں لگا ہے تو پھر نہ کوئی امام ہے نہ کوئی مقتدا اور نہ کوئی لیڈر ہے اور نہ کوئی گائیڈ لیکن جماعت سب سبق سکھا دیتی ہے (۷) نماز فرادیٰ سے اعلائے کلمہ حق جو عین منشاء اسلام ہے نہیں ہو سکتا جماعت کی ہر ایک ہیئت جماعت کی ہر ایک وضع اور جماعت کی ہر ایک حالت بلکہ جماعت کے جملہ متعلقات و لوازمات سے بھی کلمۂ حق کی منادی نقارے کی چوٹوں کے ساتھ ہوتی ہے اس جماعت کے لئے ایک اذان ہی کافی شافی وافی اور وافی ہے (۸) نماز فرادیٰ سے جس جس قسم کی سستی غفلت ۔ تہاون اور کاہلی پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح اسکے مقابلہ میں جماعت سے چستی اور رغبت بڑھتی ہے (۹) نماز فرادیٰ کے سبب سے اُس قومی شعیرہ (نشان) یعنے مسجد کی کچھ ضرورت نہیں رہتی حالانکہ کسی قوم کے لئے اسکی قوم ہونے کے لحاظ سے ایک محسوس نشان کی بڑی سخت ضرورت ہے ۔ جماعت سے یہہ نشان قایم رہ سکتا ہے ۔ کیونکہ جماعت اصل میں بالخصوص فریضہ نماز کے لئے ہے اور اس جماعت کے لئے مسجد کی ضرورت ہے (۱۰) اعلان کلمۂ حق کا وہ بڑا بھاری ذریعہ جسے اذان کہتے ہیں اگرچہ نماز فرادیٰ کے لئے بھی مشروع ہوئی ہے مگر دراصل ہے جماعت کی خاطر اگر جماعت نہ ہو تو تھوڑے عرصہ میں یہہ نشان گم ہو جاوے ۔

غرضکہ نماز جماعت میں نماز فرادیٰ کی نسبت بہت سے ضروری فضیلتیں ہیں اور دنیا کے اندر رہنے والی قوم کے لئے ایسی نماز کا ہونا از بس ضروری ہے ۔

نماز جماعت سنت مؤکدہ ہے ۔

اس نماز جماعت کو اسقدر ضروری سمجھا گیا ہے کہ بعض ائمہ علیہ الرحمۃ نے اُسکو فرض عین قرار دیا ہے جیسے عطا احمد اور اوزاعی ابو ثور ابن خزیمہ وغیرہ (سبل السلام) اور بعض نے تو صحت نماز کے لئے اسکو شرط قرار دیا ہے جیسے داؤد ظاہری اور اسکے اصحاب ۔ بعض نے اسکو فرض کفایہ قرار دیا ہے جیسے امام شافعی و امام مالک رح اور ان کے اصحاب اور نیز بہت سے علماء حنفیہ کرام رح ان ائمہ عظام کے ان

مذاہب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک یہہ نماز کیسی قابل قدر اور کیسی ضروری ہے مگر چونکہ یہہ نماز جمہور الناس کو ادا کرنی ہوتی ہے اسواسطے اُن سے ہرگز یہہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ ہر ایک نماز جماعت کے ساتھ شامل ہو کر پڑھ سکینگے شریعت اسلام بھی جیساکہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو ضرور ہی معلوم ہو گیا ہوگا نہایت ہی سہل اور آسان ہے اور اسکی جو تکلیف ہے وہ سب کی سب وہی ہے جو انسان کی طاقت کے موافق ہے اسواسطے قدرتی طور پر یہہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہہ نماز جماعت فرض نہیں ہو سکتی اور جب جماعت کی غرض ایک گروہ مناسب کے ذریعہ سے یہہ وجوہ حاصل ہو سکتی ہے تو پھر گمان نہیں کیا جا سکتا کہ باقی لوگوں کی نمازیں بے سود اور نکمی ہو جاتی ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ نماز جماعت کے مقابلہ میں اکیلی نمازیں اضافی طور پر بہت سے حرمان و نقصان ہوتے ہیں جیساکہ ابھی بیان ہوگا۔ ائمہ جمہور کا جنمیں امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہی مذہب ہے کہ یہہ نماز سنت ہے اور سنت بھی کیسی سنت مؤکدہ جسکے تارک کو جو سستی اور غفلت سے ترک کر دیتا ہے۔ سخت سخت وعید سے یاد کیا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس ذات کے ہاتھ میں میری جان ہے اسکی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے واقعی ارادہ کر لیا تھا کہ ایندھن اکٹھا کراؤں۔ پھر اذان دلا کر ایک شخص کو حکم دیدوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے پھر میں ان لوگوں کے طرف جو نماز میں (جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں) حاضر نہیں ہوتے جاؤں اور ان کے گھر گھاٹ جلا جلا دوں۔ تارک جماعت کیلئے کتنی بڑی سخت تہدید ہے

عن ابی هریرة رضی الله تعالے عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لقد هممت ان آمر بحطب فیحتطب ثم آمر بالصلوة فیوذن لها ثم آمر رجلا فیوم الناس ثم اخالف الی رجال لا یشهدون الصلوة فاحرق علیهم بیوتهم الحدیث متفق علیه۔ (بلوغ المرام)

ترغیب جماعت

اکیلی کی نماز اگرچہ ہو تو جاتی ہے مگر افسوس کہ جو فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جماعت کی بیان فرمائی ہے اُس سے وہ محروم رہ جاتا ہے حضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب تفاوت مدارج احسان اس جماعت کے پچیس اور ستائیس درجے مقرر فرمائے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کی نماز یعنے جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے (متفق علیہ) اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے کہ پچیس حصے (متفق علیہ) اور بخاری کی ابو سعید کی روایت میں ہے کہ پچیس درجے (بلوغ المرام) اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ مرد کی نماز جماعت اسکی اس نماز سے جو وہ گھر یا بازار یعنے دوکان وغیرہ پر پڑھتا ہے پچیس گنہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اکیلا یہی جماعت والا لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تو ان کو صرف اپنی اس ایک ایک نماز کا ہی اجر ملتا اب ان میں سے ہر ایک کو ستائیس یا پچیس پچیس درجے یا حصے یا گنے زیادہ اجر ملیگا۔ یعنے حسب استعداد خود۔

تارک جماعت کے لئے کتنا بڑا خسران ہے۔ نماز میں سے پہلے ہی کسی کے حصہ چوتھائی پڑتی ہے کسی کے حصہ میں نصف آتی ہے کسی کے حصہ میں اسی حساب سے کم و بیش آتی ہے۔ اور اسپر جماعت چھوڑی تو اب دیکھو کسقدر بدنصیبی ہے اور لوگوں کی نسبت اسکے حصے میں صرف $\frac{1}{۲۷}$ اجر آیا۔ پھر معلوم نہیں اسمیں سے $\frac{1}{۳}$ یا $\frac{1}{۲}$ یا $\frac{1}{۶}$ یا کیا کچھ یا شاید صفر اسکے حصہ میں آیا ہے تارک جماعت کے لئے کسقدر خسارہ ہے کسقدر گھاٹا ہے کسقدر ٹوٹا ہے افسوس صد افسوس۔ اس جماعت کو اسکے ذاتی خواص اور خوبیوں کے لحاظ سے اسقدر اشرف سمجھا گیا ہے کہ گویا یہ جماعت شیطان کو ذلیل کرنے والی اور شیطان کے قابو سے انسان کو چھوڑانے والی ہے

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ الجماعۃ افضل من صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ متفق علیہ ولھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالے عنہ بخمس وعشرین جزءً وکذا للبخاری عن ابی سعید وقال درجۃ (بلوغ المرام) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالے عنہ فی حدیث طویل صلوۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلوتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسا وعشرین ضعفا الحدیث

(احکام الاحکام)

Marfat.com

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من ثلثۃ فی قریۃ او بدو لا تقام فیہم الصلوۃ الا قد استحوذ علیہم الشیطان فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ (رواہ ابوداؤد مشکوۃ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آبادی ہو یا جنگل ہو وہاں اگر تین بھی ہوں اور ان میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جاوے تو ان پر شیطان کا قابو ہو جاتا ہے سو جماعت کو کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جو بھیڑ ریوڑ سے الگ رہتی ہے وہی بھیڑیئے کا بھیٹ ہوتی ہے۔

وجہ ظاہر ہے کیونکہ تارک جماعت کو باقی مسلمانوں کے ساتھ اس طرح پر الگ تھلگ رہنے سے بظاہر کوئی راہ و رسم نظر نہیں آتی گویا اسکو اُن سے نہ کچھ سروکار ہے نہ کچھ میل جول بیشک وہ کسی نہ کسی دن ضرور شیطان کا شکار بنے گا۔ **ایک تو** اُن سے دن بہ دن مدارج روحانیہ میں پیچھے رہتا جاتا ہے **دوسرے** سستی اور نہاون کا درواز اسپر کھلتا جاتا ہے اور یقیناً کسی نہ کسی دن نماز ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا ایک اور حدیث لکھتے ہیں جسپر عمل کرنے کی تاثیر یہ ہے کہ دنیا میں نفاق سے اور آخرت میں دوزخ سے بریت ہو جاتی ہے حضرت

عن انس رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلی للہ اربعین یوما فی جماعۃ یدرک التکبیرۃ الاولے کتب لہ برأتان برأۃ من النار وبراءۃ من النفاق (رواہ الترمذی مشکوۃ)

انس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ۴۰ یوم تک اللہ کے لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھیگا مگر شرط یہ ہے کہ ہر نماز میں تکبیر اولی پاتا ہے اسکے لئے دو برئتیں لکھی جاتی ہیں ایک دوزخ کی بریت دوسری نفاق کی بریت۔

اسکی وجہ بھی ظاہر ہے اسواسطے کہ جو شخص اس طرح پر ایک پورا چلہ کاٹے گا یعنی اول تو اس میں اخلاص ہو پھر ہر روز پانچ دفعہ نیکی کی حرص اور طمع کرتا ہے کہ تکبیر اولی میں ہی نماز میں ملجاتا ہے تو وہ پورا پورا پکا مومن بن جاویگا۔ ۴۰ یوم تک اسقدر محنت کرنے سے ساری عمر کی نماز کی عادت پڑ جاویگی پس پھر کہاں دوزخ

Marfat.com

اور کہاں نفاق۔ وہ پاک طیب ہوکر اس دارفانی سے رخصت ہوگا۔

جتنی جماعت زیادہ ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا

جسقدر جماعت میں کثرت ہوگی اُسیقدر اُس کثرت کے لحاظ سے ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ جماعت کی کثرت خیر کی کثرت اور خیر کی کثرت خیر کی برکت ہے۔ تعداد مدارج تو وہی کی وہی ہیگی یعنے ۲۵ یا ۲۷ مگر ان مدارج کی قدر و قیمت بڑھ جائیگی مثلاً ایک شخص نے ایک پیسہ دوسرے نے ایک روپیہ تیسرے نے ایک اشرفی صدقہ میں دی ہے۔ سو اگرچہ ہر ایک نے ایک ایک چیز دینے میں ایک ایک نیکی تو حاصل کرلی ہے مگر نیکیوں کی قیمت میں فرق ہے اسی طرح اس جماعت کا حال ہے دو شخصوں کی بھی جماعت ہے تین شخصوں کی بھی جماعت ہے سو شخصوں کی بھی جماعت ہے دو شخصوں کی جماعت میں سے بھی ہر ایک شخص کو ۲۵-۲۵ یا ۲۷-۲۷ درجے تو ضرور ملینگے اور سو شخصوں کی جماعت میں سے بھی ہر ایک شخص کو اتنے اتنے ہی درجے ملیں گے مگر چھوٹے شخصوں کے درجوں اور دوسرے شخصوں کے درجوں میں اسی کثرت یا قلت جماعت کے لحاظ سے قدر و قیمت یا خیر و برکت پائی جائیگی۔

عن ابی ابن کعب رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلعم صلوۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلوتہ وحدہ وصلوتہ مع الرجلین ازکی من صلوتہ مع الرجل وما کان اکثر فھو احب الی اللہ عزوجل رواہ ابوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان (بلوغ المرام)

رسول اللہ صلی اللہ فرماتے ہیں کسی شخص کی وہ نماز جو وہ دوسرے شخص کے ساتھ ملکر پڑھتا ہے اکیلی نماز سے پاکیزہ تر ہے یعنی اجر کے لحاظ سے افضل ہے اور جو دو شخصوں کے ساتھ ملکر پڑھتا ہے وہ اسکی اس نماز سے جو تین شخص کے ساتھ ملکر پڑھتا ہے پاکیزہ تر ہے اور جسقدر جماعت میں زیادتی ہوگی اتنی ہی وہ اللہ کو پسندیدہ تر ہے۔

تخفیف و رخصتِ جماعت کی صورتیں اور ان کے مستحق

چونکہ اس جماعت میں جمہور الناس کو شامل ہونا پڑتا ہے اسواسطے ضعیفوں بیماروں بچوں کام کاج والوں وغیرہ وغیرہ کی سہولت اور آرام کے لئے اماموں کو حکم دیا کہ نماز ان کی رعایت کرا اقتدا میں تخفیف کرو اس تخفیف قرات کی بابت کسی قدر مفصل بحث طریق قرآت

Marfat.com

نبوی وغیرہ میں کی گئی ہے اس کو دیکھ لو۔

جب مینہہ جھکڑ آندھی یا کوئی نہایت ہی سردی کی رات ہو تو ایسی حالت میں اُس ذرہ ذرہ کے جاننے والے انسانی نیچر کے خالق اور لطیف خبیر نے اجازت دیدی ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں بلکہ عہد رسالت صلعم میں اذان کے بعد بھی مؤذن کو حکم ہوتا تھا کہ وہ دوسری اذان کی طرح اذان کہے مگر حی علے الصلوٰۃ اور حی علے الفلاح کی بجائے یہہ کلمات بولے۔ الاصلوفی رحالکم الاصلوا فی رحالکم یا صلوا فی بیوتکم دیکھو اذان اور صلوٰۃ المطر۔ جب کھانا بھی تیار ہو اور جماعت بھی تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو وجہ یہی ہے کہ جمہور الناس کی قدرت اور استطاعت کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے عامۃ الناس کب کھانا چھوڑ کر دل کے حضور اور طمانیت کے ساتھ نماز میں داخل ہوں گے ان کا خیال تو اسی طرف کو لگا رہیگا۔ نماز سے فراغت پانے کو غنیمت سمجھیں گے بس پھر یہہ عبادت خالص نہ رہے گی کیونکہ رغبت پائی نہیں جاتی۔ دوسری یہہ بات ہے کہ شاید کھانا خراب نہ ہو جاوے

لاصلوۃ بحضرۃ طعام ولا ھو یدافعہ الاخبثان رواہ مسلم (مشکوۃ)

شارع علیہ السلام نے عام حکم دیدیا ہے۔ کہ کھانا ہوتے کوئی نماز نہیں ہے اور نہ اسوقت جب بول و براز تنگ کر رہی ہوں" کھانا اگر موجود ہو تو اسوقت یہہ اجازت دی گئی ہے۔ اول طعام بعدہ کلام۔ مگر جب ایسی صورت نہ ہو تو پھر نماز چھوڑ کر اس پیٹ کی خاطر جماعت کو چھوڑ کر کھانا لینے چلا جانا یا کسی دیگر دنیوی کام کے لئے نماز کو مؤخر کر دینا۔ مومن کے نشان اور اسکے ایمان کے تقاضا کے مخالف ہے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہہ ہے۔ کھانے کی خاطر۔ کھانا لینے کی خاطر یا کسی اور کام کی خاطر نماز کو مؤخر مت کرو۔ اسی طرح جب بول و براز تنگ کر رہے ہیں تو جماعت میں داخل ہونے سے شارع علیہ السلام نے منع کر دیا ہے۔ بول و براز کے حکم میں ہی ہے ریح کا تنگ کرنا بھی۔ جب یہہ چیزیں تنگ کر رہی ہوں تو اسوقت ظاہر ہے کہ طمانیت جاتی رہتی ہے۔ اور دل اُس طرف لگ سکتا

لا تؤخروا الصلوۃ لطعام ولا لغیرہ (مشکوۃ)

Marfat.com

ہی نہیں۔ خوف اور بیماری بھی عذر ہیں۔ دیکھو صلوۃ الخوف اور صلوۃ المریض مگر جب کوئی لیم اکس کیوز (عذر خام) ہو۔ تو اسوقت کوئی اجازت نہیں ہے۔ مشکوۃ کی فصل اول اور فصل ثالث میں دو حدیثیں ہیں ان کے الفاظ کچھ کچھ مختلف ہیں مآل دونوں کا ایک ہی ہے دونوں حدیثیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں مگر ترجمہ الگ الگ نہیں کیا جاویگا جو اصل مطلب دونوں کا ہے صرف اُسکا ترجمہ کیا جاویگا اور وہ یہ ہے کہ حضرت صلعم سے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے جو اندھے تھے اور جو ہر روز مسجد میں آیا کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے سوال کیا کہ

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال اتی النبی صلعم رجل اعمی فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انه لیس لی قائد یقودنی الی المجد فسأل رسول الله صلعم ان یرخص له فیصلی فی بیته فرخص له فلما ولی دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة قال نعم قال فاجب رواه مسلم - و عن عبد الله ابن ام مکتوم رض قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المدینة کثیرة الهوام والسباع وانا ضریر البصر فهل تجد لی من رخصة قال هل تسمع حی علی الصلوة حی علی الفلاح قال نعم قال فحیّ هلاً ولم یرخص رواه ابو داؤد والنسائی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مدینہ میں کثرت کے ساتھ موذی خرندے (جیسے بچھو سانپ۔ وغیرہ) اور درندے ہوتے ہیں اور میں ہوں اندھا اور میرے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جو مجھے مسجد میں لے آوے۔ اجازت ہو تو گھر پر ہی نماز پڑھ لیا کروں پہلے تو آپ نے اجازت دیدی مگر پھر بلا لیا اور پوچھا کیا تم کو اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ عرض کی کہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا بس پھر کوئی رخصت نہیں ہے۔ نماز کے لئے وقت پر حاضر ہوا کر۔

امت کے اس عذر کے قبول نہ کرنے کی خاص کر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اسکا یہ عذر کوئی عارضی معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ دائمی طور پر ہمیشہ کے لئے جماعت سے محروم رہنے کی

Marfat.com

رخصت مانگتا تھا۔ کیونکہ وہ اندھا تھا اور موت تک اس نے اندھا ہی رہنا تھا۔ بس یہہ عذر تو اس کا دائمی تھا۔ باقی رہا دوسرا عذر یعنی مدینہ کا کیثر الھوام والسباع ہونا۔ سو یہہ بات بھی کچھ چند روزہ نہ تھی تیسرا عذر یہہ تھا کہ کوئی قائد نہ تھا۔ سو البتہ یہہ عذر کسی قدر عارضی سمجھا جا سکتا تھا اور یہہ بھی ممکن ہے کہ یہہ عذر دائمی رہتا کیونکہ مدامی طور پر اپنے لئے کسی نوکر یا غلام کا رکھنا دولت کا کام ہے خیر کچھ ہو اس عذر کو چھوڑ دو۔ باقی دو عذر عارضی نہ تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اجازت دیدیتے تو اسکے یہی معنے ہوتے کہ وہ عمر بھر ثواب جماعت سے محروم رہے۔ ہاں اگر کوئی عارضی عذر ہوتا تو اسکو ضرور رخصت مل جاتی۔ جیسا کہ عتبان بن مالک اندھے کو جو امام قوم بھی تھا آپ نے عارضی عذر کیوجہ سے

عن محمود بن الربیع الانصاری ان عتبان بن مالک کان یؤم قومہ وھو اعمی وانہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلعم انہا تکون الظلمۃ والسیل وانا رجل ضریر البصر فصل یا رسول اللہ صلعم بیتی مکانا اتخذ مصلی فجاءہ رسول اللہ صلعم فقال این تحب ان اصلی فاشار الی مکان من البیت فصلی فیہ رسول اللہ صلعم (بخاری باب الرخصۃ فی المطر الخ)

رخصت دیدی

محمود بن ربیع انصاری فرماتے ہیں کہ عتبان بن مالک اپنی قوم کا امام تھا اور وہ اندھا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیری راتیں ہیں اور بارش کے سبب سے رَو (اور کیچڑ وغیرہ) ہیں اور میں ہوں نابینا۔ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں۔ تاکہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے گھر میں گئے اور فرمایا بتا کہاں نماز پڑھوانی چاہتا ہے اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اس جگہ نماز پڑھی۔

امامت

اس جماعت کے لئے سب سے پہلی ضرورت امامت کی ہے یعنی کوئی ایسا شخص چاہیئے جو اس جماعت کی کارروائی کو عمدہ طور پر بھگتا دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔ یعنی جماعت کی نماز کو ادا کرا اور کرا سکتا ہو۔ دراصل نماز تو ہر ایک شخص کی بجائے خود اپنی اپنی ہی ہوتی ہے جماعت کے لوگوں کو قرآن مجید کا صرف وہی حصہ غور و تدبر کے ساتھ سننا پڑتا ہے جو امام باواز بلند فاتحہ کے علاوہ پڑھتا ہے۔ جو لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے قائل نہیں ہیں وہ تو فاتحہ اور فاتحہ کی علاوہ باقی جو کچھ قرآن کریم پڑھا جاتا ہے سب کا سب سنتے ہیں اور جو وجوب کے قائل ہیں وہ پہلے خود پڑھ لیتے ہیں پھر اگر موقع ملے تو وہ بھی فاتحہ سمیت قرآن کریم کو سنتے ہیں۔ اور اگر موقع نہ ملے تو خیر غرضکہ کل جماعت کو قرآن کریم سننا پڑتا ہے باقی کل نماز جیسی امام کی ہے ویسی ہی ماموم کی اگر امامت نہیں تو پھر اجتماع کا کیا فائدہ۔ اگر امام نہیں تو پھر یہ اجتماع وہی میلہ کا میلہ یا بے مہار شتروں کا گلہ ہے۔ پس ضرور ہوا کہ کوئی نہ کوئی امام ضرور ہو۔ جس طرح اور سوسائٹیوں میں پریسیڈنٹ امیر مجلس ہوتے ہیں اور اس مجلس کی کارروائی کو بھگتاتے ہیں اسی طرح یہاں بھی امام درکار ہے جس طرح پریسیڈنٹ صرف وہی مقرر ہوتا ہے جو اس سوسائٹی کے اغراض کے لحاظ سے سب سے قابل ہو اسی طرح اس جماعت کے لئے بغرض تکمیل اغراض جماعت کوئی قابل امام ہونا چاہیئے۔ پس ذیل میں ہم امام جماعت کی صفات لکھتے ہیں۔

احق امامت کون ہوسکتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قوم کا امام اقرأ ہو (وہ شخص جو قرآن مجید سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو یا سب سے زیادہ جانتا یا سمجھتا ہو) اور اگر ایسے کئی ایک اقرأ ہوں تو ان میں سے پھر وہ امام مقرر ہو جو سب سے زیادہ سنت کا علم رکھتا ہو۔ اور اگر اس علم میں بھی کئی ایک آپس میں برابر برابر ہوں تو پھر وہ

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرأ هم لکتاب اللہ تعالےٰ فان کانوا فی القراۃ سواء فاعلمهم بالسنۃ فان کانوا

Marfat.com

فی السنۃ سواء فاقدمہم ھجرۃ فان کانوا
فی الھجرۃ سواء فاقدمہم سلماً وفی
روایۃ سناً ولا یؤمن الرجل الرجل
فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ
الا باذنہ رواہ مسلم (بلوغ المرام) وفی
روایۃ لمسلم ولا یومن الرجل الرجل
فی اھلہ (مشکوۃ)

امام ہو جس نے ان میں سے سب سے پہلے ہجرت
کی ہو اگر ہجرت میں برابر برابر ہوں تو پھر وہ
امام ہو جس نے ان میں سے سب سے پہلے اسلام
قبول کیا ہو یا جو انمیں سے عمر میں سب سے بڑا
ہو اور (دیکھنا کہ) بادشاہ کی بادشاہی میں
اسکی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا امام نہو اور کسی
کے گھر میں اُسکی مسند پر اُسکی اجازت کے بغیر
کوئی دوسرا نہ بیٹھے اور نہ کوئی دوسرا شخص
کے گھر میں امامت کرائے۔

اس حدیث سے جسکے راوی ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اقرأ کی امامت
اولیٰ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اقرأ کے لفظ سے مراد کیا ہے۔ کئی حضرات ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک
احق امامت اقرأ ہے۔ نہ کہ اعلم وافقہ۔ گویا ان کے نزدیک تو اقرأ وہ شخص ٹھیرا جسکو اور لوگوں کی
نسبت قرآن کریم بلحاظ الفاظ نہ بلحاظ فہم زیادہ تر یاد ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ جو حافظ قرآن کریم ہو۔
بعض کے نزدیک اقرأ وہ شخص ہے جو احسن الصوت ہو۔ امام مالک اور امام شافعی رحمتہ اللہ تعالے
علیہما فرماتے ہیں کہ احق امامت اعلم اور افقہ ہے اگرچہ اسکو تھوڑے سے تھوڑا قرآن مجید بھی حفظ کیوں
نہ ہو وجہ یہہ بیان کی جاتی ہے کہ قرأت نماز کے لئے قرآن کریم کا تھوڑا سا یاد ہو جانا بھی کافی ہے
مگر نماز کے متعلق جو ضروری مسائل ہیں ان کا جاننا کامل الفقہ عالم کا کام ہے۔ تو گویا ان کے
نزدیک اقرأ سے مراد وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کو سب سے عمدہ تر سمجھتا ہو۔ ان کی دلیل یہ بھی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بڑے اصرار کے ساتھ مرض الموت میں سب
حافظوں اور قاریوں کو جن میں اُبی بن کعب جیسے احسن الصوت بھی موجود تھے چھوڑ کر صرف
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کو امام مقرر فرمایا۔ اور یہہ معلوم ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالے
عنہ حافظ قرآن نہ تھے۔

اس حدیث شریف میں دو لفظ ایسے ہیں۔ کہ ان کی تشریح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اور

انہیں دو لفظوں پر ساری حدیث کا مدار ہے ایک تو لفظ یؤم ہے دوسرا لفظ اقرا یؤم مشتق از امامۃ ہے اور اقرأ مشتق از قرأت ہے۔ امامت مشہور لفظ ہے خود یہہ لفظ دلالت کر رہا ہے کہ امامت کرانے والا شخص کم از کم اُن تمام مسائل ضروریہ سے جنکے بغیر امامت نہیں ہو سکتی بخوبی واقف ہے اور ان مسائل کا جاننا سنت نبوی کے جاننے پر موقوف ہے کیونکہ قرآن کریم میں نماز کا صرف حکم ہی ہے نماز کی کیفیت اور نماز کے متعلق جو اسقدر دفترون کے دفتر لکھے پڑے ہیں۔ وہ سب کے سب یا تو عین بعین سنت نبوی یا مستنبط از سنت نبوی ہیں اور بس۔ تو گویا اس امام کو کم از کم سنت نبوی میں سے اسقدر بہرہ ضرور ہونا چاہئے کہ وہ ان تمام مسائل میں جنکے بغیر امامت نہیں ہو سکتی خوب ماہر ہو۔ باقی رہا لفظ قرأت اس کے معنی ہیں پڑھنا۔ سو سلف صالحین کا قول ہے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے اصل مقصود یہہ ہے کہ قرآن کریم میں فہم و تدبر اور تفکر و تعقل وغیرہ حاصل ہو۔ اور مسائل سمجھ کر ان پر عمل ہو۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا یا اس کا حفظ کر لینا اسکے معانی کے سمجھنے کا وسیلہ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ جو اس حدیث اقرأ کے راوی ہیں اُنکا قول ہے کہ ہم قرآن مجید کی دس آیات سے آگے نہ پڑھتے تھے جبتک کہ ان آیات کے احکام اور مناہی وغیرہ نہ سمجھ لیتے تھے۔ سلف صالحین کا قاعدہ تہا کہ جبتک ایک آیت کو سمجھ نہ لیتے تھے اُس سے آگے دوسری آیت کو ہاتھ نہ لگاتے تھے قرآن مجید میں اس قسم کی آیات ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون وغیرہ وغیرہ جسقدر ہیں جب ان کو پڑھتے تو پھر وہیں مراقبے میں پڑ جاتے اور سوچتے۔ اگر ان آیات کو سوچکر مطلب برآری کر لیتے تو اللہ کا حمد کرتے اور پھر اگلی آیت کو شروع کرتے ورنہ اسی آیت پر جھونپڑی ڈال دیتے اور جبتک اُسکو نہ سمجھ لیتے خواہ سفر کر کے خواہ گھر میں ہی رہ کر تب تک اگلی آیات کو شروع نہ کرتے۔ اسیواسطے ان آیات کو مراقبات قرآنیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اسطرح پر سمجھ سمجھ کر سورہ بقر پڑھتے تھے کہ اسکے پڑھنے میں ان کو بعض کے نزدیک آٹھ اور بعض کے نزدیک بارہ سال لگ گئے۔ (قرأت کے متعلق بعض صحابہ کے اقوال ہم نے آگے مضمون طریق قرأت نبوی میں لکھے ہیں پہلے ان اقوال کو بھی پڑھ لو۔) غرضکہ اصل مقصود قرأت قرآن مجید یہی ہے کہ آیات الٰہیہ میں تدبر اور تفقہ اور تفکر ہو۔ پس اس حدیث میں احق

Marfat.com

امام کی صفت میں جو افطا قرأ آیا ہے تو اسکے معنے یہی درست معلوم ہوتے ہیں کہ وہ شخص جو مسایل ضروریہ امامت کے علاوہ قرآن شریف میں تدبر کرنے سے اسکے مطالب و مقاصد کے سمجھنے۔ اسکے لطایف و اسرار اور اسکے دقایق اور حِکَم کے جاننے میں اپنی قوم (جماعت کے لوگوں) میں سے سب سے زیادہ ماہر ہو اگرچہ سنت نبوی میں قرآن مجید کے مقابلہ میں اتنی پوری مہارت نہ رکھتا ہو۔ گویا اس حدیث میں دو اماموں کا مقابلہ کیا گیا ہے ایک امام تو اقرأ لکتاب اللہ ہے دوسرا امام اعلم بالسنۃ ہے۔ اقرأ کا حال تو معلوم ہو گیا کہ وہ شخص ہے جو مسایل امامت کے علاوہ قرآن مجید کی آیات میں تدبر کرنے اور اسکے مطالب و مقاصد کے سمجھنے میں سب سے بڑھ کر ہو اگرچہ سنت نبوی کے جملہ علوم و مسایل میں اُسکو کلی دسترس نہ ہو اور اعلم بالسنۃ وہ شخص معلوم ہوتا ہے جسکو جملہ علوم و مسایل سنت میں پہلے درجہ کی مہارت ہو مگر علوم قرآن میں چنداں مہارت نہ رکھتا ہو اور کتاب و سنت چونکہ آپسمیں لازم و ملزوم ہیں اور سنت نبوی ھدیل اور مثل قرآن ہے اسواسطے لازمی نتیجہ یہہ نکلا کہ جسکو قرآن مجید سمجھنا آتا ہے اسکو سنت نبوی میں سے بھی ضرور کچھ نہ کچھ حصہ ملا ہوا ہے۔ اور جسکو سنت نبوی میں سے پورا پورا حصہ ملا ہوا ہے اسکو قرآن کریم میں سے بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملا ہوا ہے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کسی شخص کو دونوں میں سے پورا پورا حصہ ملا ہوا ہو۔ اور یہہ بالکل ناممکن ہے کہ کسی شخص کو قرآن کریم کا فہم تو ہو مگر سنت سے بالکل عاری ہو۔ یا جسے نرا سنت کا علم ہو مگر قرآن سے خالی ہو۔ پس شارع علیہ السلام نے قرآن اور سنت دونوں میں سے اصل معیار صرف قرآن کریم کو ٹھیرایا ہے پس پہلی قسم کا امام دوسری قسم کے امام سے قرآن مجید میں زیادہ تر اور سنت میں کم تر ماہر ہے اور دوسری قسم کا امام پہلی قسم کے امام سے سنت میں زیادہ تر اور قرآن میں کم تر ماہر ہے اور تیسری قسم کا امام دونوں قسموں کے اماموں سے افضل ہے اور ہر ایک قسم میں اصل معیار صرف قرآن کریم ہی ہے اور اس اصل معیار کے علاوہ جس جسقدر اقدم اور وصف بڑھتے گئے ہیں اسیقدر امامت کی اولویت بڑھتی گئی ہے اور قرآن کریم کو سنت پر مقدم رکھنے کی وجہ اظہر من الشمس ہے اور وہ یہہ ہے کہ اسمیں لوگوں کو نہ صرف قرآن کریم کے حفظ کرنے بلکہ اسکے مطالب و مقاصد کے سمجھنے اور اسکی رات دن خدمت کرنے کی ترغیب اور تحریک پائی جاتی ہے

کیونکہ قرآن مجید ہی تو سارے دین کی جڑھ ہے سارے عالموں اور فقیہوں کے علوم کا ماخذ ہے
اور قرآن مجید ہی پر دین کا مدار ہے سنت نبوی اس اصل معیار کا یار غار ہے۔
پس احق امامت اقرأ ہے اسکے بعد اعلم بالسنۃ ہے اسکے بعد پھر وہ جو ہجرت میں مقدم ہو۔
ہجرت کا لفظ عام ہے مدینہ منورہ میں زمانہ نبویؐ میں مہاجرین مکہ میں اور اب انہیں مہاجرین کے
اولاد میں اس ہجرت کو معیار مقرر فرمایا گیا ہے۔ باقی رہے دیگر ممالک سو ان میں بھی ان کی
اپنی ہجرت معیار مقرر ہو سکتی ہے۔ ہجرت کو معیار مقرر کرنا بھی ہجرت کی تعظیم و تکریم کے لئے
ہے کیونکہ دین کے بچانے کی خاطر گھر بار و دیگر تعلقات کو چھوڑ چھاڑ کر چلا جانا اولوالعزم اور
پرلے درجہ کے صابرین کا کام ہے ایسے شخص واقعی قابل قدر ہیں اور ان کی زندگی لوگوں کے
لئے بڑا بھاری نمونہ خیر ہے۔ اسکے بعد اگر ہجرت میں بھی برابر برابر ہوں تو وہ شخص جس نے
اسلام کو پہلے قبول کیا ہو یا جو عمر میں بڑا ہو دونوں کی وجہیں ظاہر ہیں۔ اگر اسلام پہلے قبول
کیا ہے تو مسارعت الی الخیر کا مادہ اسمیں زیادہ ہے اور اگر عمر میں بڑا ہے تو وہ صاحب وقار اور
سنجیدہ اور تجربہ کار ہوگا اسکی دانائی اور عقل پختہ ہوگی۔ یہاں تک تو حدیث شریف کا مطلب
بیان ہوا۔ اور اگر عمر یا اسلام میں بھی مساوی مساوی ہوں تو پھر یا تو قرعہ اندازی کی جاوے
یا ووٹ لئے جاویں کیونکہ شریعت اسلام نے ایسے امور کے تنازع کے وقت کل دنیا کے ان
مسلم قاعدوں کو مسلم رکھا ہے۔ قرعہ اندازی اور میجارٹی اوڈونس (کثرت رائے) دونوں سے
ہی اس قسم کے تنازع رفع ہو جاتے ہیں اس حدیث کے پچھلے ٹکڑے سے دو باتیں اور معلوم ہوتی
ہیں اول یہہ کہ جہاں بادشاہ موجود ہو تو وہاں وہی احق امامت ہے اگرچہ نہ وہ اقرأ ہو اور نہ اعلم بالسنۃ
ہو اور نہ اسمیں کوئی اور وصف موجود ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی امامت میں عملی طور پر جو جو کچھ نیک اثر
لوگوں پر پڑ سکتا ہے وہ دوسرے کی امامت سے نہ پڑیگا۔ دوم یہہ کہ صاحب البیت بھی احق امامت
ہے۔ کیونکہ صاحب البیت کو جو کچھ اپنی جماعت کے لوگوں کے مختلف حالات معلوم ہیں وہ
غیر شخص کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور نہ وہ ان کی رعایت رکھہ سکتا ہے دوسری یہہ کہ اس کی
دل شکنی کا باعث ہے۔ اگر اجازت دیدیوے تو پھر احق وہی ہے جس کو اجازت دی جاوے
خلاصہ یہ ہے کہ حق امامت یہہ شخص ہیں۔ اول بادشاہ۔ دوم اسکا کوئی گورنر۔ یا خلیفہ یا نائب

Marfat.com

سوم نمبر جسے بادشاہ یا اُسکا گورنر اجازت دیدیں۔ چہارم اقرأ۔ پنجم اعلم بالسنۃ ششم جسنے پہلی ہجرت کی ہو۔ ہفتم جو پہلے پہل مسلمان ہوا ہو یا جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ ہشتم جسکے نام قرعہ نکلے۔ یا جسکے حق میں ووٹ زیادہ ہوں۔ جہاں کوئی بالغ ایسا نہ ہو جسے قرآن مجید آتا ہو تو وہاں نابالغ بچہ بھی جسے نماز پڑھانے کے طریق کے علاوہ کچھ قرآن کریم یاد ہو احق امامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں یعنی نزول وحی کے زمانہ میں عمرو بن سلمہ چھ یا سات برس کا لڑکا اپنی قوم کے جوانوں اور بڈھوں کی امامت کیا کرتے تھے۔ پس ایسی صورت میں احق امامت بچہ بھی ہو سکتا ہے اور اسکی احقیت اُسکے قرآن جاننے کے سبب سے ہوتی ہے امامت کے متعلق موٹی موٹی عملی باتوں کا سیکھنا کافی ہے اور عمرو بن سلمہ ایسا لڑکا تھا کہ وہ اپنی قوم کے کفر کے زمانہ میں ہی مسلمانوں کے قافلے سے جو ان کے پاس سے گذرتا تھا قرآن کریم بڑے شوق سے سیکھتا اور حفظ کر لیا کرتا تھا۔ سو صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے شوق سے کسی کام کو کرتا ہے اُسکو اُس کام میں ایک خاص قسم کا مذاق ہوتا ہے۔ پس عمرو بن سلمہ نہ صرف قرآن کریم کے معانی ہی سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ یہ اُسکی مادری زبان تھی بلکہ اُس کو اُسکا فہم اور تدبر بھی ضرور تھا۔ کیونکہ شوق اور ذوق صرف فہم اور تدبر وغیرہ پر منحصر ہیں۔ نہ کہ صرف سرسری لفظی معانی پر جہاں کہ بلا سمجھے صرف الفاظ کے پڑھنے پر۔ ہمارے ملک کے وہ تمام قاری اور حافظ جو قرآن کریم کا لفظی ترجمہ تک نہیں جانتے اس امتحانِ مقابلہ میں داخل ہونے کے قابل ہی نہیں۔ وہ گوش ہوش کھولیں اور کم از کم قرآن کریم کا اتنا حصہ تو سمجھ کر پڑھ لیں جو عموماً نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اور ذری ہمت کریں تو سارے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ سمجھ سمجھ کر پڑھ لیویں۔

کوئی شخص خواہ کتنا ہی عالم۔ فاضل۔ فقیہ۔ قاری۔ حافظ کیوں نہ ہو اگر لوگ اسکو اپنا امام بنانا پسند نہ کریں تو ہرگز ہرگز امام نہ بنے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلعم یقول ثلاثۃ لا تقبل منہم صلوتہم من تقدم قوما وہم لہ کارہون

تین شخصوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا اُن میں سے ایک تو وہ شخص ہے۔ جو لوگوں کا امام بن بیٹھے اور وہ اُسے بُرا جانتے ہوں

Marfat.com

الحدیث اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ (مشکوۃ)

یہہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر ترمذی نے اسی مضمون کی حدیث بیان کرکے اُسکو حسن کہا ہے اور اور بھی احادیث اس مضمون کی ہین جو ایک دوسری کی مؤید اور مقوی ہیں (الروضۃ الندیہ)

امام مین اگر کوئی واقعی مذموم شرعی ہے تو وہ اسی لایق ہے کہ لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے کو برا جانیں اور اگر کوئی مذموم شرعی نہیں ہے تو یہہ لوگوں کی بے جا ہٹ دھرمی ہے وہ بیشک نماز پڑھاوے اور اگر جماعت میں سے کچھہ لوگ اُسکو برا جانیں اور کچھ لوگ اُسکی امامت کو پسند کریں تو پھر کثرت رائے پر عمل کیا جاویگا۔ (حاشیہ مشکوۃ بحوالہ مرقاۃ)

شریف النسب اَوْرَعْ اور ناقص الطہارت امام

جو شخص قرآن کریم اور سنت رسول رحیم م کو اپنی جماعت بھر میں سے سب سے عمدہ طور پر جانتا اور سمجھتا ہے وہ ظاہر ہے کہ اعلی درجہ کا نیکوکار بھی ہوگا۔ مگر ممکن ہے کہ اسکی جماعت میں سے کئی ایک لوگ اُس سے اعمال کے لحاظ سے برتر اور فایق ہوں اسواسطے امامت کے لئے یہہ شرط نہیں ہوسکتی کہ وہ ضرور سب لوگوں میں سے اَوْرَع یعنے پرہیزگار اور نیکبخت بھی ہو معصوم تو انبیا علیہم الصلوۃ والسلام ہی تھے۔ وہ اب کہاں! ہاں پڑھے ہوؤں میں سے جو شخص سب سے زیادہ نیک اور صالح ہو اُسکا امام ہونا جماعت کی سعادت کا نشان ہے اور جہانتک ممکن ہو ایسا ہی شخص امام مقرر کرنا چاہئے۔ اسی طرح یہہ بھی ضروری نہیں ہے کہ امام سب لوگوں میں سے شریف النسب ہی ہو اس طرح اگر جانچ پڑتال کی جانے لگی تو قافیہ تنگ ہوجاویگا۔ اس قسم کی قیود لگانے سے جمہور الناس کو حلقہ جماعت میں شریک ہوکر فایدہ اُٹھانے کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا۔

اگر کوئی امام ناقص الطہارت ہو اور اس نے اُسی حالت میں نماز پڑھا دی تو مقتدیوں کی نماز کا نقصان نہیں ہے اگر ان کو معلوم ہوجاوے تو احتیاط اسی میں ہے کہ دوبارہ نماز پڑھ لیں امام کی اپنی نماز نہیں ہوتی وہ ضرور اعادہ کرے۔ اگر دیدہ دانستہ کیا ہے تو بڑا بھاری فاسق ہے

عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ م یصلون لکم فان اصابوا فلکم وان اخطاؤا فلکم وعلیہم رواہ البخاری (مشکوۃ)

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کچھ ایسے امام ہونگے جو تم

نماز پڑھائینگے اگر اچھی طرح نماز پڑھائینگے تو (ثواب انکو بھی ہوگا) اور تم کو بھی۔ اور اگر اچھی طرح نہ پڑھائینگے تو ثواب تمکو اور وبال انپر ہوگا۔

عورت مردوں کی امام نہیں ہوسکتی

لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ (الروضۃ الندیہ)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہ پائیگی جو اپنے امور کے لئے کسی عورت کو والی بنائیگی۔ یہہ حدیث اگرچہ عام ہے مگر امر نماز کا اہتمام اسکے ہاتھہ سے دینا بھی اس کے اندر شامل ہے۔ ذیل کی حدیث اگرچہ واہی الاسناد ہے مگر اسی

لا تؤمن امرۃ رجلاً الحدیث ابن عدی (بلوغ المرام)

کے موئید ہے کہ عورت مرد کی امام ہرگز نہ بنے۔

وجہ اسکی اظہر من الشمس ہے اول تو عورت خود قدرتی طور پر مرد کی نسبت ناقص ہے اور اسلام کا یہہ حال ہے کہ وہ اُن تمام مظان کا بھی جانی دشمن ہے جہاں پر کسی منکر (برا کام) یا منہی عنہ (ممنوع کام) کے ارتکاب کا گمان ہو۔ پس عورت مردوں کی امام کیونکر ہوسکتی ہے۔ بلکہ اسلام نے اگر عورت کو مردوں کی جماعت میں نماز پڑھنے کی اجازت دی بھی ہے تو سب قسم کے رخنے بند کرنے کے بعد جیسا کہ آگے (ترتیب صفوف) میں ذکر آئیگا اور اس مظنہ کی بندش یہانتک کی ہے کہ عورت کو تو بھلا مردوں کے امام بننے سے منع کرنا ہی تھا۔ ایک اجنبی مرد کو اجنبی تنہا عورت کا امام بننے سے منع کردیا ہے البتہ عورت کا محرم اُسکا امام بن سکتا ہے۔ کیونکہ

عورت کا محرم اسکا امام بن سکتا ہے۔

اس میں کوئی کسی قسم کا مظنہ نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالی اس مرد پر رحم کرے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلعم رحم اللہ رجلاً قام من اللیل فصلے وایقظ امراتہ فصلت فان ابت نضح فی وجھہا الماء رحم اللہ امراۃ قامت من اللیل فصلت وایقظت زوجہا فصلے فان ابی نضحت فی وجہہ

جو رات کو اُٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر بیوی جاگ کر نماز پڑھنی نہ چاہے تو اسکے مونہہ پر پانی کے چھینٹے مارے اللہ تعالی اُس بیوی پر رحم کرے جو رات کو اُٹھی اور نماز پڑھی اور اپنے میاں کو جگادے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر جاگ کر

Marfat.com

رواہ ابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ)

نماز نہ پڑھنی چاہئے تو اسکے مونہہ پر بانی کے چھینٹے مارے۔

اس حدیث میں اگرچہ صراحت جماعت میاں بیوی نہیں ہے مگر بچہ کی حدیث میں صراحت بھی موجود ہے حضرت ابوسعیدؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کو جگا تا ہے اور پھر دونوں اکٹھے ملکر دو گانہ پڑھتے ہیں تو دونو فہرست ذاکرین و ذاکرات میں درج ہو جاتے ہیں یعنے اللہ تعالےٰ ان کو اُن لوگوں میں شامل کر دیتا ہے جو اسکو رات دن یاد کرنے والے ہیں۔ خواہ مرد ہو خواہ عورتیں۔ سبل السلام میں ابی بن کعب کی ایک حدیث جو طبرانی کی نزدیک حسن الاسناد ہے درج ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابی بن کعبؓ نے کہا کہ آج رات مینے ایک عمل کیا ہے آپنے پوچھا کہ وہ عمل کیا ہے عرض کی کہ میرے گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ تو قاری ہے ہم کو نماز پڑھا میں آٹھ رکعت اور وتر ان کو پڑھا دیئے نبی صلعم نے سنکر سکوت فرمایا اور میں نے آپکے سکوت کو رضا سمجھ لیا

من ابی سعید وابی هریرة رضی الله تعالےٰ عنهما قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ایقظ الرجل اهله من اللیل فصلیا او صلی رکعتین جمیعا کتبا فی الذاکرین والذاکرات رواه ابوداؤد وابن ماجة (مشکوٰۃ)

عورت عورتوں کی امام ہو سکتی ہے۔

اس باب میں کوئی مانع وارد نہیں ہے اور نہ کوئی وجہ ممانعت نظر آتی ہے بلکہ حدیث ذیل اس کی موئید ہے۔ ام ورقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھا دیا کرے سبل السلام میں لکھا ہے کہ اس عورت کا ایک بوڑھا مؤذن اور ایک غلام

عن ام ورقة رضی الله عنها ان النبی صلعم امرها ان تؤم اهل دارها رواه ابوداؤد والنسائی وصححه ابن خزیمة (بلوغ)

Marfat.com

اور ایک لونڈی تھی اور ظاہر ہے کہ وہ ان تینوں کو نماز پڑھاتی تھی گویا وہ اپنے گھر کے مردوں کو پڑھاتی تھی جمہور کے نزدیک ایسی امامت کہ جسمیں کسی عورت کے پیچھے مرد کھڑے ہوں وہاں نہیں ہے اگرچہ ابو ثور مزنی اور طبری اس کے صحت کے قایل ہیں۔

متنفل مقتفل اور مفترض دونو کا امام ہو سکتا ہے

حضرت صلعم کے پیچھے نفلوں کی نمازوں میں بہت سے صحابہ نفل پڑھتے تھے۔ حضرت صلعم کے پیچھے معاذ رض عشار کی نماز پڑھ کر پھر اپنی مسجد میں جاکر اپنی قوم کو عشار کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہہ دوسری نماز ان کی نافلہ ہوتی تھی۔

امام کا موقف

دنیا میں دنیا داروں میں جو مشرکانہ تعظیم اور نیز حاکم و محکوم۔ امام و ماموم۔ راجہ و پرجہ اور خادم و مخدوم میں رایج ہے۔ بس اسکا بھی اسلام جانی دشمن ہے۔ بجائے خود ادب و لحاظ و تعظیم ایسی باتیں ہیں کہ اسلام ان کی تعلیم عملی طور پر کراتا ہے۔ مگر ایک حد کے اندر اندر اسی لحاظ سے بعض ایمہ اسلام نے امام کے موقف کی تمیز کا بھی نوٹس لیا ہے۔

حقیقت یہہ ہے کہ اگر فی الواقع یہہ تمیز موقف مشرکانہ تعظیم کے لئے ہے تو پھر کہاں کی نماز اور کہاں کی عبادت اور اگر ایسی تمیز نہیں ہے تو پھر خیر۔ کیونکہ نبی صلعم نے ایک دفعہ منبر پر چڑھ کر نماز پڑھائی تھی۔ پس اگر یہہ خیال نہ ہو تو موقف کی اونچائی۔ نچائی۔ دوری وغیرہ کچھ چیز نہیں ہے۔ (بدور الاہلہ)

فرائض امام

الامام ضامن الحدیث (مشکوٰۃ)

امام کو چاہئے کہ وہ اپنے تئیں ساری جماعت کا ضامن سمجھے حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ امام قوم کا ضامن ہوتا ہے اگر نماز کو خراب طور پر پڑھائیگا تو سب کا وبال اسی پر اسکی اپنی گردن پر پڑے گا۔ اپنی جماعت کے نیک و بد کا پتہ رکھے۔ ان کی مصلحتوں کا ہمیشہ نگہبان رہے۔ لوگ سب ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے۔ کوئی بڈھا ہے کوئی جوان ہے کوئی بچہ ہے کوئی بیمار ہے۔ بیمار کوئی کمزور ہے کوئی ضروری کام کو چھوڑ کر آیا ہے اور اسی میں اس کا دل لگا ہے کوئی ایسا ہے کہ دیر تک اسکا وضو ٹھیر ہی نہیں سکتا۔ پس ضرور ہے کہ قرات کے وقت

Marfat.com

ان سب باتوں کا لحاظ رکھہ لیا کرے۔ اسیواسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا صلے احدکم للناس فلیخفف الحدیث یعنی تم میں سے جسوقت کوئی لوگوں کو نماز پڑھاوے تو تخفف سے کام لے۔ مگر یہہ تخفیف ایسی بھی تو نہ ہو کہ صرف قرأت کا نام ہی نام رہجاوے اس قرأت اور اسکی تخفیف کی تشریح مفصل طور پر مضمون طریق قرأت نبوی وغیرہ میں ہے وہاں دیکھو

ماموم اور اسکا موقف - جو شخص امام کے ساتھہ ملکر نماز پڑھتا ہے اسکو ماموم کہتے ہیں اگر ایک ہی شخص ہے تو امام کے داہنے ہاتھہ اسکے ساتھہ ہی کھڑا ہوجاوے اور اگر ایک سے زیادہ ماموم ہیں تو امام کے پیچھے اس طرح پر کھڑے ہوں کہ امام ان کے وسط میں آجاوے اور امام سے اتنے فاصلہ پر کھڑے ہوں کہ رکوع سجود آرام کے ساتھہ کرسکیں ماموم کو مؤتم اور مقتدی بھی کہتے ہیں۔

فرائض ماموم - ماموم کو چاہئے کہ امام کی اطاعت و اتباع کرے حتی کہ مسافر بھی جسپر قصر واجب ہے مقیم امام کے پیچھے پوری چار رکعت پڑہے اگر وہ پہلی رکعت میں ہی ساتھہ مل گیا ہے۔ کیونکہ اگر اتباع ہی نہیں ہے تو پھر امام کس واسطے ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جُعِلَ الامام لیؤتم بہ فلا تختلفوا علیہ فاذا رکع فارکعوا و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا - اللھم لک الحمد واذا سجد فاسجدوا واذا صلے قاعداً فصلوا قعوداً اجمعین رواہ ابوداؤد وھذا لفظہ واصلہ فی الصحیحین وفی روایۃ واذا قال ولا الضالین - فقولوا آمین وفی البخاری عن النبیؐ فلا ترکعوا حتی یرکع ولا ترفعوا حتی یرفع

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ اس کی اقتدا کریں یعنی اسکی تابعداری کریں سو دس رکھو کر) اسکی مخالفت نہ کرنا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو اللھم لک الحمد اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھہ کر نماز پڑہے تو تم بھی بیٹھہ کر نماز پڑہو سب کے سب۔ یہہ ابوداؤد کی عبارت ہے اور اصل اسکی صحیحین میں موجود ہے۔ اور ایک روایت میں ہے [illegible]

Marfat.com

وفی مسلم ایہا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف فانی اراکم امامی ومن خلفی۔ (مشکوٰۃ)

"ولا الضالین" تو تم کہو "آمین"۔ اور بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں "جب تک وہ (امام) رکوع نہ کرے تب تک تم رکوع نہ کرو اور جب تک وہ سر نہ اٹھاوے تب تک تم سر نہ اٹھاؤ"۔ اور مسلم میں یوں ہے "اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں پس مجھ سے آگے نہ بڑھنا نہ رکوع میں نہ سجود میں نہ قیام میں اور نہ نماز سے فارغ ہونے میں۔ کیونکہ میں تم کو اپنے آگے اور اپنے پیچھے دیکھتا ہوں"۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا پچھلا ٹکڑا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھکر پڑھو منسوخ ہو گیا ہوا ہے۔ اور اسکی تنسیخ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں عملی طور پر دکھادی کیونکہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور قوم نے کھڑے ہو کر۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام نے اُن تمام مظنتوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا ہے۔ جو شرک کا کچھ بھی ذریعہ بنتے ہیں۔ دنیا بھر میں شروع سے لیکر آجتک دنیاداروں میں برابر یہ دستور چلا آیا ہے۔ کہ اپنی امیر (بادشاہ) کنگ (بادشاہ) لیڈر (رہنما) ملک سلطان خلیفہ۔ شاہ۔ خاقان۔ زار۔ فرعون۔ امام۔ مقتدا وغیرہ وغیرہ کی تعظیم اس طرح سے کریں کہ وہ نہ بیٹھے ہوں اور انکے خدام دست بستہ برابر ان کے روبرو صف بستہ کھڑے رہیں۔ شارع علیہ السلام نے اس قسم کی ناجائز بلکہ شرکیہ تعظیم کے ساتھ مشابہت نہ ہونے دی۔ اور حکم دیدیا کہ ان لوگوں کی اس رسم کو توڑ دو۔ اور امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھو۔ مگر جب اسلام خوب چمک پڑا اور ان مظان شرک کے خود بخود دلوں سے وقعت اٹھ گئی گئی۔ اور اس کی بجائے یہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ مسلمان برتر و بالا ہے اس بات سے کہ کسی غیر جنس یا ہمجنس مخلوق کی تعظیم حد سے زیادہ کرے۔ تو پھر اسوقت حکم اول کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ اب اسکی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اب امام اگر عذر کے سبب سے بیٹھ کر نماز پڑھانا چاہے تو وہ بیٹھ کر پڑھا سکتا ہے مگر قوم کو اجازت نہیں ہے۔ کہ وہ بھی بیٹھ جاویں۔ اور اگر یا قوم کسی عذر کے سبب سے کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کو اجازت ہے کہ امام اگر کھڑا ہے تو کھڑا رہے۔ وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے۔ الحمد للہ علی ھذا

Marfat.com

حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ امام کی متابعت ان باتوں میں کرنی چاہئے اول یہ خفض و رفع کے وقت اسکے پیچھے چلیں یہ نہو کہ رفع کے حالت میں ہو اور ہم خفض کی حالت میں یا بالعکس کیونکہ ایسا کرنے میں یہ کوئی نماز نہ ہوئی بلکہ ٹھٹھا اور تماشا ایسے اختلافاتِ مبیات ... وقار تمیز۔ ادب۔ تہذیب سب کے خلاف ہیں۔ دوم جب امام کوئی دعاء مانگے تو ہم کہیں آمین۔ سوم جب وہ کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو ہم کہیں ربنا لک الحمد

بعض ائمہ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تسمیع یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا صرف امام یا منفرد یعنے اکیلی نماز پڑھنے والے کے لئے مشروع ہے مقتدی کا یہ کام نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے ... فرماتے ہیں کہ مقتدی اور منفرد کا کام ہے کہ تحمید یعنی ربنا لک الحمد کہے امام نہیں ہے باقی کے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ امام اور مامور اور منفرد اس بارہ میں سب یکساں ہیں۔ تحمید یعنے ربنا لک الحمد کے کلمات کسی طرح سے مروی ہیں اور وہ سب سب سنتوں ہیں۔ (بحوالہ کارتومہ)

حدیث بالا کی تعمیل کے لئے تہدید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص امت پنا سر اونٹ کا سا کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ کیسے کیسے لوگ ہیں کہ رسول اللہ کا مذاق کرتے ہیں۔

> عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار متفق علیہ (مشکوٰۃ)

امام کی مخالفت کرنے والے کے لئے یہ بڑی سخت وعید ہے ان بری عادتوں کے اندر ایک شخص کا کل قوم کے برخلاف سر اٹھا لینا نہایت ہی بری عادت ہے یہ شخص ایک بڑی بھاری بیماری اور بیطلسی کا نمونہ ہو کر امت کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے اور یہ حرکت گدھا پن ہے عام عرف میں بھی ایسی بیجا حرکت کرنے والے کو گدھا کہتے ہیں اور گدھے کا لفظ ہر قوموں اور احمقوں کے لئے مجازاً بولا جاتا ہے اور یہ ایک عجیب سنت اللہ جاری ہے کہ بعض انسانوں اور حیوانوں میں خلقی طور پر بعض بعض اوصاف میں مناسبت ہوتی ہے زبان سے کہنے کی نہیں بلکہ صاف ہے کہ غالب

Marfat.com

ہونے کی صورت میں بہت سے لوگ انہیں حیوانوں کی شکلوں میں مسخ کرکے اُٹھائے جاوینگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تہدید کو مجاز پر ہی حمل نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تبارک تعالے بے شک قادر ہے کہ ایسی عرفی گدھے کو سچ مچ حقیقی گدھا بنا ڈالے۔ باقی رہی یہہ بات کہ ایسے گدھے کی نماز باطل ہوجاتی ہے یا نہیں سو اُسکے باب میں صحیح فتوے یہی ہے کہ نماز باطل نہیں ہوتی اگر ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے بطلان کا فتوے دیدیتے ہاں اسکی آثم اور عاصی ہونے میں کوئی شک نہیں امام کی مخالفت کرنی کیسی بیہودہ بات ہے۔ جب امام کو مقتدا اور متبوع مانا گیا ہے تو مقتدی یا مأموم جو تابع ہے اسکی شان نہیں ہے کہ وہ اپنے متبوع کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ اُس سے بڑھ کر۔ بلکہ اسکا فرض ہے کہ اپنے متبوع کی حرکات و سکنات کو تاڑتا رہے اور انہیں کے مطابق اُسکے پیچھے پیچھے چلتا رہے ان افعال میں اگر مخالفت کرتا ہے تو آثم ہے عاصی ہے مجرم ہے۔ فرمان نبوی کی پرواہ نہ کرنیوالا ہے مگر نماز اسکی ہو ہی جاتی ہے بمذہب صحیح۔ مگر اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ امام سے پہلے کرتا ہے تو اسکی کوئی نماز نہیں۔ کیونکہ ابھی اُس نے امام کو امام بنایا ہی نہیں۔ جو لوگ فوج میں بھرتی ہوتے ہیں وہ ان باتوں کو خوب سمجھتے اور ان کی قدر کرتے ہیں۔

یہہ باتیں بھی مثلاً صفوں کا سیدھا کرنا گردنوں اور کندھوں کا ایک سیدھ میں رکھنا آپس میں ملکر کھڑا ہونا۔ صفوں کے رخنوں اور شگافوں کو بند کرنا پہلے پہلی صفوں کو بھرنا۔ پہلی صف جب بھر چکے تو اسکے بعد کی صف کا اتنے فاصلہ پر کھڑا ہونا کہ غیر مناسب بُعد نہ ہوجاوے ہیئت کے فرائض میں سے ہیں۔ کیونکہ یہہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ ان سے جماعت کی ہیئت کا جلال اور جمال بدرجہ غایت بڑھ جاتا ہے اور کامل درجہ کی مساوات جو کسی اور صورت سے پیدا نہیں ہوسکتی اس طرح پر بدرجہ غایت حاصل ہوسکتی ہے۔ شارع علیہ السلام نے ان امور کی بابت تڑا تڑ حکم دینے شروع کردیئے۔ اور عدم تعمیل میں سخت سخت تہدیدی حکم دیدیئے۔ چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حلقے بنائے بیٹھے تھے اس اثنا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلعم فرانا حلقا فقال مالی اراکم

Marfat.com

کا حسن۔ ثم خرج علینا فقال الا
تصفون کما تصف الملئکة عند
ربھا قال یتمون الصفوف
الاولی ویتراصون فی الصف

رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

فرمایا ہیں! تم لوگ الگ الگ گروہ بنائے بیٹھے
ہو۔ پھر کسی اور دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اسی طرح
آنکلے اور فرمایا کیا تم اپنی صفیں اسی طرح نہیں
باندھتے جسطرح فرشتے اپنے رب کے حضور میں صفیں
باندھتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم
فرشتے اپنے رب کے حضور میں کسطرح صفیں باندھتے
ہیں۔ فرمایا پہلے وہ پہلی صفوں کو بھر لیتے ہیں
اور اپنی اپنی صف میں خوب مل ملکر کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث یہ ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں وہ

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلعم رصوا
صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا
بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ
انی لاری الشیطان یدخل من
خلل الصف کانھا الحذف

رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ)

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا خوب مل ملکر صفیں باندھو، نزدیک
نزدیک باندھو یعنی دو دو صفوں میں اتنا بُعد
نہ ہو کہ جگہ بے فائدہ پڑی رہے۔ اور گردنوں کو برابر
برابر رکھو۔ میں نے اس ذات کی قسم جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے شیطان کو صفوں کے
درمیان سے اس طرح داخل ہوتے دیکھتا ہوں
گویا کہ وہ بکری کے بچے کی شکل میں ہے۔

اس حدیث میں کمال درجہ کی تاکید ہے کہ صفوں میں مل ملکر کھڑا ہونا چاہئے۔ اس سے جماعت کا ظاہری جمال اور جلال اور اس کا عکس یعنی باطنی جمال و جلال دونوں خوبی ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے کمال درجہ کی اتفاق اور اتحاد کی بوبکتی ہے۔ شیطان کا ایسی شکلوں میں متمثل ہونا امکان میں داخل ہے اور خصوص نبیوں ملکوں کے۔ یہ شاگردوں کے لئے تجربت ثابت ہے۔ ایک ایم اے اگر علم آپ ٹکس (علم مساحت و ہندسہ) کی باتیں کرتا ہو تو ایک محض امی شخص کو جسے اس علم سے کچھ سروکار نہیں۔ گز ہرگز حقیر نہیں سمجھنا کہ ایم اے کی ان باتوں کو اپنی نادانی اور جہالت کیوجہ سے جھوٹا کہے۔ کسی امر کی لاعلمی اس کی

حقیقت کی نفی کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ نبیوں کی باتیں سمجھنی ہوں یا ان کا تجربہ کرنا ہو۔ تو ان کی شاگردی اختیار کرو۔

جو لوگ صفوں کو درست نہیں کرتے یا یوں سہی کہ جو لوگ بے تمیزی اور بے ترتیبی کرتے ہیں

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم فی حدیث طویل عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

ان کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لوگو! ضرور ضرور اپنی صفوں کو ٹھیک ٹھاک کرنا۔ ورنہ اللہ تعالےٰ تمہاری شکلوں کو بگاڑ دیگا۔

کیوں نہ ہو جب وہی باتیں جنہیں جماعت کا جمال و جلال منحصر ہے اور جن سے اتفاق و اتحاد کی صورت نظر آتی ہے مفقود ہو جاویں۔ تو پھر کس طرح وہ شخص جو ان امور کا مرتکب ہوگا۔ محل تہدید نہ ٹھیرے۔

پہلی صف میں کون کون اور دوسری صف میں کون کون کھڑے ہوں۔

پہلی صف میں امام کے پیچھے اور دائیں بائیں وہی لوگ ہوں جو بالغ اور زیرک ہوں پھر اسی طرح دوسری صف میں وہ لوگ کھڑے ہوں جو اُن سے اُتر کر ایسے ہوں پھر سب سے پیچھے لڑکے کھڑے ہوں۔ پھر ان کے پیچھے بیشک مخنثے یعنے ہیجڑے کھڑے ہوں۔ عہد رسالتماب میں عورتیں عموماً سیاہ وقتوں (فجر و خفتن) میں ان لڑکوں کے پیچھے کھڑی ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کو سخت حکم تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں تا وقتیکہ عورتیں اُٹھ کر چلی نہ جاویں۔ اور عورتوں کو حکم تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اُٹھ کر چلی جاویں۔ اگر عورتوں کے پردہ کا انتہام ہو تو عورتیں ہر زمانہ میں مسجد میں جا کر مردوں کی جماعت کے ساتھ خاص قیدوں کے ساتھ شامل ہو سکتی ہیں۔

صفوں میں اس قسم کی تقدیم و تاخیر موقف یعنی مردوں کے بیچ میں لڑکوں کا کھڑا ہونا یا زیرکوں اور بالغوں کا پہلی صف کو چھوڑ کر کسی دوسری صف میں کھڑا ہونا وغیرہ وغیرہ واجب نہیں ہے کیونکہ جمہور الناس کی استطاعت سے باہر ہے لہٰذا اگر اس رعایت کو مرعی رکھیں تو جماعت

Marfat.com

کا حسن وجمال اور ہیبت وجلال کہیں بڑھ جاتے ہیں۔

پہلے پہلی صف پھر دوسری صف بھری جاوے

صفوں کے جمال وجلال کو بڑھانے کے لئے یہ بھی ضروری بات ہے کہ پہلے صفِ اول کو بھر لیا جاوے۔ بعد ش دوسری صف کو بعد س تیسری صف کو علی ہذا القیاس۔ جو شخص پانچویں وغیرہ کو۔ اور اگر کوئی آدمی کسی صف سے بچ جاویں تو وہ سب سے پیچھے کھڑے ہو جاویں۔ اور اگر صرف ایک آدمی رہ جاوے تو وہ دوسرے آدمی کو ملا نہ کرے اور یہ آدمی بھی اس طرح پر وسط میں کھڑے ہوں کہ امام ان کے بیچ میں آجاوے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف الموخر (رواه ابو داؤد در مشکوٰۃ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صف اول کو بھرلو پھر اس سے پیچھے کی صف کو اور جو گھاٹا ہو وہ سب سے پچھلی صف میں ہو۔

جہانتک ممکن ہو صف اول میں کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ تب ہوگا جب مسجد میں سب سے پہلے جانے کی کوشش کیا دیگی اور جب اس قسم کی عادت مستمر ہو جاویگی تو خواہ مخواہ دل بھی ایسا ہی ہو جاویگا۔ اور جب یہ حالت ہوگی تو لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسا شخص سچ مچ کا مومن ہو جاویگا۔ فرشتوں کی صلوٰۃ اور دعا کا مستحق ہو کر جنت حاصل کریگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ

عن ابی امامة قال قال رسول الله صلعم ان الله وملائکته یصلون علی الصف الاول قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی الثانی قال ان الله وملائکته یصلون علی الصف الاول قالوا یا رسول الله وعلی الثانی قال ان الله وملائکته یصلون علی الصف الاول قالوا یا رسول الله وعلی الثانی قال

اور اسکے فرشتے پہلی صف پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں لوگوں نے پوچھا دوسری صف پر بھی؟ فرمایا اللہ تعالےٰ اور اسکے فرشتے صف اول پر درود پڑھتے ہیں صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم دوسری صف پر بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے پہلی صف پر درود پڑھتے ہیں صحابہ نے پوچھا دوسری صف پر بھی؟ فرمایا ہاں دوسری پر بھی

Marfat.com

وعلی الثانی الحدیث رواہ احمد (مشکوۃ)

مسبوق جس شخص کے آنے سے پہلے پہلے جماعت کی کچھ نماز ہوگئی ہو اور وہ پیچھے آکر اس میں شامل ہوگیا ہو تو اسکو مسبوق کہتے ہیں مسبوق کو چاہیے کہ جہاں امام ہو یعنی نماز کی جس حالت یا مرحلہ میں وہ ہو اُسی حالت میں ملجاوے اگر قیام یا قومہ میں ملگیا ہے تو تکبیر تحریمہ کافی ہے اور اگر کسی اور حالت میں ملا ہے تو اول تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہووے پھر اسکے بعد دوسری تکبیر کہہ کر امام کی اُسوقت کی حالت میں ملجاوے اگر قیام میں ملکر سورہ فاتحہ پڑھ لی ہے تو تو اسکی وہ رکعت محسوب ہوگئی اور اگر نہیں پڑھ سکا تو کوئی رکعت نہیں ہوئی اور رکوع قومہ سجود یا تشہد میں ملنے سے کوئی رکعت محسوب نہیں ہوتی جو لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو واجب کے قائل نہیں ہیں تو رکوع میں ملجانے سے بھی رکعت کو محسوب کر لیتے ہیں۔ قائلین وجوب میں سے بھی بعض کا مذہب ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت پوری ہو جاتی ہے۔ مگر احوط مذہب یہی ہے کہ رکعت نہیں ہوتی مسبوق کو جتنی نماز امام کے ساتھ مل گئی ہے وہ اس کی اول نماز ہے۔ جو رہ گئی ہے وہ اسکی آخر نماز ہے قول راجح و صحیح یہی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام ذیل کا مطلب یہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ کہ جو کچھ تم کو مل گیا وہ پڑھ لو اور جو رہ گیا اسکو پورا کر لو اور مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں وما فاتکم فاقضوا یعنی جو نماز رہ گئی ہے اُسکو پورا کر لو۔ قضا کے مختلف معانی میں سے ایک معنی اتمام یعنے پورا کرنا بھی ہے اور دونو عبارتوں اتموا و اقضوا کے ایک ہی معنے ہیں (مستفاد من بدور۔ وسبل و نووی) مسبوق کو چاہیئے کہ صف کے دونو طرفوں کو دیکھ لے جس طرف کمی نظر آتی ہو اُس طرف ملجاوے اور اگر صف دونو طرف سے پوری ہے تو دائیں طرف ملجاوے اور اگر دونو طرف کوئی جگہ نہیں ہے اور وہ ہے اکیلا تو اس کے لئے مندوب ہے کہ صف میں سے ایک شخص کو پیچھے کھینچ لے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صف کے پیچھے اکیلے آدمی کو نماز پڑھتے دیکھکر فرمایا کہ دوبارہ نماز پڑھے۔ مگر یہ احادیث ضعیف اور قابل احتجاج نہیں ہیں (بدور الاہلہ)

فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا متفق علیہ۔

اقامت ہونے پر کوئی نفل نوافل نہیں جب اس طرح پر آگے

امام اور پیچھے جماعت کھڑی ہو جاوے اور تکبیر اقامت پکار دی جاوے تو پھر کوئی نفل نوافل درست نہیں ہے کیونکہ جماعت میں افتراق اور پراگندگی لازم آتی ہے۔ گو عارضی طور پر ہی سہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہانتک جماعت اور اتفاق و اتحاد کی رعایت فرماتے تھے کہ جو لوگ نماز پڑھ کر آتے اور جماعت کے ساتھ شامل نہوتے اُن کو فرماتے کہ جماعت کے ساتھ مل جایا کرو جب مل جاوے اتنی ہی غنیمت ہے پہلے نماز جو پڑھی جا چکی ہو وہ فریضہ رہتی ہے اور یہ دوسری نماز نفل ہو جاتی ہے۔

امام کی غیر حاضری میں کیا کیا جاوے اور اگر امام آجاوے تو اُسکا کیا حق ہے وغیرہ وغیرہ

جب وقت نماز آپہونچا ہو لوگ نماز کے لئے جمع ہو گئے ہوں اور امام اسوقت غیر حاضر ہو تو پھر مامومین میں سے کوئی لائق شخص امامت کرا دے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عارضہ کے سبب سے دیر ہو گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے امامت کرائی۔ آپ تشریف لائے اور صفیں چیر کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ اُن کو پتہ لگ گیا وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر جا کھڑے ہوئے۔ اگر پہلے ہی سے لوگ امام کے تقرر کے وقت نائب امام اور پھر اسکا نائب مقرر کر دیویں تو امام کی غیر حاضری میں بلا توقف و بلا تامل وقت پر نماز ادا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک امام نہیں ہے تو دوسرا موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں ہے تو تیسرا موجود ہے۔

جہت یا قبلہ کی ضرورت

انسان خواہ کہیں ہو اور کوئی سا کام کرتا ہو اس کا چہرہ ضرور ایک ہی طرف کو ہوگا جب نماز پڑھنے لگے گا تو اسوقت بھی اسکا رخ کسی نہ کسی طرف کو تو ہوگا اور وہ طرف ہوگی ایک ہی اور اگر کوئی جماعت نماز پڑھنے لگی ہے تو یہ بھی یا تو کل کی کل ایک ہی طرف کو رخ کئے ہوگی یا مختلف طرفوں میں۔ دوسری صورت میں یعنی اختلافِ اطراف و اختلافِ وجوہ کی صورت

Marfat.com

میں وہ اتحاد وارتباط ہرگز ہرگز نہیں پایا جاتا ۔ پہلی صورت میں یعنی ایک ہی جہت کی ہونے کی صورت میں پایا جاتا ہے ۔ مگر صورت اول یعنے جہت کے صرف ایک ہی قایم کرنے کے لئے جماعت کے ممبروں میں ڈفرنس آو اوپنین (اختلاف رائے) ضرور ہوگا اور بعض وقت تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں اسقدر تنازع بڑھ جاتا ہے کہ جنگ وجدل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بالفرض کسی لوکل (مقامی) جماعت نے کسی ایک جہت کی تقرر کے لئے اتفاق کر بھی لیا تو ممکن ہے کہ دوسری لوکل جماعات میں پھر تنازع ہو یا وہاں بھی اگر کسی نہ کسی طرح اتفاق ہوگیا تو پھر ان لوکل جماعتوں کی مختلف جہات ہوں ۔ اس طرح پر پھر بھی اتفاق واتحاد کی صورت پیدا نہ ہو سکی گویا مختلف لوکل بدنظمیوں کے علاوہ یونیورسل نااتفاقی پیدا ہوگئی پس ان جملہ اختلافات یا ان کے نتایج یعنے نفاق وشقاق اور جنگ وجدال کے توڑنے اور ان کی بجائے اتفاق واتحاد پیدا کرنے کے لئے شارع علیہ السلام نے خود ایک جہت مقرر فرمادی ۔

تقرر جہت کا اصل سبب اور اصل غرض صرف اتفاق واتحاد کا پیدا کرنا ہے ۔ اور اس کا ٹھیک اور لازمی نتیجہ دل کے ثلج اور طمانینت کا حاصل ہوجانا ہے ۔ سو اگر ایک جہت مقرر ہوجاوے ۔ تو یہہ مقصود حاصل ہوجاتا ہے خواہ کوئی سے جہت کیوں نہ ہو مگر یہہ واضح رہے کہ اگر اطراف مشہورہ میں سے کوئی ایکطرف مقرر کی جاوے تو باقی اطراف خالی پڑی رہ جاوینگی ۔ اسواسطے ضروری ہوا کہ ان اطراف میں سے کوئی طرف مقرر نہ کی جاوے نہ فوق ۔ نہ تحت ۔ نہ شمال نہ جنوب نہ شرق نہ غرب ۔ بلکہ کوئی ایسا نشان مقرر کیا جاوے تو کل جہات کے لئے مشترک ہو شمالی اور جنوبی ۔ مشرقی اور مغربی ۔ فوقی اور تحتی غرضکہ ہر طرف کے رہنے والے اس سے ایکساں فایدہ اٹھا سکیں ۔ پس اس غرض کے پورا کرنے کے لئے شارع علیہ السلام نے ایک مکان کو جہت یا وجہ یا قبلہ قرار دیا اور کسی خاص طرف یا سمت کی قید کو اٹھا دیا اور اسپر وللہ المشرق والمغرب کی مہر لگا دی ۔ یہہ مکان کعبۃ اللہ الشریف ہے جسکو بیت اللہ بھی کہتے ہیں وہ کوئی خاص سمت نہیں ہے بلکہ ہر سمت والے کے لئے وہی قبلہ ہے حتی کہ ہمارے برادران انٹی پوڈی بھی جو ہمارے مقابلہ میں ہمارے پاؤں کے نیچے ہیں اور ہم ان کے اوپر ہیں یا ان کے مقابلہ میں ہم انکے پاؤں کے نیچے ہیں اور وہ ہمارے اوپر ہیں اسی جہت کی طرف رخ کئے ہیں ۔ اس معاملہ میں زیادہ

Marfat.com

بحث کرنا فضول ہے۔ کیونکہ معاملہ یہیں تک ختم ہوجاتا ہے۔ مگر یہ بچلا انسان کب چپکا بیٹھ سکتا ہے اسکے آگے کچھ اور قدم رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ کعبۃ اللہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے کیا اور کوئی مکان دنیا میں لائق قبلہ بننے کے نہیں تھا یا نہیں ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی اور بھی بہت سے قبلے دنیا میں موجود ہیں اور نبی عرب و عجم کے زمانہ مبارک میں بھی موجود تھے۔ کعبہ بھی ایک پرانا قبلہ تھا اور اسکی تعظیم و تکریم کل سرزمین عرب کرتے تھے۔

دنیا میں مختلف صورتوں میں قبلے بنتے چلے آئے ہیں

سال بسال وہاں میلہ ہوتا تھا حج ہوتا تھا۔ شب و روز بت پرستی ہوتی تھی۔ اسی طرح ہندوستان میں سومنات۔ کانشی۔ ہردوار۔ جگناتھ پوری وغیرہ وغیرہ لوگوں کے مانے ہوئے قبلے تھے سومناتھ کا سب کو حال معلوم ہے کہ یہ کل ہندوستان کا مانا ہوا مکرم و معظم مشترک قبلہ تھا۔ یونان میں ایتھنز اور ڈلفائی اسی قسم کے معبد تھے۔ یہودیوں میں ہیکل یا مسجد اقصےٰ یا بیت المقدس ایک قبلہ تھا یہ شکستہ ہوکر اب تک رہا (دار الخلافہ ملک اٹلی) عیسائیوں کے قبلے ہیں۔ علاوہ بریں بہت سے شرائن (خانقاہیں یا مقابر انبیاء و صلحا یا مزارات سینٹ وغیرہ) اب تک موجود ہیں جہاں عیسائیوں کے جرگوں کے جرگے سال بسال جاتے اور حاضری کرتے ہیں اگرچہ ان کی کتاب ان باتوں سے ساکت ہے اور اسی لئے بعض فرقے ان باتوں کے جانی دشمن بھی ہیں۔ غرضکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہزارہا قبلے موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل جو تعلیم کی وہ سب کی سب علمی توحید تھی۔ یعنی یہ کہ میں اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالےٰ ہی ہر ذرہ و کل کا خالق ہے۔ وہی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے کل مخلوقات اللہ تعالےٰ کے عاجز بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہی مالک و مختار اور متصرف و قہار ہے۔ عملی توحید کا زمانہ جب آیا تو پہلے پہل نماز کی تعلیم کی اور اس نماز کے لئے درحقیقت پہلے پہل کوئی جہت مقصود نہ تھی۔ جب مسلمانوں کی جماعت کچھ بڑھ گئی تو بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مکہ شریف میں ایسی صورت سے نماز پڑھاتے تھے کہ خ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف ہوجاتے مگر یہ یقینی امر ہے کہ جب کفار مکہ نے اذیت پہونچائی اور مکہ شریف سے آپ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ شریف میں جاکر بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا اور تخمیناً ڈیڑھ سال تک اسی طرف خ کرکے

Marfat.com

نماز پڑھتے رہے۔ اول اس لئے کہ وہ اہل کتاب کا قبلہ تھا اور کعبہ مشرکین کے قبضہ میں ہونے کی سبب سے ایک ٹھاکر دوارہ بنگیا ہوا تھا۔ دونوں قبلوں میں سے آپنے بیت المقدس کو پسند کیا کیونکہ اہل کتاب کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انبیائے سابقین کے طریق ہدایت پر چلنے کے مامور تھے جب تک کوئی خاص امر بذریعہ وحی معلوم نہ ہوتا تھا تب تک پہلی شریعتوں کی غیر محرف ہدایتوں پر چلتے۔ آیات ذیل قابل غور ہیں۔

اول قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسے وما اوتی النبیون من ربھم ج لانفرق بین احد منھم ز ونحن لہ مسلمون ○ سورہ بقر رکوع ۱۶)

جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن جو ہم پر اترا (اسپر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے (اُن پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اسپر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو انکے پروردگار سے ملا (اسپر) ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کیطرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں۔

دوم اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون ط کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ ق لانفرق بین احد من رسلہ ق (سورہ بقر رکوع آخیر)

(ہمارے یہ پیغمبر (محمد) اُس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے سب) اللہ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ سب پیغمبروں کا دین ایک ہے) اور ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔

سوئم۔ قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہو کہ (ہمارا دین تو یہ ہے) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری ہے اسپر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور اولاد یعقوب پر اترے ان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے

والنبیون من ربہم ص لا نفرق بین احد منہم ز ونحن لہ مسلمون ٥ سورہ آل عمران رکوع ۹)

پیغمبروں کو جو کتابیں ان کے پروردگار کی طرف سے عنایت ہوئیں اُنپر ہم تو ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (ایک) خدا کو مانتے ہیں۔

ان آیات میں ہم کو حکم ہے کہ ہم تمام انبیاء کو ایک جیسا سمجھیں اور ان میں اپنی طرف سے کوئی تفریق نہ کریں۔ گویا یہہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے لیکر نبی صلعم تک ایک ہی ہے اور جو جو شریعت جس جس نبی کو دی گئی تھی وہ سب کی سب حق تھی اور شریعتیں ضرور الگ الگ دی گئی ہیں۔ فرمایا اللہ نے

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ط سورہ مایدہ رکوع ۶)

کہ ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لئے ایک شریعت اور دستور العمل ٹھیرایا۔ اور یہی شریعتیں تھیں جو ہدایت تھیں اور جنکی پیروی کے لئے نبی صلعم کو حکم تھا۔ جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالے نے پہلے انبیاء سابقین کا ذکر فرمایا۔ ان کی شریعتوں کو ہدایت قرار دیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سلسلہ کے ساتھ ملنے کے لئے ارشاد فرمایا

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ ط (سورہ الانعام رکوع ۱۰)

(یہہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جنکو اللہ نے راہ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) ان ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو۔

غرضکہ اس طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کے سلسلے کے ساتھ ملتے اور ان کی شریعتوں کو شریعت محمدیؐ ہی سمجھتے رہتے حتی کہ آپکے پاس اسکا ناسخ آجاتا جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے پہلے بنی اسرائیل کے نبیوں اور ان کی کتابوں اور شریعتوں کا ذکر فرمایا۔ پھر شریعت محمدی کا ذکر فرمایا۔

ثم جعلنٰک علی شریعۃ من الامر فاتبعہا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون ٥ سورہ الجاثیہ رکوع ۱)

پھر (اے پیغمبر) ہم نے تم کو دین کی (ایک) شریعت (یعنی اسلام) سے لگا دیا ہے۔ تو تم اسی (ڈھرے) پر چلے جاؤ۔ اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جنکو (ان باتوں کا) علم نہیں۔

Marfat.com

غرضکہ آپ کو جب تک کوئی خاص امر پہلی شریعت کے خلاف بذریعہ وحی معلوم نہ ہوتا تو آپ انبیائے سابقین کے طریقے پر چلتے اگر وہی امر بذریعہ وحی مؤکد ہوتا تو پھر اس بحیثیت امر الٰہی عمل کرتے نہ بحیثیت شریعت انبیاء سابقین۔ اور اگر اس امر کے خلاف حکم ہوتا تو اُس حکم ناسخ پر عمل کرتے اور امر اول کو ترک فرماتے۔

دوم۔ اس لئے کہ اہل کتاب تالیف قلب اسلام ہوں کیونکہ یہہ لوگ کفار مکہ کی نسبت اس نبی عرب وعجم کو زیادہ تر پہچانتے تھے انکی کتابوں میں اس نبی صلعم کا حلیہ اور بشارات موجود تھیں نبی صلعم کو پختہ امید تھی کہ یہہ لوگ مال وجان سے اسلام کی مدد کرینگے۔ مگر دلی آرزو یہی تھی کہ اپنی قوم کے قبلہ کو قبلہ بنادیں۔ لیکن جو حکم کا بندہ ہو وہ آپ ہی آپ کس طرح اپنی مرضی سے جو چاہے کرلیوے۔ بیت المقدس کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔ کیونکہ نبی اسرائیل کے کل انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا وہی قبلہ تھا اور کعبہ کو قبلہ بنا نہیں سکتے تھے کیونکہ کوئی حکم خداوندی نازل نہ ہوا تھا۔ پس اسی اضطرار قلبی میں کوئی قریب ڈیڑھ سال گذر گیا۔ قرآن مجید رسول اللہ صلعم کی اس اضطرار قلبی اور قبولیت دعا کو بالفاظ ذیل بیان کرتا ہے۔

قد نرٰی تقلب وجهك فی السماء ج فلنولینك قبلة ترضٰها ص فول وجهك شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولوا وجوهكم شطره ط (سورہ بقر رکوع ۱۷)

(اے پیغمبر حکم تحویل قبلہ کے انتظار میں) تمہارا مونہہ پھیر پھیر کر آسمان کی طرف دیکھنا۔ ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں تو (گھبراؤ نہیں) جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تم کو اسی کی طرف پھر جانے کا حکم دینگے اچھا تو آپ نماز پڑھتے وقت مسجد محرم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مونہہ کرلیا کرو اور مسلمانو تم بھی (جہاں تہیں ہوا کرو اسی کی طرف کو اپنا رخ کرلیا کرو۔

اور حضرت براء بن عازب صحابی رضہ رسول اللہ صلعم کے کعبہ کو قبلہ بنانے کی اس آرزو کو اس طرح پر بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف ۱۶ یا ۱۷ مہینے نماز پڑھی اور آپ کی

عن براء بن عازب رضہ قال کان رسول اللہ صلعم صلی نحو بیت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر

شہراً وکان رسول اللہ صلعم یحب ان یُوَجَّہَ الی الکعبۃ فانزل اللہ عز وجل قد نری تقلب وجھک فی السماء فتوجہ نحو الکعبۃ الحدیث بخاری باب التوجہ نحو القبلۃ۔

دلی آرزو یہہ تھی کہ اُن کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ملے۔ پس اللہ تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی قد نری تقلب وجھک فی السماء اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف اپنا رخ کرلیا۔

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے باقتدار سنت انبیاء سابقین بیت المقدس کو اور پھر کوئی ڈیڑھ سال کے بعد بامر الٰہی کعبۃ اللہ کو قبلہ بنالیتا ایک بڑی بھاری بات تھی اس سے ایک انقلاب عظیم پیدا ہونے والا تہا۔ یہودیوں اور مشرکوں کے جھوٹے خیالی پلاؤں منافقوں کے جھوٹے زہرناک اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور مخلصانہ ایمان کو روز روشن کی طرح ظاہر ہونا تھا اور اسلام کی گلزار کے اندر جو جو خودرو خاردار پودے اُگ پڑے تھے ان کو اُکھاڑنا اور گلزار کو بالکل صاف اور پاک کرنا تہا۔ اسواسطے اللہ تبارک تعالے نے ایک عجیب پرحکمت اور پرہدایت تمہید جسمیں ہزارہا دیگر مسائل و نصائح و مواعظ و مناظرات بھرے پڑے ہیں سولہ کی تیرہویں رکوع کی اس آیت وما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا سے شروع کرکے اخیر پارے تک ختم کی۔ اسکے بعد نادان معترضوں کی سفاہت اور کم عقلی کو ظاہر کرکے تحویل قبلہ کی حکمتیں اور دیگر فوائد بیان فرماکر انیسویں رکوع کے اخیر والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم پر ختم کردیا۔

ناظرین کو واجب ہے کہ ان سات رکوعوں کو نہایت غور اور تدبر سے پڑہیں یا جن لوگوں کو قرآن مجید میں تدبر کرنے کا ملکہ اور مذاق ہے ان سے ایک ایک آیت تدبر کے ساتھ سنیں۔ ہم ان کی سہولیت کے لئے خلاصہ کے طور پر یہاں کچھ لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً اول اللہ تعالے کا خبر دینا کہ سنت نسخ شروع سے جاری ہے۔ ناسخ کا منسوخ سے بہتر یا منسوخ جیسا (جس سے مقصود صرف احکام مختلفہ کا اجاری کرنا ہے) ہونا۔ اللہ تعالے کا ان باتوں پر قادر ہونا اور زمین و آسمان میں ان باتوں کا ثابت ہونا۔ کیونکہ اسی کے ملک میں۔ دوم۔ زجر و توبیخ مخالفان اسلام۔ سوم اہل کتاب کا ایک دوسرے کو باوجود تلاوت کتب خود کافر کہنا۔ چہارم۔ خود ان کے افعال بد و ہوائے نفسانی و تثلیث وغیرہ

Marfat.com

کا بیان کیا۔ پنجم یہہ ذکر کیا کہ کل جہات خدا کی ہیں۔ مشرق و مغرب جنوب شمال اُسی کے ہیں اسی
کے بندے جہاں ہوں اور جدھر ہوں اللہ تعالےٰ وہیں اور اسی طرف ان کی سنتا اور حفاظت
کرتا ہے کیونکہ وہ واسع علیم ہے۔ ششم نبی صلعم کو تسلی دینا کہ آپ سے نہ ماننے والوں کی نسبت کوئی
باز پرس نہ ہوگی۔ ہفتم نبی صلعم کو بتا دیا کہ آپ کو ہر ایک فرقہ اپنے اپنے مذہب پر لانا چاہتا ہے۔ ہشتم
اہل کتاب کو اپنی نعمتوں کا یاد دلانا اور ہول قیامت سے ان کو ڈرانا بیان کیا۔ نہم۔ سب کچھ
مدلل اور واضح طور پر بیان کر کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مانے ہوئے معظم
و مکرم جدِ نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام بانی کعبۃ اللہ کا ذکر فرمایا اور ان کے جملہ اوصاف حمیدہ اور انکی
دعائیں اور سیدنا اسمعیل علیہ السلام کا بالخصوص ان کے ساتھ تعمیر کعبہ میں شریک ہونا اور کعبہ
کے اسد گرد رہنے والوں کے لئے اُن میں سے کسی عظیم الشان نبی کے پیدا کرنے کی دعا کرنا وغیرہ
وغیرہ بیان فرمایا۔ دہم۔ بعد ذکر ابراہیم علیہ السلام و تعمیر بیت اللہ شریف یہہ کلیہ قاعدہ مقرر فرما دینا
کہ سفیہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ابراہیمی ملت سے انحراف نہیں کرتا۔ اس کے بعد پھر تمام انبیاء سابقین
بنی اسرائیل و دیگر انبیاء نامعلوم الاسم کو ایک سا ں سمجھنے اور ان میں تفریق نہ کرنے کا ارشاد فرما کر یہ
سمجھایا کہ عیسائیو! ابراہیم عسائی نہ تھا۔ یہودیو! ابراہیم یہودی نہ تھا اور اے مشرکو ابراہیم مشرک
نہ تھا۔ وہ صرف مسلم حنیف تھا۔ اور یہہ ہمارا نبی بھی مسلم حنیف ہے۔ اس تمہید کے بعد تحویل قبلہ
کا ذکر فرمایا۔ پہلی وجہ یہہ ذکر فرمائی کہ کل اطراف و جہات اللہ تعالےٰ کی ہی ہیں۔ پھر ان جہات
میں سے جس جہت کو وہ منتخب کر لیوے اُسکا اختیار ہے کیونکہ یہہ سنت بھی برابر جاری ہے۔
و یخلق ما یشاء و یختار یعنے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے۔ پھر پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے جس جس
چیز کو چاہتا ہے اُسکو دوسری پر فوق دیتا ہے اور یہہ قاعدہ کل زمین و آسمان میں جاری ہے
اجرام فلکیہ میں یہہ جاری ہے اجسام ارضیہ میں یہہ جاری ہے۔ پرند چرند انسان غرضکہ ہر جنس
میں یہہ قاعدہ جاری ہے۔ پھر اسی طرح کل انبیاء میں سے بعض کو بعض پر پھر ان بعض میں سے
صرف ایک کو کل پر فوق دے رکھا ہے اسی طرح کل امتوں میں سے امت محمدی صلعم کو افضل
پیدا کیا اور یہہ تمام امور اظہر من الشمس ہیں۔ پھر ان کی ہر ایک چیز کو دوسری امتوں کی ہر ایک
چیز پر فضیلت دی۔ کتاب ہے تو افضل ہے۔ شریعت ہے تو افضل۔ ہمت ہے تو بڑھ کر شجاعت ہے

Marfat.com

تو بڑھ کر ایمان ہے تو بڑھ کر پھر جب یہہ ساری باتیں ایسی ہیں تو کیا قبلہ ان کا تمام روئے زمین کے قبلوں سے افضل نہ ہوگا ضرور ہوگا اور ہونا چاہئے۔ اچھا تو اسکی جگہ سومناتھ ہو؟ کانشی ہو؟ جگن ناتھ ہو؟ اپالو ہو؟ ڈلفائی ہو؟ ہولی لینڈ ہو؟ روما ہو؟ کوئی اس لائق نہیں کہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے قبلہ کے برابر بھی ہو سکے چہ جائیکہ اس سے برتر اس قبلہ سے تو وہ تمام انعام و اکرام جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر اللہ تعالے نے عطا فرمائے تھے یاد آجاتے ہیں ان کی ہدایتوں پر عمل کرنے کو دل مستعد ہوجاتا ہے۔ پس جسطرح امت محمدی صلعم وسط اور عادل اور افضل ہے اسی طرح یہہ قبلہ بھی ہے یہی گھر تھا جو ابتدا سے فرمش نبی آدم سے محض عبادت رب العالمین کے لئے بنایا گیا تھا اور یہہ کعبہ کل عرب کا مانا ہوا تھا۔ پہ اپنے گھر کا قبلہ تھا اسکے اندر ایسے بڑے بڑے فوائد ہیں کہ کسی اور قبلہ میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً برکت۔ کل عالم کے لئے ہدایت اور اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں جنمیں سے ایک مقام ابراہیم ہی کو دیکھ لو۔ جو کوئی اسمیں آگھسے وہ امن اور پناہ گزین ہوجاتا ہے۔ یہی گھر ہے جسکی طرف آنے کے لئے مستطیع لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔

ان اول بیتٍ وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکًا وھدیً للعٰلمین ۚ فیہ اٰیٰتٌ بیّنٰتٌ مقامُ ابراھیمَ ۚ ومن دخلہ کان اٰمنًا ۗ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلًا ۚ ومن کفر فان اللہ غنی عن العٰلمین ۝

(سورہ آل عمران رکوع ۱۰)

لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر مقرر کیا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں واقع ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے (موجب) ہدایت۔ اسمیں (فضیلت کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (از انجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ اور جو اس گھر میں آداخل ہوا امن میں آگیا اور لوگوں پر (فرض) ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں۔ جسکا اس تک پہنچنے کا مقدور ہو اور جو (مقدور رکھتے پیچھے نعمت کی) ناشکری کرے (اور حج کو نہ جائے۔) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

دوسری وجہ یہہ بیان فرمائی کہ منافق اور مسلمان میں تمیز ہوجاوے۔ کیونکہ اس تمیز کا ہونا بڑا ضروری امر ہے۔ پھر اسی کے ضمن میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ بیت المقدس جسکی طرف ۱۶۔۱۷

تک نماز پڑھتے رہے ہو کوئی بُری جگہ نہ تھی۔ پہلے نبیوں کا قبلہ تھا۔ تمہاری وہ نمازیں سب قبول ہیں۔ یہودیوں یا مشرکوں یا منافقوں کی باتوں کا خیال نہ کرنا۔ اسکے بعد فرمایا کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ بالکل صحیح بات ہے۔ کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کو جانتے تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ انہیں کا بنا کیا ہوا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیمی ملت کے پابند اور اسی ملت کی طرف لوگوں کو دعوت کرتے ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ سچا نبی ہے حرفِ ہٹ دھرمی اور کج بحثی سے جہنم کو خرید کرتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو اس طرح کہہ کر بھی سمجھایا لکل وجہۃ ھو مولیھا۔ یعنی قبلہ اصل میں ایک قوم کا اپنا اپنا ہی ہوتا ہے۔ یہودیوں کا الگ ہے نصاریٰ کا الگ ہے اسی طرح اور اور قوموں کا قبلہ الگ ہے کیونکہ اسکے سبب سے وہ قوم دوسری قوم سے پہچانی جاتی ہے تم مسلمان ہو اور ابراہیمی ملت کے تابع ہو تمہارا بھی اپنا الگ قبلہ ہے یعنی یہی کعبہ تیسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جب تمہارا اپنا قبلہ ہو گیا۔ تو اب نہ یہودی نہ عیسائی نہ مشرک نہ منافق اور نہ کوئی غیر قوم تم کو یہ الزام لگا سکتی ہے کہ مسلمان اپنا دین اور اپنی شریعت تو الگ بتاتے ہیں۔ پھر قبلہ وہی ہے جو یہودیوں کا تھا۔ ہاں جو کج بحث ہٹ دھرم ہوں اُن کا علاج کچھ نہیں کسی کے طعن و تشنیع کا خیال مت کرو صرف خدا کا ڈر دل میں رکھو۔ تمہارا نبی تم خود اپنا۔ تمہاری کتاب الگ۔ تمہارا دین الگ۔ تمہاری شریعت الگ۔ اسواسطے تمہارا قبلہ بھی تمہاری اپنی سرزمین میں سے جو ابتدائے پیدائش آدم سے اسی غرض کے لئے بنایا گیا تھا یا بنایا گیا ہے ان ساری باتوں کو برداشت کرنے کے لئے پھر بڑا بھاری سریع التاثیر علاج فرمایا۔ کہ صبر اور صلوٰۃ پر محافظت کرو۔ تو بس پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے دل مضبوط کروں گا۔ تمہارے سینوں میں نور بھر دونگا تم کو ان معترضوں کے اعتراضات ہیچ پوچ نظر آئینگے۔ اس کے بعد صبر کے فوائد ایک نظیر مسلمہ پیش کر کے سمجھائے۔ اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو اسکے ضمن میں آلپٹا۔ اور خلاصہ ملت حنیفی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم پر اس مسئلہ کو ختم کر دیا۔ افسوس ہے کہ ہم گنجائش نہ ہونے کے سبب سے یہاں ان سات رکوعوں کو بالکل کچھ بھی نہیں لکھ سکے جو قابل ہادی ہیں ان کے لئے یہ اشارے ہی کافی ہیں۔

کعبہ جیسا جماعت کے لئے قبلہ ہے ویسا ہی منفرد کے لئے بھی ہے

جب منفرد نماز کے لئے کھڑا ہوگا تو آخر کسی نہ کسی طرف کو

تو اس کا رخ ہوگا جو اصل غرض جماعت میں ملحوظ رکھی گئی ہے وہی منفرد کے لئے بھی ہے۔ مثلاً یہہ کہ تعظیم بیت اللہ شریف خیال انعامات واکرامات جو کعبہ کی تعمیر کنندگان کی نسبت پیدا ہوجاتا ہے ابراہیم علیہ السلام حنیف تھے۔ ہر قسم کے شرک سے بیزار تھے۔ توحید کی خاطر آگ میں جلنا قبول کیا۔ مگر شرک نہ کرنا چاہا۔ تعمیل حکم الٰہی میں لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگ پڑنا۔ جو جو احکام ظاہری اور باطنی ان کو دیئے گئے سب میں پورا نکلنا۔ لوگوں کا امام بننا۔ ان کی بیوی ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا اپنے رب پر اسقدر توکل کرنا کہ لق ودق بیابان میں شیر خوار بچے سمیت تن تنہا بن باسی بنکر رہنا اور پھر انیران کے اس صبر کی بدولت طرح طرح کے انعام واکرام کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے فیض ہونا وغیرہ۔ وغیرہ۔ اور سب سے بڑھ کر یہہ بات ہے کہ جملہ مسلمانوں میں گو بادی النظر میں انفرادی صورت میں فرداً فرداً نماز پڑھ رہے ہوں۔ اتفاق واتحاد نظر آوے۔ کیونکہ سب کے سب الگ الگ ہوکر بھی ایک ہی جہت کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ نیز یہہ کہ جماعت کی محافظت کی جاوے۔ کیونکہ جب ایک ایک شخص کے دل میں الگ الگ بھی بیت اللہ کی تعظیم ہو اور ایک ایک شخص ملت ابراہیمی کا شیدا اور فریفتہ ہو۔ تو کیا کچھ تعظیم اور کیا کچھ شوق ان کے دل میں اسوقت پیدا ہوگا۔ جب وہ سب کے سب ملکر اسی مسلم ومعظم قبلہ کی طرف رخ کئے کھڑے ہوں۔ اس محافظت جماعت کی یہانتک تاکید کی گئی ہے کہ اگر جنگل میں قبلہ کا پتہ نہ لگ سکے تو تحری کو عمل میں لاوے تاکہ اسکے ذہن میں وہی جہت بیٹھ جاوے جو دیگر مسلمانوں کی جہت ہے۔ جہاز وکشتی میں یا سواری پر یا ریل پر قبلہ رو ہونے کے بعد اگر اس مرکب تری یا خشکی کا رخ اور اور طرف ہوتا رہے تو پڑا ہووے وہ اپنے ذہن میں یہی سمجھے رہے کہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح اسی طرف رخ کئے ہوں (دیکھو مضمون تحری)

(سوال) قرآن مجید نے مسلمانوں کے لئے کعبہ کو جو قبلہ معین کیا ہے اور دونوں حالتوں میں کیا اجتماعی اور کیا انفرادی اسی کو جہت قرار دیا ہے تو اس سے دل میں یہہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل اسلام کعبہ کی پرستش کرتے ہیں اور حج کے دنوں میں تو حجاج ایک پتھر کو بھی جو وہاں کہیں رکھا ہوا ہے بوسہ دیتے ہیں۔ اور کعبہ کی پرو کھنا کرتے ہیں

جواب۔ حاشا وکلا۔ اسلام شرک سکہاتا ہے؟ اسلام اور شرک ایک دوسرے کے نقیض ہیں جس شخص نے اس سے پہلے مضمون کو بغور پڑھا ہوگا اسکے نزدیک یہہ سوال بالکل لچر

Marfat.com

اور لغو ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ کعبہ صرف جہت ہے جسکے مقرر کر دینے سے تنازعات رفع ہوں اتحاد قایم ہو۔ خدا کی توحید نظر آئے۔ بایں خیال کہ ہم سب ایک طرف جا رہے ہیں ہم سب ایک ہی قافلہ میں ایک ہی منزل میں اُترنا ہے۔ اور جسکے پاس جانا ہے وہ ایک ہے۔ اُس مکان کے بانی سب سے پہلے موحد پر جو جو برکات عطا ہوئیں اُن کا خیال پیدا ہوا اور اس خیال کا قدرتی نتیجہ یعنی تعلیمات ابراہیمی پر عمل کرنے کی امنگ وغیرہ وغیرہ من الفوائد الکثیرۃ دل میں پیدا ہو شرک کیا ہے؟ جو صفات محض اُسی ذات واجب الوجود باری تعالے کے ساتھ مختص ہیں اور جن کا اسکے سوا کسی اور میں ہونا ممتنع اور محال ہے۔ اُن میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ کسی شئی کو متصف کرنیکا نام شرک ہے۔ صفات مختصہ بذات باری میں سے کسی صفت کے ساتھ ہم کعبہ کو متصف نہیں کرتے۔ کعبہ کو رب ہم نہیں کہتے معبود ہم نہیں سمجھتے۔ رازق۔ خالق ہم نہیں مانتے ہم کعبہ کو ایک مکان سمجھتے ہیں۔ ہاں افضل ترین مکانات مانتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ سنت جابجا جاری ہے کہ ہمجنس چیزوں میں سے بعض کو بعض پر فوق دے رکھا ہے اور صرف ایک کو کل پر سرداری عطا کر رکھی ہے۔ اجرام فلکیہ کا بھی یہی حال ہے اور اجسام ارضیہ میں بھی یہی عمل جاری ہے۔ بلکہ دہر یا زمانہ یا وقت یا ٹائیم کا بھی یہی حال ہے کہ اسکے بعض اجزاء کو بعض پر فوقیت دے رکھی ہے۔ معترض اگر قرآن مجید کو سرسری طور پر دیکھ لیتا تو اعتراض کی تکلیف سے بچ جاتا۔ کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ وہ کتاب جسکی بسم اللہ ہی ساری توحید کی جڑھ ہے اور جسکی خاتمہ ہی انواع و اقسام کے شرک کی متاصل و بیخ کن ہے کبھی بھی شرک کا سبق دے سکتی ہے۔ قرآن مجید نے ہی تو اُن تمام اقسام شرک کی مفصل اور مدلل تردید کی ہے جن کو اسقفان اعظم اور رہبان و احبار اور موبد موبدان اور ہندی پنڈتان توحید سمجھ رہے تھے تو تم سے پوچھو اسکے کان میں قرآن مجید کی یہ پہلی آواز پڑی تھی اتخذوا[1] احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ۔ آواز کا پڑنا تھا کہ اسکا تمام یورپ میں ہل چل ڈال دینا تھا یہ ریفرمیشن[2]

---

[1] ریفرمیشن انگریزی لفظ ہے۔ اسکا ترجمہ اصلاح ہے۔ یعنی لوگوں کی دینی حالت کا سنوارنا۔ انگریزی علم الحروف میں حروف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک بڑے دوسرے چھوٹے ان کی شکلوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ حروف کلاں بعض جگہوں میں لفظ کے حرف اول میں لائے جاتے ہیں مثلاً خدا کے جسقدر نام ہیں اُن کا سب سے پہلا حرف

[1] انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے مولویوں اور درویشوں کو رب ٹھیرا لیا ہے۔

Marfat.com

جسے اب انگریزی املا میں کیپل آر (کلاں) سے لکھنا پڑتا ہے اُسی قرآنی آواز کا نتیجہ ہے جو عرب سے نکل کر جرمن کی راہ تمام یورپ میں پہونچی۔ جارج سیل جو ۲۵ سال تک عرب و روم و ایران و ترکستان میں رہ گیا تھا۔ مقدمہ ترجمہ قرآن اور اسکے نوٹوں میں ہمیں اُن یوروپین علما کی جنہوں نے مختلف زمانوں میں مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ بہت سی بددیانتیاں اور بے علمیاں بتلاتا ہے اور فاضل مترجمین کی بہت سی فاش غلطیاں جو انہوں نے ترجمہ میں کیں اور ان کی بداعتقادیاں جو وہ اسلام کی نسبت رکھتے تھے ہم پر روشن کیں چنانچہ اسی قبیل کے بعض معاندین متعصب عیسائی مصنفین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید بت پرستی سکھاتا ہے (جیسا کہ ہمارے معترض کا خیال ہے (تشابہت قلوبہم) معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ وہی سیل صاحب قرآن مجید کی بیوٹیز (لطائف) اور توحید اور وحدانیت کی آیات بینات پر شیدا اور فریفتہ ہو کر کہتا ہے کہ مسلمان پاک ہیں اس بات سے کہ شرک کریں حاشا وکلا اہل اسلام اس الزام سے بری اور مبرا ہیں یہ الزام کوئی عالم عیسائی انپر نہیں تھوپ سکتا۔ یہ جہلا کا کام ہے۔ دوسری جگہ کہتا ہے۔ سب سے بڑھکر قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ وہ صرف سچے خدا کی پرستش اور تعظیم کرنے اور اسی کی رضا کے آگے سر تسلیم جھکانے کی ہدایات کرتا ہے۔ اور ایک جگہ کہتا ہے یہ بات کہ محمد صلعم اور اسکی امت میں سے وہ لوگ جو پکے مسلمان سمجھے جاتے ہیں (یعنے فرقہ اہل سنت وجماعت) اللہ (کی ذات) اور اسکی صفات کی نسبت صحیح اور سچے خیالات رکھتے تھے اور رکھتے چلے آئے ہیں (سوائے اس بات کے کہ وہ تثلیث کو متعصبانہ اور بے بنیانہ طور پر تردید کرتے ہیں۔) خود قرآن مجید اور علمائے محمدی صلعم سے اسقدر عیاں اور ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ محمد صلعم کا خدا حقیقی خدا سے مغایر ہے بلکہ ان کا صرف من گھڑت خیالی اور بناوٹی خدا ہے اُن کی تردید کے درپے ہونا صرف اپنا وقت کھونا ہے

کلاں ہوتا ہے۔ اسی طرح اس ریفرمیشن کے پہلے حرف یعنے آر (رائے مہملہ) کو کلاں آر کے ساتھ لکھتے ہیں۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ وہ زمانہ جس میں یہ ریفرمیشن ہوئی تھی یاد رہے۔ اور بانی ریفرمیشن کا خیال اور عظمت دل میں بیٹھے

Marfat.com

میں کہتا ہوں جسنے قرآن مجید ایک بار بھی گو سرسری طور پر ہی سہی پڑھا ہو اسکو تو قائل ہونا ہی پڑتا ہے کہ یہہ کتاب بھی یونٹی (توحید الٰہی) سکھاتی ہے اُسے تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ توحید کا سکھانا اسی کتاب کا خاصہ ہے۔ گبن سے پوچھو! اس کتاب نے کس طرح اسپر حجت کو قائم کیا ہے۔ آیات ذیل جو متعلق کعبہ ہیں قابل غور ہیں۔

قل انني هداني ربي الى صراط مستقيم ۚ دينا قيما ملة ابرهيم حنيفا ۚ وما كان من المشركين ۝ قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين ۝ لا شريك له ۚ وبذلك امرت وانا اول المسلمين ۝ قل اغير الله ابغي ربا وهو رب كل شئ ۚ ولا تكسب كل نفس الا عليها ۚ ولا تزر وازرة وزر اخرى ۚ ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم فيه تختلفون ۝ (سورہ انعام رکوع ۲۰)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ مجھ کو تو میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے کہ وہی ٹھیک دین ہے یعنے ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کہ وہ ایک ہی خدا کے ہوکے تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اسکا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اسکے حکم بردار دن میں پہلا (حکم بردار) ہوں۔ (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ کیا (تمہاری یہہ مرضی ہے کہ) میں خدا کے سوا کوئی دوسرا پروردگار تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو (اسکا وبال) اسی پر پڑیگا اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ (اپنے اوپر) نہیں لیگا۔ پھر تم سب کو اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جب اسکے حضور میں حاضر ہوگے تو (دنیا میں) جن (جن باتوں میں اختلاف کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دیگا کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر تھا۔

سبحان اللہ تدبر ہو بصیرت ہو تو ان آیات میں کوزہ میں دریا بھرنے سے بھی

Marfat.com

زیادہ حقایق موجود ہیں۔ بت پرست بتوں کے نام کی قربانیاں کرتے اور چڑہاوے چڑہاتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ یہہ جانیں جان آفرین کے لئے جان آفرین کے نام ہی پر قربان کی جاویں۔ چونکہ یہہ قربانیاں منٰے میں سے تھوڑے فاصلہ پر ہے دی جاتی تہیں اور وہی جگہ مشرکین عرب کی بتوں پر قربانیاں چڑہانے کی تہی وہ سمجھے کہ بات تو وہی کی وہی ہے۔ جگہ بھی وہی ہے قربانیاں بھی اسی طرح ہوتی ہیں ہاں بت اگر نہیں ہیں تو نہ سہی یہہ سب کچھ کعبہ کی خاطر ہو رہا ہے بس کعبہ کو رب یا معبود مسلمانوں نے بنا لیا ہے اسی طرح پر کعبہ کے اردگرد مشرکین طواف کرتے اپنے ڈھب پر نمازیں پڑھتے اور حج کرتے۔ مگر سب کچھ بتوں کی خاطر اور بتوں کی عظمت کے لئے۔ اسلام نے ہر ایک چیز میں سے جو جو ردی اور بدعتی اور شرکی باتیں مل جل گئی تہیں سب کی سب نکالدیں اور اصل خالص توحیدی باتیں قائم کردیں چونکہ یہہ عبادتیں کعبہ کے اردگرد ہوتی تہیں مشرکین سمجھے کہ چلو یہہ باتیں بھی تو وہی ہیں جو ہم کیا کرتے تھے کیا ہوا جو بت توڑ دیئے گئے ہیں۔ مسلمانوں نے سب سے بڑے بت کعبہ کو قابل پرستش سمجھ کر اسکو اپنا معبود اور رب سمجھ لیا ہے۔ اللہ تبارک تعالے فرماتے ہیں کہ جو تم سمجھ رہے ہو یہہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلعم کی نماز اور قربانیاں بلکہ انکی ساری زندگی نہیں بلکہ اسکی موت یہ کسی معبود کسی بت کسی ماسوی اللہ کی خاطر نہیں ہیں بلکہ محض اُس اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہے۔ جو ہر ایک شئی کا رب ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہے اور جسکے لئے وہ مامور ہے اور جسکے ماننے میں وہ سب کا مقدم اور میری ہے ایسے اللہ کو چھوڑ کر جو ہر ایک شئی کا رب ہے۔ یعنی جسکی مربوب ہر ایک شئی ہے کسی اور کو کس طرح اپنا رب قرار دے سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اُسکا وبال بھی تو اسی کی گردن پر ہوگا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ یہہ باتیں ایسی ظاہر ماہر اور واضح ہیں کہ صاحب عقل سلیم فوراً مان جاتا ہے کہ اسلام اور شرک یعنی یہہ کہ سورج اور پھر اندھیرا! اچھا اگر تم نہیں سمجھتے اور بیہودہ اعتراض کر کر اپنی عمر اور مسلمانوں کا وقت ضایع کرتے ہو۔ سمجھ رکھو کہ یہہ باتیں ایک دن تمہاری سمجھ میں بھی آجائینگی اور یہہ سارے رگڑے جھگڑے جاتے رہیں گے۔ مگر وہ دن وہ ہوگا جب تم اپنے رب کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔ مگر اُس دن کی سمجھ سے کیا فایدہ۔ تم جیسوں کے لئے اس روز کھانا ہی کھانا ہے یوم یجمعکم لیوم[1] الجمع ذلک یوم التغابن۔ (سورہ تغابن) (مستفاد از تفسیر رحمانی)

باقی رہا طواف اور بوسہ حجر اسود سو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

[1] اور اسکا نتیجہ تم کو اس دن معلوم ہوگا جبکہ حشر کے دن تم سب کو جمع کریگا۔ [illegible]

Marfat.com

طواف وحجر اسود

طواف اور اسکی اصلی غرض

طواف کسی چیز کے گرد پھرنے کو کہتے ہیں۔ ہندی میں اسے پرد کھنا کہتے ہیں۔ اصلی غرض اس پرد کھنا کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ جس شئی کے گرد طواف کیا جاوے اُس شئی کی عظمت اور محبت کے جوش اور ولولہ میں آکر طواف کرنیوالا اُسپر اپنی جان فدا کردیوے۔ گویا اُس شئی کو وہ اپنی جان سے بھی عزیز جانتا ہے اس قسم کا فعل ہر ایک حیوان میں پایا جاتا ہے۔ پرندوں کو دیکھ لو کس طرح اپنے بچوں کے گھونسلے کے ارد گرد کسی غیر معمولی خطرے کے وقت کس بیتابی اور بے چینی کے ساتھ گھومتے اور منڈلاتے ہیں۔ چارپاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ خود حضرت انسان نہ صرف اپنے بچوں کے لئے ایسا کرتا ہے بلکہ تاریخ سے کئی نظیریں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بعض محبوں کی چارپائی کے گرد طواف کرکے اپنی جان دیدی۔ غرض خیال یہی معلوم ہوتا ہے جو اوپر لکھا گیا ہے اور یہہ خیال نہایت ہی قدیم زمانہ سے رائج چلا آیا ہے اور غالباً دنیا کے کل قوموں میں موجود ہے۔ **موحد** خدا کے لئے اور **مشرک** غیر خدا کے لئے ایسا کرتا ہے۔ پھر جس طرح اعتقاد میں فرق ہوتا ہے اُسی طرح اُس فعل تعظیمی کی کیفیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ **افسوس**! سادہ لوح مسلمان بھی جو حقیقت توحید کے شناسا نہیں ہیں۔ انہیں مشرک قوموں کو دیکھ کر بعض مزاروں اور مقبروں کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور ضرور ضرور یہہ فعل مدفون کی تعظیم و تکریم کی خاطر کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالے کا یہہ قول کیسا صحیح ہے۔ وما یؤمن اکثرھم[1] باللہ الا وھم مشرکون۔ (سورہ یوسف رکوع ۱۱)

عرب کی مشرک قومیں بھی یہہ طواف محض مشرکانہ نیت سے کرتی تھیں۔ **اسلام** نے ان بتوں اور ان بتوں کی تعظیم کو توڑا اور ان کے پجاریوں کے دلوں کو رب واحد لاشریک لہ کی عبادت کی طرف موڑا۔ یہہ طواف اصل میں حج کے ارکان میں سے ہے اور یہہ حج قدیم سے عربستان میں جاری تھا

---

[1] ۔ اور اکثر لوگوں کا حال یہہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں۔ اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں

سیدنا ابراہیم و اسماعیل علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کئے ہوئے مناسک (احکام حج) میں بہت کچھ تحریف ہوگئی ہوئی تھی۔ ان میں شرک مل جل گیا تھا۔ اسلام نے تمام محرف اور مشرکانہ امور کو نکالدیا۔ اور خالص توحیدی ملت ابراہیمی کو پھر قایم کردیا۔ یہہ محل حج کے احکام کے بیان کرنے کا نہیں ہے طالبان حق بالخصوص معترضین پر فرض ہے کہ وہ مسایل حج کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکیم سبحانی سے مروی ہیں پڑہیں۔ اسکے ارکان۔ ہیئات اور اذکار قابل غور ہیں جو شخص ان امور کو غور سے پڑہے گا وہ فوراً انشاء اللہ تعالیٰ بول اٹھیگا کہ اسلام کو لایعنی امور سے واسطہ ہی کیا ہے چونکہ ہمنے طواف کا ذکر شروع کیا ہوا ہے اسواسطے ناظرین کو بتاتے ہیں کہ طواف کے اذکار ہی کو پڑھلو اور دیکھو کہ کس طرح توحید سے بھرپور اور شرک سے دور بلکہ شرک کو خود دور کرنیوالے ہیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طاف بالبیت سبعاً ولا یتکلم الا بسبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ محیت عنہ عشر سیئات وکتب لہ عشر حسنات ورفع لہ عشر درجات الحدیث رواہ ابن ماجۃ (مشکوۃ)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بیت اللہ شریف کا سات پھیرا طواف کریگا اور اس اثناء میں اپنی زبان سے بجز ان کلمات کے اور کچھ نہ بولے گا۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" تو اس کے دس گناہ مٹائے جاوینگے۔ دس نیکیاں لکھی جاوینگی اور اسکے دس درجے بلند کئے جاوینگے۔

دیکھا کہ مسلمان طواف کرتے ہیں تو محض اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر پڑھتے ہیں بیت اللہ شریف کو وہ صرف ایک مکان جانتے ہیں جس طرح دیگر مساجد کو وہ خدا کا گھر کہتے ہیں۔ اسی طرح اس

لہ میں اللہ تعالیٰ کو ہر عیب و نقصان سے پاک یاد کرتا ہوں۔ سب قسم کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی لایق عبادت نہیں اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی یاری اور توفیق سے میں نیکی کرتا ہوں اپنی جد و جہد اور زور بازو پر مجھے کچھ بھروسا نہیں ہے۔

Marfat.com

اس مکان کو۔ خداوند تبارک و تعالیٰ چونکہ جسم اور جسم کے متعلقات اور خواص سے پاک ہے اور انسان کی فطرت میں یہہ امر ودیعت رکھدیا گیا ہے۔ کہ وہ فرط عشق میں آکر محبوب شی پر اپنی جان تک فدا کردیوے چنانچہ یہہ فطرتی تقاضا مشرکوں اور موحدوں سے ہمیشہ سے ظہور پذیر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ہوتا چلا جاویگا۔ مشرکوں نے محسوس نشان بت اور بت خانے حتی کہ بتوں کے پوجاریوں کو بھی محسوس نشان مقرر کرلیا اور ان محسوس نشانات کو بذاتِ خود متصرف اور نفع وضرر کا مالک یقین کرلیا۔ موحد قومیں کیا کریں جس خدا کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ بے مثل بے لون بے جنس اور ہر قسم کی حاجت سے مستغنی ہے اسکو یہہ دنیوی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ اسواسطے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ کوئی محسوس نشان اس امر کے لئے مقرر فرماوے۔ پس اس کعبہ کو اپنی طرف منسوب کیا اور سیدنا ابراہیم و اسماعیل علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود[1] (سورہ بقرہ رکوع ۱۵) کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں ہے کہ اس مکان میں اللہ تعالےٰ نے حلول کیا ہے کسی مسلمان کا خیال نہیں ہے کہ اس مکان میں انسان کے مال وجان پر کچھہ بھی تصرف ہے ہاں اس مکان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں اور طرح طرح کے انعاموں اور اکراموں کا محل جانتے ہیں۔ سبب رہدایت بھی یہی مکان تھا اور اب منتہائے برکات بھی یہی مکان ہے۔ اسی کعبہ کے متعلق چند ایک آیات جو پہلے لکھی جاچکی ہیں اُن کو پھر غور سے پڑھو اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ **ہاں** اس امر کا اظہار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طواف کرنے کے واسطے ان دو امروں کی اشد ضرورت ہے۔ اول یہہ کہ طواف کس جگہ سے شروع ہو۔ دوم یہہ کہ کس جانب سے شروع ہوکر کس جانب کو طواف کیا جاوے اور کہاں اسکا خاتمہ ہو کیونکہ یہہ دونو امر اگر معلوم یا معین نہوں تو پھر ہجوم کثیر میں اس طواف کیوقت اختلاف و نفاق اور جنگ وجدال پیدا ہوجاویگے اور کم از کم اسقدر بدنظمی تو ضرور ہوگی کہ پھر کبھی اس جگہ جاکر طواف کرنے کو جی نہ چاہے گا۔ پس ان دونو ضرورتوں کے رفع کرنے کے واسطے ایک بیّن اور محسوس نشان کی ضرورت ہے۔ کچھ

---

[1] کہ میرے (اس) گھر کے طواف کرنیوالوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنے نمازیوں) کے لئے پاک (صاف) رکھو۔

پرواہ نہیں ہے کہ وہ نشان پتھر کا ہو یا مٹی کا یا لکڑی کا یا اینٹوں کا اور اگر اس نشان کو دائمی اور پائیدار کرنا منظور ہو تو عمدہ سے عمدہ قسم کے پتھر سے بہتر اور کوئی نشان نہیں ہو سکتا۔ پس وہ محسوس نشان جسکی طواف کے لئے بھی ضرورت ہے یہی پتھر ہے جسکو حجر اسود کہتے ہیں اور جو سایل کے خیال میں مشرک قوموں کے بتوں کی طرح ایک بت ہے۔ اب ہم اس حجر اسود کی کچھ تفصیل کرتے ہیں اگرچہ اوپر کی تمہید سمجھنے والے کے لئے کافی شافی ہے۔ اور بتاتے ہیں کہ یہ بت نہیں ہے۔

حجر اسود

تتبع کتب حدیث و دیگر کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر اسود ایک پتھر ہے کعبۃ اللہ کے ایک رکن (ستون) میں جسکو رکن اسود کہتے ہیں نصب کیا ہوا ہے اسکے ساتھ ہی ایک اور رکن ہے جسے رکن یمانی کہتے ہیں اور تغلیباً ان رکنوں کو الرکنان الیمانیان کہتے ہیں یہ دو رکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی بنیادوں پر جوں کے توں کھڑے ہیں اُن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا اسی طرح اور دو ستون اس کعبۃ اللہ میں ہیں۔ اُن کو الرکنان الشامیان کہتے ہیں یہ ابراہیمی بنیاد پر کھڑے نہیں ہیں۔ حجر اسود صرف رکن اسود میں جو بیت اللہ شریف سے گوشہ جنوب و شرق میں واقع ہے زمین سے تخمیناً سات بالشت یا کچھ کم و بیش انگریزی اونچا گاڑا ہوا ہے۔ کعبۃ اللہ میں یہی ایک خاص اور نمایاں نشان ہے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ طواف کے دوام مذکور الصدر کی ضرورت کے لئے کسی بیّن اور خاص اور نمایاں نشان کی ضرورت ہے کچھ پرواہ نہیں کہ وہ نشان پتھر کا ہے یا لکڑی کا یا اینٹ کا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دائمی اور دائم قائم رہنے والا نشان کسی عمدہ قسم کے پتھر سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ پس حجر اسود کا ان ضرورتوں کے رفع کرنے کیواسطے اول تو کعبۃ اللہ کے اندر ہونا۔ دوم کسی خاص مناسب بلندی پر ہونا۔ سوم کسی کونہ کے اندر گاڑا جانا۔ ضروری ہے۔ اگر ان تینوں باتوں میں سے کوئی بھی مفقود ہو تو یہ نشان بیّن اور محسوس اور نمایاں نہیں رہیگا اور اس سے کئی تنازعات اور جھگڑے پیدا ہونگے۔ مثلاً اگر یہ پتھر زیر زمین گاڑا ہوتا یا کسی بہت اونچی جگہ پر جہاں آنکھ بھی پہنچ نہ سکتی تو اسکا وجود اور عدم وجود برابر ہوتے۔ اور جب ایسی صورت ہوتی تو طواف کی وہ تو ضرورتیں رفع نہ ہوتیں۔ اسی طرح اگر کونہ میں نہ ہوتا درمیان میں ہوتا تو پھر اگرچہ زیر زمین ہونے کی صورت میں جو دقت پیش آتی اس صورت میں پیش نہ آتی۔ مگر کونہ میں ہونے کی صورت کی نسبت ضرور دقت پیش آتی۔ کیونکہ کسی

دیوار کا کونہ بجائے خود ایک بین اور ایک محسوس نشان ہوتا ہے اور جگہ بالکل معین ہوتی ہے بخلاف وسط دیوار۔ کونہ کی چیز کونہ کے اندر ہونے کے سبب سے دور سے بھی نظر آسکتی ہے وسط دیوار کا یہ حال نہیں ہے۔ اگر حجر اسود نہ ہوتا تو طواف کرنے والے اپنی اپنی مرضی سے جہاں سے چاہتے طواف شروع کرتے اور ہجوم کثیر میں ایسی بدنظمی کے سبب سے کسی شخص کا بھی طواف ٹھیک طور پر ادا نہ ہو سکتا۔ بلکہ چھاتیاں اور سینے بھڑتے اور خوشی بخ بنجاتی۔ اسی طرح اگر حجر اسود کے داہنی طرف سے طواف شروع کرنے کا حکم نہ ہوتا تو پھر لوگ اپنی مرضی سے مختلف طرفوں سے شروع کرتے اور آپس میں لڑتے مرتے۔ شارع علیہ السلام نے بین نشان بھی مقرر کر دیا اور جہت بھی مقرر کر دی اور جہت بھی وہ جو داہنی۔ ہر ایک مہذب قوم اپنی عادات حسنہ کے سبب سے پہچانی جاتی ہے اور خیر و برکت کے کاموں کو داہنے ہاتھ یا داہنی طرف سے شروع کرنا انہیں عادات میں داخل ہے۔ اسی نشان کو زیادہ بین اور مؤکد کرنے کیواسطے اسکو بوسہ بھی دیا جاتا ہے یا نہ ہو سکے تو اسپر ہاتھ پھیر کر ہاتھ کو بوسہ دیا جاتا ہے یا یہ بھی نہ ہو سکے تو چھڑی یا کسی اور آلہ کو اسکے ساتھ چھوا کر بوسہ دیا جاتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے سامنے ہو کر اللہ تعالے کی تہلیل و تکبیر کہی جاتی ہے اور یہ ساری باتیں طواف میں امن قائم کرنے اور انتظام بانظام رکھنے کے لئے ہوتی ہیں اور بجائے خود بھی مستقل طاعتیں ہیں۔ کیونکہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و معاون ہیں اس بوسہ وغیرہ کی ایک حیثیت باریک و لطیف بھی ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث ذیل سے سمجھ میں آتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ رکن (حجر اسود) اس کرہ زمین میں اللہ تعالے کا داہنا ہاتھ ہے اللہ کے بندے اس سے اسطرح مصافحہ کرتے (داہنا ہاتھ پر ہاتھ دھرتے) ہیں۔ جس طرح کوئی اپنے بھائی سے کرتا ہے"۔

ان ھذا الرکن یمین اللہ عز وجل فی الارض یصافح بہ عبادہ مصافحۃ الرجل اخاہ (سبل السلام)

اس کتاب سبل السلام میں لکھا ہے کہ ازرقی نے اسکو سند صحیح کے ساتھ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز اسی صحابی سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے غرض کہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر اسود کو مجازی طور پر اللہ تعالی کا داہنا ہاتھ کہا جاتا ہے گویا اس پتھر پر بوسہ دینا خداوند تعالے کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے اور جو کہ مسلم دستور کے موافق

جب کبھی کسی روحانی استاد یا جسمانی حاکم مثلاً بادشاہ وغیرہ کی بیعت کی جاتی ہے تو اُسوقت اس کے ہاتھ پر ہاتھ دھرا جاتا ہے اسکے فرمان کو دل کے کان سے سنا اور زبان سے فرمانبرداری کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی بیعت کے لئے کوئی محسوس اور جسمانی اور دائمی ذریعہ نہیں ہے پس اس بیعت کے لئے حجر اسود کو محسوس اور دائمی نشان مقرر کر دیا اور اسکے بوسہ یا قائمقام بوسہ کو گویا اسکی بیعت قرار دیدیا۔ مگر یہ بیعت صرف وہی کر سکتا ہے جو مستطیع ہو۔ اسواسطے اس بیعت کو عام اور ہر شخص بالغ (مرد ہو خواہ عورت) سے اسکا اقرار لینے کے لئے حکم دیدیا کہ نماز پڑھتے وقت کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر لیا کرو خواہ تم کہیں ہو۔

ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ دنیا کے بادشاہوں کے اس دستور پر مبنی ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی عالیشان عمارت کے بنوانے کی خواہش کرتا ہے تو سب سے پہلے اپنے دست مبارک سے (فونڈیشن سٹون) (بنیادی پتھر) رکھ دیتا ہے گویا یہ حجر اسود فونڈیشن سٹون ہے۔ عمارت اسلام قیامت تک قائم رکھنے کے لئے اس پتھر کو خود خداوند تعالےٰ نے یہاں رکھنے کا حکم دیا اور اپنے دین اسلام کے اتباع کا اسکو ظاہری نشان مقرر کر دیا۔ اور یہ وجہ ہم کو حدیث ذیل سے معلوم ہوتی ہے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم نزل الحجر الاسود من الجنۃ الحدیث رواہ الترمذی (مشکوۃ)

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حجر اسود جنت سے آیا ہے"۔

غرضکہ حجر اسود کو مسلمان محض پتھر ہی پتھر خیال کرتے ہیں۔ اُسکو رزاق خالق۔ مالک اور نفع و نقصان کا دینے والا نہیں سمجھتے غرضکہ کوئی بھی صفت خداوندی اسمیں قرار نہیں دیتے۔ اگر کسی شخص کا یہ خیال ہو تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ مسلمان نہیں ہے وہ قطعی طور پر مشرکین عرب کا بھائی ہے۔ سیدنا فاروق رضؓ نے اپنے عہد مبارک میں موسم حج میں جب کہ مختلف ملکوں کے لوگ حج کے لئے آئے ہوئے تھے اور چونکہ یہ دور دور کے ملک صرف انہیں حضرت رضؓ کے وقت میں مشرف باسلام ہوئے تھے اور ابھی نئے نئے مسلمان تھے آپنے تمام ملکوں کے قافلوں کے، ہر دے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پکار کر تمام لوگوں کو سمجھا دیا کہ حجر اسود کوئی بت نہیں ہے حجر اسود میں کسی قسم کا تصرف بالذات

نہیں ہے بلکہ وہ محض پتھر ہی پتھر ہے۔ مینے اُسکو اسواسطے بوسہ دیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے اسکو بوسہ دیا۔ تہا اور یہہ ظاہر ہے کہ شارع علیہ السلام کے جملہ احکام محض مصالح وحِکَم ہی ہوتے ہیں اصل الفاظ حاشیہ میں ہیں۔ عابس بن ربیعۃ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ مینے عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو حجر اسود کو چومتے اور سونہہ سے یہ کلام بولتے سنا۔ بیشک میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو تیرے ہاتھ میں نفع ہی ہی اور نہ نقصان۔ اگر میں پیغمبر خدا صلعم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

عن عابس بن ربیعۃ قال رأیت عمر رضی اللہ تعالے عنہ یقبل الحجر ویقول انی لاعلم انک حجر ما تنفع ولا تضر ولولا انی رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقبل ما قبلتک متفق علیہ (مشکوٰۃ)

چند مسائل متعلق قبلہ

کیا ہر جگہ ہر ایک نمازی کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔

نہیں یہہ ناممکن ہے اور شریعت اسلام نے ایسی تکلیف جو احاطہ امکان سے باہر ہو ہرگز نہیں دی جو لوگ کعبہ کے اندر یعنی حرم کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے عینِ کعبہ کی طرف رخ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے پس وہ ایسی تکلیف کے مکلف ہو سکتے ہیں مگر جوں جوں انسان کعبہ سے دور ہوتا چلا جاویگا توں توں کعبہ نظر سے غائب ہوتا جاویگا حتی کہ خود مکہ معظمہ کے باشندگان کی نظروں سے بھی غائب ہو جاویگا۔ پھر اس خیال کو ذری اور وسیع کرو اور دیکھو کہ دور دور کے ملکوں کے لئے تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ کہ وہ اپنا رخ عین کعبہ کے مقابل کر سکیں اور اینٹی پوڈی تو خود پاؤں کی سیدھ ہی رہتے ہیں پس ضرور ہوا کہ شریعت ایسے لوگوں کو یہی حکم دیوے کہ کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنا واجب ہے۔ نہ کہ عین کعبہ کو اپنے رخ کے مقابل کرنا۔ اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا

لہ وہ لوگ جو اس کرہ زمین میں ہیں۔ اس کرہ کی دوسری طرف عین ہمارے پاؤں کے نیچے رہتے ہیں۔

Marfat.com

ہے۔ کہ اے نبی صلعم! اور یہ معلوم ہے کہ اس خطاب کے وقت نبی صلعم مدینہ منورہ میں تھے نہ کہ مکہ میں اور

فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره۔ (سورہ بقر رکوع ۷)

پھر خاص کر عین کعبہ کے اندر (اب تو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف (نماز میں) کر لیا کر۔ اور اے مسلمانو! تم بھی جہاں کہیں ہو (خشکی ہو سمندر ہو) (نماز کے وقت) اسی مسجد حرام کی طرف اپنے رخ کر لیا کرو۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنپر یہ کتاب نازل ہوئی کل دنیا کو اسی آیت کے وسیع مضمون

عن ابی هريرة رض قال قال رسول الله ص ما بين المشرق والمغرب قبلة (رواه الترمذي)

کو بایں الفاظ بیان فرمایا۔ "مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے"

مشرق اور مغرب چونکہ جہات اربعہ مشہورہ میں سے زیادہ تر مشہور ہیں کیونکہ سورج جیسی چیز ایک طرف سے چڑھتی اور دوسری طرف کو ڈوبتی ہے اسواسطے ان دو جہتوں کا نام رسول اللہ صلعم نے لے دیا۔ جس طرح اس قول خداوندی وللہ المشرق والمغرب میں چاروں جہتیں شامل ہیں اسی ان الفاظ مبارک نبوی میں بھی چاروں جہات شامل ہیں آپ نے صرف ایک جامع جملہ فرما دیا۔ اس سے باقی جہات خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں جسکی تشریح ہم یہاں کرتے ہیں جو لوگ تو کعبہ سے مشرق کی طرف رہتے ہیں۔ پس ان کا قبلہ تو ما بین المشرق والمغرب ہے وہ تو اپنا رخ مغرب کو کر لیا کریں (مثلاً ہمارا ملک) کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کعبہ ہمارے رخ کے عین مقابل میں آکر پڑا ہے یا نہیں۔ جو لوگ کعبہ سے مغرب کو ہیں ان کا قبلہ ما بین المغرب والمشرق ہے وہ اپنا رخ مشرق کو کر لیا کریں۔ جو لوگ کعبہ سے جنوب کو ہیں ان کا قبلہ ما بین الجنوب والشمال ہے۔ پس وہ اپنا رخ شمال کو کر لیا کریں۔ جو لوگ کعبہ سے شمال کو ہیں ان کا قبلہ ما بین الشمال والجنوب ہے۔ پس وہ اپنا رخ جنوب کو کر لیا کریں۔ جن لوگوں نے اس مسئلہ میں کچھ بتقال کیا ہے وہ تکلف اور تشدد اور تعمق سے خالی نہیں ہے اور ہم کو شارع علیہ السلام نے ایسی باتوں سے سخت منع فرمایا ہے۔

تحری جہات اربعہ میں سے کوئی جہت بھی اگر معلوم ہو تو باقی کی خود بخود معلوم ہو جاتی ہیں اور آبادیوں میں تو یہ بات بالکل سہل ہے مگر جب کوئی جہت معلوم نہ ہو۔ مثلاً جنگل یا سمندر میں رات

Marfat.com

کا وقت ہو یا دن میں کسی حادثہ جو السماء کے سبب سے سورج نظر نہیں آتا یا کوئی ایسی جگہ ہے کہ سورج بھی موجود ہے مگر اس سے بھی کسی جہت کا پتہ نہیں لگ سکتا تو ایسی صورت میں متحیر انسان کا تردد دور کرنے کیواسطے شارع علیہ السلام نے حکم دیدیا کہ تم تحری کر لو یعنے یہہ کہ اسوقت صحیح سمجھہ کر ظن غالب پر عمل کر لو پس وہی تمہاری جہت یعنے قبلہ ہے کچھہ پرواہ نہیں کہ حقیقت میں وہ قبلہ ہے یا نہیں۔

ریل۔ کشتی۔ جہاز۔ وغیرہ

ان سواریوں میں قبلہ رو ہونے کے بعد اگر یہہ سواریاں قبلہ کی طرف سے نمازی کو ہٹاتی رہیں تو پڑی ہٹا دیں نمازی اپنی نماز ادا کرتا رہے وہ یہی سمجھے رہے کہ وہ قبلہ رو ہی ہے۔

خلاصہ یا اصل اصول قبلہ

۔ ان کل مسائل کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ قبلہ یا جہت کا مقرر کرنا محض دل کی طمانیت اور توجہ کے قائم کرنے کے لئے ہے اور کعبہ کو جو قبلہ مقرر کیا گیا ہے تو اسکی خاص وجوہات ہیں جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں اور اگر یہہ نہ ہوتا تو پھر ہر حال میں۔ ہر وقت میں۔ ہر جگہ میں ہر ایک نمازی کو یہی حکم ہوتا کہ عین کعبہ کے مقابل کھڑے ہو۔ نہیں تو صرف اسی طرف کو رخ کرو۔ ورنہ تمہاری نماز درست نہ ہوگی۔

معبد

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعضٍ لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت و مسجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ط (سورہ حج رکوع ۶)

ہر قوم میں اور ہر ملک میں اور ہر زمانہ میں عبادت کرنے کے لئے ہم مذہب لوگ مل ملا کر جہاں ہیں

ط اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھہ سے نہ ہٹواتا رہے تو (نصاریٰ کے) صومعے اور گرجے اور (یہود کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی مسجدیں) جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔

Marfat.com

سے کوئی ایک ہی صاحب وسعت ایک علیحدہ جگہ بناتے چلے آئے ہیں۔ جہاں قوم کی قوم عموماً ہر وقت یا خصوصاً وقت مقررہ پر بے روک ٹوک آکر عبادت کرے ایسی جگہوں کو عربی میں معبد کہتے ہیں یہودیوں میں یہہ معابد موجود ہیں۔ عیسائیوں میں یہہ معابد موجود ہیں مشرکین کے ہاں یہہ معابد موجود تھے اب بھی جہاں کہیں مشرکین ہیں مثلاً ہند وغیرہ وہاں یہہ معابد پائے جاتے ہیں قدیم قوموں کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی قومیں معلوم نہیں ان سب میں یہہ معابد برابر پائے جاتے تھے

سب سے پہلا گھر جو اس مطلب کے لئے بنایا گیا تھا وہ کعبۃ اللہ ہے جسکی تعمیر پہلے پہل سے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے کی تھی اسی کعبہ کی نقل میں باقی تمام معابد بھی جس طرح اس کعبہ میں عبادت کے رنگ ڈھنگ کچھ اور کے اور ہو گئے توحید جاتی رہی اور شرک نے جڑ پکڑلی اسی طرح اور دوسرے معابد میں یہہ شرک جاری ہو گیا۔ لیکن جب اسلام چمکا اور مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ایک سچے اور زندہ خدا کی عبادت جسکا اسوقت تمام جہان میں نام و نشان تک پایا نہیں جاتا کرنا ہم پر فرض ہے۔ اور وہ ایک جماعت کثیر بن گئی اور سب کو ایک خاص مکان میں عبادت کرنے کے لئے یعنے باجماعت نماز گزارنے کے لئے حکم دیا گیا تو اب ضرور تھا کہ کوئی ایسی جگہ معین کی جاتی جس سے سب نفع اُٹھائیں۔ اور جہاں سب کے سب مل جل کر عبادت الٰہی کریں۔ پس ضرور ہوا کہ وہ بھی ایک معبد قائم کرتے جس طرح اور قومیں شروع سے کرتی چلی آئی ہیں۔ اور معبدوں میں اگر بت و اصنام اور ننگے ٹھاکر اور ٹھاکرنیاں پوجی جاتی تھیں تو یہاں صرف ایک رب عالمین خدائے واحد بے لون و بے جنس کی عبادت ہونے لگی وہاں اگلے بڑے مہنتوں اور مہارشیوں اور مقدس ولیوں اور مزکی احبار و رہبان اور معصوم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور فرضی یا حقیقی پاکدامن عورتوں کی پرستش ہوتی تھی تو یہاں صرف ایک ہی معبود برحق کی جو حقیقت میں قابل پرستش ہے پرستش ہونے لگی اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تمام ماسوے اللہ کی عظمت گو کیسے ہی معظم و مقرب ہوں جلال الٰہی کے مقابلہ میں ہیچ سے گنوائی جانے لگی ایسے معبد کا نام ہم میں مسجد کے نام سے مشہور ہے جسکے معنے ایسی جگہ کے ہیں جہاں اپنے ذل و عجز اور خدائے ذوالجلال والاکرام کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے سر بسجود

خاک پر پھینک دیا جاتا ہے۔ مسلمان کے لئے تمام روئے زمین مسجد ہی مسجد ہے بشرطیکہ وہ جگہ پاک ہو ایسی جگہ نہو کہ جسے فطرت انسانی متنفر ہو۔ یا جو خود نفس عبادت کے منافی ہو۔ جیسا کہ ہم آگے باب مساجد میں بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

فضل مسجد

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم من خرج من بیتہ متطہراً الی صلوٰۃ مکتوبۃ فاجرہ کاجر الحاج المحرم الحدیث رواہ احمد و ابوداؤد (مشکوۃ)

یعنے جو کوئی اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرضی نماز کے (مسجد میں ادا کرنے کے لئے نکلے اُسکا اجر محرم حاجی کی طرح ہے۔ گویا مسجد کو بیت اللہ شریف سے ایک گونہ تشبیہ دی ہے۔

دوسری جگہ آپنے انہیں مسجدوں کو ریاض الجنۃ یعنے بہشت کی گلزاروں کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اذا مررتم برياض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال المساجد قیل وما الرتع یا رسول اللہ صلعم قال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر رواہ الترمذی (مشکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم بہشت کی گلزاروں کے پاس سے گزرو تو وہاں کے میوہ جات کھاؤ صحابہ رضہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشت کی گلزاریں کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں عرض کی گئی ان کی میوہ خوری کیا ہے فرمایا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

مساجد مومن کو دنیا کے کاموں میں منہمک نہیں ہونے دیتیں کیونکہ مومن کا دل

مسجد کی طرف لگا رہتا ہے گویا دنیوی کام کو وہ صرف عرض سمجھتا ہے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کو جوہر یعنے دنیوی کاموں کو صرف عارضی سمجھتا ہے اور مسجد میں جانیکو یعنے نماز پڑھنے کو اصلی مقصود۔ ایسا شخص اُن سات شخصوں میں سے ہے جنکو اللہ تعالے قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ عطا فرماویگا۔ پھر جسوقت ایسا شخص اپنی بیوی اور بال بچوں یا اُن دنیاوی کاموں کو جنمیں وہ پھنسا ہوا ہوتا ہے چھوڑ کر نہایت عمدگی کے ساتھ وضو کرتا ہے اور اسی اصلی مقصود یعنے صرف نماز کیخاطر ان سب کو چھوڑ کر مسجد میں جاتا ہے تو پھر کوئی قدم نہیں اُٹھاتا کہ اسپر اسکے لئے بہشت میں ایک درجہ اونچا نہیں کیا جاتا اور اسکا ایک گناہ مٹایا نہیں جاتا! اور اسکے نماز پڑھنے کے وقت سے لیکر اسوقت تک کہ جب تک وہ اپنے جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اُسکے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ بشرطیکہ کسی کو اذیت نہ پہونچائے اور باوضو رہے۔ یہہ ساری فضیلت محض مسجد کی خاطر ہے اور بس۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم صلوة الرجل فی الجماعة تضعف علی صلوته فی بيته وفی سوقه خمسا وعشرين ضعفا وذلك انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا يخرجه الا الصلوة لم يخط خطوة الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة فاذا صلی لم تزل الملائكة تصلی عليه ما دام فی مصلاه اللهم صل عليه اللهم ارحمه ولا يزال احدكم فی صلوة ما انتظر الصلوة وفی رواية قال اذا دخل المسجد كانت الصلوة تحبسه وزاد فی دعاء الملائكة اللهم اغفر له اللهم تب عليه ما لم يؤذ فيه ما لم يحدث فيه متفق عليه (مشکوٰۃ)

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز جماعت میں اسکے گھر یا دکان کی نماز سے پچیس گنے زیادہ ثواب ہوتا ہے اور یہ اسلئے ہے کہ جب وہ عمدہ طرح پر وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف جاتا ہے اور گھر سے نکلنے کا باعث صرف نماز ہی ہوتی ہے تو پھر کوئی قدم نہیں اٹھاتا کہ اسکا ایک درجہ بلند نہیں کیا جاتا اور اسکا ایک گناہ معاف نہیں کیا جاتا اور جب نماز میں مصروف ہو جاتا ہے تو پھر جبتک وہ جائے نماز میں رہتا ہے فرشتے اسکے حق میں اسطرح دعا رحمت مانگتے رہتے ہیں۔ اللہم صل علیہ اللہم ارحمہ اور جبتک کوئی شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو وہ نماز میں ہی لگا ہوا سمجھا جاتا ہے اور ایک روایت میں فرمایا کہ جب مسجد میں داخل ہوتا ہے حالانکہ اسکو نماز ہی روکنے والی ہوتی ہے اور فرشتوں کی دعا میں کلمات زیادہ ہیں اللہم اغفر لہ اللہم تب علیہ بشرطیکہ مسجد میں کسی کو نیاز پہنچاوے اور بے وضو

۱ الٰہی اسپر خاص رحمت کر ۲ الٰہی اسپر رحم کر ۳ الٰہی اسکے گناہ معاف کر ۴ الٰہی اسپر رجوع بہ رحمت کر۔

Marfat.com

مسجد کا بنانا ذریعہ اعلاء کلمہ حق کا کیونکہ جہاں مسجد ہوگی وہاں کم سے کم پانچ بار کلمات اذان کی منادی ہوگی لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرینگے لوگوں کو وہاں وعظ و نصیحت کرنے اور سننے کا موقعہ ملتا ہے یہہ جنت کا ایک باغ ہوتی ہے پھر ایسی چیز کا بنانیوالا جنتی نہ ہو تو کیا ہو آنحضرت صلعم ایسے مومن کو بشارت دیتے ہیں۔ کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ محض کلمہ حق کے بلند کرنے یعنے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

عن عثمان رض قال قال رسول اللہ صلعم من بنیٰ للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ متفق علیہ (مشکوۃ)

حاصل کرنے کے لئے کوئی سی مسجد بھی بنائے اللہ تعالےٰ اسکے عوض میں جنت کے اندر اسکے رہنے کے لئے محل بناتا ہے۔ اور جو لوگ دکھاوے اور نمود کے لئے کوئی بھی نیک کام کرتے ہیں وہ سب کا سب اکارت جاتا ہے۔ **مسجد** اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے پیاری لگتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل مکانوں میں سے اللہ تعالیٰ کو مسجدیں زیادہ پیاری ہیں اور کل مکانوں میں سے سب سے مبغوض بازار ہیں یہہ بات کیسی ظاہر باہر ہے مسجد کا اصلی مقصود محض ذکر الٰہی ہے بازار کا اصلی مقصود دنیا ہے مسجد میں خواہ مخواہ بھی نیکی اور نیک کام کرنا پڑیگا بازار میں خواہ مخواہ بھی دنیا کا کام کرنا پڑیگا گو وہ کیسا ہی جائز کیوں نہو۔ پھر بازاروں میں اسقدر گناہ ہوتے ہیں جنکا نتیجہ جہنم ہوتا ہے اور مسجد کا نتیجہ جنت پس یہہ محبوب تر ہے اور وہ مبغوض تر ہے۔ مسجد کا آباد کرنا ایمان باللہ و بالیوم الآخر کا نشان ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم احب البلاد الی اللہ مساجدہا و ابغض البلاد الی اللہ اسواقہا رواہ مسلم (مشکوۃ)

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ و اٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولئک ان یکونوا من المہتدین ۝

(سورہ التوبہ رکوع ۳)

(حقیقت میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع کی جا سکتی ہے کہ (آخرکار) ان لوگوں میں (جا شامل) ہونگے جو منزل مقصود

Marfat.com

مکان مسجد

مسجد ایسی جگہ پر بنانی چاہئے جہاں لوگ اکٹھے ہو سکتے ہوں اگر کوئی ایسی آبادی ہے کہ جسکی آبادی بہت تھوڑی ہے تو وہاں ایسی جگہ پر بنانی چاہئے جہاں اس آبادی کے لوگوں کو حاضر ہونے میں کوئی دقت نہو۔ جماعت میں ہر قسم کے لوگوں کو حاضر ہونا پڑتا ہے اسلئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ مسجد بھی ایسے موقع پر بنانی چاہئے جہاں لوگ آپ سے آپ خواہ کیسے ہی خفیف الایمان کیوں نہ ہوں حاضر ہوتے رہیں۔ جو لوگ دور دور سے چلکر مسجد میں حاضر ہوتے ہیں

عن ابی موسے الاشعری رض قال قال رسول اللہ صلعم اعظم الناس اجراً فالصلوٰۃ ابعدھم فابعدھم ممشی الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کو سنکر شادہوں کہ نماز کے لحاظ سے جس شخص کو سب سے بڑا اجر ملتا ہے وہ شخص ہے جو دور سے چلکر نماز پڑھنے کو آتا ہے اور اس سے بڑا کردہ جو اس سے بھی دور سے آتا ہے۔

اگر کوئی ایسی آبادی ہے کہ وہاں کے باشندے بہت ہیں تو وہاں پر مناسب مقامو نپر مختلف محلوں میں مسجدیں بنانی چاہئیں تاکہ محلے محلے کے لوگ اپنی مسجد کو آباد رکھیں۔ پھر ایک ایسی وسیع اور فراخ مسجد بنانی چاہئے جہاں آٹھوں روز نہ صرف بڑی آبادی کے لوگ ہی سما سکیں بلکہ اس آبادی کے ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کے لوگ بھی پھر اگر ایسی ایک مسجد کافی نہو تو مناسب مناسب موقعوں پر ایک سے زیادہ مسجدیں تیار ہونی چاہئیں۔

مسجد کی وضع

مسجد کی چھت اور کھڑکیوں اور دروازوں کا خیال ضروری امر ہے ہوا اور روشنی کے لئے معقول روشندان رکھنے چاہئیں جب کبھی کوئی مسجد بننے لگے تو مستریوں انجینیروں سے ضرور ہی صلاح لے لینی چاہئے اپنے سکونتی مکان بناتے ہو تو دیکھو کیسی کیسی کوشش کرتے ہو اس سے بڑھکر مسجد کے بنانے میں کوشش کرو اور اس آیت کو ہمیشہ ہر نیکی کے وقت مدنظر رکھو۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۵ وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم ۵
(سورہ آل عمران رکوع ۱۲)

لوگو! تبتک خدا کی راہ میں وہ چیز خرچ نہ کرو گے جو تمکو پیاری ہے نیکی کے رتبے کو ہرگز پہونچ سکو گے اور کوئی سی چیز بھی خرچ

Marfat.com

بدر رووں غسلخانوں اور کنوؤں پر کچھ ریمارک

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں نہ کوئی وضو کرنے کی جگہ ہوتی تھی نہ کوئی نہانے کے لئے مکان بنا ہوا تھا اور نہ کوئی اُن میں کنواں ہوتا تھا لوگ گھروں سے وضو کر کے آتے تھے مسجد میں فرضی نماز ادا کر کے نوافل گھر میں جا پڑھتے بلکہ آنجناب صلعم کے زمانہ مبارک میں مسجدیں بھی کوئی چونہ گچ اور پختہ نہ ہوتی تھیں خود مسجد نبوی کا یہ حال تھا کہ جب کبھی بارش ہوتی تو مسجد کی چھت جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوتی چوپڑتی چوتی کیا مسجد میں کتنی کیچڑ جمع ہو جاتی اور آنجناب اسی کیچڑ میں اپنا سر مبارک رکھتے اور آپ کے وفادار تابعدار اصحاب رضہ بھی ایسا کرتے آپ کے عہد مبارک کی مسجدوں کا تو یہ حال تھا لیکن جب آپ اس جہان فانی سے دار باقی کو رحلت فرما گئے تو پھر کچھ ضرورتیں تقاضی ہوتی گئیں اور کچھ آسائش و آسودگی کی طرف راغب ہوتے گئے یہانتک کہ وہی مسجد نبوی اب ایک بڑا وسیع میدان دکھائی دیتا ہے اور سب قسم کی آسائش جو نمازی کے لئے ضروری ہے مہیا ہو گئی۔ اب ہم اپنے ملک کی مسجدوں کو دیکھتے ہیں جن سے ہم کو ہر روز کام پڑتا ہے۔

جو لوگ گھروں میں ہوتے ہیں وہ تو اذان سننے کے ساتھ گھر سے پانی لے وضو کر جھٹ مسجد میں آ پہونچتے ہیں لیکن جو مسافر اور راہی ہوں وہ کیا کریں بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں سے پانی لا کر وضو وغیرہ کرنے کی بجائے کوئی اور ایسی تجویز نکالی جاوے جس سے لوگوں کی احتیاج جاتی رہے اور پانی خاطر خواہ مسجد میں ہی مل جاوے۔ مسجد میں ایسا پانی پیدا کرنے کے لئے کئی صورتیں ہیں جو سب کی سب ہمارے ملک میں رائج ہیں اور جو سب کی سب محمود اور مستحسن ہیں۔ ان ضرورتوں کے پورا کرنے والے لوگ واقعی اس حکم ربانی کی تعمیل کرنے والے ہیں۔

وتعاونوا علی البر والتقوے ص وکا تعاونوا علی الاثم والعدوان ص واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۵ (سورہ مائدہ رکوع ۱)	اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جاؤ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو اور اللہ کے غضب سے ڈرو کیونکہ اللہ کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

بدر رو | پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم کو مسجد میں وضو کرنا پڑا تو ساتھ ہی ایک برتن کی ضرورت بھی پڑی

Marfat.com

اور اس مکان کی ضرورت بھی بڑی جہاں پر بیٹھ کر وضو کریں۔ اب مکان بھی ایسا تجویز کرنا چاہیے کہ وہاں پر خواہ کتنا ہی پانی گرے اسکے سبب سے بدبو نہ پھیلے اور مسجدیں جنکی ہوا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر پاکیزہ رکھنے کی تاکید کی ہے کہ سونی لہسن۔ پیاز (یا اس قسم کی اور چیزیں جنکے کھانے کے بعد بدبو دار ڈکار آتا ہے) کھا کر آنے والوں کو حکم دیدیا کہ ہماری مسجد کے نزدیک تک نہ آویں جب تک کہ اس میں داخل ہو جاوے بالکل مصفا رہ سکیں۔ پس اگر تمام وضو کرنے والے صحن کے باہر ہوا دار زمین پر وضو کرینگے تو وہاں پر ہر روز کیچڑ جمع رہا کریگی اور کئی نمازی خصوصاً بڈھے پھسلا کرینگے اور علاوہ ازیں زمین نمناک رہیگی اور اس نمناکی کے سبب سے بہت سی بیماریاں پھیلیں گی۔ لہذا ضروری ہوا کہ ایک بدرو کھودی جاوے جسمیں سے تمام پانی بہہ کر مسجد سے کہیں دور باہر چلا جاوے

ہمارے ہاں بدرویں تو ہیں لیکن وہ بہت عمیق نہیں کھودی جاتیں اور نہ ان کو صاف کیا جاتا ہے پس مسجدوں کے بنانے والوں کو لازم ہے کہ ان موریوں کو عمیق کھودا کریں اور ان کی صفائی کی طرف توجہ کیا کریں لیکن اگر حسن اسلام کا خیال ہو وسعت کے ہوتے تو یہ خیال ضرور فرض ہو جاتا ہے تو ان بدرووں کو مسجد کے صحن سے بھی دور بنوانا چاہیے یعنے صحن مسجد اور بدرو میں اچھا خاصہ فاصلہ رکھنا چاہیے۔

وضو ایک ایسی شے ہے کہ سب کے سامنے کیا جا سکتا ہے لیکن اگر استنجا کرنا ہو یا غسل کرنا ہو یا پیشاب کی حاجت پڑ جاوے تو اسکے لئے ضرور ہے کہ ایک علیحدہ مکان جو مسجد کے صحن سے کہیں دور واقع ہو بنوایا جاوے اور ان کو غسلخانوں کے نام سے موسوم نہ کیا جاوے۔ غسلخانہ صرف اسی مکان کو کہا جاوے جہاں صرف غسل کا کام لیا جاوے۔

اس ملک میں بدرویں اور غسلخانے (جو حقیقت میں غسلخانے نہیں ہیں) بہت بری طرح سے بنے ہوتے ہیں۔ بدرویں عموماً گندی اور میلی رہتی ہیں غسلخانے گندے اور میلے رہتے ہیں بعض اوقات بدبو کے سبب سے دم گھٹتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ان مسجدوں سے جنہیں بانی مسجد اول نے یا کسی کے نام مبارک سے یاد فرمایا تھا اٹھ جاویں مسجدوں کے بنانے والوں مسجد کے اندر نماز پڑھنے والوں اور بالخصوص صاحب وسعت مسلمانوں کو اس طرف توجہ کرنا نہایت ہی ضروری ہے

برتن وضو وغیرہ کے لئے ایک الگ حجرہ چاہئے | وضو کے برتنوں کی

Marfat.com

ضرورت اظہر من الشمس ہے ان کی حفاظت کے لئے مسجد کا ایک کونہ مقرر کرنا اچھا نہیں ہے ان کے لئے ایک الگ مکان مثلاً کوئی حجرہ مقرر کرنا چاہئے اور مسجد کے متعلق جتنی چیزیں ہوں وہیں سب کی سب رکھنی چاہئیں مسجد بالکل صاف اور پاک رہنی چاہئے کسی قسم کی چیز سے مسجد کی کوئی جگہ بھی روکنی نہیں چاہئے عمیق نظر مومن مسجد کو ایسی چیزوں سے بہی پاک و صاف کرنے کا نام طہارت رکھتا ہے اور طہارت بیتی الآیۃ میں داخل کرتا ہے بعض ایمہ تو اس معاملہ میں اسقدر احتیاط کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک مسجدوں میں بچوں کی قرآن خوانی بھی درست نہیں ہے۔ پس جن مسجدوں میں کچھ

درویش وغیرہ

درس و تدریس ہو بہتر ہے کہ متعلمین کے لئے مسجد کو گھر نہ بنا دیا جاوے بلکہ ضرور کوشش کر کے کچھ حجرے مسجد سے الگ بنانے چاہئیں پہیر پر ان لوگوں کو سونا بیٹھنا مطالعہ کرنا چاہئے کبھی بھی (ہو سکے تو) مسجد میں سونا نہیں چاہئے۔ مسجدیں صرف ذکر الٰہی کے لئے بنائی گئی ہیں

مسجدوں کی خدمت

جہاں اتنی محنت و ہمت صرف کر کے مسجد بنائی جاتی ہے تو وہاں اگر مسجد بنانے والا صاحب وسعت ہو تو فبہا ورنہ اور مسلمان مل جل کر کچھ ایسی تجویز کریں کہ مسجد کے اخراجات پورے ہوتے رہیں مثلاً کچھ ایسی دوکانیں بنا دیں جنکا کرایہ کافی آتا ہو یا اسکے متعلق کوئی کارخانہ کھولدیں جسکے نفع میں سے کچھ حصہ معین مسجد میں لگایا جاوے یا کوئی اور ایسی ہی تجویز سوچیں جسے صاحبان رائے و فکر خود بخود سوچ سکتے ہیں۔

امام مسجد کی خدمت

مسجد کے امام کو ڈوموں۔ مراسیوں۔ بروالوں۔ دھوبیوں۔ حجاموں مہتروں یا اسی قسم کے اور کمیوں یا سیپیوں کی طرح کمی یا سیپی سمجہا جاوے امام مسجد (دیکھو مضمون امامت میں صفات امام) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے والا ہوتا ہے وہ اپنے اس کار خیر کے سبب سے زیادہ سزاوار عزت و حرمت ہے اس نے اپنی زندگی اس کار خیر یا اصلاح قوم میں وقف کر دی ہے۔ اسکی معاش کی معقول صورت اسکے مامومین کے ذمہ ہے ایسے لوگوں کی خدمت کرنا دین کی خدمت کرنا ہے ایسے لوگوں کو ذلت میں رہنے دینا خود ذلت میں رہنا اور اسلام کو بدنام کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے ملا بھی دیگر کمیوں اور سیپیوں کی طرح امامت جیسے افضل کام کو سیپ سمجہہ بیٹھے ہیں اور اپنے افعال نالائقہ سے جتنے عمدہ اور مفید کام ان کے متعلق

Marfat.com

تھے سب کو بدشکل بنا رکھا ہے غالباً اسکا سبب یہہ ہے کہ لوگوں نے ان کی جائز اور واجب خدمت کرنے چھوڑ دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسجدوں کی آبادی

لوگوں کا اکثر وتیرہ ہو رہا ہے کہ مسجدیں بناتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی آبادی کرنے کی طرف کچھ التفات نہیں کرتے۔ ان مسجدوں سے گو وہ اخلاص کے ساتھ ہی کیوں نہ بنائے جاویں مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا جو اجڑی پڑی رہیں جو مقصود مسجد کے بنانے سے حاصل ہونا تھا جب وہی حاصل نہ ہوا تو نہیں معلوم پھر کس لئے یہہ مسجد بنائی گئی ہے۔ سامنے پرانی مسجدیں بالکل غیر آباد دیکھ رہے ہیں یا ان میں اگر کچھ ذکر الٰہی ہوتا ہے لیکن وہ قابل مرمت ہیں تو ان کی مرمت نہیں کرتے جب تمہاری نیت صرف اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کی ہے تو کیوں اسی پرانی مسجد کو درست نہیں کرتے تمہارے اجر میں سے کیا گھٹے گا؟ کچھ نہیں۔

پس ہمارے بھائیوں کو خدا کے لئے مسجدوں کے آباد کرنے کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ ہاں جہاں مسجد کی ضرورت ہو تو پھر ایسے موقعوں پر بخیل بن جانا تقاضائے ایمان کے خلاف ہے

مسجدوں کی آبادی کسطرح ہو سکتی ہے

جو لوگ صاحب فکر رائے ہیں وہ خود بخود آبادی کی تجویزیں سوچ سکتے ہیں بادی النظر میں اگر ان دونو تجویزوں پر عمل کیا جاوے تو امید ہے کہ مسجدیں آباد ہو جاوینگی (۱) جو لوگ معزز ہوں اور اپنے محلہ یا گاؤں یا شہر میں اور مسلمانوں سے ممتاز ہوں ان کا مسجدوں میں خود حاضر ہونا اور اور لوگوں کو مسجدوں میں آنیکی تحریک کرنا اور ترغیب دینا (۲) مسجدوں میں ان تمام ضروریات کو جنکے مسجدوں میں نہ ہونے سے نمازیوں کو دقت یا تکلیف ہوتی ہو یا جنکے نہ ہونے کے سبب سے نمازیوں کا نمبر گھٹنے لگے بہم پہونچانا جسقدر دیمارک ہمنے مسجد یا متعلقات مسجد کی نسبت کئے ہیں یہہ سب اور اور باتیں بھی جنکو کوئی اہل الرائے سمجھ سکے اس آیت میں داخل ہیں۔

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ

(حقیقت میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا۔ اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا۔ تو ایسے

فصے اولئك ان يكونوا من المهتدين ۝

سورۃ توبہ رکوع ۲)

لوگوں کی نسبت توقع کی جاسکتی ہے کہ (آخرکار) ان لوگوں میں (جا شامل) ہوں گے جو منزل مقصود پر پہونچے۔

مسجد نبوی۔ مسجد اقصے اور مسجد حرام کا فضل اور فضل کی وجوہات

عن ابی هريرة رض قال قال رسول الله صلوة فی مسجدی هذا خير من الف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام۔

متفق علیہ ومشکوۃ:

بروایت ابوہریرہ رض حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری اس مسجد کی ایک نماز کعبہ کے سوا باقی اور مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے۔

واضح ہو کہ جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی جمعیت قائم ہوگئی۔ تو ایک جگہ پر نماز ادا کرنے کے لئے سوائے اس مسجد کے جسکے بانی وہی پہلے مسلمان اور قیامت تک تمام مسلمانوں کے ہادی برحق صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ اُس مسجد میں نماز پڑھنے سے خواہ مخواہ آنحضرت صلعم کلیجہ دین کے بانی ہیں اور ان مسلمانوں کا جو صرف اس دین کی خاطر اپنے وطنوں کو نہ صرف وطنوں کو بلکہ ہر ایک ایسی چیز کو جو ہمیں لالچی انسان کسی حالت میں چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ مثلاً بیوی۔ بال بچے۔ مال و دولت وغیرہ وغیرہ اور ان کی تکالیف کا جو انہوں نے اس مسجد کے بنانے سے پہلے پہلے سہیں نقشہ دل میں بندھ جاتا ہے جو جو رحمتیں اُن سچے اور پکے دینداروں پر نازل ہوئی تھیں اُن سب کا سماں بندھ جاتا ہے اور انسان کا دل جو وہاں نماز پڑھتا ہے مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح ہر شئے مرغوب سے جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور رہاتی ہو ہجرت کرنے کو مستعد ہو جاتا ہے۔ جس طرح دین کے پہلے ایمہ مستعد ہو جاتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں اپنے مال دولت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ اسمیں صرف ایک دفعہ نماز پڑھنے سے دلپر وہ تاثیر پیدا ہو جو اور مسجدوں میں جو مسلمانوں نے بڑے امن و آرام کے ساتھ بغیر کسی قسم کی تکلیف کے بنائی ہوں ہزار نماز پڑھنے سے نہ ہو۔ (۲) یہہ کہ باقی تمام مساجد صرف اُسی مسجد کی نقل ہیں اگر اصل نہ ہوتا تو نقل کہاں سے ہوتی (۳) یہہ کہ پروردگار نے خود اپنی رحمت خاص سے اس مسجد کو جسکے معمار نبی صلعم نے کی اور تمام مساجد پر شرف عنایت کیا

Marfat.com

اسکی رحمت بڑی وسیع ہے اور یقین کے ساتھ ہے جسکے معمار خود نبی صلعم ہوں جسکے مزدور نبی صلعم کے اصحاب رضہ ہوں۔ پھر صاف ظاہر ہے کہ اس مسجد پر کسی اور معمار یا اور مزدوروں کی بنائی ہوئی مسجد کو کسی طرح بھی فوق نہ ہوگا۔ کعبہ پر بزرگی اسلئے نہیں دی گیی کیونکہ وہ مکان اصل میں سب سے پہلا عبادت اللہ اور حج وغیرہ کے لئے بنایا گیا تھا جہاں تمام اطراف عالم کے لوگوں کو حاضر ہونا تھا۔ مسجد نبوی کے لئے حج کی طرح جانا ضروری نہیں ہے۔

ایک اور مسجد ہے جسے مسجد اقصے کہتے ہیں اسکا نام بیت المقدس بھی ہے وہ ملک شام میں ہے کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے عہد مبارک میں اسکی تعمیر ختم ہوئی تھی۔ یہ مسجد بھی انہیں دو مسجدوں کے ساتھ گنی جاتی ہے۔ بیشک یہ مسجد بھی آیات اللہ سے معمور ہے پروردگار نے اس مسجد کے وصف میں فرمایا۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر ○ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۶)

وہ خدا عجز و محتاجگی کے عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام (یعنے خانہ کعبہ) سے مسجد اقصے (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا جسکے گرداگرد ہم نے دین و دنیا دین کی برکتیں رکھی ہیں اور اس لیجانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونے دکھائیں اور ان کو محض اسرار غیب معلوم ہوں ورنہ اصل سننے والا اور دیکھنے والا دینی غیب دان اور وہی خدا ہے۔

یہ وہ مسجد ہو چکی ہے کہ جسمیں انبیا علیہم الصلوۃ والسلام امامت کرتے تھے اور یہ وہ مسجد ہے جسکو رسول اللہ صلعم نے سولہ سترہ مہینے قبلہ بنائے رکھا تھا کہ یا جسکی تعظیم قبلہ ہونے کے عالم سے مسجد حرام کی طرح تھی۔

مسجد حرام۔ مسجد نبوی۔ اور مسجد اقصے کے سوا کسی اور طرف تعبد اً مصائب سفر جھیلکر نہ جانا چاہئے اس کی وجوہات۔

عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلعم لا تشد الرحال

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ سفر کرکے کسی مسجد میں نہیں جانا چاہئے سوائے

Marfat.com

الا الی ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا متفق علیہ (مشکوٰۃ)

تین مسجدوں کے (۱) مسجد حرام یعنی کعبہ شریف (۲) مسجد اقصیٰ جسے بیت المقدس اور ایلیا بھی کہتے ہیں (۳) مسجد نبوی

حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک میں جہلا کا یہی کام رہا ہے کہ اپنے اپنے زعم میں جن جن جگہوں کو وہ متبرک و معظم سمجھتے تھے ان میں وہ ضرور خواہ سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ یا جب کوئی وقت مقرر آگیا تبرکاً جایا کرتے تھے۔ اور ان جگہوں میں جو جو چیزیں ہوتیں یا جو جو صالح آدمی یا انکی مورتیں جو انہوں نے خود ہی اپنے زعم میں خدا کی یاد کو یاد کرانے والی سمجھ کر رکھی ہوتی تھیں ان میں وہ تصرف اور اور صفات مختصہ بذات باری قرار دیتے اور گویا بوجہ من الوجوہ اُن چیزوں کی پرستش کرتے۔ بعض قومیں اس قسم کی ہوتی نہیں اور اب بھی پائی جاتی ہیں کہ وہ قبور صالحین کو متبرک و معظم جانکر دور دور سے نقب و مصائب جھیل کر اکیلے ہیں تو اکیلے سہی اگر بال بچے ہیں تو ساتھ وہ بھی سہی وہاں ضرور پہنچتے ہیں اور مقبوں کی نذر مانکر وہاں جاکر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ یہ اندھیر اسقدر ہے کہ لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور لکھتا ہوں تو کسقدر افسوس اور غم واندوہ کے ساتھ کہ یہہ رسومات شرک بالکل اہل اسلام میں بھی جاری ساری ہوگئی ہیں سچی توحید کے سکھانے والے ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں دنیا کے مختلف حصوں میں اپنی طرف سے زور لگا رہے ہیں۔ ہمارے ملک پنجاب و ہندوستان میں تو اور بھی غضب ہے کہ ہندوؤں کے دیوتاؤں کی طرح یہاں جاہل مسلمانوں نے اپنے اپنے پیروں اور مرشدوں اور اپنے اپنے خیالی بزرگوں کو اُن دیوتاؤں سے کچھ کم رتبہ نہیں دیا ہم ایک ہندو کو کونسا نمونہ بتلا کر سمجھا دیں کہ **کالی دیوی** یا بھیرو کے تھان وغیرہ میں جانا شرک ہے جب ہم خود دیکھتے ہیں کہ ہمارے برائے نام مسلمان خود اپنے پیروں کے تھانو نیر جاکر اُن سے بڑھ بڑھ کر شرک کرتے ہیں اور نو نو گز لمبے پیروں کی قبر و نیر چڑھاوے چڑھاتے ہیں سینکڑوں کوسوں سے طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر قبروں پر پہونچتے ہیں۔ **افسوس** ہے آجکل ہم بالکل کوئی خاص قوم نہیں تبلا سکتے کہ جو اس قسم کے شرک سے مبرا ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی فساد کے روکنے کے لئے صرف انہیں جگہوں کا نام لیا جو حقیقت شرک کو برباد کرنے والی اور توحید کو سینوں میں جاگزین کرنے والی ہیں۔ کعبہ ہی تو ایسا ہی ہے کہ اسکی بنا صرف توحید کے پھیلانے کے لئے ہوئی

Marfat.com

نہ کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے پوجنے کے لئے جیسا کہ اور معابد دنیا کا حال ہے مسجد اقصےٰ ہے تو ایسی ہی ہے کہ صرف توحید ربانی کے پھیلانے اور عبادت الٰہی کی تعلیم کرنے کے لئے تیار کرائی گئی تھی اور جسمیں حقیقتاً بڑے بڑے انوار ربانی لوگوں پر نازل ہوئے تھے۔ کیونکہ خود انبیائے بنی اسرائیل یہاں دین کی تعلیم فرماتے تھے مسجد نبوی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے جب روئے زمین پر کوئی جگہ عبادت الٰہی کے لئے خالی نہ رہی اور چار دانگ عالم میں شرک ہی شرک نظر آرہا تھا تو اسوقت آنجناب رسالتمآب نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی معماری کی اور کی تو اسلئے نہیں کہ محمد کی پوجا کی جاوے بلکہ اس لئے کہ اسکی عبادت کی جاوے جسکی عبادت خود محمد صلعم کرتے ہیں۔ یہہ حدیث جو فرمائی تو صرف اسلئے کہ جن جگہوں کو لوگوں نے بزعم خود متبرک و معظم گردانا ہوا ہے اور جنکی ہر ایک چیز کو متبرک و معظم مانا ہوا ہے اور جنکے مہنتوں اور پوپوں اور اور درویشوں کو مرتبہ الوہیت تک پہنچایا ہوا ہے اُن میں جانا بند ہو جاوے۔

کعبہ کا حج اس غرض کے لئے نہیں ہے کہ وہاں جاکر کعبہ کے غلافوں اور دیواروں کی پوجا کیجاوے ان کو متصرف اور نفع و نقصان کا مالک سمجھا جاوے یا وہاں کے مجاوروں کو معاذ اللہ معبود یا خدا سمجھا جاوے۔ یا مسجد نبوی کی دیواروں یا منبر یا اسکے صحنوں کو اپنے ضرر و نفع کا مالک گردانا جاوے بلکہ وہاں صرف اسلئے جاتے ہیں کہ توحید ربانی کے پھیلانے والے وہیں ہوئے ہیں اور اول اول عبادت الٰہی کے کرنے کے لئے چاروں طرف سے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے واسطے صرف وہی مکان تعمیر ہوا ہے اور اور اغراض بہت سی ہیں جنمیں سب سے بڑھکر یہہ ہے کہ روئے زمین کے کل مسلمان سب کے سب ایک دل و جان ہیں اور صرف ایک ہی رب واحد کی پوجا کرنے والے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

مسجد نبوی میں جانا فرض نہیں ہے البتہ ترغیب عجیب اس بارہ میں دیگئی ہے اور سچ پوچھو تو جسے عشق رسول عربی ہوگا وہ اگر حج کے ارادہ پر مکہ معظمہ میں پہونچیگا تو ضرور ہی مدینہ منورہ میں آنحضرت صلعم کے اپنے دست مبارک سے بنائی ہوئی مسجد کو دیکھے گا۔ وہاں لیٹے گا۔ روئے گا۔ طرح طرح کے جوش و ولولے عشق آنجناب میں اس سے صادر ہونگے مگر اس سے شرک کے کلمات صادر نہ ہوں گے کیونکہ محب رسول عاشق نبی وہی ہے جو پکا موحد حنیفی ہے اگر کوئی شخص آیات اللہ کو دیکھے اور اپنے رب کی قدرتوں کو جو گو اسکے گھر میں ہی غیر محدود اور لاانتہا ہیں غور و تدبر کرنے

کے لئے بحر و بر کی سیر کرتا ہے مختلف ملکوں میں جاتا ہے اور عبرتیں حاصل کرتا ہے وہ اس حدیث شریف کے حکم میں نہیں ہے۔ قرآن مجید انہیں ترغیبات سے بھرا پڑا ہے اور ان مختلف ممالک میں جانا اور بحر و بر کا سیر کرنا صرف بایں نیت کہ قدرت اللہ میں آیات وحدانیت کو دیکھتا پھرے۔ حقیقت میں ایک بڑے بہاری علم کا تحصیل کرنا ہے۔ عبرت حاصل کرنے کے لئے برباد شدہ قوموں کو دیکھنا ان قوموں کے برباد شدہ مکانوں اور باغوں پر نگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ عدم گنجائش کے سبب سے ہم ان آیات کو یہاں نہیں لکھتے جسے ذری بھی قرآن مجید سے مس ہے وہ اسبات کو خوب سمجھتا ہے۔ منع ہے کہیں جانا تو صرف اس لئے کہ مبادا وہ جگہیں کعبہ یا مسجد اقصے یا مسجد نبوی کے ساتھ جو شعائر دین ہیں ملتبس نہ ہو جاویں یہی التباس تحریف ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مبادا ایسی جگہوں میں تصرف کا یقین نہ کیا جاوے۔ ایسا یقین تو کسی مسلمان کے دل میں نہ کعبہ کے لئے ہے نہ مسجد نبوی کے لئے بلکہ یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص دور سے صرف روضہ نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے وہ بھی نافرمانبردار ہے اور شریعت کی عمیق مصلحت سے ناواقف شرک کی پیچ در پیچ اور باریک در باریک راہیں بیشمار ہیں۔ آپ نے سخت منع فرمایا کہ میری قبر کو [illegible] نہ بنا لینا لا تجعلوا قبری عیدا شرک بہت بڑا بھاری ظلم ہے۔ خداوند تعالی بچاوے۔ نیت کو درست کرو۔ مسجد نبوی کی خاطر بیشک سفر کرو۔ پھر مسجد کے پاس ہی روضہ مبارک نبوی ہے اس باغ کی بھی سیر کر لو مگر خبردار! شرک نہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو تم نبی صلعم کے محب اور عاشق نہیں رہو گے بلکہ نافرمان ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی طرح تکالیف و مصائب اٹھا کر ملک شام میں انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے محض قبور کی زیارت کرنے کے لئے جاتا ہے یا کوہ طور کی زیارت کے لئے جاتا ہے۔ یا اور اور مقاموں میں جہاں کوئی نہ کوئی نبی یا ولی یا اور کوئی مرد صالح ہو چکا ہو یا مدفون ہو جاتا ہے۔ وہ ربقہ اطاعت کو گردن سے اوتارتا ہے قرآن مجید کی اجازت سیر فی الارض توحید کو پکا کرنے والی ہے۔ اور اس قسم کا سفر شرک کی راہ کھولنے والا ہے۔ بلکہ جتنا شرک ان گنبد والے مکانوں سے جہان میں پھیلا ہے۔ اتنا کسی اور ذریعہ سے کم پھیلا ہے مانا کہ وہاں کوئی ولی مدفون ہیں اور ان کا مدفن جائے نزول رحمت ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس طرح مسجدیں اجڑ جاوینگی جو ہیں صرف جائے نزول رحمت جہاں صرف زندہ خدا پوجا جاتا ہے۔ دوسری خرابی جو ان سے واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عوام کا اعتقادِ توحید مبدل بہ اعتقادِ شرک ہو جاتا ہے۔ علماء نے

Marfat.com

تو وہاں یہ سمجھ کر (وہ بھی اپنے زعم و وہم میں) کہ یہ جگہیں جائے نزول رحمت ہیں دعا مانگنے یعنی خداوند تبارک
تعالیٰ سے عوام یہ سند پکڑ لیتے ہیں کہ فلاں قبر والے سے فلاں مولوی صاحب دعا مانگ رہے تھے
ہم نے اسے وہاں سدا جاتے دیکھا ہے۔ اگر ہم ان سے اپنی کوئی مراد مانگیں تو کیا حرج ہے اب ان کا سمجھانا
بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ سمجھ والو! دل کے کان کھولو اور خوب سمجھو کہ پڑھے لکھے لوگوں کی اس حرکت سے
شرک کا دروازہ عملاً کھلتا ہے۔ پڑھے لکھے تو مدفونوں سے دعا مانگتے نہیں بلکہ ان کے لئے خدا سے
دعا مانگتے ہیں۔ جہلا ان کو دیکھ کر خود مدفونوں سے دعا مانگنے لگ پڑتے ہیں۔ کاش یہ لکھے پڑھے
مصالح شرعیہ کو سمجھیں اور اس فعل کو از قبیل سد ذریعہ ہی سمجھ کر ترک کر دیں تاکہ جہلا شرک جلی کا ارتکاب نہ
مسجدوں سے بہتر کوئی جگہ نزول رحمت کے لئے نہیں ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ یہ مسجدیں
ریاض الجنۃ ہیں اور فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت کہو اللھم افتح لی ابواب رحمتک
اور فرماتے ہیں کہ جب تک نمازی اپنے جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے تب تک فرشتے اس کے لئے
دعا مانگتے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان قیمتی باتوں کو چھوڑ کر ان وہمی اور صرف نلی باتوں کے پیچھے
پڑ کر اپنا دین خراب کرنا میں نہیں سمجھتا کہ کسی دانشمند کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

کاش یہ گنبد اور اونچے اونچے مقبرے نہ بنتے اگر یہ گنبد نہ ہوتے تو کوئی بھی وہاں نہ جاتا بلکہ کسی کے
وہم و گمان میں بھی نہ گزرتا کہ مقبرہ بھی کوئی چیز ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ بات تب ہوتی جب یہ مسلمان
اپنے ہادی برحق کے ارشاد کے موافق عمل کرتے۔ آپ نے تو اس فساد کے بند کرنے کے لئے نصیحت
کی ہوئی ہے۔ لیکن ہاں سنتے نہیں کیا مسلمان اس ہدایت سے ناواقف ہیں جو آنحضرت صلعم نے
علی کرم اللہ وجہہ کو ملک یمن میں جاتے وقت فرمائی تھی لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا
مشرفا الا سویته[1] (دیکھو مضمون چونہ گچ قبریں، چراغ وغیرہ) اس نصیحت پر عمل ہوتا تو یہ شرک
ہو صرف گنبد کے سبب سے ہوتا ہے نہ ہوتا۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ایمان لانے کے بعد پھر کیوں ہندوؤں مشرکوں کے سے کام
کرتے ہو قبروں کا ادب صرف یہی ہے کہ ان پر نہ بیٹھو اور نہ بول کرو۔ اس نیت سے نہیں کہ صاحب
قبر ہم سے راضی ہو ویگا۔ یا اگر ان پر بیٹھ جاوینگے تو ہم سے ناراض ہو جاویگا۔ حاشا وکلا۔ یہ شریعت کے
آداب سکھائے ہوئے ہیں کہ جن سے مردوں کی بے وقری اور بے حرمتی نہ ہو قبروں پر جاؤ تو اپنی

[1] اس حدیث کی تشریح کے لئے دیکھو مسائل متعلقہ قبر مضمون نماز جنازہ میں۔

Marfat.com

تو اپنی موت کو یاد کرو اور اپنے مردہ بھائیوں کے لئے دعا مانگو۔ نماز پڑھنے یا دعا مانگنے کی جگہیں قبروں پر مت بناؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حکیم روحانی ہیں جو امت کو حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں سخت منع کرتے ہیں کہ کسی قبر پر بھی کوئی مسجد بنائی جاوے۔ یا کسی قبر کی طرف نماز پڑھی جاوے

لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیها

رواہ مسلم (بلوغ المرام)

آپ فرماتے ہیں "کہ قبروں کی طرف نہ تو نماز پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو"۔ سو اگر کوئی ان پر چڑھ کر بیٹھتا ہے تو بے ادب اور گستاخ اور بے تمیز ہے اگر مجاور بنکر بیٹھتا ہے تو گویا وہ خود کیسا ہی نجس ہے اوروں کے لئے شرک کا دروازہ کھولتا ہے کیونکہ یہ ہیئت اور پھر کسی نیک بزرگ کی یہ ظنہ شرک ہے۔ بزرگوں کی مورتوں کو پوجا کرنے والے لوگ بھی پہلے یہی کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "خدا غارت یا ہلاک یا ملعون کرے یہودیوں کو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا اور نصارے کو بھی۔ وہ بھی ایسی ہی ہیں۔ ان دونو فرقوں کا دستور رہا ہے کہ جب ان میں کوئی مرد نیک مرتا تھا تو وہ اسکی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور یہی لوگ بدترین خلق ہیں۔

عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله ص قاتل الله الیهود اتخذوا قبور انبیائهم مساجد متفق علیه وزاد مسلم والنصاری وزاد هما من حدیث عائشة کانوا اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا وصوروا فیه اولئک شرار الخلق عند الله

دعاؤں اور نمازوں کے پڑھنے کے لئے مسجدیں ہوتی ہیں نہ کہ قبریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام

قبرستان اور حمام کے سوائے باقی ساری زمین مسجد ہی مسجد ہے۔

اب ہم کچھ آداب مساجد بیان کرتے ہیں۔

آداب مساجد

(۱) مسجد میں جاتے ہی بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں تم میں سے جب کوئی مسجد میں آوے تو بیٹھنے سے پہلے

عن ابی قتادة رض ان رسول الله قال

Marfat.com

اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس متفق علیہ (مشکوۃ)	دو رکعت نماز پڑھ لیوے۔ اسی راوی کی ایک اور روایت اسطرح پر ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں آوے تو جبتک کہ دو رکعت نہ پڑھ لیوے نہ بیٹھے۔
اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین متفق علیہ (المنتقی للامام)	

الفاظ حدیث سے تو وجوب معلوم ہوتا ہے، مگر جمہور علما اسکی ندب کے قائل ہیں۔ دیکھو (نماز تحیۃ المسجد)

(۲) مسجد کا اُن چیزوں سے جنسے نفرت اور گھن آتی ہو صاف کرنا اور مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا مسجدوں میں سے کوڑا کرکٹ نکال کر باہر پھینکنا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور باعث اجر عظیم ہیں اور مسجد میں کسی قسم کی چیز جس سے نفرت آتی ہو اور نمازیوں کی اذیت کا باعث ہو پھینکنا گناہ ہے ایسے گناہ کا کفارہ یہی ہے کہ اس چیز کو وہاں سے دور کردے اور مسجد کو ستھرا اور صاف بنا دے

(۳) مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے عبادت کرنے والوں کی طبیعت پراگندہ ہو جاوے مثلاً یہ کہ کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے خواہ حیوان ہو خواہ کچھ اور ہو تو وہ مسجد میں آکر بآواز بلند پکارے ارے میری چیز گم ہو گئی۔ اور میری چیز کوئی لے گیا۔ میری چیز بھاگی رہی۔ کسی کو میری چیز کا کچھ پتہ ہے اس سے نمازیوں اور معتکفوں کا سخت حرج ہوتا ہے۔ مسجد میں ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسے شخص کو اپنی کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں مسجد میں آکر چیختا چلاتا ہے۔ چیختا چلاتا سنے تو وہ اسے کہدے کہ خدا کرے کہ تجھے یہ چیز نہ ملے۔ کیونکہ مسجدیں ایسے دھندے کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا رواہ مسلم (مشکوۃ)

مطلب یہ ہے کہ مسجدیں ذکر الٰہی کے لئے بنی ہوئی ہوتی ہیں نہ کہ شور و شغب کے لئے جس سے عبادت و ذکر میں بھی خلل واقع ہو۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ انسان اپنی گم شدہ یا پس و پیش شدہ چیز کی تلاش نہ کرے۔ پکارے مگر مسجد سے ایسے کام کو کیا تعلق۔ اسی حدیث کے ذیل میں وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جو مسجد

Marfat.com

کے اندر ادھر ادھر ہو جاویں ان کی تلاش کرو مگر مسجد کا ادب اور نمازیوں کی اذیت کا خیال کر لو یہ چیخنا چلانا منع ہے۔ نہ کہ تلاش کرنا۔ بعض علماء تو اسی اونچی آواز کی وجہ سے مسجدوں میں بچوں کی قرآن خوانی کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہی مسجد میں خرید فروخت کرنا۔ کیونکہ پھر یہ مسجد مسجد نہ رہیگی بلکہ ایک منڈی بنجاویگی اور منڈی کی طرح یہاں بھی وہی شور و شغب اور وہی غوغا و غل مچنے لگیگا اور نمازیوں کی عبادت و ذکر میں خلل عظیم واقع ہوگا۔ اور دوسرے یہ کہ مسجدوں میں گناہوں کا کفارہ ہونا چاہئے تھا یعنے عبادت و ذکر کے باعث اور یہاں الٹے گناہ لگے سر پر چڑھنے یعنے خرید و فروخت کے باعث۔ کیونکہ عموماً خرید و فروخت میں جھوٹ اور فریب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم ان باتوں کو بہت برا جانتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اذا رایتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک رواہ النسائی والترمذی وحسنہ (بلوغ المرام)

ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب مسجد میں کسی شخص کو کچھ خریدتے یا کچھ بیچتے دیکھو تو کہہ دو کہ خدا تیرے بیوپار کو نفع مند نہ کرے۔

(۴) مسجد میں نہ قصاص لیا جاوے اور نہ کوئی شرعی حد قائم کی جاوے اسمیں بھی وہی سر ہے جو اوپر کے آداب میں ہے کیونکہ ان کے سبب سے مسجد مسجد نہ رہیگی۔ بلکہ جیلخانہ بن جاویگی جہاں سزائیں دیجاتی ہیں قصاص و حدود کی تعزیر اگرچہ بحق مجرم مفید ہوتی ہے مگر آخر ہے تو تعزیر کی تعزیر جو امن و عافیت کے خلاف ہے۔ جہاں تعزیر ہوگی وہاں رونا پیٹنا چیخنا چلانا ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ جگہ ملوث اور آلودہ بھی ہو جاوے۔ اور نماز کی جگہ ان تمام باتوں سے پاک اور خالی چاہئے اور نمازی کا دل ان تمام وحشتناک اور وحشتناک باتوں سے خالی ہونا چاہئے۔

(۵) شعر و اشعار بھی مسجد میں نہ پڑھنے چاہئیں یعنی وہ اشعار جو ذکر و عبادت سے خالی ہوتے ہیں۔ اون شعروں کے پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا جن میں ذکر ہو۔ حمد ہو۔ نعت ہو جنکے سبب سے محبت و عشق رسول بڑھے۔ کفار کے دین سے نفرت اور اون کی رسوم و عادات سے گھن پیدا ہو۔ کیونکہ ان شعروں سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مسجد نبوی میں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حضرت حسان رضہ نے پڑھے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کے حق میں دعا کی۔ اللھم

ایدہ بروح القدس۔

(۶) حائض اور جنبی کا مسجد میں داخل نہ ہونا۔ اسمیں مسجد کی تعظیم ہے کہ ایسے مکان میں سوا ان لوگوں کے جو پاک ہوں اور کوئی داخل نہ ہو۔ اور ادنے درجہ کی پاکیزگی یہہ ہے کہ جسم پاک ہو۔ لیکن حائض اور جنبی کا جسم پاک نہیں ہوتا۔ دوئم یہہ کہ مسجدیں نمازوں کے لئے بنائی گئی ہیں اور حائض اور جنبی کو ایسی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے۔ پس جب جس شخص نے مسجد میں جا کر نماز نہ پڑھنی ہو اسے مسجد میں جانے سے کیا فائدہ! اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسجد میں جاتے ہی دو رکعت نماز پڑھ لو۔ پھر بیٹھو جسمیں مسجد کی بڑی تعظیم پائی جاتی ہے۔ اور یہاں اسکا خلاف عمل میں لانا پڑتا ہے جو ظاہراً گویا تعظیم مسجد کے خلاف ہے۔ پس بہرحال ضروری ہوا کہ مسجد میں نہ حائض جاوے اور نہ جنبی حدث اصغر کے سبب سے مسجدوں میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا۔ کیونکہ یہہ کثیر الوقوع ہے اگر اسمیں ممانعت کر دی جاتی تو بڑا حرج عظیم واقع ہوتا۔

(۷) مسجد میں کوئی ایسی چیز کھا کر نہیں جانا چاہئے۔ جس سے بو آتی ہو۔ اور دوسرے بھائیوں کو اس سے بیزاری۔ مثلاً پیاز۔ لسن اور اسمیں شامل ہے۔ (میرے خیال میں) حقہ۔ کیونکہ حقہ کش کے مونہہ سے بدبو ہی بدبو آتی رہتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "کہ جو کوئی یہہ بدبو پھیلانے والا پودا (پھل) کہاوے وہ ہماری مسجد کے نزدیک بھی نہ آوے۔ کیونکہ جن چیزوں سے انسان بیزار ہوتے ہیں انہیں چیزوں سے فرشتے بیزار ہوتے ہیں۔

عن جابر رض قال قال رسول اللہ صلعم من اکل ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس متفق علیہ (مشکوٰۃ)

(۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت الٰہی کا مانگنا اور مسجد سے نکلتے وقت فضل مانگنا یعنے جب داخل ہووے تو اللہ تعالے سے اسکی رحمت کا خواہاں ہو یعنے اُن نعمتوں کا طالب ہووے۔ جو روحانی اور اخروی ہیں اور جب مسجد سے نکلے تو اس کے فضل کا خواہاں ہو یعنے دنیوی برکات اور نعمتوں کا طالب ہووے ابو اسید رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہووے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

یعنی اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

دعائے خروج از مسجد

جب مسجد سے نکلے تو دعائے ذیل پڑہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

رواہ مسلم (مشکوۃ)۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

پہلی تخصیص (رحمت) کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسجد کی اصل وضع محض عبادت الٰہی یا حصول رحمت الٰہی کے لئے ہے۔ گویا مسجد عقبے کی بہتری کے لئے بنائی گئی ہے۔ دوسری تخصیص (فضل) کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مسجد سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلنا گویا دنیوی کاروبار میں پڑنا ہے۔ اور حصول معاش کے لئے تیار ہونا ہے۔ پس آنحضرت صلعم نے ان دونو قسموں کی حاجتوں یعنی دین و دنیا کی مرادیں مانگنے کے لئے یہہ فرمایا کہ داخل ہو تو یہہ پڑہو اور نکلو تو یہہ پڑہو قرآن مجید میں دینی اور اخروی بہبودی کیلئے لفظ رحمت اور دنیوی بہتری یعنی رزق و حلال وغیرہ کیلئے لفظ فضل بولا گیا ہے کیسی جامع دعائیں ہیں

(۹) نبی صلعم نے سات جگہوں کے سوا باقی تمام روئے زمین کو مسجد قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، مزبلہ[1] یعنے کوری۔ مقبرہ[2] یعنے قبرستان مجزرہ[3] یعنے بوچڑخانہ قارعۃ الطریق[4] یعنے چوراہہ اور حمام[5] یعنے غسلخانہ۔ اور معاطن الابل[6] یعنے اونٹوں کے باڑے میں اور ظہر بیت اللہ یعنے کعبہ شریفہ کے چھت پر نماز نہ پڑھی جاوے۔

کوڑی[1] اور بوچڑخانہ تو دونو نجاست اور پلیدی کی جگہیں ہیں اور نماز کے لئے مناسب مکان وہ ہونا چاہئے جہاں پاکیزگی اور ستھرائی ہو۔ قبرستان[3] میں اسواسطے نماز پڑھنے سے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو لوگ اپنی جہالت کے سبب سے زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ولیوں اور بزرگوں کی قبروں کو مسجد قرار دینے اور آخرش انہی مقبوروں کو سجدہ کرنے لگ جاویں۔ جو شرک جلی ہے یا ایسا نہو کہ لوگ ایسے مقبروں میں نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا تقرب ڈھونڈیں جو شرک خفی ہے۔ اور یہہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے سمجھی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ غرضکہ یہہ مقبرے مظان شرک ہوتے ہیں اسلئے وہاں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ اور اس قسم کے اور بہت سے مظان شرک ہیں جن سے آنحضرت صلعم نے سخت ممانعت کی ہے مثلاً طلوع و استوار اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے روک دیا۔ کیونکہ ان وقتوں میں کفار سورج کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ قبرستان میں اگر کوئی ایسی مسجد الگ کی الگ بنی ہوئی ہو کہ جیسے شہر کی مسجدیں

Marfat.com

اور جسکو قبروں سے کوئی واسطہ نہو تو اس قسم کی مسجدیں نماز پڑھنے سے کوئی ممانعت نہیں ہے ممانعت ہے تو صرف انہیں مسجدوں میں ہے جو قبروں کے تعویذ کو بڑہا کر ساتہہ ہی چھوٹی سی مسجد بنا لیتے ہیں اور نیز اُن جگہوں میں پڑھنے سے ممانعت ہے کہ جہاں پر کھڑا ہونے سے سامنے کوئی مقبرہ سترہ کی طرح حایل ہو جاوے۔ حقیقت میں ایسی جگہیں بھی مظان شرک ہوتی ہیں۔ حمام میں اسلئے کہ وہ محل ہے انسان کے ننگا ہو جانے کا اور وہ مظنہ ہی نہانے کے لئے بہت سے لوگوں کے اکٹھا ہونیکا پس ایسے مقام میں نماز کیسی حضور قلب یہاں نہیں ہو سکتا۔ مناجات ٹھیک ٹھیک یہاں نہیں ہو سکتی۔ اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا کیونکہ اونٹ بڑے ڈیل ڈول کے ہوتے ہیں بڑی جرات اور دلیری والے اور بوقت طیش سخت موذی ہوتے ہیں اسلئے تعجب نہیں کہ انسان کو اذیت پہونچا دیں اور اسے اس شغل یعنے عبادت الہی سے روکیں۔ لیکن یہہ بات بھیڑ بکری کے باڑے میں نہیں ہوتی شتر کا کینہ مشہور ہوتا ہے اور اسکی آواز اور چیخ سخت ہیبت اور دہشت ناک اور مکروہ ہوتی ہے۔ سننے والے کے دل کو تھرا دیتی ہے اور یہہ ساری باتیں حضور و طمانیت دل کی منافی ہوتی ہیں۔ چوراہہ یا عام راہ میں جہاں پر سے لوگ گزرتے ہیں نماز پڑھنے کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ دھیان اللہ تعالی کی طرف نہیں رہتا بلکہ جھٹ گزرنیوالوں راہیوں کی طرف جا پڑتا ہے دوئم یہہ کہ خود یہہ نماز رفاہ عام کی سد راہ ہو جاتی ہے۔ لوگوں کا رستہ تنگ ہو جاتا ہے جبتک کوئی ایسی اشد ضرورت پیش نہ آجاوے کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑہے بغیر کوئی چارہ نہ ہو سکے تب تک کبھی بھی اسپر نہ چڑھنا چاہئے اسمیں اسکی حرمت کی ہتک ہے نماز پڑھنے کے لئے سارا کعبۃ اللہ خالی پڑا ہے جہاں چاہے پڑہے چھت پر چڑہکر نماز پڑھنے سے فایدہ ہی کیا اسی طرح اگر تمام لوگ حج کے دنوں میں چڑھنے کے مجاز ہوتے تو اتبک نہیں معلوم کتنی دفعہ اسکی چھت ٹوٹ گئی ہوتی۔ اور ایک اور باریک بات بھی ہے وہ یہہ کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر تو یہہ چڑھ بیٹھا اب اسکا وجہ یا قبلہ کونسی چیز ہوگا جب قبلہ نہ رہا تو نماز ہی باطل ہو گئی کیونکہ قبلہ نماز کی شروط میں سے ہے۔ دیکھو شروط الصلوۃ۔ علاوہ ان کے ایک اور زمین ہے جہاں پر نماز پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے وہ زمین زمین بابل ہے کیونکہ وہ ملعون ہے بلکہ آپنے فرمایا لا تدخلوھا الا باکین ایسی جگہ عبرتناک ہوتی ہے وہاں روؤ اور خدا کے غضب سے ڈرو۔ نماز ہوتی ہے رحمت کے لئے اور جب وہی جگہ جہاں نماز پڑھی جاوے

Marfat.com

جاے نزول قہر الٰہی ہو اور وہاں رحمت کا بند ہونا ہی بند ہو گیا ہو تو پھر وہاں ایسا کام کرنے سے کیا فایدہ ۔

شروط و ارکان نماز

جس نماز کے لئے اوقات مقرر کئے گئے ۔ اذان مقرر ہوئی ۔ جہت مقرر ہوئی ۔ مسجد مقرر ہوئی جماعت و امامت مقرر ہوئی اسکے لئے کچھ اور قواعد بھی مقرر ہیں جو اسکی شروط و ارکان کہلاتے ہیں جس طرح شاہی دربار میں **اول** تو باریابی حاصل کرنے کے لئے **پھر** جب باریابی حاصل ہو چکی تو خاص خطاب و ہمکلامی کے لئے کچھ مناسب مناسب قواعد مقرر ہوتے ہیں اسی طرح اس دربار ایزدی میں بھی **اول** باریابی حاصل کرنے کے لئے **پھر** بعد حصول باریابی خاص خطاب و ہمکلامی کے لئے **کچھ** قواعد مقرر ہیں ۔ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ اذا کان احدکم فی الصلوٰۃ فانہ یناجی ربہ الحدیث متفق علیہ مطلب یہ ہے کہ نمازی اپنے رب کے حضور میں چپکے چپکے عرض معروض کرتا ہے اسکی رحمت اور فضل کا خواستگار ہوتا ہے" یہ تمام قواعد نہایت ہی ضروری ہوتے ہیں ہاں اسمیں کچھ شک نہیں کہ بعض قواعد بعض کی نسبت اشد ضروری ہوتے ہیں اور ان کے بغیر ساری کارروائی کالعدم ہو جاتی ہے فقہاء کی اصطلاح میں انہیں قواعد **لابد منہا** کا نام شروط و ارکان نماز ہے ۔ باریابی کے لئے جو قواعد لابد منہا ہیں وہ شروط کہلاتے ہیں اور جو ہمکلامی کے لئے ہیں وہ ارکان کہلاتے ہیں ۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مقام میں حکیم امت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی عبارت کا ترجمہ نقل کریں انہوں نے اس کٹھن اور نہایت مشکل مقام کو جس عمدہ پیرایہ میں نبھایا ہے وہ حجۃ اللہ البالغہ میں بعنوان الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ مذکور ہے ۔ ہم بوجہ عدم گنجایش ان کی اصل عبارت کی نقل نہیں کرینگے اور چونکہ ان کی عبارت میں احادیث نبویہ صرف بطور اشارہ ملوز بلا حوالہ کتب حدیث درج ہیں اسواسطے ترجمہ میں ہم پہلے پوری حدیث درج کرینگے (اگر ضرورت ہوئی) اور جس جس کتاب کی وہ حدیث ہے اسکا نام اسکے ساتھ لکھینگے ۔ پھر اس کا پورا ترجمہ کرینگے حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں ۔

"نبی صلعم نے لوگوں کے لئے نمازیں دو حدوں کو مشروع ٹھیرانا چاہا ۔ ایک حد تو ایسی ہے کہ اسیر"

Marfat.com

سے کچھ بھی کمی کرنیوالا نماز سے عہدہ برآ نہیں ہوتا اور دوسری حد ایسی ہے جو نماز کے فائدہ یعنی نماز کی اصلی غرض کے پورا کرنے کے لئے اتم اور اکمل ہے۔ حد اول میں یہہ امور شامل ہیں۔ اول وہ تمام امور کہ جن میں سے کسی ایک کے ترک سے نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے دوم وہ تمام امور کہ جنکی ترک سے نماز میں نقصان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہوتا۔ سوم وہ تمام امور کہ جن کا تارک سخت ملامت کا سزاوار ہو جاتا ہے اگرچہ اسکی نماز میں بالیقین نقصان نہیں ہوتا۔ ان مراتب ثلثہ میں فرق کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے اور بجز چند ایک امور کے ان میں نہ کوئی صریح نص ہی ہے اور نہ اجماع۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں فقہائے رحمہم اللہ کے درمیان بہت اختلاف ہے۔ ان امور کا اصل حدیث مسئی ہے[1]

---

[1] جو لوگ صرف اسی حدیث مسئی پر حصر واجبات نماز رکھتے ہیں اگر وہ اس بات کو جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں سمجھ لیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی بہت سی مشکل سی مشکل مشکلات بھی حل ہو جاویں وہ یہہ ہے کہ ہمارے دین کا اکمال اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کا اتمام اسی روز ہوا کہ جس دن یہہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوئی یعنے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "یعنی آج کے روز میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمکو اسلام کا دین دیکر تم سے راضی ہوا" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے ہمارے دین کے کئی امور اکمال تک نہیں پہونچے تھے۔ پس اس سے پہلے پہلے جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً فرمایا یا کیا یا کرایا یا کسی کو کرتے دیکھ کر بذریعہ سکوت یا بذریعہ اظہار پسند فرمایا وہ سب کے سب اسی اکمال واتمام کے اسباب وذرائع تھے۔ پس حدیث مسئی بھی انہیں اسباب اور ذرائع میں سے ایک ذریعہ تھا۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو کچھ اس حدیث میں آچکا ہے وہ سب کا سب واجب ہے بشرطیکہ اس سے کوئی اقوے دلیل موجود نہ ہو۔ دوسری یہہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ نبی صلعم نے مسئی کو صرف انہیں باتوں کی تعلیم فرمائی جنکو وہ اچھی طرح بجا لاتا تھا پس اس صورت میں بھی اس حدیث پر کل واجبات نماز کا حصر کر بیٹھنا بعید از قیاس ہے۔ یہہ حدیث مسئی مختلف راویوں سے مروی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ نے بلوغ المرام میں قریب قریب کی سب روایات جمع کر دی ہیں جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اور یہہ قصہ اصل میں اس طرح ہے کہ ایک شخص (خلاد بن رافع) نے مسجد نبوی میں آکر نماز پڑھی اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک طرف میں تشریف فرما تھے۔ جب وہ شخص نماز پڑھ چکا تو خدمت شریف میں حاضر ہو کر سلام کی آپ نے بعد جواب سلام فرمایا۔ ارجع فصل فانک لم تصل "یعنے جاؤ پھر جا کر نماز پڑھو تم نے نماز پڑھی ہی نہیں" پھر اس شخص نے جا کر پھر نماز پڑھی اور پھر آکر سلام کی آپ نے جواب سلام

اپنے وہ حدیث جسمیں ان امور کا ذکر ہے اور جنکے بجا نہ لانیکے سبب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دو تین دفعہ فرمایا تھا کہ جاؤ پھر جاکر نماز پڑھو تم نے کوئی نماز نہیں پڑھی پھر جب اس نے خود عرض کی کہ

اور کیر فرمایا "جاؤ پھر جاکر نماز پڑھو تم نے کوئی نماز پڑھی ہی نہیں" غرضکہ جب تیسری دفعہ بھی یوں ہی ہوا تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے نماز پڑھنا سکھائیں۔ پھر آپ نے فرمایا "کہ جب تو نماز پڑھنے

اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائماً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم افعل ذلک فی صلوتک کلہا اخرجہ السبعۃ واللفظ للبخاری ولابن ماجۃ باسناد صحیح تطمئن قائماً ومثلہ فی حدیث رفاعۃ عند احمد وابن حبان وفی لفظ لاحمد فاقم صلبک حتی ترجع العظام وللنسائی وابی داؤد من حدیث رفاعۃ بن رافع انہا لن تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ تعالیٰ ثم یکبر اللہ تعالیٰ ویحمدہ ویثنی علیہ وفیہا فان کان معک قرآن فاقرأ وإلا فاحمد اللہ وکبرہ وہللہ ولابی داؤد ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ولابن حبان بما شئت

(بلوغ المرام)

کو اٹھے تو اول ٹھیک ٹھیک وضو کر پھر قبلہ رو کھڑا ہو اور زبان سے تکبیر تحریمہ یعنے اللہ اکبر کہو۔ پھر جو کچھ قرآن مجید میں سے تجھے یاد ہو اور سہولت سے پڑھ سکتا ہو وہ پڑھ اور (وہ سورہ فاتحہ ہی جیسا کہ آگے ابوداؤد کی حدیث میں اسکی تخصیص کی گئی ہے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ) اور اگر نہ قرآن آتا ہے اور نہ سورہ فاتحہ تو اسکی بجائے اللہ کی حمد کر اور تکبیر کہو اور تہلیل کہو۔ اسکے بعد رکوع کر اور رکوع میں اتنی دیر ٹھیرا رہو کہ اطمینان پیدا ہو جاوے اور وہ اس طرح پر کہ تیرے بدن کی ہڈیاں اور جوڑ سب کے سب اپنے اپنے محل پر بیٹھ جاویں۔ پھر اسکے بعد سیدھا کھڑا ہو جا اور اتنی دیر کھڑا رہو کہ اس حالت میں بھی پہلی طرح اطمینان پیدا ہو جاوے۔ پھر اسکے بعد سجدہ کر اور سجدہ میں اتنی دیر پڑا رہو کہ پہلے کی طرح اطمینان پیدا ہو جاوے۔ اسکے بعد سجدہ سے سر اٹھا اور بیٹھ جا۔ اور اتنی دیر بیٹھا رہو کہ پہلے کی طرح اطمینان پیدا ہو جاوے اسکے بعد پھر دوسرا سجدہ کر اور اس سجدہ میں بھی پہلے کی طرح اتنی دیر ٹھیرا رہو کہ اطمینان پیدا ہو جاوے۔ پس یہ تیری ایک رکعت ہوئی۔ اسی

(طرح اپنی نماز کی باقی رکعتیں بھی پڑھ دسوائے تکبیر تحریمہ کے کیونکہ وہ صرف رکعت اول کے ساتھ مخصوص ہے)۔

کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ نماز پڑھنا سکھائیں تو آپ نے فرمایا "جب تم نماز پڑھنے کے لئے اُٹھو تو پہلے درست وضو کرو پھر قبلہ رو کھڑے ہو جاؤ۔ پھر زبان سے تکبیر یعنے کلمہ اللہ اکبر کہو پھر جو کچھ تم کو قرآن مجید میں سے اچھی طرح آتا ہو وہ پڑھو پھر رکوع کرو اور رکوع میں اتنی دیر ٹھیرے رہو کہ اطمینان پیدا ہو جاوے۔ پھر اپنا سر اٹھاؤ اور کھڑے ہو جاؤ۔ اور اتنی دیر کھڑے رہو کہ تم بالکل سیدھے ہو جاؤ۔ اسکے بعد سجدہ کرو اور سجدہ میں اتنی دیر پڑے رہو کہ اطمینان پیدا ہو جاوے بعدش سجدہ سے سر اٹھاؤ اور بیٹھ جاؤ اور اتنی دیر بیٹھو کہ اطمینان ہو جاوے اسکے بعد پھر دوسرا سجدہ کرو اور اتنی دیر سجدہ میں پڑے رہو کہ اطمینان پیدا ہو جاوے۔ پھر سر اٹھاؤ اور بیٹھ جاؤ حتے کہ اطمینان پیدا ہو جاوے۔"

اُسی طرح اپنی نماز (کی باقی رکعات) میں کرو اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب تم اتنا کام کر لوگے تو بس تمہاری نماز پوری ہو جاویگی اور اگر اس میں سے کچھ گھٹاؤ گے تو بس اپنی نماز میں سے گھٹاؤ گے۔ راوی کہتا ہے کہ پہلی بات سے یہہ دوسری بات ان پر آسان ہو گئی کہ جسنے ان امور میں سے کچھ گھٹا دیا اُس نے اپنی نماز میں سے اتنا حصہ گھٹا دیا۔ اور ساری کی ساری نماز برباد ہو گئی۔ چہارم وہ تمام امور بھی اسی **حد اول** میں شامل ہیں کہ جنکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رکنیت کے لفظ سے تعبیر فرمایا مثلاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ اقوال ذیل (۱) لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہے (۲) لا تجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود (ابن ماجہ) یعنے جب تک کوئی شخص رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا تب تک اسکی نماز کافی نہیں ہوتی یعنے وہ نماز سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ (پنجم) وہ تمام امور جنکا نام شارع علیہ السلام نے نماز رکھ دیا ہے ایسا نام رکھدینے میں اس چیز کے رکن نماز ہونے کے لئے تنبیہ بلیغ ہے۔ مثلاً آنجناب صلعم کے یہ

اس حدیث میں سورہ فاتحہ یا قرآن مجید کے کسی اور حصہ کے نہ آنے کی صورت میں حمد اور تکبیر و تہلیل کا حکم ہے اس کی تصریح حدیث ذیل میں آچکی ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ ایک شخص نبی صلعم کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں قرآن مجید میں سے کچھ یاد نہیں کر سکتا آپ مجھے ایسی بات سکھائیں کہ اس سے میری نماز ہو جاوے آپ نے فرمایا یہہ کلمات پڑھا کر۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ رواہ ابو داؤد وغیرہ۔ (بلوغ المرام)

Marfat.com

"اقوال ذیل (۱) من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ الحدیث"
"رواہ مسلم (مشکوۃ) یعنے جو شخص ماہ رمضان میں ایمان سے اور اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کی"
"غرض سے قیام کرتا ہے اسکے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (۲) ان ھذا السھر جھد وثقل"
"فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین (الحدیث دارمی مشکوۃ) یعنے شب بیداری بوجھ اور تکلیف ہی ہے پس"
"جب تم میں سے کوئی شخص وتر پڑھے تو چاہئے کہ دو رکعتوں کا رکوع کر لیوے یعنی دوگانہ پڑھ لیوے"
"اور یہہ اقوال خداوندی ہیں (۱) وارکعو مع الراکعین یعنے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"
"(۲) ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود یعنے رات کو اور سجدوں (نمازوں) کے پیچھے اسکی تسبیح بیان"
"کرو (۳) وقرآن الفجر یعنے صبح کی نماز قائم کر (۴) وقوموا للہ قانتین یعنی اور اللہ کے لئے"
"عاجزی کرتے ہوئے قیام کرو ششم وہ تمام امور کہ شارع علیہ السلام کی طرز بیان سے پڑا معلوم ہو کہ یہہ"
"کام اتنا بڑا ضروری ہے کہ اسکے بغیر چارہ نہیں جیسے یہہ اقوال نبی صلعم تحریمہا التکبیر وتحلیلہا"
"التسلیم الحدیث ترمذی یعنے نماز میں مباح چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر تحریمہ ہے یعنی کلمہ اللہ"
"اکبر اور نماز میں حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے والی تسلیم ہے یعنی کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ"
"السلام علیکم ورحمۃ اللہ (۲) فی کل رکعتین التحیۃ (بلوغ المرام بحوالہ مسلم) یعنے ہر دو رکعت"
"میں التحیات للہ پڑھنا۔ (۳) تشہد کے بارہ میں یہہ قول نبوی صلعم اذا فعلت ذلک تمت"
"صلوتک (ترمذی) یعنے جسوقت تو یہ کر چکے تو بس تیری نماز پوری ہو گئی اسی طرح اور بھی اقوال نبوی"
"موجود ہیں۔ ہفتم وہ تمام امور بھی اسی حد اول میں شامل ہیں جنکی نماز کے اندر لابد منہا ہونے"
"میں مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہوا اور بطور وراثت ان میں چلے آئے ہیں اور ان کے ترک پر تارکان"
"کو ملامت کا نشانہ بنائے چلے آئے ہیں۔ قصہ کوتاہ وہ نماز جو نبی صلعم سے بطور تواتر ثابت ہے اور"
"امت مرحومہ نے اسکو بطور وراثت لیا ہے یہہ ہے کہ نماز پڑھنے والا وضو کرے۔ ستر عورت کرے قیام"
"کرے قبلہ رو ہووے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہووے اور اس عمل کو خالصاً للہ کرے یعنی نیت"
"درست کرے۔ زبان سے اللہ اکبر کہے اور سورہ فاتحہ پڑھے اور فریضہ نمازوں میں تیسری اور چوتھی"
"رکعت کو چھوڑ کر پہلی اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ قرآن مجید کی کوئی اور سورت ملاوے"
"پھر رکوع کرے اور اتنا جھکے کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں سے اپنے گھٹنے پکڑ سکے اور"

Marfat.com

"اُسی حالت میں اتنی دیر ٹھیرا رہے کہ اطمینان پیدا ہو جاوے۔ پھر اپنا سر اٹھاوے اور کھڑا ہو جاوے اور"
"اُسی حالت میں اتنی دیر کھڑا رہے کہ اطمینان پیدا ہو جاوے پھر ان سات اعضا یعنی دونوں ہاتھوں دونو"
"پاؤں دونو گھٹنوں اور چہرہ کے بل سجدہ کرے۔ پھر اپنا سر اٹھاوے اور اتنی دیر بیٹھے کہ سیدھا ہو جاوے"
"پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے بس یہ ایک رکعت ہے۔ پھر دو رکعتوں کے خاتمہ پر قعدہ کرے اور تشہد"
"یعنی التحیات للہ پڑھے اور اگر یہ اسکی نماز کا خاتمہ ہے تو تشہد کے بعد نبی صلعم پر درود شریف پڑھے اور"
"جو دعا اسکو سب سے زیادہ پیاری لگے وہ مانگے پھر اسکے بعد اپنے اس پاس کے ملائکہ اور مسلمانوں کو سلام"
"کہے بس یہی نماز ہے نبی صلعم کی۔ اور اس (نماز) میں سے کبھی بھی جان بوجھ کر بلا عذر نماز (فریضہ) میں"
"سے کچھ بھی ترک کرنا نبی صلعم سے ثابت نہیں ہوا اور یہی نماز ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اور یہی"
"نماز ہے تابعین کی اور یہی نماز ہے ان تمام ائمہ مسلمین کی جو ان کے بعد ہوئے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم"
"اجمعین اور یہی نماز ہے کہ جسے وہ نماز کا مسئلہ سمجھتے چلے آئے ہیں اور یہی نماز ہے جو دین کی ضروریات"
"میں سے ہے۔ ہاں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں میں اختلاف کیا ہے مثلاً یہ کہ آیا یہ ارکان"
"نماز ہیں جنکے بدوں نماز گنتی میں نہیں آتی یا یہ واجبات نماز ہیں کہ جنکے ترک سے نماز میں نقصان"
"واقع ہو جاتا ہے یا یہ نماز کے ایسے اجزاء ہیں کہ ان کے ترک پر ملامت کی جاتی ہے اور سجدہ سہو سے"
"اسکی تلافی ہو جاتی ہے۔" انتہی۔

غرض کہ احادیث سے جو امور لابد منہا فی الصلوٰۃ پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ اول طہارت بدن از نجاست
دوم کپڑے کا پاک ہونا۔ سوم طہارت مکان۔ چہارم ستر عورت۔ پنجم استقبال قبلہ۔ بس یہاں تک
تو شروط نماز ہیں۔ اور ارکان نماز یہ ہیں اول تکبیر تحریمہ۔ دوم قیام۔ سوم سورہ فاتحہ کا پڑھنا اگر یاد ہو
تو قرآن مجید میں سے کسی اور جگہ سے کچھ پڑھنا اور اگر قرآن مجید میں سے کچھ بھی یاد نہ ہو یعنے نہ فاتحہ اور نہ غیر
فاتحہ تو ان کلمات کا پڑھنا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ چہارم رکوع۔ پنجم اطمینان رکوع۔ ششم قومہ
ہفتم اطمینان قومہ۔ ہشتم سجود۔ نہم اطمینان سجود۔ دہم جلسہ یازدہم اطمینان جلسہ۔ دوازدہم سجود ثانی
سیزدہم اطمینان سجود۔ چہاردہم قعدہ اخیر پانزدہم تشہد اخیر شانزدہم تسلیم اور نیت درست
چونکہ ہر ایک عمل کی صحت و قبولیت کے واسطے شرط ہے اسواسطے نماز جیسی چیز کے لئے اگر نیت نہ ہوگی

تو خواہ تمام ارکان و شروط نماز بجالاؤ نماز نہیں ہونیکی اور واضح رہے کہ نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کسی نیک کام کرنے کے لئے دل میں قصد یا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بس۔

شروط میں سے طہارت کا ذکر پہلے بہ بسط تمام ہو چکا ہے۔ بس نماز پڑھنے والے کے لئے سب سے پہلے ضروری بات یہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہو۔ ان دونوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بلکہ نجاست حسی سے بھی اگر خفیف ہی ہو اسی طرح جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں وہ بھی نجاست حسی سے پاک ہوں ان کی بحث بھی پہلے طہارت کے مسائل میں ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وثیابک فطہر یعنی اپنے کپڑوں کو ستھرا اور پاک رکھ اسی طرح مکان کی طہارت بھی ضروری ہے ایسی جگہ کو مسجد کہا گیا ہے اور جو جگہ پاک ہو وہ سب کی سب مسجد ہی ہے مسجد کے مسائل میں اسکا ذکر مفصل طور پر ہو چکا ہے استقبال قبلہ یعنی نماز کے وقت قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنا بھی ضروری ہے اگر کوئی شخص قبلہ کی زمین (جسے حرم کہتے ہیں) کے اندر موجود ہے اور وہ کعبۃ اللہ کو آنکھ سے دیکھ سکتا ہے تو عین کعبہ کی طرف ورنہ اُس جہت کی طرف خواہ تحری کے طور پر ہی سہی متوجہ کر کے نماز پڑھے اسکا ذکر بھی مفصل طور پر پہلے بیان ہو چکا ہے اسی قبلہ کے متعلق ایک اور مسئلہ بھی ہے جسکا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے بہت مفید وہ مسئلہ سُترہ کا مسئلہ ہے۔ سترہ اصل میں ایک ایسی شئی ہے جو ضرورت کے وقت نمازی کسی آڑ کے سامنے نہ ہونے سے اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور اس سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے دل میں ان تمام خیالات کا خطرہ جو سامنے سے کسی گزرنے والے کے سبب سے پیدا ہو سکتا ہو پیدا نہ ہو۔ دنیوی مشاغل میں سے یہی وقت نکالا ہے عبادت الٰہی کے واسطے اور اسمیں لگا فتور پڑنے تو اب شارع علیہ السلام نے اسکے دو علاج مقرر فرمائے ایک علاج خود نمازی کو فرمایا اور دوسرا علاج گزرنیوالی لوگوں کو۔ گزرنیوالوں کو تو

عن ابی جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ الحدیث متفق علیہ (مشکوۃ)

یوں فرمایا جیسا کہ ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے تو وہ اسی جگہ چالیس سال تک کھڑا رہنے کو اس گزرنے پر فوقیت دیگا۔

جب کوئی بندہ اپنے آقا کے روبرو مناجات

کر رہا ہو تو آقا اور بندہ کے درمیان گزرنیوالا واقعی بڑا سخت گستاخ اور بے تمیز اور بے ادب ہوتا ہے اور لائق تعزیر ہوتا ہے۔ پھر جیسا جیسا آقا ویسی ویسی تعزیر۔

واضح ہو کہ جو لوگ اعلیٰ درجہ کی استعداد والے ہوتے ہیں جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان کو درحقیقت ماسوی اللہ بھول جاتا ہے اُن میں اور ان کے آقا میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا لیکن نماز جب جمہور الناس پر فرض کی گئی ہے تو اب ناممکن ہے کہ سب کے سب انبیاء اور اور صدیقین اور اولیاء صالحین بنجاویں۔ عامۃ الناس جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو اُن کے اپنے خیالات ہی اللہ تعالیٰ میں اور ان میں حائل ہو جاتے ہیں کسی بیرونی حائل کی کیا شکایت ہے ایسے لوگ جب نماز میں ہوں تو اسوقت ان کے آگے سے گزرنا ان پر سخت ظلم کرنا ہے۔ اسکا دل پراگندہ ہو جاتا ہے۔ پس شارع علیہ السلام نے اسی قسم کے فتوروں کے دفعیہ کے لئے سترہ مشروع فرمایا۔

اقسام سترہ

سترہ کی کئی قسمیں ہیں (۱) جہانتک ہو سکے کوئی ایسی چیز سامنے کھڑی رہے جس سے پرلی طرف کی کوئی چیز نظر نہ پڑے مثلاً دیوار وغیرہ (۲) اگر ایسا نہ ہو تو اسکی مثل کوئی چیز کھڑی کر دی جاوے مثلاً کوئی سونٹی وغیرہ۔ اگرچہ دیوار کے برابر اس سونٹی سے اتنا فائدہ تو نہیں نکل سکتا جو ایک دیوار کے سبب سے نکلتا ہے مگر پھر بھی اتنا فائدہ تو ہے کہ نمازی اپنے دل میں یہ گمان لے کہ میری مسجد کی حد بس یہیں تک ہے اس پرلی طرف کے ساتھ میرا کچھ تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ اسی خیال کے مؤید یہ حدیث ہے۔ جو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال اذا صلے احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا فان لم یجد فلینصب عصا فان لم یکن معه عصا فلیخط خطا ثم لا یضره ما مر امامه رواه ابوداود وابن ماجة (مشکوٰة)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو اپنے سامنے کے سامنے کوئی چیز کر لے اور اگر نہ ملے تو ڈنڈا یا سونٹا ہی گاڑ لے اور اگر یہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ لے۔ بس اسکے بعد خواہ کوئی اس کے سامنے سے گزرے اس کی نماز کو نقصان نہ پہونچاویگا۔

اسی خیال کی مؤید یہ حدیث

Marfat.com

بھی ہے۔ جو طلحہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب

عن طلحۃ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من مرورا ذلک رواہ مسلم (مشکوٰۃ)۔

تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے وقت اپنے سامنے کجاوے کی پچھلی لکڑی جتنا اونچا سترہ رکھ لے تو بس پھر نماز پڑھے اور اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے آگے سے کون گزر گیا ہے۔

غرضکہ سترہ سے غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ نمازی کے دل میں یہہ خیال بندھ جاوے کہ اسکے اور اسکے رب کے درمیان کوئی حائل نہیں۔ گویا سترہ اس حدیث کے مضمون کی طرف توجہ دلاتا ہے جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو احسان کے یہہ معنے بتائے تھے ان تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث یعنی احسان یہہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اسطرح پر کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا مرتبہ حاصل نہیں تو یوں سمجھ کہ اللہ تعالےٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

چونکہ اصلی مقصودِ نماز صرف اللہ تعالےٰ کے ساتھ دل بستگی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اسواسطے اُن تمام مفاسد کو جو اس دلبستگی کے سدراہ ہوں دور کرنے کے لئے شارع علیہ السلام نے کئی علاج مقرر فرمائے۔ جو نماز کے اندر داخل ہونے سے پہلے بھی اور عین نماز میں داخل ہونے کے بعد بھی اور پھر نماز کے ختم کرنے کے پیچھے بھی مشروع ہیں اور بعض نہایت ہی ضروری ہیں۔ پس منجملہ بیرونی علاجوں کے ایک یہہ محسوس نشان سترہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جو نمازی کے آگے سے گزرنے سے باز نہیں آتا شیطان کے نام سے یاد

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شیٔ یستترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ

فرمایا ہے اور اسکے ساتھ لڑنیکا حکم دیا ہے۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر کوئی شخص لوگوں سے مستور ہونے کے واسطے نماز پڑھنے کے وقت اپنے سامنے کسی کو سترہ بنا دے اور پھر کوئی دوسرا شخص اسکے آگے سے

Marfat.com

فانما هو شیطان هذا لفظ البخاری
ولمسلم معناه (مشکوۃ)

گزنا چاہئے تو نماز ہی ہے حق ہے کہ اسکو شادی
اور اگر وہ نہ ہو تو اسکے ساتھ ازدواج کیونکہ وہ شیطان ہے

ستر عورت

یہ بھی نماز کی شروط میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ... عورت ان تمام جگہوں کو
ڈھانپیں جنکا ڈھانپنا امر جبلی ... قوموں کے نزدیک ... اور
شریعت اسلام نے ان جگہوں کو واضح طور پر بیان ... سے ... ناف سے لیکر گھٹنے
تک اور عورت کے لئے سر کے بالوں سے لیکر پاؤں تک ... اپنے چہرہ اور ہاتھوں ... ہتھیلیوں اور
پاؤں کی اوپر کی پشتوں کے باقی تمام بدن کا ڈھکنا ... ہے ... پہنا ہوا ... کپڑا ... ڈھکنے والی چیز درخت
کے پتے ہیں یا حیوان کی کھال ہے یا کپڑا ہے شریعت اسلام نے ... صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ
اسطے کس کس قسم کا کپڑا پہننا حرام ہے اور کس کس قسم کا کپڑا پہننا حلال ہے ... ہیں ضرورت کا اصل ہم کپڑے
کا بیان کریں۔

کپڑا

چونکہ انسان تمام حیوانات میں سے اشرف ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی کو اس زمین
میں خلیفہ اور محل خطاب مقرر فرمایا اسلئے ظاہر ہے کہ یہ تمام حیوانات میں سے ہر بات میں
ممتاز ہو۔ انسانی تقاضوں کے لحاظ سے یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ دوسروں کی نظروں سے کم از کم
اُن تمام جگہوں کو چھپائے رکھے جنکا چھپانا امر جبلی ... مہذب قوموں کے نزدیک واجب ہے
کم از کم لباس جس سے انسان اور حیوان میں تمیز ہو جاتی ہے وہ ہے کہ جس سے انسان اپنی ... شرمگاہوں کو چھپا سکے اگر اتنا بھی نہیں ہے تو پھر حیوان اور جنگلی جانوروں میں کچھ فرق نہیں اسی قوم
کی تہذیب اور آراستگی اسکے لباس سے بھی معلوم کی جاتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ لباس نہایت
ہی اعلیٰ درجہ کا نفیس اور قیمتی ہو بلکہ سب سے پہلا ضروری امر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس لباس سے وہ جگہیں
اچھا چھپا دا جب ہے چھپ سکتی ہیں یا نہیں۔ کچھ پرواہ نہیں کہ ایسا لباس درختوں کے پتوں سے ... یا
چھال کا جیوانوں کے بالوں کا بنا ہوا ہو یا ان کی کھال کا ہو۔ کپاس کا ہے یا کسی اور چیز کا اسے لباس کا
رکھنا اقل سے اقل درجہ کی تہذیب کا نشان ہے پھر جوں جوں یہ تہذیب بڑھتی ہے توں توں لباس
میں بھی یعنے پردہ کے لحاظ سے ترقی ہوتی ہے۔ بدن کے حصوں میں سے جس قدر زیادہ حصے ستر

کی نظروں سے زیادہ ڈھکے جاتے ہیں اتنی ہی قوم دوسری قوموں کی نسبت زیادہ مہذب ہوتی ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ کی ترقی کے علاوہ خود لباس کی ذاتی نفاست اور عمدگی کسی قوم کی تہذیب کا نشان ہوتی ہے۔

شریعت حقہ نے ان سب باتوں کا لحاظ رکھا ہے اور سب قسم کی تہذیب والوں کی تہذیب کو مدنظر رکھا ہے مگر اصلی مقصود کو بہرحال نگاہ رکھا ہے بلکہ اسی کو مقدم رکھا ہے اس لباس کے متعلق جسقدر زیادتیاں اور اصلی مقصود کو برباد کرنے والی باتیں نہیں یا ہیں یا ہو سکتی ہیں۔ سب کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ جسقدر برائیاں ہیں وہ سب کی سب آپسمیں ملتی جلتی ہیں اور ایک دوسری کی معاون اور مددگار ہوتی ہیں اسی طرح کل نیکیاں آپسمیں ایک دوسری کی معاون ہوتی ہیں شارع علیہ السلام نے اس امر کا بہت ہی لحاظ رکھا ہے کہ مبادا کسی نیکی کے ضمن میں کوئی برائی ہونی شروع ہو جاوے اور پھر وہ نیکی کالعدم ہو جاوے مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلانا بڑی بھاری نیکی ہے مگر اس نیکی کے ضمن میں اگر وہ نیکی کرنے والا یہ نیکی محض لوگوں میں نیک نام کہلانے کے لئے کرتا ہے تو حقیقت میں وہ نیکی کالعدم ہو جاتی ہے اور اسکے ضمن میں جو برائی ہو گئی ہے اسکا وزر اس نیکی کرنے والے کی گردن پر پڑتا ہے اسی طرح لباس کی تاکید تو ضرور فرمائی مگر اس نیکی کے ضمن میں جس جس پیرایہ میں بدی ہو سکتی تھی ان سب پیراؤں کو متاصل کر دیا۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی اس آیت کو غور سے پڑھو۔

یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوٰاتکم وریشًا ط ولباس التقوٰی ذٰلک خیرٌ ط ذٰلک من اٰیٰت اللہ لعلھم یذکرون ○ (سورہ اعراف رکوع ۳)	اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہارے پردے کی چیزوں کو چھپائے اور موجب زینت بھی ہو۔ اور پرہیزگاری کا لباس یہ (سب لباسوں سے) بہتر ہے یہ (یعنی لباس کا) ہونا خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اسبات میں غور کریں۔

اس آیت میں دو قسم کا لباس مذکور ہوا ہے ایک تو وہ جو شرمگاہوں کو چھپاتا ہے دوسرا وہ جو علاوہ شرمگاہوں کے چھپانے کے جمال اور زینت کا باعث ہے اس کے بعد پروردگار نے ایک اور لباس کا پتہ دیا اور فرمایا کہ وہ لباس تقوے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو جائز اور حلال نفیس اور اعلیٰ

Marfat.com

سے اعلیٰ درجہ کا عمدہ لباس دنیا میں موجود ہے اسکے پہننے سے تم کو منا ہی نہیں ہے ہاں اتنی بات یاد رکھو کہ یہہ چیزیں ہیں غفلت کی چادریں غفلت سے بچنا اور یاد الٰہی سے نہ ہٹنا اور جو بعض اس قسم کے بھی کپڑے موجود ہیں جو تم مردوں پر بجز چند ضرورتوں کے مطلق حرام ہیں ان کی طرف سے اپنا دل ہی ہٹا لو دوسری آیت میں اسی کی تائید ہے۔

یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وّ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ○ (سورہ اعراف رکوع ۳)

اے بنی آدم ہر ایک نماز کے وقت (لباس وغیرہ سے) اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں ہمکو یہہ تعلیم کی گئی ہے کہ عبادت کے وقت ننگا ہو جانا خود انسانی تقاضا اور انسانی تہذیب کے خلاف ہے جیسا کہ عرب کی جاہلیت کی مشرکوں اور اب تک ہندوؤں کے بعض فرقوں کا یہی حال ہے تم ننگے نہ ہوا کرو بلکہ تم تو آدمی ہو آدم کی اولاد ہو حیوان نہیں ہو حیوانوں کی اولاد نہیں ہو تم اپنی آدمیت کا لحاظ رکھو اور اپنی عبادتوں کو بھی اور اپنی عمدہ سے عمدہ لباس (اگر ہو سکے) پہن کر ادا کیا کرو۔ کھانا پینا کیوں چھوڑ بیٹھے ہو اس تپسیا کا حکم تمکو کسنے دیا ہے تم کھاؤ اور پیو ہاں اتنی بات یاد رکھو کہ جس طرح تم پہلے تفریط میں پڑے ہوئے تھے اب کھانے پینے اور پہننے کی جائز چیزوں میں افراط میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ جو لوگ افراط میں پڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑ دیتے ہیں جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ کوئی ابن آدم مانے نہ مانے مسلمان کو تو یہہ قرآن کا محبوب ترانہ دل و جان ہے مسلمان کی تہذیب کے برابر کسی قوم کی تہذیب نہیں ہو سکتی ہے تفریط اور افراط والے تو نہیں ہیں کیا تم یورپین لیڈیوں کو کہہ سکتے ہو کہ جب وہ بازار میں باغوں میں عمدہ سے عمدہ لباس پہنکر چلتی یا بیٹھتی ہیں تو وہ آدم کی اولاد میں سے نہیں ہوتی ہیں ایسی عورتیں محض ننگی اور بالکل عریان ہوتی ہیں اگر آدم کی اولاد میں سے ہو تو اپنی آدمیت کا دیکھیو وہ تم کو صاف صاف یہی فتوے دے رہی ہے کہ ایسی پوشش والی عورتیں کامل شکل میں

مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنوں تک ستر کا ڈھانکنا فرض ہے۔ شریعت اسلام

Marfat.com

مرد کے لئے دونوں شرمگاہوں کا ڈھانکنا عین فرض قرار دیا ہے اور اس فرض کی تکمیل کے لئے دونوں رانوں کو بھی شرمگاہوں کے حکم میں رکھدیا ہے اشہر اور اصح قول یہ ہے کہ ناف سے لیکر دونوں گھٹنوں تک معل عورت ہے[1] (سبل السلام) اور اگر کوئی مرد اتنی جگہ میں سے کچھ بھی ننگا کرکے نماز پڑھتا ہے تو اسکی نماز قبول نہیں ہے بخاری میں ہے الفخذ عورۃ یعنے ران شرمگاہ ہی ہوتی ہے التلخیص الجبیر میں دو ضعیف حدیثیں منقول ہیں جنکی عبارت یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورۃ الرجل ما بین سرتہ الی رکبتہ یعنے مرد کا محل عورت اسکی ناف اور گھٹنوں کے درمیانی جگہ ہے" ۔ نماز کا کیا ذکر ہے انسان کو ہر وقت خلا و ملا دونوں حالتوں میں اپنی جگہ کو کبھی بھی بلا ضرورت ننگا نہ کرنا چاہئے ۔ حکیم بن حزام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم اپنے ستر کی بابت کتنا ننگا رکھیں اور کتنا چھپائے رکھیں آپنے فرمایا کہ تو (ہمیشہ) اپنے ستر کو ڈھانکے رکھا کر بجز اپنی بیوی یا لونڈی کے ۔ میں نے پوچھا کہ جب لوگ اکٹھے رہتے ہوں تو پھر؟ آپنے فرمایا اگر تجھ سے ہو سکے تو ایسا کیا کر کہ تیرے ستر کو کوئی نہ دیکھنے پاوے ۔ پھر میں نے عرض کی کہ جب ہم میں سے کوئی صرف تن تنہا ہو تو اسوقت؟ آپنے فرمایا تو اسوقت اللہ تبارک وتعالے زیادہ تر سزاوار ہے کہ اس سے حیا کیجاوے ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کام کے لئے خدمت بابرکت نبوی صلعم میں رات کے وقت حاضر ہوا میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز میں لگے ہیں مجھپر صرف ایک ہی کپڑا تھا میں نے اسکو بطور اشتمال پہنا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے پوچھا کہ تم اس وقت

عن حکیم بن حزام عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عوراتنا ما نأتی منہا وما نذر فقال احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک قلت فاذا کان القوم بعضہم فی بعض قال ان استطعت ان لا یراہا احد فلا یرینہا قلت فاذا کان احدنا خالیا قال فاللہ تبارک وتعالی احق ان یستحی منہ رواہ احمد و ابو داود وابن ماجہ والدارمی والحاکم (الروضۃ الندیہ)

[1] محل عورت یعنی وہ جگہ جسکا ڈھانپنا شرعاً واجب ہے ۔

Marfat.com

رات کو کدھر آئے ہو مینے اپنا کام عرض کر دیا جب میں بالکل اپنی نماز سے فارغ ہو بیٹھا تو آپ نے فرمایا کہ یہہ کس قسم کا اشتمال ہے جو مینے دیکھا اور مسلم میں اسکی تصریح اسطرح پر ہے کہ وہ کپڑا جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہنا ہوا تھا تنگ تھا اور اس نے اسی کپڑے کو کندھوں پر بھی ڈالا ہوا تھا اور نماز میں وہ کپڑا اکھڑا تھا۔ کیونکہ کپڑا اسکے سارے بدن کو پوری طرح ڈھانپ نہیں سکتا تھا پس نبی صلعم نے اسکو سمجھایا کہ جس طرح تم اشتمال کئے ہوئے ہو یہہ کوئی اشتمال نہیں ہے ہاں جب کپڑا سب پورا ہو تو اسوقت ایسا کر لیا کرو جبتک تنگ ہو تب بھی کر لیا کرو اور کچھہ کندھوں پر بھی ڈال لیا کرو اور جب کپڑا تنگ ہو تو فقط تہ بند کر لیا کرو

عن جابر رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اذا کان الثوب واسعا فالتحف بہ یعنے فی الصلوٰۃ ولمسلم فی احدیہ ان طائفیہ دان کان ضیقا فاتزر بہ

اس مضمون کی احادیث میں لفظ اشتمال۔ التحاف۔ توشح اور متون احادیث میں لفظ کے ایک ہی معنے ہیں اور وہ یہہ ہیں کہ ایک کپڑا لیکر اسکے کچھہ کپڑے کا تہ بند کر لیا جاوے اور کچھہ کندھوں پر ڈال لیا جاوے اس مسئلہ کی ایک خاص صورت لکھی ہے اور وہ یہہ ہے کہ کپڑے کے جس کنارہ کو داہنے کندھے پر ڈالا ہوا اسکو داہنی ہاتھہ کے نیچے سے اور جس کنارہ کو بائیں کندھے پر ڈالا ہو اسکو داہنے ہاتھہ کے نیچے سے نکالے اور پھر ان دونو کناروں کی سینہ پر گرہ لگا لے اس حدیث میں وہی اقل و اجل تہذیب کا ذکر ہے اور یہہ صورت بھی عدم وسعت کیوقت ہے حدیث میں دو سرے درجہ کی تہذیب بھی بتائی گئی ہے بشرطیکہ پہلی کی نسبت کچھہ زیادہ وسعت ہو اور وہ یہہ ہے کہ سارا بدن جسمیں دونو کندھے اور پشت بھی شامل ہے ڈھک جائیں اور اگر اس کے باوجود وسعت و گنجایش کندھوں اور پشت کو نہیں ڈھکتا اور بوجہ قلت کپڑا کے ٹخنے تک کرکے نماز پڑھتا ہے تو بعض کے نزدیک وہ جائز ہے اور اسکی نماز ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک نماز بھی نہیں ہوتی۔ اور ماخذ ہر ایک کا حدیث ذیل ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص کسی ایک کپڑے میں

Marfat.com

ایس علی عاتقہ منہ شئے متفق علیہ (بلوغ المرام)

میں نماز نہ پڑھے جس میں سے اس کے کندھوں پر کچھ حصہ نہو۔

مگر جمہور کا مذہب یہہ ہے کہ اس حدیث میں جو نہی آئی ہے وہ صرف نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے اور عون الباری میں بحوالہ قسطلانی جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے کہ ایک ہی کپڑے کے ساتھ جس سے شرمگاہ جاوے نماز پڑھنی جائز ہے۔

عورت کے لئے سارا بدن ڈھانکنا فرض ہے

عن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا عن النبی صلعم قال لا یقبل اللہ صلوۃ حائض الا بخمار۔ رواہ الخمسۃ الا النسائی وصححہ ابن خزیمۃ۔ (بلوغ المرام)

شریعت حقہ نے عورت کے لئے سارے بدن کا ڈھانپنا فرض کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جوان عورت کی نماز اللہ تعالے اسوقت قبول کرتا ہے جب وہ اپنے باقی بدن کے ڈھانکنے کے علاوہ خمار یعنے اپنی اوڑھنی بھی پہنے جس سے اسکا سر اور گردن ڈھک جاویں۔

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالے عنہا انہا سالت النبی صلعم اتصلی المراۃ فی درع وخمار بغیر ازار قال اذا کان الدرع سابغا یغطی ظہور قدمیہا اخرجہ ابوداؤد وصحح الائمۃ وقفہ (بلوغ المرام)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے سر اور گردن کو بھی ضرور ڈھانپے۔ ورنہ اسکی نماز قبول نہیں ہے۔ بہرحال عورت کو سارا بدن ڈھانپنا فرض ہے خواہ ایک ہی کرتہ کیوں نہو بشرطیکہ سر اور گردن ڈھک سکیں ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آیا عورت بغیر پاجامہ یا ازار کے صرف ایک کرتہ اور اوڑھنی کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے یعنی یہ کہ آیا اسکی نماز اتنے لباس سے جائز ہو سکتی ہے آپنے فرمایا ہاں بشرطیکہ کرتہ اتنا لمبا ہو جو اسکی قدموں کی پیٹھ کو ڈھانک لیوے

حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر بحکم مرفوع ہے کیونکہ ایسے معاملہ میں اجتہاد کرنا بعید از قیاس ہے عورت کے بدن کا کوئی حصہ نہیں ہے جو محل شہوت نہیں ہوتا اسواسطے سخت تاکید کی گئی ہے کہ عورت

Marfat.com

اپنے بدن کا کوئی جزو بھی ننگا نہ کرے اور یہہ بھی واضح رہے کہ جو عورتیں نفیس لباس پہنکر اگرچہ ان کا سارا
بدن ڈھکا ہوا ہی کیوں نہو غیروں کے سامنے آتی جاتی رہتی ہیں۔ وہ بھی بالکل ننگی ہی ہیں۔ غرضکہ
صحت نماز کے لئے مرد کو دونوں شرمگاہوں اور دونو رانوں کو گھٹنوں تک اور عورت کو سوائے
اپنے چہرہ اور دونو ہاتھوں اور پاؤں کی پشتوں کے باقی سب کا سب بدن ڈھانپنا [illegible] ہے عورت
کی تہذیب تو مکمل ہے باقی رہا مرد سو اسکی تہذیب کی تکمیل کے لئے دوسری حدیث میں [illegible]
یہہ فرما دیا کہ اپنے کندھوں کو بھی ڈھانپو۔ آجکل کے کل ممالک مہذب میں بلحاظ لباس اعلیٰ درجہ کی تہذیب
یہی سمجھی گئی ہے کہ مرد کم از کم اپنے بدن کے دو نو حصے یعنے نچلا دھڑ [illegible]
بڑا اختلاف ہو مگر اصل مقصود سب مہذب ممالک کا یہی ہے کہ پاؤں سے لیکر کم [illegible]
گردن تک ضرور مرد ڈھکا رہے۔ شروط کے بعد اب ہم ارکان کا [illegible]

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دل کا منکسر ہونا اور اسکی تعظیم [illegible]
اور اسکے جلال و ہیبت کو دیکھ کر اسکی طرف شوق اور ڈر سے دل کا [illegible]
لئے کسی محسوس اور قابل فہم ضابطہ کی ضرورت ہے۔ پس یہہ ضابطہ یہی ہے [illegible]
کے حضور میں سیدھے کھڑے ہو کر اپنی زبان سے مناسب الفاظ کے ساتھ [illegible]
بیان کر دیا ہے کہ ہماری جہت کعبۃ اللہ ہے اور یہہ بھی تفصیل کر چکے ہیں کہ کیوں ہے [illegible]
اس ضابطہ میں دو باتوں کا لحاظ رکھا ہے ایک تو یہہ ہے کہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرکے [illegible]
دوسرے یہہ کہ زبان سے اسوقت تکبیر یعنے اللہ اکبر کہے۔

ایسی ہیئت کے وقت جبکہ دل اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور اسکے جلال کے آگے [illegible]
اللہ اکبر کہنا عین جبلت انسانی کا مقتضی ہے۔ کیونکہ یہہ نیچرل بات ہے کہ جب دل سے اندر کوئی چیز
جائے گیر ہو جاتی ہے تو پھر اسی کے موافق تمام اعضا اور یہہ ہماری زبان چلتی ہے مثلاً جب دل میں
کوئی محمود چیز بیٹھ جاتی ہے تو زبان سے بھی کلمات حمیدہ اضطراراً نکل پڑتے ہیں اور جب کوئی شے
مذموم دل میں قرار پکڑ لیتی ہے تو زبان سے اسی کے موافق کلمات غیر مرضیہ بے اختیار نکل پڑتے ہیں
اور یہہ نیچرل لا (قانون قدرت) وہی ہے جسکی تشریح ہمارے جناب رسالتمآب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں بیان فرمائی ہے یعنی یہہ کہ [illegible] ایک گوشت کا

الا وان فی الجسد مضغۃً اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (بخاری)

ٹکڑہ ہے جسوقت وہ ٹھیک ہوجاوے تو سارا جسم کا جسم ٹھیک ہوجاتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاوے تو سارے کا سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور سنو! وہ ٹکڑہ دل ہے۔

پس جب انسان کے دل کے اندر پروردگار کی عظمت اور اسکا جلال وارد ہوتا ہے تو اسکی زبان سے بیساختہ کلمہ اللہ اکبر نکلتا ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ ہی ذاتی بڑائی اور ذاتی بزرگی والا ہے جتنی مخلوقات ہے اسمیں کوئی بھی ذاتی بڑائی نہیں ہے محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے جتنی بزرگی اس نے کسی کو دی ہے اتنی ہی کی وہ مالک ہے اور جو تمام مخلوقات کو اللہ تعالےٰ نے علی قدر مراتب بزرگی اور بڑائی عنایت فرمائی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بزرگی عنایت کرنے والا سب سے زیادہ بزرگ ہے اور حقیقت میں بات یوں ہے کہ سوائے اللہ کی بزرگی کو خالق کی بزرگی سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔

پس سب سے اول انسان جب نماز میں کھڑا ہووے تو اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھے یعنے اللہ اکبر۔ اس کلمہ کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں یعنے ایسی تکبیر کہ اسکے کہنے سے ماسوائے اللہ کے بزرگی ہمارے دلوں سے جاتی رہے اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ اب ہمپر سب کا سب حرام ہے دوسرے لفظوں میں یوں سہی کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کے سوا ہے اس سب سے ہمیں بیزاری ہے اور ہمارے دل کی توجہ اب محض اللہ کی طرف ہے اور بس۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تحریمہا التکبیر یعنے اس نماز کی تحریم جسکے سبب سے ماسوے اللہ ہمپر حرام ہوجاتا ہے یہ کلمہ اللہ اکبر ہے اور یہی کلمہ اس مقام کے مناسب ہے۔

پس جب بسمت کعبہ اللہ کی طرف رخ کرکے اور زبان سے اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہوجاتا ہے تو اسکے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ اس جسم کے ساتھ کس طرح پر تعظیم الٰہی ممکن ہے ہماری خلقت اور ہمارے بدن کی بناوٹ اس حکیم صانع نے اس طرح پر بنائی ہے کہ ہم اپنے جسم کے ساتھ اسکی تعظیم تین طرح پر کرسکتے ہیں۔ اول تو قیام۔ یعنے وہ حالت جب ہم اپنے مالک کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اس قسم کے کھڑا ہونے میں ہمارے بدن کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا۔ اور اس سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں جسکا بیان پہلے صفحہ میں ہوچکا ہے یعنے ادہر عجز و ذل ادہر عظمت اس ہیئت تعظیمی کا سٹیریا ذکر

Marfat.com

Marfat.com

اور کیا اور ہیئتیں جو اسکے قریب قریب ہیں مشترک ہیں اسلئے ضروری ہوا کہ کوئی ایسی حد محسوس قایم کیجاوے
جس سے ان ہیئتوں میں اس ہیئت کی جس میں تعظیم پائی جاوے تمیز ہوجاوے پس وہ ہیئت صرف وہی ہے
جسکو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس سے مراد سبع اعظم یا سبع آراب کا زمین پر دھر دینا مقصود ہے - اور
جس کی ذاتی سب ہیئتوں کی نفی پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں تعظیم نہیں ہے اور نیز درندوں کی ہیئات
نشست سے اسکی تمیز ہوجاتی ہے اور رکوع کی طرح اسکو بھی اور اسکے اطمینان کو بھی فرض کردیا - اسحالت میں
اسقدر تعظیم پائی جاتی ہے کہ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ اصل مقصود ان حالتوں میں سے صرف
سجود ہے اور باقی حالتیں اس کے لئے ایک آلہ ہیں یعنے وہ حالتیں یہانتک چڑھنے کے لئے صرف
سیڑھی کا کام دیتی ہیں - لیکن کچھ ہو قیام رکوع اور سجود کرنیوالا خوب سمجھتا ہے کہ سجود میں کسقدر تعظیم
آلہی اور کسقدر ذلت و عبودیت پائی جاتی ہے اور چونکہ مقصود ساری عبادت سے صرف انسان کا پرلے
درجہ کی عبودیت کرنا اور اسکی شان و عظمت بجا لانا ہے اسلئے شارع علیہ السلام نے ایک سجدہ پر ہی
کفایت نہیں کی بلکہ دوسرے سجدہ کو بھی ویسا ہی لازم و واجب قرار دیدیا اور رکوع سجود چونکہ آپس میں
ملتی جلتی حالتیں ہیں اسواسطے صاف ظاہر ہے کہ اگر رکوع سے سجود میں چلے جانیکا حکم ہوتا تو چنداں
فایدہ نہ ہوتا اسوسطے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکوع اور سجود کے درمیان ایک اور حالت
جسے قومہ کہتے ہیں فرض کردی اور رکوع کی طرح اسکو اور اسکے اطمینان کو فرض قرار دیا اور اس کے
بعد سجود کا حکم دیا تاکہ سجدہ کرنے والے یعنے زمین پر گرنے والے کو دل میں معلوم ہوجاوے کہ وہ پہلی
کی حالت سے نہیں بلکہ بلندی کی حالت سے زمین پر گرا ہے رکوع کی نسبت قومہ کے بعد سجدہ کرنے میں دل پر کہیں
زیادہ چڑھکر تاثیر پیدا ہوتی ہے اور یہہ قیام کوئی لمبا نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مقصود صرف یہہ جتلا دینا
ہے کہ میں کھڑا ہونے کے بعد زمین پر گرا ہوں اور یہہ فایدہ تھوڑے سے قیام سے حاصل ہوجاتا ہے
اس چھوٹے قیام کا نام قومہ ہے - دوسرا فایدہ اس قومہ سے یہہ ہے کہ اس سے رکوع اور سجود میں تمیز
ہوجاتی ہے رکوع کرنے کے بعد اگر سجود میں چلے جاتے تو ان میں کچھ تمیز نہ ہوتی اور قومہ کے سبب سے
جو دو مختلف جھکاؤں سے دلپر تاثیر ہوتی ہے نہ ہوتی - امام عبدالوہاب شعرانی اپنے تجربہ سے یہہ بات
کہتے ہیں کہ انسان کے لئے قومہ بڑی رحمت ہے - کیونکہ میں خود اپنے تئیں رکوع میں ایسا دیکھتا ہوں
کہ گویا میں کہانی ہو چلا ہوں بس جب یہہ حالت ہوتی ہے تو میں فوراً قومہ میں چلا جاتا ہوں اور

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ہمنے اپنے سامنے ایک بزرگ کو بالکل پانی پانی ہوتے دیکھ لیا۔ پھر ان کا کچھ پتہ نہ ملا۔ یہ باتیں میٹر میں پھنسے ہوؤں کو اُبری اوپری معلوم ہوتی ہیں مگر عمیق نظروں اور خداوند تعالیٰ کے غیر محدود اور لاانتہا طاقتوں اور قدرتوں کو تماشا کرنے والے دل کی طمانیت کے ساتھ ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہیں

چونکہ سجود میں پرلے درجہ کی عبودیت و ذل اور تعظیم پائی جاتی ہے کہ جسکی خاطر دو سجدے قرار دیئے گئے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ان دو سجدوں میں کچھ تمیز کی جاوے جس سے دل کو اتنا معلوم ہو جاوے کہ اب میں سجدہ کی حالت سے سجدہ میں نہیں گیا ہوں بلکہ ایک ایسی حالت سے جو سجدہ نہیں ہے پس شارع علیہ السلام نے دونو سجدوں کے درمیان ایک اور حالت جس سے انہیں دو سجدوں میں تمیز ہو جاوے قرار دی اس حالت کو جلسہ کہتے ہیں اور اس جلسہ اور اسکے اطمینان کو بھی واجب ہی قرار دیا جیسا کہ خود سجود اور اسکے اطمینان کو۔

اطمینان و ترتیب ہیئات اربعہ کی ضرورت

قیام۔ رکوع۔ قومہ اور سجود ایسی ہیئات ہیں کہ ان میں سے کچھ بھی تغیر کیا جاوے تو حیوانوں [illegible] کے ساتھ مشابہت ہو جاویگی [illegible] کو دیگر تمام قسم کے مکروہ اور غیر انسانی ہیئات سے تمیز کیا پھر اگر ان میں طمانیت اور سکون نہ ہو تو [illegible] حالتیں طیش اور لہو و لعب اور مسخرہ پن بنجاوینگی اسواسطے ضرور ہوا کہ ان میں طمانیت اور سکون کو فرض کر دیا جاوے اور چونکہ کھڑا ہونے کی حالت کو چھوڑ کر جھکنے کی حالت میں جلی [illegible] خضوع پایا جاتا ہے اور اس خشوع و خضوع کی ترقی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب بلندی چھوڑ کر پستی اختیار کی جاوے اسواسطے ضرور ہوا کہ اول قیام ہو پھر رکوع اسی طرح اول [illegible] قیام یعنے قومہ ہو پھر سجود۔ اور اگر یہ ترتیب نہ ہو پھر حکیم کی حکمت باطل ہوگی [illegible]

غرضکہ جب اس طرح پر دونوں سجدے پورے ہو چکتے ہیں تو اسے ایک رکعت کہتے ہیں اسی طرح اب دوسری رکعت پڑھے اور وہ اس طرح کہ پہلی رکعت کے ختم ہونے ہی اپنے پاؤں اور گھٹنوں کے بل اٹھ کھڑا ہو۔ اور اٹھتی دفعہ اپنے رانوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے نہ کہ زمین پر ہاتھ دھر کر اور جب سیدھا کھڑا ہو جاوے تو بغیر کسی قسم کے سکتہ اور دعاء تعوذ و تکبیر تحریمہ کے قرات شروع

کر دیوے یا دوسری رکعت کی طرح تمام تسبیحات اور اذکار پڑھ کر اس رکعت کو بھی پورا کرے اسی طرح پر جب دوسری رکعت پڑھ چکے تو بجز قعدہ کے یعنی بیٹھے اور تشہد پڑھے یعنی ہر سہ تحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور دونوں شہادتین الفاظ تشہد اذان کی تشریح بعد میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر نماز اتنی ہی ہے تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھے بطرح جو دعا ماثور ہے یعنی دائیں بائیں سلام پھیرے اور اگر نماز دو رکعت پڑھنے کی طرح سیدھا کھڑا ہووے جس طرح پہلی رکعت کے بعد کھڑا ہوا تھا قرأت شروع کر دیوے اگر تین رکعت والی نماز ہے تو اس تیسری رکعت کو اور اگر چار رکعات والی نماز ہے تو دو رکعتوں کو پہلی رکعتوں کی طرح پورا کرے پھر قعدہ کرے اور تشہد سے درود اور دعا ماثور سے فارغ ہو۔ کیا بات ہے بولنے چالنے کی طرح بھڈ کر چلا دے یہ بات [illegible] نکلتے وقت ایک ایسا کلام منہ سے بولے کہ جس سے [illegible] اور وہ کلام سلام ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحلیلہا التسلیم اس نماز کی تحلیل تسلیم ہے۔ پوری حدیث جسکا ایک ٹکڑا ہم نے بیان کیا کہ موجب ہے یوں ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم یعنے نماز میں اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزوں کو حرام کر دینے والی چیز تکبیر ہے اور نماز میں حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے والی چیز تسلیم ہے یعنی دائیں اور بائیں طرف کے ملائکہ اللہ و عباد اللہ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ پس جس طرح نماز میں داخل ہوتے وقت نہایت ہی مناسب تھا کہ اللہ اکبر بولا تھا اسی طرح اب خاتمہ کیوقت نماز سے نکلتے وقت اسلام علیکم ورحمۃ اللہ جیسا انشاء اور احسن کلام بولا جاتا ہے

غرض کہ یہ وہ نماز ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ نماز فریضہ میں ان اذکار و تحیات میں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر عمداً کبھی بھی کچھ بھی ترک کیا ہو۔ اگر کوئی دین الٰہی دین محمدی کا ہی ہے تو اسمیں اس کیفیت کی اشد ضرورت ہے اور عقل سلیم ان اذکار و تحیات کو یہ جبر گفتہ نہیں سکتی۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تحریمہ سے لیکر سجدہ ثانیہ تک جملہ اذکار [illegible] ایک رکعت ایک دفعہ کے ادا کرنے کو ایک رکعت کہتے ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری

دفعہ تسلیم کے سوا باقی کل اذکار و ہیئات کے ادا کرنے کو دوسری رکعت کہتے ہیں [illegible]
ہو جاتے تو اسکو پوری صلوٰۃ یا نماز کہتے ہیں

اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو صرف ایک رکعت [illegible] پوری نماز ہے [illegible]
اور تسلیم ادا ہو جاویں [illegible] کو دوہرا دوہرا کر [illegible]
اگر کسی ملت میں [illegible] جا سکتی [illegible]
میں اسکو کافی سمجھ کر [illegible] خود ایک رکعت [illegible]
اسواسطے اسکو [illegible] جگہ دی [illegible]
میں جس سے مکلف کو [illegible] سمجھ کر اسکو غیر معتبر قرار دیا [illegible]
پر مبنی ہے کیونکہ صرف اتنی ہی قلیل المقدار نماز سے غافل دل کو پوری پوری تنبیہ نہیں [illegible]
جمہور الناس کے لئے مفید اور نافع نماز وہی ہے جو ان کی غفلت اور انہماک کو دور کرنے [illegible]
نے اسبارہ میں دو تجویزیں کیں ایک تو مقدار نماز کو وقتی بڑھا دی دوسری یہ کہ [illegible]
اوقات میں انکو ادا کرنے کا حکم دیا۔ پس پہلی تجویز یہ ہے کہ جو نماز صرف ایک [illegible]
ہو جاوے اسکا ڈبل کر دیا یعنے دو رکعت [illegible] نماز ہے ہی نہیں۔ اور اسپر فرمان ہو
رکعتین التحیۃ کی مہر لگ گئی دوسری تجویز یہ ہے کہ سات قدرتی منتخب اور [illegible]
بعد نصف شب وقت فجر (پوہ) وقت ضحیٰ وقت بعد از زوال یعنے بعد دوپہر
آفتاب وقت بعد غروب آفتاب وقت بعد زوال شفق احمر میں سے [illegible]
وقت تو بعینہ ویسے کا ویسا قدرتی ہی مقرر [illegible] ہے اور چوتھے وقت کے [illegible]
اوقات میں سے صرف پانچ وقت جو جمہور الناس کی طاقت کے مطابق تھے مقرر [illegible]
کی ترتیب عجیب و غریب دی دیکھو مضمون سات قدرتی اوقات و صلوٰۃ التحیۃ [illegible]
جب اقل درجہ کی نماز ایک ہی دفعہ پڑھی جا سکی وہ دو رکعت ٹھیری اور [illegible]
دن میں پانچ دفعہ پڑھنے کا حکم ہوا تو پھر معلوم ہوا کہ اقل مقدار کی نماز [illegible]
اسکی دس رکعات ہیں [illegible] حدیث ان اللہ وتر یحب الوتر[1] کے مضمون [illegible]
رکھنے کی غرض سے دس رکعات میں ایک اور رکعت زیادہ کر کے گیارہ [illegible]

[1] اللہ خود ایک ہے [illegible]

اور اس سے کم تو ہو نہیں سکتی تھی کیونکہ پانچ میں حسب اقل درجہ کی نماز بحساب دو دو رکعت فی وقت پڑھنی
ہے تو اقل تعداد کل رکعات صرف دس ہوتی۔ پھر گیارہ رکعت نماز اگرچہ اقل درجہ کی نماز ہے مگر اتنی تھوڑی
بھی نہیں ہے کہ رات دن کے پانچ مختلف وقتوں میں پڑھی جاوے تو انسان کو متنبہ نہ کر سکے یہ
نماز ایسی متوسط درجہ کی ہے کہ ہو انسان کے اس طبقہ کے لئے بھی جو باوجود صحیح و سالم ہونے کے
السفر نصف ہے مصائب میں مبتلا ہے زیادہ نہیں ہر یہی نماز ہے جو اول اول مسلمانوں پر بلا امتیاز
فرض حضر مقرر ہوئی تھی۔ مگر جب اسلام نے کفر کو بیخ کن کر کے اپنی جڑیں قائم کر لیں اور مسلمان
سینوں میں اس اعلیٰ توحید کے گروں اور گنوں کا اثر یعنے نور اور انشراح دیکھنے لگے تو انکا
شوق اور بڑھ گیا اور وہ خود بخود بلا محرک خارجی زیادتی نماز کے طالب ہوئے۔ تو اللہ تبارک و تعالے
نے کل دنیا کے کل طبقوں۔ کل ملکوں۔ کل زمانوں۔ اور کل قوموں کی ہر قسم کی
سب اور ہر محل عایت رکھنے کے بعد اس نماز میں زیادتی کر دی اور اسی زیادتی کے سبب سے
وہ نماز عایت یعنے مسافر اور حاضر کی قائم کر دیں اور سفر و حضر میں ایک بین فرق قائم کر دیا یعنے
یہ کہ مسافر کی نماز اتنی کی اتنی ہی رہنے دی جتنی پہلے دو قسم کے لوگوں کے لیے تھی۔ البتہ
حاضر کے لئے زیادتی کا حکم دیا دوگنی یا چوگنی زیادتی نہیں ہے بلکہ صرف اتنی زیادتی ہے جو
اصل کو ڈیوڑھا کر دے۔ مگر چونکہ گیارہ رکعات کا نصف سادہ ہے پانچ آتا ہے اور اگر ۱۱ اور ۵½
کو جمع کیا جاوے تو ساڑھے سولہ بنتا ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ یا تو ۱۱ کے نصف کی نیچے کا
عدد لیا جاوے یا اسکے اوپر کا عدد لیا جاوے تاکہ دونو کی حاصل جمع بنکر پورا عدد ہو جاوے
اگر نیچے کا عدد لیا جاوے تو کل مجموعہ رکعات ۱۶ بنتا ہے جو شفع ہے اور اس سے ان اللہ وتر
یحب الوتر کی مصلحت فوت ہو جاتی ہے اور یہ اسلام کو منظور نہیں ہے۔ پس ضروری ہوا کہ
اوپر کا عدد جمع کیا جاوے اس حساب سے ۱۷ رکعات نماز بنتی ہے اور یہ عدد وتر ہے اور مقصود
بالذات حاصل ہوتا ہے۔ پس زیادتی جو ہوئی تو صرف ۶ رکعت کی ہوئی۔ اور اب ان ۶ رکعات
کو انہیں پانچ وقتوں میں کسی نہ کسی جگہ سمانا ہے۔ پس صبح اور مغرب تو دیسی کی دیسی ہی نماز ہیں
البتہ ظہر عصر اور عشاء میں مساوی مساوی زیادتی کی گئی اور یہ زیادتی درحقیقت انہیں اوقات
میں ہونی ضروری تھی اور انہیں وقتوں کے مناسب حال بھی ہے۔ صبح کے وقت دنیوی

Marfat.com

کاروبار بھی شروع نہیں ہوتے اور وہی وقت سارے دن کی ابتدا اور لہٰذا کل اعمال یومیہ کی بنیاد ہوتا ہے۔ شور و شغب سے خالی اور عالم سکوت کا وقت ہوتا ہے پس قدرتی طور پر اسوقت دل تشویشات سے خالی ہوتا ہے اور کان قرآن مجید کے سننے اور اس میں تدبر کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور چونکہ نیند سے اٹھنے کا وقت ہوتا ہے بدن میں سستی بھی ضرور ہوتی ہے۔ پس ان سب باتوں کا لحاظ کرکے اسمیں رکعات ویسی کی ویسی ہی رہنے دیں مگر قرات کی طوالت پر شارع علیہ السلام نے نہ صرف خود آپ ہی مداومت کی بلکہ ترغیبات عجیبہ دیں بشرطیکہ طاقت ہو اور اگر پیچھے کوئی سامع یا سامعین ہوں یعنے جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو تو پھر قرات کی جہارت[1] کا حکم دیدیا پس اس طوالت و جہارت قرات سے اول تو نیند اور سستی جاتی رہیگی اور پھر قرآن کریم میں غور و تدبر کرنے کا بہت موقع ملیگا۔ اس طول قرات سے کمی تعداد رکعات کی ساری کسر نکل جاتی ہے قرآن کریم خود فرماتا ہے۔ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا[2]۔ ظہر اور عصر دونو کام دھندے کے وقت ہوتے ہیں۔ غل غپاڑہ اور شور و شغب ان میں کثرت سے کیا بلکہ ہوتا ہی یہی ہے قدرتاً دل پراگندہ اور پر از تشویشات ہوتا ہے کان قرآن مجید کے سننے اور دل تدبر و تفقہ کرنے کے لئے کما ینبغی مستعد نہیں ہوتے پس ضرور ہوا کہ ان میں جہارت موقوف کی جاوے اور جب جہارت بند ہوگئی تو طوالت قرات کی ضرورت نہ رہی۔ جب یہ دونو ضرورتیں نہ رہیں جن سے دل کو متنبہ کرنا ضروری تھا تو پھر ضرورت ہے کہ دل کی تنبیہ کے لئے کوئی اور مناسب تجویز نکالی جاوے اور مناسب تجویز تو وہی ہوگی جو اسوقت کے ان موانع پر جنہوں نے جہارت اور طوالت کو موقوف کرا دیا۔ غالب ہو پس وہ تجویز یہی ہے کہ رکوع اور سجود میں زیادتی کردی جاوے کیونکہ یہ افعال اور یہ ہیئات جو جوارح کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دل پر کثرت قرات سے کہیں بڑھکر موثر ہیں۔ پس شارع علیہ السلام نے ان میں تعداد رکعات کو دوچند کردیا۔ اور جہارت اور طوالت کو موقوف۔ اور چونکہ جمعہ اور عیدین میں اور زمرہ کے پنجگانہ نمازوں بالخصوص نماز ظہر کی نسبت نہایت ہی کثرت سے ساتھ ہجوم ہوتا ہے ان میں صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت مقرر فرمائیں اور جہارت اور طوالت قرات کو مشروع کردیا۔ کیونکہ ایسے مجمعوں میں سکوت مفید نہیں ہوسکتا اور ہر ایک عقل اسبات کو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت کرسکتا ہے۔ چھ وقت عصر اگرچہ ظہر کے بعد جلد آجاتا ہے اور ظہر کا اثر دل سے بالکل نہیں مٹ

[1] جہارت [illegible] پڑھنا بآواز بلند پڑھنا۔ [2] اور [illegible] صبح کا وقت [illegible] کا وقت [illegible]

جاتا گویا نبی شارع علیہ السلام نے اس نماز کو بھی دوچند کر دیا اور اسکی محافظت کے واسطے سخت حکم فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قنتین ۝

سورۃ البقرہ رکوع ۳۔

(تمام) نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نماز میں) اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو۔

یعنی ساری نمازوں کی محافظت کرو۔ مگر دیکھنا کہ نماز وسطےٰ یعنی عصر کی نماز کا دھیان رکھنا کہ تم سے جاتی نہ رہے اسکی محافظت کے لئے تم کو خاص طور پر متوجہ کیا جاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسکی نماز عصر جاتی رہی وہ یوں سمجھے کہ اسکا مال اور خاندان لٹ گیا ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ظہر کے انہماک کی نسبت اسکا انہماک زیادہ تر خطرناک اور مضر ہوتا ہے کیونکہ ظہر کے وقت صرف کثرت اشتغال و انشغال ہوتی ہے اس کے وقت میں اپنی ہوائے نفسانی کے مطابق انہیں اشغالوں اور مکھیڑوں کے نتائج پیدا کرنے کی فکر ہوتی ہے اور غافل انسان اسی ٹوہ میں رہتا ہے کہ بس طرح ہو سکے خواہ جائز خواہ ناجائز طور پر اس کام کو سرانجام دیجئے پس اس وقت جب تک یہ چار وصف موجود نہوں یعنے اول ایمان۔ عمل صالح۔ تواصی بالحق تواصی بالصبر تب تک کوئی انسان اس انہماک سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اسی نماز کیوقت کو حلفی طور پر یعنے بطور دو قائم مقام گواہوں کے پیش کر کے فرماتا ہے

والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت وتواصوا بالحق ۝ وتواصوا بالصبر ۝

عصر (کے وقت) کی قسم کہ (سارے ہی) آدمی گھاٹے میں ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے اور ایک دوسرے کو (دین) حق کی (پیروی کی) ہدایت کرتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو مصیبت میں صبر کرنے کی ہدایت کرتے رہے (وہ البتہ گھاٹے میں نہیں ہیں)

اور یہ چاروں وصف صرف اسی صورت میں حاصل ہونگے جب نماز جو جامع جمیع حسنات

ہے پڑھی جاوے چونکہ اسمیں مظان فتنہ زیادہ ہیں جیسا بیان ہوا اور اسکا وقت ظہر سے قریب تر ہی ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ اسمیں بھی زیادتی رکعات کی جاوے صرف دو پر حصر نہ کیا جاوے۔

مغرب اس نماز کا وقت اور نمازوں کی طرح بہت وسیع نہیں ہوتا۔ یہ نماز جب سے پہلے اوائل اسلام میں کل نمازوں کی **مُوتر** یعنے وتر کرنیوالی تھی ویسی ہی بعد میں بھی رہی اور حاضر اور مسافر دونوں کے لئے یکساں مقرر ہے یہ وقت ظلمت کا ابتدا اور سارے دن کا انتہا ہوتا ہے سارے دن کے انہماک و رنگِ باقی ماندہ کو نصرف اس وقت کی نماز سے ہی اتارنا چاہا بلکہ اس نماز کے وتر کرنے سے بھی۔ تاکہ ہمارے جملہ افعال و حرکات و سکنات سے ثابت ہوتا رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ واحد لاشریک لہ ہے۔ اسمیں عموماً قرات لمبی نہیں پڑھی جاتی اور اگر کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بھی جیسا کہ آگے مفصل ذکر آئیگا تو وہ شاذ ہے۔ لازم یہ کہ اس نماز اور نماز عشا میں تمیز ہونی ضرور ہے چونکہ شور و شغب کے خاتمہ کا وقت یہیں سے شروع ہوتا ہے اسوقت میں ہی جہاں قرات کا حکم دیا۔

عشا میں دو رکعت کی زیادتی کردی مگر قرات معمول۔ اسمیں رکعات کی زیادتی سے جو فوائد وہ حاصل ہوسکتے ہے وہ زیادتی قرات سے نہیں ہوسکتا کیونکہ آدمی سارے دن کا تھکا ماندہ زیادہ قیام نہیں کرسکتا اور یہ وقت بھی قدرۃً آرام کرنے کا ہوتا ہے۔ غرضکہ مومن نیند سے اٹھکر بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور اگر سونے لگا ہے تو بھی ذکر الٰہی میں مصروف ہے۔ اسکا دن شروع بھی نماز سے ہوا اور اسکا دن ختم بھی نماز سے ہوا۔ سبحان اللہ کیسا عجیب سلسلہ ہے! ذرا سوچو۔ کیا کوئی انسان بلا تعلیم رحمان اس قسم کی تعلیم کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ اللھم صل علی محمد

عبارات مذکورہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے مسافر کے لئے گیارہ رکعات اور حاضر کے لئے ۱۷ رکعات رات دن میں مختلف پانچ مقررہ وقتوں میں مقرر کی ہیں۔ اس سے کم نماز ہے ہی نہیں اور اگر کوئی مسافر یا حاضر اپنی مفروضہ نماز میں سے کم پڑھتا ہے تو وہ یوں سمجھا جاویگا کہ وہ ابھی دایرہ اسلام میں عملی طور پر داخل نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے ۲ پہل جو

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت اول ما فرضت الصلوٰة

نماز مقرر کی گئی سو دو رکعت مقرر کی گئی (سو اگر نماز مغرب کی) پھر سفر کی نماز تو ویسی کی ویسی

Marfat.com

ركعتان فاقرت صلوة السفر
وانمت صلوة الحضر متفق عليه
وللبخاری ثم هاجر ففرضت اربعًا
واقرت صلوة السفر على الاول
وزاد احمد الا المغرب فانها
وتر النهار والا الصبح فانها
تطول فيهما القرأة (بلوغ المرام)

ہی رہی اور حضر کی نماز پوری کی گئی یعنے چار چار
رکعات کی گئی) (متفق علیہ) اور بخاری میں
اسکے بعد یہہ بھی ہے کہ پھر نبی صلعم نے ہجرت
فرمائی اور نماز کی چار چار رکعت مقرر کی گئیں
اور سفر کی نماز بدستور سابق اتنی کی اتنی ہی
رہی ۔ اور امام احمد نے عبارت مذکورہ کے علاوہ
یہہ زیادتی بھی نقل کی ہے کہ سوائے نماز مغرب کے
کیونکہ وہ دن کی نمازوں کی وتر ہے اور سوائے
نماز صبح کے کیونکہ اسمیں قرات لمبی ہوتی ہے"

مگر اسلام بھی ایک عجیب چیز ہے اللہ تبارک وتعالے جو علیم وخبیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جمہور الناس کے لئے اتنی نماز ہی اگرچہ کافی ہے مگر زمانہ سے جو اصل غرض ہے اسکے پورا پورا حاصل کرنے میں کئی قصور اور کمیاں پیدا ہو جاوینگی اسواسطے شارع علیہ السلام نے فرائض کی ان کمیوں کو پورا کرنے کے لئے انہیں فرائض کے علاوہ کچھ نمازیں نوافل کے ساتھ بطور ضمیمہ لگا دیں اور کچھ ان سے الگ مقرر کر دیں گویا یہہ زائد نمازیں اصل فرائض کی محافظات اور مکملات ہیں پس شارع علیہ السلام نے اس ضروری نماز (جس سے کسی مکلف کو چارہ نہیں ہے) کی کیفیت اور کمیت دونوں میں زیادتی کر دی ۔ گویا یوں سمجھو کہ نماز کی دو حدیں قائم کر دیں ۔

حد اول ۔ تو وہ حد ہے کہ اس میں سے یعنی اسکے کیف وکم میں سے اگر کچھ بھی کم کر دیویں تو ہم اپنی نماز سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ۔ یعنی اسکے اذکار اور ہیئات اور رکعات میں سے کچھ بھی کم نہیں ہو سکتا ۔ یہی نماز جسکا اسوقت تک ذکر ہو چکا ہے حد اول ہے پس اگر مسافر ہے تو گیارہ رکعت سے کم اسکے لئے کوئی نماز نہیں اور اگر حاضر ہے تو اسکے لئے ۱۷ رکعت سے نہ کم اور نہ زیادہ

حد دوم وہ ہے کہ اسمیں کیف وکم دونوں میں زیادتی ہے یعنی اُس نماز کے اذکار وہیئات ورکعات غرضکہ سب کچھ حد اول کی نماز سے زیادہ ہیں اور یہی دوسری حد ہے جو اتم واکمل ہے اور جس سے وہ مقصود خداوندی جو اصل نماز سے حاصل ہونا چاہیئے بوجہ کمال حاصل ہوتا ہے ۔ یہی

نماز ہی کہ اس میں انسان مراتب احسان طے کرتا ہے یہی نماز ہے کہ اسمیں عابد متقرب الی اللہ ہوتا
جاتا ہے یہی نماز ہے کہ جس سے انسان کی ظاہری ہیئات جمیلہ اور باطنی صفات حمیدہ ہوتے ہیں
یہی نماز ہے کہ جس سے انسان کی پیدائش کی غایت ثابت ہوتی ہے یہی نماز ہے کہ جس سے انسان
اپنی وہ سعادت جسکے حصول کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے حاصل کرلیتا ہے غرضکہ یہی نماز ہی کہ جسکے
ذریعہ سے عابد کے کان آنکھ زبان ہاتھ پاؤں غرضکہ ہر ایک حضو اور دل و دماغ بالکل صحیح اور سچے مظہر
الٰہی بنجاتے ہیں یہی نماز ہے جسکے بیان کرنے کے لئے اول اول خاکسار کے دل میں تحریک پیدا
ہوئی اور یہہ کتاب لکھنی پڑی۔ اور یہی نماز ہے کہ جسکے لئے ہم کل دنیا کو چیلنج کرتے ہیں اور یہی نماز
ہے جسکے پڑھنے کے لئے مسلمانوں کو دعوت کی جاتی ہے + پس اب ہم حد دوم کی کیفیت کی
زیادتی یعنی اسکے اذکار و ہیئات کی تشریح کرتے ہیں۔ بعد ش اسکی کمیت کی زیادتی یعنی نوافل
کا ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالے مگر قبل اسکے کہ ہم حد دوم کی کیفیت کی تشریح کریں بطور خلاصہ ہم
ایک ہیئت اور اسکے ذکر مسنونہ کا نقشہ لکھتے ہیں تاکہ تشریح پڑھنے کے بعد یہ نقشہ کام آوے اور
تشریح بآسانی تمام سمجھ میں آجاوے اور نقشہ یہ ہے۔

نقشہ مشتمل ہیئات واذکار متعلقہ نماز حد دوم

نمبر شمار	نام ہیئت	کیفیت	ذکر
۱	قیام	ہیئت	قبلہ رو ہو کر سیدھا کھڑا ہونا۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنا اپنی نگاہ کو نیچے رکھنا۔ دونو قدموں کو برابر رکھنا۔ دونو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر لیجانے اور نیچے کی طرف لاتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو قبلہ رو پھیلائے رکھنا۔	تکبیر تحریمہ۔ کوئی دعا را استفتاح۔ تعوذ۔ بسم اللہ۔ سورہ فاتحہ۔ آمین کہنا

Marfat.com

نمبر شمار	رکن یا حالت رکن	ہیئت یا ذکر	کیفیت
۱	قیام	ذکر	اور سورت یا حصہ سورت پھر (اگر کبھی کوئی حادثہ واقع ہو) تو کوئی دعا ۔ اسکی تفصیل اپنے محل پر ہوگی۔
۲	رکوع	ہیئت	قرات کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانا ۔ پھر گردن کو اتنا جھکانا کہ ہاتھوں کی انگلیوں سے کاسہ زانو کو پکڑ سکے کہنیوں کو اس طرح پر رکھے کہ اسکے پیٹ اور رانوں سے نہ لگ سکیں۔ سر کو نہ زیادہ اونچا کرے اور نہ زیادہ نیچا کرے بلکہ جدا اعتدال کو نگاہ رکھے غرضکہ اسکا سر اور پیٹھ دونوں ایک سیدھ میں ہوجاویں۔
		ذکر	تسبیح رب عظیم یا کوئی اور دعا ماثورہ۔ تفصیل آگے اپنے محل پر ہوگی۔
۳	قومہ	ہیئت	رکوع سے اُٹھتے ہی دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اُٹھانا اور سیدھا کھڑا ہوجانا۔ پھر ہاتھوں کو نیچے خالی چھوڑ دینا۔
		ذکر	تسمیع۔ تحمید اور بعض دیگر اذکار۔ تفصیل اپنے محل پر ہوگی۔
۴	سجدہ اولیٰ	ہیئت	قومہ کے بعد جھٹ زمین پر سر رکھ دینا اور وہ اس طرح کہ اول دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھ دینا بعد تس دونوں ہاتھوں کو پھر رکھنے اور ناک کو۔ دونوں باہوں کو زمین پر کتے کی طرح نہ پھیلانا۔ بلکہ اگر اکیلا ہے تو باہوں کو زمین سے اسقدر بلند رکھے کہ اسکی کہنیاں اسکے پہلوؤں سے دور رہیں اور بغلوں کی سفیدی پڑی نظر آوے اور اگر جماعت میں ہو تو تنگی جگہ کے سبب سے اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ روے پھیلائے رکھے اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف موڑے رکھے اور ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کے برابر زمین پر رکھے رہے
		ذکر	تسبیح رب اعلی یا کوئی اور ذکر مسنون۔ تفصیل اپنے محل پر ہوگی۔
۵	جلسہ	ہیئت	بائیں پاؤں کو بچھا کر اسپر بیٹھ جانا اور دائیں کو کھڑا رکھنا۔ مگر انگلیوں کو قبلہ روے

Marfat.com

نمبر شمار	مرحلہ یا سیٹ یا حالت نماز	ہیئت و ذکر حالت	کیفیت
۵	جلسہ	ہیئت	رکھے دہنا دائیں ہاتھ کو داہنی ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر اس طرح پر رکھنا کہ کہنیوں کی حدیں ران کے اخیر پر پہونچ جاویں اور ہاتھ گھٹنوں پر ہوں
		ذکر	دعائے غفران مسنونہ۔ تفصیل آگے ہے۔
۶	سجدہ ثانیہ	ہیئت	وہی جو سجدہ اولیٰ میں ہے
		ذکر	مثل ذکر سجدہ اولےٰ۔
۷	قعدہ وسطیٰ	ہیئت	جلسہ کی طرح بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا دائیں کو کھڑا رکھنا۔ اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھنا دونو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح پر رکھنا کہ داہنی کہنی کی حد داہنی ران کی حد پر ٹھیرے اور داہنا ہاتھ داہنے گھٹنے پر اور بائیں کہنی کی حد بائیں ران کی اخیر حد پر ٹھیرے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر۔ دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ ملائے۔ اور سبابہ سے اشارہ کرے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں گھٹنے کو پکڑے رہے۔ تفصیل اشارہ وغیرہ اپنے محل پر ہوگی۔
		ذکر	کلمات تشہد۔
۸	قعدہ اخیرہ	ہیئت	بالکل وہی ہیئت جو قعدہ وسطیٰ کی ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس میں بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھا جاتا ہے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جاتا ہے اس میں بائیں پاؤں کو داہنی ران اور پنڈلی کے نیچے سے باہر کو نکال دیا جاتا ہے اور صرف مقعد کے بل بیٹھا جاتا ہے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جاتا ہے یا بچھا لیا جاتا ہے۔ تفصیل آگے ہے۔
		ذکر	تشہد۔ درود۔ دعا۔ تسلیمتین۔ تفصیل آگے ہے۔

نوٹ۔ اس نقشہ کو اگر ذہن نشین کر لیا جاوے تو ان اذکار و ہیات کی تشریح جو اب کی جاتی ہے بخوبی سمجھ میں آجاویگی۔ ترتیب بالا کے موافق اب ہم اول قیام کو شروع کرتے ہیں۔

Marfat.com

قیام

ہیئت

وضو کے بعد قبلہ رو ہے ہو کر کھڑا ہو جاوے اور تکبیر کہے اور ہاتھوں کو کانوں یا کندھوں تک اٹھاوے۔ تکبیر یعنے اللہ اکبر کے معنے سن ہی چکے ہو انہیں معنوں کو دل پر زیادہ موثر کرنے کے لئے ایک ظاہری نشان مقرر فرمایا کہ دونو ہاتھوں کو اٹھانے کا حکم دیا جسکے معنے یہہ ہیں کہ نماز پڑھنے والے نے ماسوے اللہ سے منہ موڑ اپنے رب کے ساتھ جوڑ پیدا کیا ہے کہ اب وہ خاص حضور انیز دی میں کھڑا ہے۔ ہاتھوں کا کاندھوں تک اُٹھانا یا کانوں تک اٹھانا دونو سنت ہیں۔ اسکے بعد اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔ اور ہاتھوں کو اُٹھاتے اور نیچے لاتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف دراز کئے رہے۔ قدموں کو برابر برابر زمین پر جمائے اور اپنی نظر کو اپنی سجدہ گاہ پر جمائے رہے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کے محل یہہ ہیں۔ ناف کے نیچے کی جگہ ناف کے اوپر کی جگہ سینہ کی نیچے کی جگہ اور سینہ۔ اصح مذہب یہی ہے کہ ہاتھوں کو سینہ یا سینہ کے نیچے رکھا جاوے بعض لوگوں نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھیں اور مرد زیر ناف۔ مگر ان خصوصیتوں کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جیسی مردوں کے لئے سنت ہے ویسی ہی عورتوں کے لئے۔ یعنے جیسے مرد تینوں جگہوں پر ہاتھ رکھ سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی۔ ان ہاتھوں کا باندھنا اور قدموں کا برابر برابر زمین پر جمانا اور اپنی نظر کو اپنے سجدہ گاہ سے اٹھا کر اِدھر اُدھر نہ پھرنے دینا اس عالیشان دربار کے ادب اور تعظیم کے لئے ہے۔ اس ہیئت سے یہہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ یہہ شخص طمانیت اور سکون و قرار کے ساتھ رب ایزد متعال کے سامنے کھڑا ہے۔ کیونکہ اس ہیئت میں کامل درجہ کا خشوع اور وقار پایا جاتا ہے۔

اذکار قیام

اس طرح پر باادب اور باسکون و قرار کھڑا ہونے کے بعد دل کو حاضر کرنے اور مناجات کی طرف اسکو برانگیختہ کرنے کے لئے تمہیدی طور پر کوئی دعا یا کوئی ثنا ماثورہ پڑھے۔ یہہ تمہیدی اذکار کئی طرح پر ثابت ہیں از انجملہ ایک یہہ ذکر ہے

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَطَایَایَ — یا اللہ مجھ میں اور میرے گناہوں میں

Marfat.com

كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا
يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ
اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ
بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ - (بلوغ المرام)

اتنی دوری ڈال کہ جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب میں ڈال رکھی ہے۔ یا اللہ مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے کہ جس طرح چٹی چادر کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ یا اللہ مجھے میرے گناہوں سے پانی اور برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال۔

مشرق اور مغرب میں دوری ڈالنے سے گناہوں کا بالکل محو کر دینا مراد ہے۔ چٹی چادر کو اگر زیادہ صاف کیا جاوے یا ذری اور صاف کیا جاوے تو جلد زیادہ صاف ہو جاتی ہے اس سے مراد بھی گناہوں کا سینے سے بالکل ڈھل جانا یا نیست و نابود ہو جانا ہے۔ پانی اور برف اور اولے یہ بھی مجازی طور پر بولے گئے ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے کہ پرلے درجہ کی طمانیت اور سکون اور قرار جب دل میں ہو تو اس وقت یہ الفاظ بولتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ میرے دل میں سکون پیدا کر دے۔ کل ماسوے اللہ کا خیال اور کل غم اور غم بھول جاویں صرف تیری ہی محبت اور تیرا ہی شوق دل میں جاگزین ہو جاوے۔ دوسرا ذکر یہ ہے۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ
وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ

"سب طرفوں کو چھوڑ کر میں نے اس ذات کی طرف جس نے زمین آسمان کو بغیر نمونہ کے پیدا کیا اپنا رخ کر لیا ہے اور میں مشرک نہیں ہوں میری نماز اور ہر قسم کی عبادت اور میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے اور اسی کا ہی ہے اور اسی کے لئے مخصوص ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی بات کا میں مامور ہوں اور میں فرمانبرداروں میں آ ہوں الٰہی! تو ہی بادشاہ ہے۔ تجھ بن کوئی قابل پرستش نہیں ہے تو میرا مالک ہے اور میں

لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ فِیْ یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ۔ اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا۔ سو میرے سارے گناہ معاف کر دے۔ تجھ بن کوئی بھی گناہوں کو معاف کرنیوالا نہیں۔ مجھے عمدہ سے عمدہ خلقوں کی رہنمائی کر۔ عمدہ سے عمدہ خلقوں کی طرف کوئی بھی تجھ بن رہنمائی نہیں کرتا اور مجھ سے بُرے سے بُرے خلقوں کو دور کر۔ بُرے سے بُرے خلقوں کو تجھ بن مجھ سے کوئی دور نہیں کرتا۔ تیری عبادت کے لئے تیرے حضور میں میں حاضر ہوں اور تیرے حکم بجا لانے کے لئے تیری یاری کا خواہاں ہوں۔ کل نیکی تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف منسوب نہیں ہے اور نہ وہ تیری طرف چڑھ سکتی ہے اور نہ اس سے تیری طرف تقرب حاصل کر سکتے ہیں۔ میں تیرے ہی بھروسہ پر قائم ہوں اور تیری ہی طرف میری التجا اور میرا رجوع ہے اور تو بڑا بابرکت ہے اور تو تمام مخلوقات کی عقل و فکر سے بالاتر ہے۔ تجھ ہی سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں"

تیسرا ذکر یہ ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ط وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ط وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ط

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ مِنْ نَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ (عزۃ المتقی) رواہ ابوداؤد

اللہ سب سے بڑا ہے ذاتی بڑائی والا۔ اللہ سب سے بڑا ہے ذاتی بڑائی والا۔ اللہ سب سے بڑا ہے ذاتی بڑائی والا۔ حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے بہت بہت حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے بہت بہت۔ حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے بہت بہت۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں دن اور رات۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں دن اور رات۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں دن اور رات۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ دن اور رات میں شیطان سے اسکی ان باتوں سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ اول اُسکے (انسان کے دل میں تکبر اور غرور کی) پھونک مارنے سے۔ دوم اسکے (انسان کو خدا کی نافرمانی کے لئے پاگل بنانے کے لئے) سحر کرنے سے (گویا انسان

Marfat.com

کی عقل شیطان مار دیتا ہے اور وہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر اپنی ہوائے نفسانی کو معبود بنا لیتا ہے) ستوم اس کی (ہر قسم کی) وسوسہ سے۔

اسی طرح اور بہت سے اذکار حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کتب حدیث میں مرقوم ہیں طالبان حق ان کو مطالعہ کریں۔ اور حظ اٹھائیں۔ اب ہم صرف ایک اور ذکر لکھینگے جو فی الواقع بہت ہی مناسب ہے اور اسکے الفاظ اگرچہ مختصر ہیں مگر معانی کی وسعت کے خزانہ سے کم نہیں ہیں

اور وہ یہ ہے۔ چوتھا ذکر

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

اس کا ترجمہ کے عیب، نقصان سے میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ نہ صرف پاکی ہی بیان کرتا ہوں بلکہ تیری حمد بھی کرتا ہوں۔ ہر کمال کے لائق تیرا نام برکت والا ہے تیری ذات بلند ہے اور تجھ بن کوئی بھی لائق پرستش نہیں ہے۔

دیکھا کیسی عجیب دعا میں یہ ہیں۔ کیا مجال ان کمبخت کے عمدہ وسوسہ نہیں ہیں یہ مختلف دعائیں ہم کو مختلف صحابیوں نے سکھائی ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری دعا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تیسری دعا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور چوتھی دعا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ چوتھی دعا سے قبل ان کا ذکر ہے گذرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں باواز بلند پڑھتے اور لوگوں کو تعلیم فرماتے تھے۔ بس اس واسطے یہ دعا مشہور ہے امام احمد رحمتہ اللہ علیہ زیادہ تر اسی دعا کو پڑھتے تھے امام ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس دعا کی زیادہ تر اختیار کرنے کے سبب یہ ہے کہ اس میں خوف پیدا ہوتا ہے اور اس میں سے کوئی سی پڑھ لیجئے بعد تعوذ پڑھنے شیطان سے پناہ مانگ کر اسے ان میں عبادت الٰہی کی طرف سے ہٹنے کے لئے وسوسے نہ ڈالے اور خاصکر اسکے بھی کہ اب قرآن کریم پڑھنے کا وقت آگیا ہے قرآن مجید میں تدبر کرنے کا اور اس کے سمجھنے کا اور اس کو دل میں جگہ دینے کا اور قرآن مجید کا حکم بھی یہی ہے کہ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم

Marfat.com

یعنے جب تو قرآن مجید پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ۔ اس تعوذ کے کلمات بھی کئی طرح سے مروی ہیں۔ ازانجملہ یہ ہے۔

(۱) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی میں شیطان راندہ درگاہ الٰہی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں

(۲) اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی میں شیطان راندہ درگاہ الٰہی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ مِنْ نَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ۔ یعنی میں شیطان سے اسکی نفخ اور نفث اور ہمز سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ پورا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے

پھر اسکے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھے۔ بسم اللہ کبھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نمازوں میں فاتحہ کی طرح اونچی پڑھتے تھے اور کبھی سنہ میں۔ ہم کو بھی ایسا ہی چاہئے نہ تو ہمیشہ سونہہ میں پڑھیں اور نہ ہمیشہ اونچی ہی۔ بلکہ کبھی اونچی اور کبھی سونہہ میں۔ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

ہر طرح کی تعریف خدا کو ہی زیبا وار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان روز جزا کا حاکم (اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا رستہ جنپر تو نے اپنا فضل کیا۔ نہ ان کا جنپر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

یہ سورہ نہایت ہی پر معنے ہے اور تمام قرآن مجید کی چابی ہے اللہ تعالےٰ نے خود یہ دعا اپنے رسولؐ کی زبانی ہم کو سکھائی کہ کس طرح بندے اسکی حمد و ثنا کریں توحید عبادت و استعانت کا اسی کے لئے اقرار کریں اور کس طرح پر اس سے طریقہ جامعہ انواع الخیر کا دل سے سوال کریں اور مغضوب علیہم اور ضالین کے طریق سے بچنے کی اس سے توفیق مانگیں۔

یہ سنۃ اسقدر ہادی دین ہے کہ شارع علیہ السلام نے اسکو رکن نماز قرار دیا۔ آنجناب رصلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ کے سوا نماز نہیں ہوتی

اور آنجناب صلعم کا اسوقت کا یہہ قول مبارک کہ جب آپکے پیچھے صبح کی نماز میں لوگوں نے کچھ پڑھا
لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب الحدیث (ترمذی) یعنی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو ہاں سورہ فاتحہ پڑھو
ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے دو کام کرنے چاہئیں ایک تو فاتحہ کا ضرور ہی
پڑھنا دوسرے فاتحہ کے سوا باقی قرآن کو نہ پڑھنا۔ اس حدیث میں کیا عجیب حکمت ہے اس سورہ کا
چونکہ ہر ایک نمازی یقیناً حافظ ہوتا ہے اور باقی قرآن کریم کا ہر ایک نمازی کے لئے حافظ ہونا عادۃً
محال ہے اسواسطے اس خاص سورت کی نسبت تو یہہ حکم دیدیا کہ اسکو ہر ایک شخص ہر ایک رکعت میں
پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اسکی نماز ہی نہیں۔ اور باقی قرآن کریم کی نسبت ارشاد فرمایا کہ غور سے اسکو
سنو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلعم کی یہہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے مخالف ہے۔
یعنے جب قرآن کریم پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپکے ہو رہو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔ واذا قرئ القرآن
فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ آیت قرآنی عام ہے جیسا کہ قرآن مجید کے سیاق و سباق
سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنے جب قرآن شریف پڑھا جاوے تو اے سامعین دل لگا کر سنو اور کسی قسم کا
شور و غوغا نہ کرو بلکہ چپکے ہو رہو۔ تو کہ تم پر رحم کیا جاوے۔ اور قرآن مجید کے سیاق سے یہہ بھی ظاہر
ہے کہ اس آیت میں ان کفار کو مستمع اور منصت ہونیکی ہدایت ہے جو قرآن مجید سے عداوت رکھتے
تھے۔ اور جنکو حقیقت میں دل میں پختہ یقین تھا کہ اگر یہہ کلام معجز نظام ہمارے کانوں میں پڑ گیا تو
ہم قرآن مجید کے گرویدہ ہو جاوینگے اور جنکی حکایت پروردگار دوسری جگہ یوں نقل کرتا ہے
وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون یعنے ان لوگوں
نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور ڈالو تاکہ تم جیت جاؤ۔ خود آیت کا مراد لعلکم
ترحمون بتلا رہا ہے کہ کفار غوغا کس کو ہدایت ہو رہی ہے کہ اگر تم دل لگا کر قرآن مجید سنو گے تو
اسلام کو (جو حقیقی رحمت ہے) قبول کر لوگے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت
اس طرح کافروں کی سی حرکت کرے گا تو یہہ آیت اسپر بھی عاید ہوگی۔ اور اسے بھی اسی طرح پر
مستمع اور منصت ہونیکی ہدایت کریگی جس طرح کفار مخالفین وقت نزول وحی ہوتی تھی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنپر یہہ آیت نازل ہوئی تھی وہی ہم کو حکم کرتے ہیں کہ فاتحہ پڑھے
بن نماز نہیں ہوتی۔ ہم کو زیادہ تاویل کرنے کی حاجت بھی نہیں ہے۔ فاتحہ کے بعد آمین کہنا

Marfat.com

چاہئے خواہ سونہہ میں اور خواہ آواز بلند۔ دونوں مسنون ہیں لیکن اصح اور راجح یہی ہے کہ آمن اتنی اونچی ضرور کہے جاوے جس سے ساتھ کا آدمی سن سکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت

ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا ○

اور (اے پیغمبر) نہ تو اپنی نماز چلا کر پڑہو اور نہ اسکو بالکل چپکے پڑہو۔ بلکہ ان (دونو) کے بیچ (ایک متوسط) طریق اختیار کرلو۔

اتری تھی کہ جب لوگ نہایت ہی زور کے ساتھ آمین کہتے تھے پس امر مسنون یہی ہے کہ آمین نہ چیخ کر کہی جاوے اور نہ ہونٹوں کے اندر بلکہ درمیانی صورت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیونکہ جسکی آمین فرشتوں کی آمین کے مطابق ہوجاتی ہے اس کے پچھلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی نمازیں دو سکتے (دو چپیں) روایت کیگئی ہیں ایک چپ تو تکبیر تحریمہ اور قرأت کے بیچ میں اسلئے کہ لوگ خوب مستعد ہوجاویں اور جو کچھ کہ نماز میں اصل اور تمام دعاؤں کی جڑھ ہے اسکے پڑھنے اور سمجھنے اور اسمیں تدبر کرنے کے لئے اپنے دل کو حاضر کرلیں۔ دوسری چپ سورہ فاتحہ اور کسی اور سورت مضمومہ کے بیچ میں تاکہ بلا تشویش و بلا تردد کوئی اور سورت ملا لیجاوے اور تاکہ معلوم ہوجاوے کہ سورہ فاتحہ اور چیز ہے اور قرآن کی اور سورتیں یہاں سے شروع ہوئی ہیں۔ آمین قرآن مجید کا لفظ نہیں ہے۔ ایک تیسری چپ بھی ثابت ہے جو رکوع سے پہلے اور قرأت کے پیچھے روایت کی گئی ہے مگر چونکہ وہ نہایت ہی تھوڑی ہوتی ہے اسواسطے اسکا ذکر بعض راویوں نے ان دو چپوں کے ساتھ نہیں کیا۔ اسکے بعد قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی حصہ سورت پڑھنا چاہیے۔ ظہر اور عصر میں آہستہ اور باقی تین اوقات میں بلند پڑھنا چاہیئے۔ زیادہ توضیح پیچھے ہوچکی ہے پس اب ہم طریق قرأت نبوی صلعم و صحابہ کرام رضہ لکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ نبی صلعم کن کن نمازوں میں کون کون سی سورت پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

طریق قرأت نبویؐ و صحابہ کرام رضؓ

نبی صلعم قرأت کو قطع قطع کرکے پڑھتے تھے یعنے آیت آیت کے خاتمہ پر وقف فرماتے تھے۔ کچھ پرواہ نہیں کہ ان کا تعلق اگلی آیت سے ہوتا یا نہ ہوتا۔ حروف صاف صاف پڑھتے مگر اتنی سہج سہج سے نہ پڑھتے تھے جو حد سے زیادہ ہو اور نہ اتنی جلد جلد پڑھتے کہ حروف کترے جاویں۔ جن حروف پر مد ہوتا ان کو دراز کرکے پڑھتے۔ سورہ فاتحہ مثلاً آپ اس طرح پر پڑھا کرتے۔ الحمد للہ رب العلمین پس اسپر وقف فرماتے۔ اسکے بعد الرحمن الرحیم۔ اسپر وقف فرماتے۔ اسکے بعد مالک یوم الدین پھر یہاں وقف فرماتے۔ عمدہ آواز کے ساتھ پڑھتے۔ عمدہ آواز والوں سے سنا کرتے اور روتے قرآن مجید اس طرح پر پڑھنا چاہیے کہ لوگوں کے دلوں کو لبھاوے مگر یہ ضروری بات ہے کہ قاری گویوں۔ بربط و ستار بجانیوالوں غرضکہ اس قسم کے سب لوگوں سے ممتاز اور بالکل الگ معلوم ہو۔ اگر ان جیسا وہ قرآن کریم پڑھتا ہے تو ان جیسوں کے ساتھ ہی قیامت میں ہوگا۔ قراء کی مجلس میں نہ بیٹھنے پائیگا باقتدا سنت نبوی صحابہ رضؓ بھی تدبر اور ترتیل کو مرعی رکھتے۔ تدبر کے ساتھ قرآن کریم کے پڑھنے کی یہانتک رعایت کی جاتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں سورہ بقر کو پڑھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بارہ سال میں۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایک عورت کے پاس اپنے کسی کام کو گیا اور میں سورت ہود پڑھتا تھا۔ مجھے پڑھتا ہوا دیکھ کر کہنی لگی اے عبد الرحمن! ہیں! تم سورہ ہود اس طرح پڑھ رہے ہو! بخدا چھ ماہ سے میں اس سورت کو لگی ہوئی ہوں۔ مگر ابھی تک ختم نہیں کی۔

ابو جمرہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنا عرض حال کیا کہ میں قرآن مجید بہت جلد پڑھتا ہوں کئی دفعہ رات میں ایک ایک ختم اور کبھی کبھی دو دو ختم کرنے کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے انہوں نے جواب میں فرمایا اے ابو جمرہ جس طرح پر تو ختم قرآن کرتا ہے اس سے تو میرے نزدیک یہی بہتر ہے کہ میں صرف ایک سورت پڑھوں۔ سو خیر اگر تو نے ختم کرنے کی ہی ٹھان لی ہو اور تجھ سے یہ عادت سرعت قرأت کسی طرح بھی چھوٹ نہیں سکتی تو یوں پڑھا کر کہ تیرے

Marfat.com

کان اسکو سن لیویں یا اور تیرے دل میں اسکی جگہ ہو جاوے - ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے

لا تهذوا القرآن هذ الشعر ولا
تنثروه نثر الرمل عندنا عجائبه
وحركوا به القلوب ولا يكن هم
احدكم آخر السورة۔

کہ شعروں کی طرح قرآن کریم کو جلد جلد نہ پڑھو
(جیسے ہم کہتے ہیں کہ گھاس ست کاٹو) اور نہ
دقل (ردی کھجوریں جو ادھر اُدھر زمین پر
نکمی پڑی رہتی ہیں اور ان کو ان کی ردی یا
نکما ہونے کے سبب سے کوئی شخص نہیں اُٹھاتا)

کھجوروں کی طرح اس کو بکھیرے رکھو یعنی دلجمعی اور تدبر کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھو۔ اس کے عجائبات پر ٹھیر جاؤ (اور سوچو اور سمجھو کہ یہ کیا باتیں ہیں) اور دلوں کو اسکے ساتھ ہلاؤ اور جوش میں لاؤ اور تم میں سے کسی کو یہ فکر نہ پڑ جاوے کہ اب سورت کو ختم ہی کر ڈالیں۔

یہ بھی انہیں حضرت کا قول ہے کہ جب تو سن لے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے یا یھا الذین

اذا سمعت الله يقول يا يها الذين
امنوا فاصغ لها سمعك فانه خير تؤمر به
او شر تنصرف عنه (زاد المعاد)

آمنوا یعنی اے مسلمانو! تو تو اس طرف کان
لگاوے کیونکہ یا تو وہ حکم کوئی خیر ہے جس کی
تعمیل کا تجھے حکم ہوتا ہے یا کوئی شر ہے جس
سے بچنے کے لئے تجھے فرمان ہوتا ہے۔

یہ بھی انہیں حضرت کا قول ہے کہ ہم دس آیتوں سے آگے نہ پڑھتے تھے تاوقتیکہ کہ ہم

ما كنا نتجاوز عشر آيات حتى نعرف
حلالها وحرامها وامرها ونهيها۔ (سبل السلام)

ان کے احکام اور مناہی معلوم نہیں کر
لیتے تھے۔

غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کی قرات حقیقت
میں وہی ہے جسمیں تدبر۔ تفکر تعقل۔ تذکر وغیرہ پایا جاوے اور اگر کوئی شخص قرآن مجید کی
معانی نہیں سمجھتا تو گو وہ ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا مستحق ہے مگر قرآن
کو سوچ سمجھ کر پڑھنے والے کی برابری نہیں کر سکتا۔ اسکی کثرت قرات بلا فہم اور اس کی قلت قرات
مع التدبر کی مثال اس طرح پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک شخص تو صدقہ میں ایک اشرفی
دیدیتا ہے دوسرا شخص تانبے کے بہت سے پیسے۔ اشرفی اگرچہ گنتی میں ایک ہے مگر بلحاظ قیمت

Marfat.com

زیادتی رتبہ میں اس کثرت سے اشرف و افضل ہے اسی طرح پر مستدیر قاری اس حافظ قرآن سے درجہ میں افضل ہے جو قرآن مجید کو نہیں سمجھتا اور نہ تدبر کر سکتا ہے۔ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ اہل القرآن ہیں ہی وہ لوگ جو عامل بالقرآن ہیں۔ اگرچہ وہ حافظ نہیں ہیں اور وہ لوگ اہل القرآن نہیں ہیں جو یوں تو حافظ ہیں۔ اور حروف کو اپنے مخارج سے نکالتے ہیں ایسے مشاق ہیں کہ جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے مگر عامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کے لئے امام بھی وہ ہونا چاہئے جو اقرأ ہو یعنے کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو نہ کہ محض حافظ (دیکھو مضمون جماعت) (استفادہ من زاد المعاد)

مختلف سورتیں جو مختلف نمازوں میں آپ پڑھتے تھے

نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین اور آمین کے بعد بسم کبھی تو لمبی قرأت پڑھتے کبھی چھوٹی اور عموماً متوسط مگر فجر کی نماز میں عموماً کل نمازوں میں سے سب سے لمبی قرأت پڑھتے اس نماز میں کبھی آپ ۶۰-۶۰ آیات سے لیکر ۱۰۰-۱۰۰ آیات تک پڑھتے۔ کبھی سورہ ق۔ کبھی سورہ روم۔ کبھی سورہ اذا الشمس کورت اور یہ سورتیں آپ ایک ایک رکعت میں پڑھتے۔ ایک دفعہ آپنے اذا زلزلت دونو رکعتوں میں پڑھی۔ یعنی پہلی رکعت میں بھی اور دوسری رکعت میں بھی۔ کبھی اس نماز کو سورتین پڑھی بس کر دیتے۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ الم تنزیل سجدہ دوسری میں ہل اتی علی الانسان۔ عادت یہ تھی کہ عموماً پوری پوری سورت پڑھتے ایک دفعہ آپ نے صبح کی نماز میں شروع کی پڑھتے پڑھتے کھانسی آگئی۔ آپ رکوع میں چلے گئے ظہر کی نماز میں کبھی اچھی خاصی لمبی قرأت پڑھتے اور عصر کی نماز میں اس سے نصف شام کی نماز میں آپنے سورہ اعراف بھی پڑھی مگر دو رکعتوں میں۔ کبھی سورہ الطور اور کبھی سورہ مرسلات بھی آپنے ایک ایک رکعت میں پڑھی ہے۔ کبھی صافات اور کبھی حم دخان اور کبھی سبح اسم ربک اور کبھی سورہ قل۔ اور کبھی معوذتین۔ لوگوں میں جو صرف چھوٹی چھوٹی سورتوں کی ہی پڑھنے اور لمبی سورتوں کی مس تک نکرنے کا رواج پڑ گیا ہوا ہے۔ وہ طریق نبوی نہیں ہے مشاہیر کبھی والتین پڑھتے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے امام حضرت معاذ رضہ کی شکایت کی۔ کہ ہم لوگ دن کے تھکے ماندے ہوتے ہیں اور رات کو عشاء کی نماز میں معاذ رضہ سورہ بقر پڑھنے لگ جاتے ہیں آپ نے معاذ رضہ کو

Marfat.com

کو فہمائش کی اور فرمایا افتان انت یا معاذ یعنی اے معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ اگرچہ معاذ رضی اللہ تعالے عنہ دل کی محبت اور شوق سے ایسا دینی کام کرتے تھے۔ مگر چونکہ جمہور اسکی برداشت نہیں کر سکتے تھے آپ نے اسکو ناپسند فرمایا اور حکم دیدیا کہ اس وقت کی نماز میں والشمس وضحٰھا۔ سبح اسم ربک الاعلے۔ واللیل اذا یغشٰے۔ وغیرہ وغیرہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا کر۔ جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں سورہ جمعہ دوسری میں منافقون اور اگر تخفیف منظور ہوتی تو اول میں سبح اسم ربک الاعلے دوسری میں ھل اتٰک دونوعیدوں میں ق رکعت اول میں اور اقتربت دوسری میں اور تخفیف منظور ہوتی تو اول میں جمعہ کی طرح سورہ سبح اسم ربک دوسری میں ھل اتٰک۔

اسی طریق نبوی صلعم کو آپکے بعد صحابہ رضہ نے مرعی اور قائم رکھا۔ فجر کی نماز میں ہمیشہ وہ بھی سب نمازوں کی نسبت سب سے لمبی قرأت پڑھا کرتے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے ایک دفعہ سورہ بقر کامل صبح کی نماز میں پڑھی۔ پڑھتے پڑھتے پیرانتی لگی کہ سلام پھیرا تو سورج نکلنے کو تھا۔ عرض کی گئی حضرت! سورج نکلنے کو ہے فرمایا اگر نکل پڑتا تو ہم کو غافل نہ پاتا۔ عمر رضی اللہ تعالی عنہ عموماً اس نماز میں سورہ یوسف۔ ہود۔ نحل۔ بنی اسرائیل وغیرہ وغیرہ پڑھا کرتے۔

عبارات مذکورہ بالا پڑھ کر شاید دل میں یہ خیال گزرے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود اور پھر ان کے پیچھے خلفاء راشدین اتنی اتنی لمبی قرأت فجر میں پڑھا کرتے تھے تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کے کیا معنے ہوئے جو آپ نے فرمایا ہے ایکم ام الناس فلیخفف۔ یعنی تم میں جو کوئی شخص جماعت کی نماز پڑھاوے وہ تخفیف کرے۔ سو واضح رہے کہ تخفیف ایک اضافی امر ہے ایک شخص ایک سورہ کو لمبی سمجھتا ہے دوسرا شخص اسی کو چھوٹی سورۃ سمجھ لیتا ہے پس تخفیف کا معیار اصل میں کچھ نہیں ہے رسول اللہ صلعم کی مختلف قرأتوں میں سے جو سب سے زیادہ لمبی ہے اسکو بھی چھوڑ دو اور جو سب سے چھوٹی ہے اسکو بھی چھوڑ دو پھر ان کے بیچ میں جسقدر قرأتیں ہے وہ تخفیف سمجھ لو مگر کلیہ قاعدہ کوئی مقرر نہیں کیا جا سکتا جسے امام کو حالتِ مقتدیاں نظر آوے خود سوچ سمجھ کر کر لیا کرے۔ اور یہ سمجھ رکھے کہ اسکی قرأت سے اگر لوگ دل تنگ ہوتے ہیں تو وہ فتان ہے معاذ رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث

Marfat.com

اور اس حدیث کو ہمیشہ اماموں کو مدنظر رکھنا چاہئے ایسا نہو کہ لینے کے دینے پڑ جاویں۔

عن قبیس بن ابی حازم قال اخبرنی ابو مسعود ان رجلاً قال واللہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی لا تاخر من صلوٰۃ الغداۃ من اجل فلان مما یطیل بنا فما رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی موعظۃ اشد غضباً منہ یومئذٍ قال ان منکم منفرین فایکم ما صلے بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ (متفق علیہ ومشکوٰۃ)

"ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فجر کی نماز میں فلاں امام کی وجہ سے جو ہم کو لمبی نماز پڑھاتا ہے دیر کر کے آتا ہوں راوی کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس دن سے زیادہ غضبناک اپنے وعظ میں نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ لوگوں کو بھگا دینے والے ہیں سو اپس میں رکھو کہ تم میں سے خواہ کوئی ہی ہو جب نماز پڑھاوے تو نماز چھوٹی کرے کیونکہ اس میں بعض لوگ کمزور ہوتے ہیں بعض بیمار اور بعض کام کاج والے" مگر بعض بزدل اور کم شوق لوگ ہوتے ہیں ان کی دل کی تنگی کا کچھ اعتبار نہیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہہ قول جو نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ کان رسول اللہ صلعم یامرنا بالتخفیف ویوقتنا بالصافات یعنی نبی صلعم ہم کو تخفیف کی وایت فرمایا کرتے تھے حالانکہ ہم کو سورہ صافات کے ساتھ نماز پڑھایا کرتے تھے"۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تخفیف کا ارشاد فرمانے والے خود صافات پڑھایا کرتے تھے اور یہہ ظاہر ہے کہ آپ کے مقتدیوں میں سے بھی کوئی بوڑھا تھا کوئی کمزور تھا اور کوئی کسی کام کاج والا اور آپ بیشک سب کی رعایت رکھتے تھے۔ مستفاد من زاد المعاد

ذیل میں ہم ایک نقشہ لکھتے ہیں جس سے بسہولت تمام قرار اور امامون کو جو نمازیں پڑھایا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت معلوم ہو جاویگی

اوقات		ابوبکرؓ		عمرؓ								رسول اللہ صلعم								
•	پارہ	۱-۲-۳	۱۲	۱۲/۱۳	۱۴	۱۵	۲۱	۲۱	۲۶	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
فجر	سورہ	بقر	ہود	یوسف	نحل	اسرائیل بنی	روم	الم سجدہ	ق	دہر	تکویر	زلزال	عادیات	قارعہ	تکاثر	ماعون	کافرون	نصر	مسد	اخلاص	فلق	ناس
	آیات	۲۸۶	۱۲۳	۱۱۱	۱۲۸	۱۱۱	۶۰	۳۰	۴۵	۳۱	۲۹	۸	۵	۶								

ظہر و عصر: ان دونوں نمازوں میں چونکہ قرات جہری نہیں ہوتی اسواسطے ان دونوں نمازوں کی بابت کچھ نہیں لکھا گیا جو پہلے لکھا جا چکا ہے اسکو پھر پڑھ لو۔ ذیل میں صرف آیات نبوی ہے

مغرب	پارہ	۸/۹	۲۳	۲۵	۲۷	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰										
	سورہ	اعراف	صافات	حم زخرف	طور	مرسلات	اعلی	بینہ	فلق	ناس										
	آیات	۲۰۶	۱۸۲	۵۹	۴۹	۵۰	۱۹	۸	۵	۶										
عشا	پارہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰															
	سورہ	اعلی	شمس	لیل	بینہ															
	آیات	۱۹	۱۵	۲۱	۸															
جمعہ	پارہ	۲۸	۲۸	۳۰	۳۰															
	سورہ	جمعہ	منافقون	اعلی	غاشیہ															
	آیات	۱۱	۱۱	۱۹	۲۶															
عیدین	پارہ	۲۶	۲۷	۳۰	۳۰															
	سورہ	ق	قمر	اعلی	غاشیہ															
	آیات	۴۵	۵۵	۱۹	۲۶															

اوپر کی عبارتوں اور نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض نمازوں میں بالخصوص پڑھا کرتے تھے ایسا پڑھنا بطور وجوب یا تاکید نہیں ہے ہاں اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس میں چند فوائد ضروری ہیں جو صاحب مذاق لوگوں کو لطف دینے

Marfat.com

ہیں اگر کوئی شخص اس سنت نبوی صلعم کو مرعی رکہہ کر اس طرح کے پڑھنے پر عمل کرتا ہے تو وہ نماز
کے فایدہ کے علاوہ سنت پر عمل کرنے کا اجر بھی لے لیتا ہے اور اگر کوئی اسکی رعایت نہیں رکھتا
تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہے عیدوں کی نمازوں میں آپ پہلی رکعت میں ق اور دوسری
میں اقتربت الساعۃ پڑہا کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں مختصر طور پر قرآن مجید کے بہت سے ضروری
ضروری مقاصد بھرے پڑے ہیں اور ایسے ایسے مجمعوں میں ایسے مقاصد کا بیان کرنا ضروری
ہوتا ہے ناظرین کو چاہیئے کہ ان سورتوں کو غور اور تدبر سے پڑھیں اور سنیں عجیب و غریب حقایق
از قبیل اعتقاد و ایمان و توحید و ثبوت قیامت و دوزخ و جنت و نظایر اقوام سابقہ وغیرہ وغیرہ
ان میں دیکھینگے اور اگر کبھی تخفیف منظور ہوتی تو سبح اسم ربک اور ھل اتیک پڑہا کرتے
ان سورتوں کا بھی یہی حال ہے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ اور دوسری
رکعت میں منافقون پڑہا کرتے تھے۔ پہلی سورت کی مناسبت تو اظہر من الشمس ہے
کیونکہ اس سورۃ میں جمعہ کی نماز پڑھنے اور تمام کاروبار کو چھوڑ دینے کا حکم ہے اس حکم سے
پیشتر نہایت ہی عجیب و غریب صفات الٰہی اور صفات محمدی بیان فرمائی ہیں۔ پھر باعلم مگر بے عمل
علماء کا حال ذکر کرکے ان کو موت کا ڈر سنایا ہے۔ دوسری سورت کی وجہ بھی ظاہر ہے اور وہ
یہہ ہے کہ ایسے ایسے مجمعوں میں مختلف قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور اس سورت کی ابتدا
میں منافقوں کی بری عادتوں کا بیان ہے اور اخیر میں پھر ذکر الٰہی یعنی نماز پڑھنے کی تاکید
ہے اور جو جو دنیوی چیزیں مثلاً مال و دولت اور اہل و عیال اس سے مانع ہیں وہ ہمارے
لئے باعث جہنم ہیں اور جمعہ کے روز صبح کی نماز میں سورہ الم تنزیل سجدہ پہلی رکعت
میں اور سورہ دھر دوسری رکعت میں کیونکہ ان میں قیامت کی دہشتوں کا ذکر ہے اور جمعہ کا
روز ایسا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں یہہ دن ایسا ہے کہ اسمیں سوائے ثقلین کے تمام مخلوقات
دہشتناک ہوتی ہے کہ شاید قیامت کا دن آج ہی ہے پس مناسب ہے کہ آج کے دن بنی آدم
بھی اسکے ہول سے ڈریں۔ ان سورتوں کو یوم الجمعہ سے بہت ہی مناسبت ہے اس میں انسان
کی پیدائش سے لیکر جنت یا جہنم میں جانے تک کا ذکر ہے جمعہ کے خواص اور اس سورت کے
مضمون کو غور کرکے پڑہو گے تو عجیب لطف اٹھاؤ گے ان سورتوں کے معانی اور مطالب

Marfat.com

اگر ارادہ ہے تو خود تدبر کے ساتھ ورنہ جن لوگوں کو قرآن شریف آنا ہو ان سے سیکھو اور سمجھو اور خواص جمعہ کو اسی کتاب میں نماز جمعہ کے مضمون میں پڑھو۔

حب قرآن مجید کے پڑھنے والا خواہ نماز میں خواہ غیر نماز میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھے تو اسوقت نہ صرف وہ خود بلکہ تمام سامعین آمین کی طرح درمیانی آواز کے ساتھ سبحان ربی الاعلی اور الیس اللہ باحکم الحاکمین پر بلیٰ وانا علی ذلك من الشہدین اور الیس ذلك بقادر علی ان یحیی الموتیٰ پر بلیٰ۔ فبای حدیث بعدہ یومنون پر امنا باللہ۔ فبای الآء ربکما تکذبان پر کہے لا بشیٔ من نعمك ربنا نکذب فلك الحمد اسی طرح فسبح باسم ربك العظیم پر سبحان ربی العظیم پڑھے اور جہاں کہیں کوئی دعائے خیر قرآن مجید میں پڑھے تو وہاں کہے آمین جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انعام واکرام کرنے کا ذکر کرے وہاں مانگنے مستحق بننے کی دعا مانگے جہاں عذابوں کا ذکر ہو وہاں پناہ مانگے یہ سب آداب کتاب الٰہی ہیں +

رکوع

ہیئت رکوع غرضکہ جب تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح اور تعوذ اور بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور آمین اور کوئی اور سورہ پڑھ چکے تو پھر رکوع کرے اور رکوع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں کندھوں یا کانوں تک اٹھاوے اور اسی طرح رکوع سے اٹھتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اسی طرح تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں اور کندھوں تک اٹھاوے جو رازا اور جو ستر تکبیر تحریمہ میں ہے وہی یہاں ہے۔ کیونکہ رفع الیدین یعنے دونو ہاتھوں کا اٹھانا ایک فعل تعظیمی ہے جو ظاہری نشان ہے اس بات کا کہ گویا اس کے فاعل نے ان تمام باتوں کو جو نماز کے منافی ہوتی ہیں چھوڑ دیا۔ دربار ایزدی میں مناجات کے لئے داخل ہو گیا ہے۔ پس تکبیر تحریمہ میں جو فوائد ہیں انہیں کو اگر بار بار نئے سرے سے شروع کیا جاوے تو اور بہتر ہے مگر یہ ایک ایسا فعل ہے کہ بعض صحابہ رض نے اسکو نہیں بھی کیا اور

اکثر صحابہ رضہ کرتے تھے اور سجود میں رفع یدین نہ کرے کیونکہ قومہ رکوع اور سجود میں فارق ہے۔ پس جو رفع قومہ کے ساتھ ہوتی ہے وہی گویا سجود کے لئے ہوتی ہے پس اب دوبارہ اسی سجود کے لئے اور رفع یدین کرنے کے کچھ معنے نہیں ہیں اور ہر خفض و رفع میں تکبیر کہے یعنی جب سر کو رکوع اور سجود کے لئے جھکائے اور جب سجود سے اپنے سر کو اٹھائے اور یہ تکبیر اول تو اسلئے ہے کہ وہی معنے جو اب مذکور ہوئے ہیں حاصل ہوں دوسری جماعت کو پتہ لگتا ہے کہ امام اب کس ہیئت میں ہے اور اس خفض و رفع میں کلمہ اللہ اکبر مروی ہے اور کوئی کلمہ سبحان اللہ یا الحمد للہ مروی نہیں ہے اس خفض و رفع کے لئے مناسب کلمہ یہی ہے کیونکہ جب حالت خفض میں ہوتا ہے تو اسوقت تو یہ نہ صرف قولاً بلکہ عملاً یہی ظاہر کرتا ہے کہ اللہ ہی اکبر ہے اور مجھ میں کوئی ذاتی کبریائی نہیں ہے اگر ہوتی تو اسوقت مفقود نہ ہوتی اور جب حالت رفع میں ہوتا ہے تو اسوقت تنبیہ نفس امارہ کے لئے کیونکہ کھڑا ہونا اگو حالت عجز میں ہی ہوتا ہے بہ نسبت جھکا ہوا ہونے کی علامت کبر ہے تو گویا نمازی اس حالت میں اس برائے نام کبر کی بھی ساتھ ہی نفی کرتا جاتا ہے

رکوع کی ہیئت میں نہایت ہی وقار اور عجز و انکسار ہے اسکی ہیئت یہ ہے کہ اپنی دونو ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے رکھے گویا کہ کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اپنی دونو کہنیوں کو اس طرح پر رکھے کہ پہلوؤں اور کہنیوں میں فاصلہ رہے اور اپنے سر کو نہ بہت نیچا کرے اور نہ بہت اونچا کرے بلکہ حد اعتدال کو نگاہ رکھے غرضکہ سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں کردے اس ہیئت میں قیام کی نسبت زیادہ عجز اور خشوع و خضوع پایا جاتا ہے کیونکہ گردن کشی اور سرفرازی علامت تکبر ہے۔ لیکن اگر گردن اور سر جو ابھی بلند تھے جھکا دیئے جاویں تو ان میں وہ تکبر اور وہ تیزی اور وہ عجب اور وہ رعونت نہیں رہتی۔ یہ قدرتی اور طاقتی بات ہے ایک تو ہیئت اس قسم کی ہے کہ نہ صرف وہی جو رکوع کرتا ہے یعنی کھڑا ہونیکی حالت چھوڑ کر جھکنے کی حالت اختیار کرتا ہے اس سے متاثر ہو کر رب العزت کی عزت اور اپنے ذل کو استشعار کرتا ہے۔ بلکہ غیر شخص بھی جو ان ہیئات کو صرف آنکھ سے دیکھتا رہتا ہے ضرور ہی متاثر ہوتا ہے۔ لیکن چشم بصیرت درکار ہے۔ اس نیکڈآئی[1] کا یہاں کچھ کام نہیں۔ دوسری اسی حالت کے موافق

[1] انگریزی لفظ ہے یعنی ظاہری آنکھ

Marfat.com

اذکار پڑھے جاتے ہیں جو اس ہیئت کی تاثیر کو دوبالا بلکہ کئی بالا کر دیتے ہیں۔

اذکار رکوع ان اذکار میں سے ایک تو یہہ ذکر ہے۔

(۱) سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

یا اللہ ہمارے مالک! میں تیری پاکی تیری حمد سمیت بیان کرتا ہوں۔ الٰہی میرے گناہ معاف کر۔

رکوع کی ہیئت میں ان الفاظ کا پڑھنا کیسی عجیب تاثیر پیدا کرتا ہے اللہ تعالےٰ کو ہر قسم کے عیب و نقصان سے نہ صرف پاک ہی یاد کرتا ہے بلکہ اسکو ہر بات میں لائق حمد سمجھتا ہے اور اسی سے گناہ کی معافی چاہتا ہے رکوع میں اس ذکر کا پڑھنا گویا اس آیت شریفہ پر عمل کرنا ہے فسبح بحمد ربك واستغفره یعنے بس تو اپنے رب کی پاکی اور تعریف بیان کر اور اس سے گناہ معاف کرانے کی دعا کر۔ دوسرا ذکر یہہ ہے۔

(۲) سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

وہ ہر نقص سے پاک ہے اور ہر خوبی والا ہے فرشتوں اور جبرائیل کا رب ہے۔

دیکھا تک ہمارا خیال پاکی اور قدوسیت کی نسبت دوڑ سکتا ہے اس سے بھی) کہیں زیادہ پاک اور بے عیب قدوس فرشتوں اور جبرائیل کا رب ہے۔

اس ذکر میں بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بے عیبی بیان کی جاتی ہے گویا دوسرے لفظوں میں اپنی گنہگاری اور عیبوں کا حال بیان کیا جاتا ہے ملائکہ چونکہ اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار اور معصوم بندے ہیں اسواسطے ان لفظوں کے کہنے سے دل پر فوراً یہہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جو رب ان کا ہے وہی رب ہمارا ہے۔ پس جیسے وہ معصوم اور پاک ہیں اور اللہ تعالےٰ کے مقرب بنے ہیں اسی طرح ہم بھی پاک اور طیب زندگی حاصل کر کے ان کا سا قرب حاصل کریں۔

تیسرا ذکر یہہ ہے

(۳) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ

میں اپنے رب کی (جسکے روبرو میں جھکا ہوں) جو ذاتی عظمت اور بزرگی والا ہے پاکی بیان کرتا ہوں۔

Marfat.com

یہہ عجیب ہی ذکر ہے اور سب ذکروں سے بڑھکر ہے اسوقت ان الفاظ کو پڑھنے سے گویا نمازی عملی طور پر ثابت کر رہا ہے کہ مجھ میں کوئی ذاتی عظمت نہیں ہے اگر کچھ بھی ہوتی تو اسوقت یہہ اونچی گردن اور یہہ راست قامت جھکی ہوئی نہوتی یہہ ذکر پڑھنا گویا اس آیۂ شریفہ پر عمل کرنا ہے۔ فسبح باسم ربك العظیم یعنے پس تو اپنی ذاتی عظمت والے رب کے نام کی پاکی بول حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود کی تسبیحوں کا اندازہ ۱۰-۱۰ تسبیحیں ہوتا تھا بعض احادیث سے اگرچہ وہ قابل احتجاج نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحوں کا ادنےٰ درجہ یہہ ہے کہ تین تین بار پڑھی جاویں۔

چوتھا ذکر یہہ ہے

(۴) اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ

الٰہی! تیرے لئی ہی میں نے رکوع کیا۔ تجھ پر ہی میں ایمان لایا۔ تیرے آگے ہی میں نے تسلیم خم کر دیا۔ تیرے آگے ہی میرے کان میری آنکھیں میرا مغز۔ میری ہڈیاں میرے پٹھے نرم اور عاجز ہو گئے۔

یعنی تجھ بن کون ہے اس بات کا مستحق کہ میرے جیسا اشرف المخلوقات اسکے سامنے اپنی گردن کو جو قدرۃً سب سے بلند اور اونچی رہنے والی ہے جھکا دے؟ کوئی نہیں کچھ نہیں۔ کوئی فرشتہ نہ کوئی تیرا برگزیدہ نہیں کوئی دیوتا دیوی نہیں کوئی پہاڑ کوئی دریا کوئی لبیک[1] کوئی درخت کون ہے ہو کوئی نہیں جسکے سامنے میں اپنے بدن اور اعضا سر کو جھکاؤں۔ پس اے میرے اللہ میں تیرے آگے اپنی حالت سربلندی اور گردن افرازی کو چھوڑ کر جھکا ہوں۔ تجھ ہی پر میرا ایمان ہے۔ پس تیرا ہو گیا۔ میرے سننے کی قوت تیرے آگے عاجز ہو گئی۔ میرے دیکھنے کی قوت تیرے آگے جھک گئی۔ میری ہڈیاں اور میرے پٹھے سب کے سب تیرے آگے عاجز ہیں۔ یہہ ذکر اس قسم کا پر تاثیر ہے کہ گردن کش انسان کو اپنے رب خالق و مالک کے جمال و جلال کا گرویدہ اور مقاد

[1] لبیک۔ انگریزی لفظ ہے جسکو کہتے ہیں۔ بعض لوگ اسکی بھی پوجا کرتے ہیں

Marfat.com

اپنی محتاجی اور عاجزی اور ذلت کا قولی نہیں بلکہ عملی معترف بنا دیتا ہے اپنے سارے جسم کو اپنے سارے دماغ اپنی ہڈیوں اور پٹھوں کو جو اجزائے ضروریہ بدن سے ہیں اسکے سامنے فدا اور قربان کرتا ہے کیا مجال ہے کہ کوئی اس قسم کی نماز پڑھے اور پھر اسکے گناہ دریا میں سے ہر روز پانچ بار نہانے والی کی میل کی طرح اتر نہ جائیں جھڑیں کسی سوکھے درخت کے سوکھے ہوئے پتوں کی طرح جھڑ نہ جاویں اور آئندہ کو اسکا دل معلق بالمساجد اور مجتنب عن الفحشاء والمنکر نہ ہو جاوے

قومہ

ہیئت قومہ جب رکوع کر چکے اور ان اذکار میں سے کوئی ذکر پڑھ چکے تو پھر سیدھا کھڑا ہو جاوے (رکوع کے بعد اسی سیدھا کھڑا ہونے کی حالت کا نام قومہ ہے) ہیئت اس قومہ کی یہہ ہے کہ اس طرح پر سیدھا کھڑا ہووے کہ اسکی پشت کا ہر ایک مہرہ پھر اپنے اپنے ٹھکانے جا لگے اور اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھاوے۔

اذکار قومہ ان اذکار میں سے ایک ذکر یہہ ہے۔

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یعنے جس نے اللہ کی حمد کی اسنے اسکی سن لی۔

یہہ ذکر رکوع سے سر اٹھا کر قیام کی طرف جاتے ہوئے خواہ امام ہو خواہ منفرد اور بعض کے نزدیک ماموم بھی پڑھتا ہے۔ یہاں ماضی کا صیغہ یقین اور وثوق کے لئے بولا گیا ہے اس میں ایک نحوی نکتہ جو قابل غور ہے یہہ ہے کہ سمع کا صلہ لِ ہے۔ سمعہ اور سمع لہ میں بڑا بھاری فرق ہے۔ سمعہ کے معنے ہیں صرف "اس نے اس کی بات کو سنا"۔ بس اس سے صرف یہہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ سنا تو سہی مگر سننے کا کچھ فایدہ معلوم نہ ہوا۔ آیا سننے کے بعد اس بات کو قبول کیا۔ پسند کیا یا رد کیا۔ مگر سمع لہ کے معنے سے یہہ بات فی الفور ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ اس نے بات کو غور کے ساتھ سنا اور پھر اسکو پسند کیا۔ قبول کیا۔ منظور کیا۔ مطلب یہہ کہ جو کوئی اسکی حمد کرتا ہے اسکی وہ ضرور ضرور سنتا اور قبول کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی حالت قیام میں تینوں ہی جھٹ اللہ تعالی کی حمد اس طرح پر گانے لگ جاتے ہیں۔

(۲) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ یعنے اے ہمارے رب تیری ذات سزاوار و مختص حمد و ثنا ہے۔ اس سے بڑھکر جوں جوں شوق و ذوق بڑھتا جاتا ہے اس ذکر میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے مثلاً (۳) رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (۴) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (۵) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ پانچواں ذکر یعنے اللّٰهُمَّ ربنا کے آگے واو کا پڑھنا رسول خدا سے ثابت نہیں ہے۔ سبل السلام میں ہے کہ زیادتی واو بھی مروی ہے اور چونکہ اس زیادتی کے ساتھ معنوں میں بھی زیادتی ہے اسواسطے اس زیادتی کو ترجیح ہے۔

(۶) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ۔

یعنے اے اللہ ہمارے رب! حمد و تعریف کا مستحق اور سزاوار تو ہی ہے۔ میں صرف تیری بہت بہت تعریف اور بڑی طیب اور پاک تعریف جسمیں کچھ نمود و ریا کی خباثت نہیں ملی ہوتی اور جو برکت سے بھری ہوتی ہے کرتا ہوں۔

(۷) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

یعنے الٰہی ہمارے رب! حمد کا مستحق تو ہی ہے آسمانوں اور زمینوں کی اور پھر ان کے بعد جونسی چیز تو چاہے اسکی پرائی جتنی تعریف کا سزاوار تو ہی ہے

انسان جہانتک عقل کا گھوڑا دوڑا سکتا ہے اُسے وسیع سے وسیع اور فراخ سے فراخ اور بڑی سے بڑی چیزیں یہی دونوں دکھائی دینگی۔ پس انسان اپنی وسعت خبر و علم کے موافق بڑی سی بڑی تعریف خدا اور عمدہ سے عمدہ تعریف رب ہر دوسرا یہی کر سکتا ہے کہ وہ کہدے کہ اے اللہ میں تیری تعریف کہانتک کروں۔ کہانتک کئے جاؤں جدھر دیکھتا ہوں تیری ہی حمد پر حمد نظر آتی ہے آسمان میں تیری حمد ہو رہی ہے زمین میں تیری حمد ہو رہی ہے ریت کے ذرے ذرے آسمان کے تارے کی ہر ایک چمک تیری ہی حمد کہہ رہی ہے اے اللہ تیری حمد اتنی کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین بھر جاویں۔ لیکن اتنے پر یہہ ذاکر بس نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سزاوار حمد کے شان اس سے بالا سمجھکر اور اپنی اتنی تعریف پر قائم نہ رہا پھر جوش و ولولہ میں آکر اسکی حمد اسی پر چھوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ ان آسمانوں اور اس زمین کی پرائی کے بعد اے اللہ پھر تو جس چیز کی پرائی چاہے

اتنی تعریف کا سزاوار تو ہی ہے آٹھواں ذکر اور ہے اور اس میں پہلے ذکر پر اور ترقی کی گئی ہے اور یہ ترقی ذوق شوق پر منحصر ہے اور وہ ذکر یہ ہے۔

(۸) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔

آلٰہی ہمارے رب! حمد تجھ ہی کو سزاوار ہے آسمانوں اور زمینوں کی اور پھر ان کے بعد جونسی چیز تو چاہے اُسکی پر ائی جتنی حمد تجھ ہی کو سزاوار ہے اے تعریف و بزرگی کے سزاوار بندہ جو کچھ ہی تیری خوبی بیان کرے (اور ہم سب کے سب تیرے ہی بندے ہیں) اُس سب کے سب سے زیادہ حقدار اے اللہ جو تو عطا فرماوے اُسکا بند کرنے والا کوئی نہیں اور جو چیز تو عطا نہ کرے اُسکا عطا کنندہ کوئی نہیں اور کسی صاحب غنا کو اس کی غنا تیری توفیق و فضل کے بغیر نفع نہیں دے سکتی۔

یہہ ترجمہ اسوقت کیا جاسکتا ہے جب اھل الثناء والمجد اور احق ما قال العبد کو منادیٰ پڑھیں لیکن جب انہیں انت مبتدا محذوف کی خبر پڑھیں اور یہہ محاورہ عرب میں جاری ساری ہے تب معنی یوں ہوجاوینگے تو ہی سزاوار ثنا و بزرگی ہے بندہ جو کچھ تیری خوبی بیان کرے اور ہم سب کے سب تیرے (ہی بندے ہیں) اُس سب کا سب سے زیادہ حقدار تو ہی ہے

(۹) اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ

اے اللہ مجھے برف۔ اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر۔ اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے اسطرح پاک صاف کر جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک صاف کیا جاتا ہے برف وغیرہ سے دھونا کنایہ ہے گناہوں کے دور کرنے کا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۱۰) لِرَبِّیَ الْحَمْدُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ

حمد میرے رب ہی کو سزاوار ہے۔ حمد میرے رب ہی کو سزاوار ہے۔ یہہ کلمات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قومہ میں بار بار پڑھا کرتے تھے۔

سجدہ

ہیئت سجود اذکار رکوع میں سے جب کسی ذکر کو پڑھ چکے تو پھر جھٹ اس رئیس الاعضا سر کو اور اشرف الاعضا چہرہ کو زمین پر پھینکے سے ہیئت اسکی جیسے کہ پہلی بھی بیان ہو چکی ہے یوں ہے کہ گرتے وقت پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر ہاتھوں پھر ماتھے اور ناک کو اور کتے کی طرح اپنی باہوں کو نہ پھیلائے۔ بلکہ ان کو اس طرح وسیع رکھے کہ اسکی بغلوں کی سفیدی بھی دکھائی دیتی رہے اور یہ صورت اسوقت ہو سکتی ہے کہ جب نمازی یا تو امام ہو یا صرف خود اکیلا پڑھ رہا ہو اور جگہ تنگ نہ ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو پھر ایسا کر ہی نہیں سکتا اسوقت حسب گنجائش مکان اسکو چاہئے کہ اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں یا رانوں پر سہارا دے لے صحابہ رض ایسا ہی کیا کرتے تھے! مدد دونو ہاتھوں اور دونو پاؤں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کئے رہے۔ یہ ہیئت رکوع سے کہیں بڑھ کر موثر ہے کہ ہی اس کے ذل و عجز و انکساری سے متشعر نہیں کر دیتی بلکہ الگ تھلگ چشم بصیرت سے دیکھنے والے کے دل کو بھی جھکا دیتی ہے۔ ایک تو ہیئت اس قسم کی ہوتی ہے دوسرے اسکے اذکار اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ ذاکر کو تو تبلا ہی دیتے ہیں۔ کہ عبد کیا ہوتا ہے اور معبود کیا اور کہ عبد و معبود میں رشتہ عبودیت ضروری ہے۔

اذکار سجود اس کے اذکار میں سے ایک ذکر یہ ہے (۱) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ میرا ذاتی علو اور ذاتی بلندی والا رب جسکے آگے میں اسوقت سرنگوں ہوں تمام عیوب و معائب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا ہے + یہ کلمات طیبات اس حالت کے کیسے مناسب ہیں۔ جب انسان خود زمین پر گرا ہوا ہو یعنے عملی طور پر اپنی حالت کو یہ ظاہر کر رہا ہو کہ میں نہایت ہی صاحب ذل ہوں اور میرا رب نہایت ہی صاحب عزت ہے میں نہایت ہی پستی والا ہوں میرا رب نہایت ہی بلندی والا ہے۔ اور اپنی زبان سے نہایت ہی فصیح عبارت اور نہایت ہی شستہ اور سوز و گداز الفاظ میں اپنے رب کی بزرگی بیان کر رہا

تو خیال کرنے والا خیال کر سکتا ہے کہ اس حالت سے بڑھ کر اب اور کونسی حالت ہو سکتی ہے جس میں انسان اپنے ذل و عجز اور اپنے رب خالق کے جلال و عظمت کو بیان کر سکے! اور یہ کلمات تین دفعہ اسواسطے پڑھتے ہیں کہ نہایت ہی چھوٹا ذکر ہے (۲) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ یہ وہی ذکر ہے جو رکوع میں بیان ہو چکا ہے۔ (۳) اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ یہ ذکر بھی اور پھر ایسی حالت یا ہیئت میں نہایت ہی پر تاثیر ہے (ترجمہ) اے اللہ میں نے اپنے سارے جسم کو تیری رضامندی کے لئے تیرے آگے پھینکدیا ہے تجھ ہی پر میرا ایمان ہے۔ تیرا ہی میں ہو گیا ہوں۔ میرا چہرہ اس ذات پاک کے لئے زمین پر گر پڑا ہے جسنے اسے پیدا کیا۔ جسنے اسکی صورت بنائی جسنے اسکے کان اور اسکی آنکھیں اسمیں سے نکالیں۔ آہا! بڑی برکت والا ہے اللہ جو نہایت ہی عمدہ طرح پر ہر شئی کا بغیر کسی مادہ کے پیدا کرنیوالا ہے (۴) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یعنے اے اللہ تیری تسبیح تیری حمد سمیت کرتا ہوں تیرے سوا کوئی بھی معبود نہیں (۵) سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ یہ وہی ذکر ہے جو رکوع میں بیان ہو چکا ہے (۶) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔ یعنے اے اللہ میرے تمام گناہوں کو کیا چھوٹے کیا موٹے کیا پہلے کیا پچھلے کیا ظاہر کیا چھپے سب کے سب معاف کر دے (۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ یعنے اے میں تیری خفگی سے بھاگ کر تیری خوشنودی کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تیرے عذاب سے بھاگ کر تیرے چھوڑ دینے اور تیرے ہر غیر سے بھاگ کر تیرے رحم اور فضل اور بسط کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تیری تعریف کو میں گنتی اور شمار میں نہیں لا سکتا۔ تو اسی طرح پر ہے جس طرح پر کہ تو نے آپ ہی اپنی تعریف کی ہے۔

اذکار سجود اور بھی بہت سے ہیں جو بخوف تطویل نہیں لکھے گئے۔ سجود کی اسقدر فضیلت اور بزرگی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ساری نماز کا نام سجود رکھا ہے۔ چنانچہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آنحضرت صلعم کے ارشاد کے موافق کہ مجھ سے کچھ مانگ۔ آپ سے یہ التماس کی تھی

Marfat.com

کہ میں اور تو کچھ مانگتا نہیں البتہ آپکی مرافقت فی الجنۃ یعنی آپ کا جنت کا ساتھ آپ سے مانگتا ہوں آپ نے فرمایا تو اچھا پھر اس میں تو میری مدد کر اور وہ یہہ ہے کہ تو آپ بہت بہت سجدے کیا کر۔ چنانچہ آپکے الفاظ شریفہ یہہ ہیں۔ فاعنی علے نفسک بکثرۃ السجود۔ حقیقت میں سجدہ پرلے درجہ کی تعظیم ہے سجدہ کیا ہے مومن کے لئے معراج ہے بہیمیت کی بیڑیوں اور طوقوں سے چھوٹ کر ملکیت کی پُرفضا گلزار میں سیر کرنے کا وقت ملتا ہے۔

جَلْسہ

ہیئت جَلْسہ جب سجدہ کر چکے اور سجدہ کے اذکار میں سے کوئی ذکر پڑھ چکے تو پھر اپنا سر اٹھاوے اور کچھ دیر بیٹھا رہے پہلے سجدہ کے بعد سر اٹھا کر کچھ دیر سیدھا ہو کر آرام سے بیٹھے رہنے کا نام جَلْسہ ہے۔ اس جلسہ کی ہیئت یہہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے۔ دائیں کو کھڑا رکھے اور انگلیوں کے سروں کو قبلہ رو کرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے۔ اس کے اذکار میں سے ایک ذکر یہہ ہے (۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (ترجمہ) اے اللہ! مجھے معاف کر۔ مجھپر رحم کر۔ مجھے سیدھی راہ عنایت کر۔ مجھے درد دکھ سے بچا۔ مجھے روزی عنایت فرما (۲) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ یعنے اے میرے رب مجھے بخشدے اے میرے رب مجھے بخشدے۔

سجدہ ثانیہ اسکے بعد دوسرا سجدہ کرے اور اسمیں کوئی ذکر سجود پڑھکر پھر اپنا سر اٹھاوے اور کچھ دیر آرام کے ساتھ بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہووے۔

جلسہ استراحت پہلی اور تیسری یعنی ہر طاق رکعت کے اخیر پر اس طرح پر کچھ تھوڑی دیر بیٹھنے کا نام جلسہ استراحت ہے۔ غرضکہ پہلے جلسہ استراحت پر ایک رکعت نماز ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھنی چاہئے

قعدہ

ہیئت قعدہ

دوسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد دیر تک سیدھا ہو کر بیٹھے رہنے کا نام قعدہ ہے۔ ہیئت اس قعدہ کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دائیں کو کھڑا رکھے اور اگر رکعات تین یا چار ہیں تو پھر پہلے قعدہ کو قعدہ اولی یا قعدہ وسطی اور دوسرے قعدہ کو قعدہ ثانیہ یا قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ مسنون طریق ہیئت یہ ہے کہ قعدہ اولی میں تو یہی ہیئت اختیار کرے جو بیان ہوئی ہے اور قعدہ ثانیہ میں یا اگر صرف دو رکعت ہیں اور قعدہ بھی صرف ایک ہی ہو تو اسمیں بھی ہیئت یوں اختیار کرے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے۔ بائیں کو دائیں ران اور پنڈلی کے نیچے سے نکال کر بچھا دے اور اپنے مقعد کے بل بیٹھے۔ فائدہ اس ہیئت میں یہ ہے کہ اب چونکہ قیام کے لئے اٹھنا تو نہیں صرف بیٹھنا ہی ہے اسلئے آرام و استراحت کے ساتھ بیٹھے رہنے کے لئے سوائے اس صورت کے کہ بائیں پاؤں اس طرح پنڈلی کے نیچے سے نکال کر بچھا دے کوئی اور صورت انسب اور مفید نہیں ہو سکتی اور قعدہ اولی میں چونکہ قیام کے لئے ابھی اٹھنا ہے اسلئے قعدہ ثانیہ کی سی ہیئت اختیار کرنیمیں اٹھتے وقت ضرور ہی تکلیف ہوتی ہے اس لئے اُس حالت کے موافق وہ ہیئت قرار دی اور اس حالت کے موافق یہ ہیئت قرار دی۔ چونکہ یہ نماز کا آخری حصہ ہوتا ہے اور یہی وقت وقتِ دعا ہوتا ہے اور دعا پر ہی نماز کا خاتمہ ہوتا ہے اسواسطے اس حال کے مطابق دعا مانگنے کے لئے ایسی مطمئن اور مودبانہ ہیئت کی ضرورت ہے۔ کاش لوگ شارع علیہ السلام کی حکمتوں کی قدر کریں اور اپنے ہاتھوں کو اپنی کہنیوں پر رکھے۔ بائیں ہتھیلی سے بائیں گھٹنے کو پکڑے رہے اور دائیں ہاتھ کے سبابہ کو چھوڑ کر ان تین صورتوں میں سے کوئی سی صورت اختیار کرلے اول انگوٹھے کو سبابہ کے نیچے کھلا رکھے دوم یہ کہ سب انگلیوں کو ملا دے سوائے سبابہ کے۔ سوم یہ ہے کہ چھنگلیا اور اس کے ساتھ کی انگلی یعنی خنصر اور بنصر کو تو ہتھیلی کے ساتھ ملا دے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی (وسطی) کا حلقہ یعنی دائرہ بنا دے اور ان تینوں حالتوں میں سبابہ کے ساتھ اشارہ کرے اور اشارہ کی جگہ یہ قول ہے لا الہ الا اللہ۔ مراد اشارہ سے یہ ہے کہ قول اور فعل

Marfat.com

دونوں آپس میں ایک ہو جاویں۔

اذکار قعدہ جب اس طرح کی ہیئت قعدہ میں اختیار کرے تو پھر اسکے اذکار میں سے کوئی ذکر پڑھے۔ قعدہ میں جو ذکر پڑھا جاتا ہے (سوائے درود) اسے تشہد کہتے ہیں کیونکہ اس میں توحید الٰہی اور رسالت محمدی کی شہادت دی جاتی ہے ان تشہدات میں سے صحیح تر تشہد میں ایک تو وہ جو ہمیں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکھایا ہے دوسرا وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور تیسرا وہ جو ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بتایا ہے پہلا تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تمام عبادتیں جو زبان سے متعلق ہیں اور تمام عبادتیں جو بدن سے متعلق ہیں اور تمام عبادتیں جو پاک اور حلال مال سے متعلق ہیں یہ سب کی سب اللہ کے لئے خاص ہیں۔ اے نبیؐ تجھ پر سلام ہو جیو۔ تجھ پر خدا کی رحمت اور اسکی برکات نازل ہو جیو۔ ہمپر اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو جیو۔ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہونیکا حق نہیں رکھتا اور میں اس امر کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اسی معبود حقیقی کا بندہ اور اسی کا ہمارے ہی طرف بھیجا ہوا آیا ہے۔

کس قسم کا پُرمعنی اور پُر فصاحت و بلاغت یہ ذکر مسلمان کے سب سے پہلے تینوں قسم کی عبادتیں جو مسلمانوں نے حقیقی معبود کو چھوڑ کر اور چیزوں کے لئے مقرر کر رکھی ہیں۔ اور اگر ایک قوم کی کچھ ایک آدھ عبادت رب حقیقی کے لئے مقرر کرتے ہیں تو اس قسم کی مختلف نوعوں کی عبادتوں اور باقی ہر دو قسم کی عبادتوں کو پھر جھوٹے معبودوں کے لئے قرار دیتے ہیں۔ اپنے پیدا کنندہ حقیقی معبود کے لئے خاص کرتا ہے پھر جس پاک اور سراپا نور ذات نے ہمیں اس قسم کے دین کی تعلیم کی اور ہماری گردنوں اور پاؤں سے شرک و کفر کے طوق اور بیڑیاں اتاریں اسکی شکر یہ ادا اسکی محبت کے لئے ہم اسی معبود حقیقی سے سلامتی اور رحمت و برکات کی التجا کرتے ہیں

Marfat.com

اسکے بعد پھر ہم اپنے لئے اور ان تمام لوگوں کے لئے جو بابا آدم سے لیکر قیامت تک صلاحیت اور نیکوکاری کے لباس سے ملبوس ہوتے چلے آئے ہیں اور ہوتے چلے جائینگے اسی حقیقی معبود سے سلامتی کی التماس کرتے ہیں۔ غرضکہ اس طرح جب ہم اللہ تعالی کے لئے تینوں عبادتوں کو خاص کر لیتے ہیں اور اس حق کو جو آنجناب رسالت مآب کا ہمپر ثابت ہے دل کی خوشی اور روح کی قوت کے لئے ادا کر چکتے ہیں اور اسکے ذیل میں اپنے اور عباد صالحین کے لئے سلامتی مانگ چکتے ہیں۔ تو پھر اس ذات باری کی ہر صفت میں یگانہ ہونے اور اسی نبی رحمتہ للعالمین کے رسول برحق اور اللہ تعالی کا بندہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں یہہ شہادت کیسی عجیب ہے ایک طرف اس امر کی گواہی دی جارہی ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ اوسکی تینوں قسم کی عبادتوں میں سے کوئی سی عبادت کی جاوے دوسری طرف محمد صلعم کو اسی معبود حقیقی کا عبد ہونے تمام لوگوں کی طرح خود عبادت کرنے اور اور لوگوں کی طرح مخلوق ہونے کی شہادت دی جاتی ہے۔ نہ تو یہود و نصارے کی طرح نہیں کہ معبود حقیقی کی مخلوقات میں سے کبھی کسی انسان کو معبود قرار دیتے ہیں کبھی کسی پہاڑ کو کبھی کسی درخت وغیرہ کو۔ کبھی سورج و چاند کو۔ کبھی کسی ستارے یا سیارے کو۔ کبھی کسی اور چیز کو معبود قرار دیتے ہیں۔ کوئی عزیرؑ کو کوئی مسیحؑ کو۔ اور یہہ دنیا کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا نے اکثر انہیں لوگوں کو یا انہیں چیزوں کو معبود قرار دیا ہے کہ جو کبھی ان میں ممتاز و معظم ہو گزرے ہیں۔ یا ایسی چیزوں کو جنسے ان کو کوئی خطرہ یا ڈر معلوم ہوا ہے۔ مثلاً سانپ پانی۔ آگ۔ دنیا میں گنگا ہی صرف دیوی قرار نہیں دی گئی بلکہ اور بہت سے دریا اور سمندر بھی۔ اسیطرح پہاڑ۔ وغیرہ بھی۔ یا ایسی چیزوں کو جن سے انہیں نفع کثیر پہونچا ہے۔ یا پہونچتا ہے مثلاً گائے وغیرہ اور سورج اور چاند۔ اس شہادت نے ایک طرف تو اللہ تعالے کے معبود برحق ہونے کو ثابت و قایم رکھا دوسری طرف تمام ماسوے اللہ کو عبد قرار دیا۔ جب محمد صلعم کو جو مسلمانوں کے نزدیک بعد از خدا بزرگ یقین کئے جاتے ہیں عبد کہا گیا ہے تو پھر اور کون سے ولی یا نبی یا کوئی اور مخلوق پیچھے رہ گئی جسے ہم معبود قرار دینگے سب سے زیادہ وقعت تو یہی ہے کہ اپنے محسن و منعم کو ہمیشہ احسانمند لوگ اس قدر صفتوں سے موصوف کر دیتے ہیں کہ خدا کو (معاذ اللہ) بالاطاق رکھہ دیتے ہیں چنانچہ جاہل ہندو کیش مسلمانوں نے آنحضرت صلعم کو بھی نہیں چھوڑا۔ ان کو کیا اللہ تعالی کے مقبول

وبرگزیدہ بندوں کو جو آنحضرت صلعم تو کیا آپ کے کسی صحابی کی برابری رتبہ نہیں رکھتے خدا بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے اور ہمیں بھی۔ ان لوگوں نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے کاش وہ نماز پڑھیں اور نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس ہیئت کے اذکار کی طرف خیال کریں۔

(۲) دوسرا تشہد یہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سکھایا ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

برکت والے کل زبانی عبادتیں اور پاک مبنی عبادتیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں اے نبی تجھ پر سلام نازل ہو۔ تجھ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۳) تیسرا تشہد یہ ہے جو حضرت عمر رضؓ نے ہمیں سکھایا۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

کل زبانی عبادتیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں کل مالی عبادتیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں۔ کل مبنی عبادتیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں اے نبی تجھ پر سلام ہو تجھ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں

اگر یہ قعدہ وسطیٰ ہوتا تو بس تشہد پڑھنے کے بعد آنحضرت صلعم اپنے پاؤں کے بل کھڑے ہو جاتے عادت نبوی صلعم یہ تھی کہ اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھاتے تھے اور قعدہ کے وقت جس طرح بیٹھ کر زانوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اسی طرح ان ہاتھوں کا بوجھ زانوؤں پر ڈال کر اٹھتے تھے نہ کہ وہاں سے ہاتھوں کو اٹھا کر زمین پر رکھ لیتے اور پھر زمین پر بوجھ ڈال کر کھڑے ہوتے جیسا کہ عموماً لوگوں میں رواج پڑ گیا ہوا ہے[1] جب کھڑا ہو جاوے تو اب پھر بسم اللہ

[1] زاد المعاد

سے شروع کرکے آمین تک قرأت پڑھے اور بس پھر باقی کے تحیات واذکار پورا کرکے اس رکعت کو بھی ختم کرے اگر رکعتیں تین ہی ہوں تو اخیر قعدہ کرے ورنہ دوسرے سجدہ کے بعد پھر جلسہ استراحت کرکے اپنے پاؤں کے بل سیدھا کھڑا ہوجاوے اور کھڑا ہوکر اس چوتھی رکعت کو بھی اسی طرح ختم کرے۔ غرض کہ اگر نماز صرف دو رکعت ہی تو دو رکعت کے بعد کا قعدہ قعدہ اخیرہ ہے۔ اگر تین رکعت ہے تو دو کے بعد قعدہ قعدہ وسطی اور تین کے بعد قعدہ قعدہ اخیرہ ہے اور اگر چار رکعت نماز ہے تو پہلے دو رکعتوں کے بعد کا قعدہ قعدہ اُولیٰ یا وسطی ہے اور چوتھی رکعت کے بعد کا قعدہ قعدہ اخیرہ ہے۔ قعدہ وسطی میں صرف تشہد پڑھے اور قعدہ اخیرہ میں تشہد کے علاوہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ پس اب ہم درود کو مع ترجمہ لکھتے ہیں۔ قعدہ کی ہیئت کو تو دیکھ ہی چکے ہو اس کے تشہدات میں سے تین تشہدوں کو بھی سن چکے ہو اب درود شریف کی طرف خیال رکھو اور اسی تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں ضرور پڑھا کرو ورنہ کوئی نماز نہ ہوگی اس درود کے بھی کئی صیغے ہیں۔ ازانجملہ سب سے زیادہ صحیح یہ ہے۔

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ! محمد پر اور آپ کی آل پر اسی طرح رحمت بھیج جس طرح کہ تو نے ابراہیم اور آپ کی آل پر رحمت بھیجی ہے۔ تو ہی ذاتی حمد اور ذاتی مجد والا ہے۔ اے اللہ! محمد پر اور آپ کی آل پر اسی طرح برکت بھیج جسطرح کہ تو نے ابراہیم اور آپ کی آل پر برکت بھیجی تو ہی ذاتی حمد اور ذاتی مجد والا ہے

ابراہیم علیہ السلام پر جو اللہ تعالیٰ نے رحمت اور برکت کی وہ اظہر من الشمس ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے خلیل۔ انبیاء کے امام اونکی اولاد میں نبوت بطور وراثت رہی حتی کہ ختم نبوت بھی آپ کی اولاد میں ہوئی ہے وہ وعدہ برکت کہ اسکی یعنے اسماعیلؑ کی اولاد کو سمندر کی ریت کی طرح بڑھائیگا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر آکر پورا ہوا اس آل کی لفظ میں وہ تمام امت شامل ہے جو آپ کے سنن ہدیٰ کے موافق کاربند ہے۔

کتاب پیدائش باب آیت۔

آل صرف آپکی اولاد کے لئے خاص نہیں ہے جو لوگ کہ اولاد نبوی ہونیکے مدعی ہیں ان میں سے وہی لوگ صرف مستحق صلوٰۃ ہیں جو دین کے پابند ہیں نیز اس میں ابراہیم کی بزرگی جو تمام قوموں میں مسلم ہے بیان کی جاتی ہے

(۲۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یعنی اے اللہ محمد پر اور آپکے ازواج مطہرات پر اور آپکی اولاد پر اس طرح رحمت بھیج جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت بھیجی ہے اور محمد اور آپکے ازواج مطہرات اور آپکی اولاد پر برکت بھیج جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت بھیجی ہے تو ہی سراہا گیا بزرگی والا ہے۔

یہ بھی آنحضرت صلعم کا سچا حق ہے کہ ہم ان پر صلوٰۃ بھیجتے ہوئے آپ کی اولاد اور ازواج اور آپکے قرابتیوں کو بھی ساتھ شامل کرلیں لیکن یاد رہے کہ آپکی اولاد جو مستحق صلوٰۃ ہے صرف وہی ہے جو دین کی پابند ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ مناسبت تب پیدا ہوگی جب یہ اولاد بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی طرح صالح ہوگی ابراہیم علیہ السلام کے اس سوالی قول وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ کے جواب میں رب ذی اختیار کلی یوں ارشاد فرماتا ہے لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ یعنی تیری اولاد میں سے جو بیدین ہوگئے انہیں میں نبوت و امامت نہیں عنایت کرونگا۔ پس جو اولاد دین کو اب بھی موردِ انعاماتِ الٰہی بننا چاہے پہلے خصال و اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے میں پیدا کرے۔

دعا اس کے بعد اب وقت دعا ہے۔ وقت بھی کیسا۔ رحمت بھرا۔ بے شک جو شخص اپنے رب کی اس طرح پر تعظیم عزت اور جلال و عظمت کو عملی طور پر ادا کرے نہ صرف اپنے دل اور زبان سے ہی بلکہ اپنے سارے جسم سے جس جس طرح خلقت کے موافق ہے بدن جھک اور مڑ سکتا ہے اسی طرح اسے جھکاتا ہے اور مڑاتا ہے۔ پہلے قیام کی حالت میں۔ پھر رکوع کی حالت میں پھر سجود کی حالت میں اور پھر کیسے پر تاثیر اور پر معنی توحیدی کلمات اپنی زبان سے جو فصاحت سے پر اور بلاغت سے مالا مال ہوتے ہیں نکالتا ہے۔ اس کے بعد پھر وقتِ خاصِ دعا آتا ہے

Marfat.com

جب وہ قعدہ اخیرہ میں مانگتا ہے قعدہ میں بھی پہلے سب قسم کی عبادت اپنے اللہ ہی کے لئے ثابت و مختص کر لیتا ہے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت و سلامت اور پھر اپنے اور تمام عباد اللہ کے لئے رحمت و سلامت مانگتا ہے توحید و رسالت نبوی کی شہادت دیکر پھر رسول خدا صلعم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اسکے بعد پھر نری دعا ہی دعا مانگتا ہے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا پھر درود شریف پڑھنا پھر دعا مانگنا یہ تینوں امور باترتیب اس قعدہ اخیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس طرح پر اس ترتیب کے ساتھ دعا مانگے گا وہ دعا ضرور ہی قبول ہوگی۔ بعض ادعیہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

اے اللہ عذاب جہنم سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں۔ عذاب قبر سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کی برائی سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں اور موت و حیات کی آزمائش و امتحان سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں

یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر پناہ مانگتے تھے۔ (۱) جہنم (۲) قبر (۳) مسیح دجال (۴) محیا اور ممات کی آزمائش۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت بہت ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تجھ بن کوئی معاف نہیں کرتا۔ پس مجھے اپنے پاس سے اپنی بخشش عنایت فرما۔ اور مجھ پر رحم کر تو ہی بخشنہار مہربان ہے

(۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ! جو کچھ میں آگے پہونچا چکا ہوں اور جو کچھ میں پیچھے کرونگا جو کچھ مجھ سے چھپا چھپایا ہو گیا اور جو کچھ مجھ سے علانیہ ہوا اور جو کچھ میں زیادتی کی اور وہ جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ سب کچھ مجھے معاف کر دے

Marfat.com

تو ہی مقدم ہے اور تو ہی موخر۔ تجہہ بن کوئی بھی معبود نہیں۔

یہہ ضروری نہیں ہے کہ یہی دعائیں پڑہی جاویں بلکہ جو دعاء نمازی کو سب سے پیاری اور ضروری معلوم ہو وہ پڑہے خواہ کوئی دعاء ماثورہ ہو خواہ اسکی کوئی اپنی دعاء ہو۔ غرضکہ ادعیہ ماثورہ وغیرہ میں سے جب کوئی دعاء پڑھ لیوے تو پھر اب دربار ایزدی میں سے نکلنے کا وقت آجاتا ہے اسوقت بے تمیزوں اور بدتہذیبوں کی طرح دربار سے نکلنا نہیں چاہئے۔ پس ضرور ہے کہ جس طرح باتمیزوں اور باتہذیبوں کی طرح داخل نماز ہوا تھا اسی طرح خروج نماز کے لئے کوئی فعل تعظیمی اور کلام احسن اختیار کرنا چاہئے۔ پس شارع علیہ السلام نے خروج نماز کے لئے کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تجویز فرمایا۔ جسکے معنے یہہ ہیں کہ اے لوگو اور فرشتو جو میرے دائیں طرف ہو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ سلام کے یہی معنے کہ اللہ تعالے تمہیں ہر قسم کی مصیبت اور آفت سے دنیوی ہو یا اخروی بچاوے۔ اور تم پر اپنی رحمت نازل فرماوے۔ بس یہی ہے نماز جس کا آغاز اللہ اکبر سے ہوا تہا۔ اور جسکا انجام السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے ہوا ہے۔ ایک روایت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی آیا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر کیا کیا جاوے

عادت مبارک نبوی یہہ تھی کہ سلام پھیرنے کے بعد کبھی تو دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف سے اپنے مقتدیوں کی طرف رخ کرتے اور کچہہ دیر ٹھیرتے آپ بھی بعض ذکر اور ادعیہ پڑھتے اور اوروں کو بھی تعلیم فرماتے۔ اور فرماتے کہ جو دعاء نماز فریضہ کے پیچھے مانگی جاوے وہ اللہ تعالے (اور وقتوں کی دعاؤں سے) زیادہ تر سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک اوراد لکھتے ہیں ناظرین کو چاہئے کہ ان میں سے جسقدر ہو سکے نماز فریضہ کے بعد پڑہیں اور لطف اٹہائیں۔ یہہ اذکار فرض نہیں ہیں البتہ پڑھنے والے کے لئے موجب اجر عظیم ہیں۔ اور جو کوئی سمجہہ سوچ کر پڑھتا ہے اسکو تو دم نقد رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔ بہت ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان ذکروں پر مداومت کرتے ہیں۔ اللھم اجعلنا من الذاکرین۔ آمین

نماز فریضہ پڑھتے ہی تین دفعہ استغفر اللہ یا دو دفعہ استغفر اللہ اور تیسری دفعہ استغفر اللہ
الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھنا (ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے اپنے ان گناہوں
اور قصوروں کی معافی مانگتا ہوں جو مجھ سے ہر دم ہوتے رہتے ہیں اور بالخصوص جو نماز میں نقص ہوئی
ہیں ان کی معافی۔ ایسا اللہ کہ جس بن کوئی معبود نہیں اور جو ذاتی حیات والا ہے اور جو بذات خود
جیسا اسے لائق ہے قائم اور اسکے سہارے تمام عالم قائم ہیں۔ اور میں اسی کی طرف اپنے گناہوں کی
معافی کے لئے جاتا ہوں۔ (۲) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ (ترجمہ) اے اللہ تو ہی سلام ہے اور تو ہی چشمہ سلامتی ہے اے جلال
و اکرام کے مالک تو ہی برکت والا ہے۔ سلام اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے ایک نام ہے سلام
اس ذات کی اس لئے وصف ہے کہ وہ تمام معائب و نقائص اور حوادث و آفات سے سلیم یعنے
بری اور پاک ہے

(۳) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ
لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ
وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ
مِنْكَ الْجَدُّ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے
وہ اپنی ہر ایک صفت میں یگانہ ہے اس کا
کسی صفت میں کوئی ساجھی نہیں اسی کی
بادشاہی ہے اور اسی کو حمد سزاوار شایاں ہے
وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دیوے
اسکا کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو نہ دینا
چاہے اسکا دینے والا کوئی نہیں۔ اور کسی صاحب نصیب کو اس کا نصیب تجھ سے بچا نہیں سکتا

(۴) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ
لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَ
لَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ
اکیلا ہے اسکا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کی
بادشاہی ہے اور اسی کے شایاں حمد ہے
وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمیں نیکی اور خیر کرنے
کی قوت اور یاری کہاں ہے۔ ہاں اللہ
تعالیٰ کے فضل سے ہم نیکی کرتے ہیں اللہ

Marfat.com

لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔

بن کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کی نعمت ہے اور اسی کا فضل ہے اور اسی کو عمدہ عمدہ تعریف سزاوار ہے۔ اللہ بن کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کے واسطے دین کو خالص کرتے ہوئے گو منکر پسند کریں اور برا منائیں۔ (۴)

(۵) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ

اے اللہ جسمانی کمزوری سے دلی سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (دوسروں کو) خیر کا نفع پہنچانے سے کنجوسی سے بھاگتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ بڑھاپے سے جسمیں عقل و حواس مفقود ہو جاتے ہیں اور علم کے بعد جہالت (ترقی معکوس) گھبراہٹ سے بھاگ کر تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کی طرح طرح آزمائش و امتحان اور عذاب قبر سے بھاگ کر تیری پناہ مانگتا ہوں (۶) ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا تینوں ذکر ۳۳-۳۳ دفعہ۔ یہ تکبیر کی بجائے چونتیسویں دفعہ یہ پڑھنا چاہئے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(۷) اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ یعنے یا اللہ مجھے دوزخ سے پناہ میں رکھیو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیہودہ سات بار صبح اور شام کی نمازیں پڑھنے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ کلام کرنے سے پہلے پہلے پڑھے گا اگر وہ اس دن اور اس رات مرجائیگا تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ سے پناہ میں رکھیگا۔ (۸) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یعنے اللہ یگانے کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ اس دعا کی نسبت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس دس دفعہ اس ذکر کو صبح اور شام کی نماز پڑھنے کے بعد اور دوسرے شخص کو کلام کرنے سے پہلے پہلے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ اسکے

Marfat.com

دس گناہ مٹائے جاوینگے دس نیکیاں لکھی جاوینگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس ذکر میں لہ الحمد کے آگے اللہ وھو علے کل شئ قدیر کے پہلے الفاظ یحیی ویمیت بھی بعض راویوں سے ثابت ہیں۔ (۹) آیت الکرسی بمعوذات۔ یعنی ہر چار قل اور اسی طرح اور اوراد بھی مروی ہیں۔ یہہ سارے ذکر درحقیقت اس نماز حدد وم کا ضمیمہ ہیں جس نماز کے بعد یہہ ذکر پڑھے جاویں وہ کیسے بابرکت وباحمت نماز ہوجاویگی۔ (مستفاد من زاد المعاد وحجۃ اللہ البالغہ)

ان چیزوں کا ذکر جو نماز میں ناجائز ہیں

پیچھے بیان ہوچکا ہے کہ نماز کی بنیاد خشوع الاطراف اور حضور انقلب اور ذکر اللہ اور قرأۃ قرآن کے سوا ہر قسم کے کلام وقول سے روکنی پڑی ہے اور ہم یہہ بھی ذکر کرچکے ہیں کہ اس نماز میں ہیئات بھی ہیں اور اذکار بھی۔ اور وہ ہیئات واذکار سب کے سب خشوع وخضوع سے بھرے ہوئے ہیں پس اب یاد رکھو کہ ہر ایک ہیئت جو مبائن خشوع ہو اور ہر ایک کلمہ یا قول جو ذکر اللہ یا کلام اللہ نہو وہ نماز کا منافی ہے۔ نماز اسوقت ہوگی کہ جب اس ہیئت کو چھوڑ دیا جاوے اور اس قول وکلام سے اپنی زبان کو بند کیا جاوے۔ لیکن یہہ اس قسم کی باتیں ہیں کہ اُن میں آپس میں تفاوت ہے اور یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی ہیئت یا ذکر جس قدر زیادہ ناقص ہوگا اسی قدر نماز ناقص ہوگی۔ اگر وہ ہیئت یا ذکر ایسا ہے کہ بالکل منافی نماز ہے تو وہ مبطل نماز ہے۔ سب قسم کے نقصان ایسے نہیں ہوتے کہ ان سے نماز فاسد ہوجاوے۔ اب ان باتوں کا کہ جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور ان باتوں کا کہ جن سے فاسد تو نہیں ہوتی ہاں ناقص ہوجاتی ہے جاننا میرا یہ کام نہیں ہے۔ یہہ اسی کا کام ہے جسنے ہمیں نماز سکھائی۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں کیا کرتے تھے۔ اور اپنی معمولی ہیئات واذکار کے سوا کبھی کچھ اور بھی کرلیا کرتے تھے۔ جن سے پھر وہ نماز کو اعادہ نہیں کرتے تھے۔ یہہ ساری باتیں توقیفی اور منوکول الی نص الشارع ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسا کلام اور ایسا کام کہ جس سے مجلس کا قرار وخشوع وسکون جاتا رہے ناقص ہیں۔ کلام کی نسبت سن لو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا نام تسبیح

وتکبیر وقرأۃ القرآن رکھا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہہ نماز ایسی ہے کہ اس میں دنیوی کلام کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسکی کلام تو یہی ہے کہ اس میں تسبیح وتکبیر وقرآن مجید پڑھا جاوے سلام کا جواب دینے سے آپنے روکا ہے اور اگر جواب دینا ہو تو قولاً نہ دے فعلاً دیدے علامت اس سلام کی یہہ ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھدے آپنے ایک شخص کو سجدہ کی جگہ پر سے کنکر وغیرہ ہٹاتے دیکھا آپنے اسے فرمایا اگر تو نے یہہ کام کرنا ہے تو صرف ایک دفعہ کرلے یعنی ایک دفعہ جتنے ہٹانے چاہتا ہے ہٹالے بار بار ایسے کام کو جو نماز میں داخل نہیں ہے مت کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات سے منع کیا ہے کہ نماز میں اپنے پہلوؤں پر ہاتھ رکھے۔ اور آپنے اسکی علت یہہ بیان فرمائی۔ کہ یہہ ہیئت دوزخیوں کی راحت کی نشانی ہے یعنی دوزخی جو مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور حیران وسرگردان ہوں گے ان کی اس قسم کی ہیئت ہوگی پس آپنے اس ہیئت سے منع کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا اور ان لوگوں کی ہیئت اختیار کرنا جو مصائب میں گرفتار ہوں اس مقام کے لئے جہاں وہ کھڑا ہے بہت ہی بے ادبی ہے۔ آپنے اختلاس سے بھی منع فرمایا ہے یعنی اسبات سے کہ آنکھ سے اس طرف یا اس طرف جھپکا جاوے۔ آپنے یہہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ نماز میں اگر جمائی آوے تو جہانتک بس اور قابو چلے اسے روکنا چاہئے۔ نہ ہوسکے تو منہ کو بائیں ہاتھ سے ڈھانپ دینا چاہئے۔ آپنے اس کی علت یوں بیان فرمائی فان الشیطان یدخل فی فیہ کیونکہ شیطان اس کے منہ میں گھس جاتا ہے۔ سر اسمیں یہہ ہے کہ جمائی مظنہ دخول مگس وغیرہ ہے۔ اگر منہ میں گھس جاوے تو مجلس درہم برہم ہوجاوے گی۔ کیونکہ مکھی کے منہ میں گھسنے پر صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص ضرور بے اختیار ہوکر جھنجھلائے گا اور بیجا حرکت کا مرتکب ہوگا۔ اپنا دل اس نماز سے ہٹ جاوے گا دوسروں کی پریشانی اور بیزاری کا موجب ہوگا۔ فرماتے ہیں اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یمسح الحصی فان الرحمۃ تواجہہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے لگے تو پھر کنکر کو نہ ہٹاوے کیونکہ رحمت اسکے سامنے آتی ہے۔ لا یزال اللہ تعالیٰ مقبلا علی العبد

ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیٔ من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقرأۃ القرآن۔

Marfat.com

وھو فی صلوتہ مالم یلتفت فاذا التفت اعرض عنہ۔ یعنے اللہ تعالے بندہ کے سامنے رہتا ہے جب وہ نماز میں ہوتا ہے لیکن اسوقت تک کہ جبتک وہ اِدھر اُدھر آنکھ نہ اٹھائے پس آنکھ اٹھائی نہیں اور اللہ تعالی نے اس سے مُونہہ موڑا نہیں ✤ یہہ واقعی بات ہے کیونکہ نماز پڑھنے والا یعنے وہ شخص جو اللہ تعالی کی عظمت وجلال اور اپنے ذل وانکسار کو نہایت ہی اخلاص کے ساتھ ادا کر رہا ہو خاص رحمت الہی کا مورد ہوتا ہے۔ اگر وہ اس وقت اوس منزل رحمت کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ رحمت الٰہی اسکے شامل حال نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ خود اُس رحمت کو چھوڑ کر دوسری چیز کی طرف راغب ہوا ہے اب وہ نہ صرف مستحق خسران ہی ہے بلکہ مستوجب عقوبت بھی کیونکہ وہ معرض ہے۔

لیکن یاد رہے کہ فعل کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض ایسی باتیں مروی ومنقول ہیں کہ ان کا ذکر کرنا ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے بعض کام تو آپنے نماز میں شرع کے بیان کے لئے کئے اور بعض ایسے کہ ان پر آپ بھُولے ہیں پس جو فعل کہ ان میں سے ہوگا وہ اور وہ جو ان سے کم ہوگا وہ نماز کو باطل نہیں کرتے۔ پس اس قسم کے قول پیر جیسے العنک بلعنۃ اللہ ثلاثا۔ ویرحمک اللہ ویا ثکل امیاہ وما شانکم تنظرون الی۔ اور اس قسم کا بطش پیر جیسے آپکے اپنے لڑھتی اُمامہ کو سجدہ میں جاتے ہوئے کندھے پر سے اتار کر رکھدینا اور قیام میں پھر اُٹھا لینا۔ اور ہاتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کے پاؤں کو پرے کرنا اور دروازہ کا کھول دینا اور اس قسم کا مشی پیر جیسے منبر کی سیڑھیوں پر سے کسی جگہ تک اتر جانا تاکہ اس منبر کی جڑھ پر سجدہ ہو جاوے اور امام کی جگہ سے صف تک پیچھے ہٹنا اور سامنے کے دروازے تک کھولنے کے لئے جانا۔ اور اللہ تعالے کے ڈر سے رونا۔ اور اشارہ مفہمہ سانپ بچھو کا مار ڈالنا۔ دائیں بائیں سے گردن کے پھیرے جھپکنا۔ ایسے امور ہیں کہ نماز ان سے فاسد نہیں ہوتی۔

حکمت ان ساری باتوں میں یہی ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی جو ہیئت اور کلام منافی خشوع ہو وہ منافی نماز ہے۔ سانپ اور بچھو وغیرہ حشرات الارض میں سے اگر کوئی سامنے آجاوے تو اسوقت جمہور الناس کی حالت کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا ان میں خشوع

Marfat.com

رہتا ہے یا نہیں۔ آیا اسکی دلبستگی اسوقت ہوگی کہ جب سانپ وغیرہ کو مار ڈالیں گے یا اسوقت کہ وہ سامنے رہے اور یہ ان کو دیکھتے رہیں۔ اسی طرح بچہ اگر روتا ہے یا بچہ کو گود لئے بن بن نہ پڑتی ہو تو اسوقت دلبستگی تب ہی ہوگی جب بچہ کو اٹھا لیگا۔ لیکن بتلاؤ کہ افتلاس میں دلبستگی ہوگی یا عدم افتلاس میں۔ اسی طرح قیاس کرلو۔ ان باتوں پر (مستفاد من حجۃ اللہ البالغہ)

سجدہ سہو

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے اجزاء نماز میں سے کوئی جز سہواً رہ جاتا ہے۔ اگر ان چیزوں میں سے جنکو فرائض یا ارکان کہتے ہیں تفصیر ہو۔ تب تو نماز ہی ٹھیک نہیں ہوتی اور اگر ان چیزوں کے سوا کسی اور میں تفصیر ہو جاوے تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کو فروگذاشت کیا جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کفاروں کے لئے شارع علیہ السلام نے تمارک کیا ہے۔ پس یہ تمارک دو سجدوں کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے گویا یہ سجدے قضا اور کفارہ کے شبہ ہیں۔ سجدہ سہو بھی دین کی تکمیل کا نشان ہے اللہ تبارک و تعالے جو علیم و حکیم اور لطیف و خبیر ہے خوب جانتا ہے کہ انسان کی اگر طبیعتی گاڑی رک جاوے تو پھر وہ ترد اور تزلزل میں پڑ جاتا ہے۔ روزمرہ نماز پڑھتے پڑھتے میں کسی وقت کوئی چیز رہ گئی تو اب وہ حیران ہو جاتا ہے کہ اب کرے کیا۔ سو اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں بعض جگہ سہو ہوا جس سے شریعت کی تکمیل ہوئی اور قیامت تک اسکے لئے احکام جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے جب کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے اور اسے پتہ نہ لگے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار! اسے چاہیئے کہ اپنا شک دور کرے اور جس پر اسکا یقین بڑھے اسپر آگے اپنی نماز شروع کرے۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا شک احدکم فی صلوتہ فلم یدر کم صلے ثلاثا ام اربعا فلیطرح الشک ولیبن علے

ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن له صلوته وان کان صلی اتماما لاربع کانتا ترغیما للشیطان رواه مسلم (مشکوة)

کرلے۔ سو اگر پانچ پڑھیگا تو یہہ دونو سجدے ان رکعات کو جفت جفت کر دینگے یعنے چھ رکعات ہوجاوینگی اور اگر چار پورا کرنے کے لئے پڑھیگا تو یہی دونو سجدے اولٹا شیطان کی ذلت کا موجب ہوں گے یعنی یہہ کہ نیکی زیادہ ہوگی جس سے شیطان جلتا بھنتا ہے اسی کے ذیل میں ہے وہ شک جو رکوع و سجود میں پڑتا ہے۔

مواضع سجود سہو جو نبی صلعم سے ثابت ہیں۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں پانچ رکعت پڑھیں آپ سے عرض کی گئی حضرت نماز بڑھ گئی ہے؟ آپنے فرمایا نہیں تو۔ کیا بات ہے عرض کی گئی کہ آج پانچ رکعات پڑھی گئی ہیں۔ پھر دو سجدے کئے اور یہہ سلام کے بعد تھے یعنی یہہ کہ نماز میں ایک رکعت زیادہ پڑھلی۔ اس زیادتی رکعات کی ذیل میں زیادتی رکن ہے۔ (۲) آنجناب نے صرف دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دی۔ اسکی نسبت آپسے عرض کیا گیا آپنے جتنی چھوڑدی اس سے پورا کیا اسکے بعد دو سجدے کئے (۳) آپنے سلام پھیر دی اور ابھی ایک رکعت پڑھنی باقی تھی اسمیں بھی آپنے وہی کیا۔ جو اوپر بیان ہوا۔ اسکے ذیل میں وہ چیزیں شامل ہیں کہ جنکے عمداً چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے (۴) آپ دو رکعت پڑھکر قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بیچ کا قعدہ آپنے اوا نہ کیا۔ پھر جب آپ نماز پوری کرچکے تو سلام پھرنے سے پہلے پہلے دو سجدے کئے۔

قعدہ اولی میں بیٹھنے کی بجائے اگر کوئی اٹھ کھڑا ہووے تو پھر نہ بیٹھے

عن المغیرة بن شعبة قال قال رسول الله صلعم اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس و ان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجدتی السهو

جب امام دو رکعتوں میں (قعدہ کرنے کی بجائے) کھڑا ہوجاوے تو پھر اگر اسکو بالکل سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے یاد آجاوے تو بیٹھ جاوے اور اگر وہ برابر سیدھا کھڑا ہوجاوے تو پھر نہ بیٹھے۔ اور (پھر پوری نماز پڑھنے کے بعد اس قعدہ کی تلافی کرلے

رواہ ابوداؤد وغیرہ (مشکوۃ)	دو سجدے کرلے۔

جس قدر احادیث سجدہ سہو کی نسبت وارد ہیں کیا آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور کیا فعل ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کے دو طریق ہیں (اول) سلام پھیرنے سے پہلے پہلے دو سجدے اسی طرح پر کرے جس طرح نماز میں کرنے کا حکم ہے یعنے اول اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جاوے پھر وہاں سے اللہ اکبر کہہ کر جلسہ کرے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے پھر وہاں سے اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھاوے۔ پھر سلام پھیرے۔ (دوم) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے اور نیا قعدہ کرے اور تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھے پھر سلام پھیرے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک سجدہ سہو صرف بعد سلام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک قبل از سلام۔ امام مالکؒ کے نزدیک زیادتی کے سبب سے سجدہ بعد سلام۔ اور نقصان کے سبب سے قبل از سلام ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک جن جگہوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبل از سلام سجدہ کیا وہاں قبل از سلام اور جہاں بعد از سلام کیا وہاں بعد از سلام سجدہ کرنا چاہئے۔ اور ان جگہوں کے ملاحظہ فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل سجدہ سہو قبل از سلام ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ جس طرح چاہے کرے۔ خواہ پہلے خواہ پیچھے۔ خواہ نقصان خواہ زیادتی ہو۔ (مستفاد من زاد المعاد۔ سبل السلام۔ احکام الاحکام)

بعض مسائل متعلق سجدہ سہو

(۱) سجدہ قبل از تسلیم کے لئے وہی تکبیر اور وہی تشہد اور وہی تسلیمات جو اصل نماز کے لئے ہے لیکن بعد از تسلیم سجدہ کے لئے یہ تینوں چیزیں از سر نو ضروری ہیں۔ کیونکہ پہلی نماز سے اب یہ سجدہ بالکل الگ اور جدا ہے۔

مسئلہ (۲) امام کو سہو ہو جاوے تو مقتدی کے لئے بھی امام کا سجدہ سہو واجب ہے۔ لیکن اگر مقتدی کو کوئی سہو ہو تو اس کے لئے اس پر کوئی سجدہ واجب نہیں ہے۔ اور یہی مذہب حضرات شافعیہ رحمہم اللہ کا ہے جو ایک حدیث ضعیف پر مبنی ہے فرقہ وہابیہ کا مذہب ہے کہ مقتدی اپنے سہو کا ذمہ دار ہے

سبل السلام میں لکھا ہے کہ اگر حدیثِ سندِ حضراتِ حنفیہ و شافعیہ صحیح ہو تو پھر قول ہدیہ صحیح نہیں ہے صدیہی قول صحیح ہے جو صرفِ عموم بلوا سجدہ سہو پر مبنی ہے۔

مسئلہ (۳) اگر ایک نماز میں ایک سے زیادہ سہو واقع ہو جاویں تو ان سب کا کفارہ صرف دو سجدے ہیں۔

مسئلہ (۴) نماز خواہ فریضہ ہو خواہ نافلہ سب میں تدارک سہو کے لئے دو ہی سجدے ہیں۔

اس مقام پر چونکہ سجدے کا ذکر شروع ہے اس لئے ہم ذیل میں اور دو سجدوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک تو سجدہ شکر اور دوسرا سجدہ تلاوت۔ ان دونوں سجدوں میں نہ تشہد ہے اور نہ تسلیم ہے۔ اور نہ ہی ان سجدوں کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔

سجدہ شکر

کوئی منٹ کوئی سکنڈ نے کوئی دم خالی نہیں جاتا کہ ہم پر فیوض رحمانی کی لگاتار جھڑی لگی نہیں رہتی۔ شکر کس کی طاقت ہے کہ ایک ہی نعمت کا بجالائے چہ جائیکہ لاانتہا نعمتوں کا۔ لیکن بعض ایسے وقت بھی ہوتے ہیں کہ ان میں دل خاص طور پر کسی نعمت کے سبب سے جو میسر ہوا یا کسی نقمت کے دور ہونے سے جو وقوع میں آئی ہو۔ متاثر ہو جاتا ہے۔ اور دل اسوقت ولولہ میں آکر سارے جسم کو زمین پر اس منعم حقیقی کے سامنے گرا دیتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سجدہ شکر کئی جگہوں پر ثابت ہے۔ یہ مشروع ہے۔ لیکن واجب نہیں ہے کوئی کرے گا تو قرب حاصل کرے گا نہ کرے گا تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ سجدہ شکر نہ کرنے پر مواخذہ نہ ہونے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مطلق شکر نہ کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ قرآن کریم اسی شکر نعم کی ترغیب و تحریص سے بھرا پڑا ہے۔ ہم سے مطالبہ شکر کرتا ہے۔ شکر پر مزید نعمت کا وعدہ دیتا ہے۔ کفر یعنے شکر نہ کرنے پر اللہ تعالے کی خفگی اور ناراضگی بتلاتا ہے۔ اور عذاب جہنم کے چکھنے کی خبریں سناتا ہے۔ کوئی ایسی نعمت نہیں ہے جو ہمیں دی گئی ہے اور پھر ہم سے اسکا سوال نہ ہوگا

Marfat.com

سوال ضرور ہوگا پس شکر نعمت باری تعالیٰ ہر دم کرنا چاہیئے اور اگر کبھی کوئی ایسی نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگ گئی ہو جسکی مدتوں سے خواہش ہو یا جسکی تمہیں امید نہ ہو اور وہ میسر ہو جاوے وغیرہ وغیرہ غرض جبر سے تمہارے دل میں ایک قسم کا نیا ولولہ پیدا ہو تو سجدہ شکر کرنے سے نہ رکو۔ کیونکہ نعمت کے ساتھ ہی اکثر تکبر اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہاں سے اس بارہ میں کوئی شاہجہان جیسا بادشاہ کہ ۶ کروڑ روپیہ لگا کر تخت طاؤس بناتا ہے۔ اور جب تیار ہو جاتا ہے تو پھر فرعون کے برعکس جسے صرف آنبوس کا تخت میسر ہوا تھا اور دعوے خدائی کر بیٹھا تھا اُسی تخت پر سربسجود ہو جاتا ہے۔ اے متکبر دنیا! اسوقت کی حالتِ بادشاہ و حالتِ دیگر امراء و زراء و ارکین سلطنت کا کچھ دل ہی دل میں موازنہ و مقابلہ کر۔ اللھم وفقنا ان نشکرک ولا نکفرک۔

ہم نے یہ نظیر صرف ایک دنیادار بادشاہ کی دی ہے تاکہ دنیادار لوگ جو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اس نظیر کو دیکھ کر عمل کرنا شروع کریں ہم بڑی سعادت ہے۔ اس میں کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ وضو اسکے لئے ضروری نہیں ہاں اگر ہو تو اولےٰ ہے تشہد یا تسلیم اسکے لئے نہیں ہوتا بلکہ تکبیر بھی ثابت نہیں ہے۔ ہاں نیل الاوطار میں بحوالہ کتاب بحر لکھا ہے کہ اس میں بھی تکبیر کہی جاوے۔ بازار میں چلتے ہو تو وہیں گر جاؤ۔ گھر میں بیٹھے ہو تو وہیں گر پڑو۔ آنحضرت صلعم کی یہی عادت مبارک تھی۔ اس سجدہ میں کوئی ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ سجدہ سجدۂ شکر ہے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بہت اس قسم کی تعریف کرنی چاہیئے جیسی شکر یہ پایا جاوے۔

سجدۃ التلاوۃ

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو اپنے ثبوت میں آپ کا فی ہے اسکی بزرگی اور تعظیم میں سر ایک یہ بھی ہے کہ ہم اپنی عبادتوں میں لگے پڑے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں بعض اس قسم کی آیات شریفہ ہیں کہ جن میں سجدہ کرنے کے لئے حکم ہے۔ یا جن میں ان لوگوں کے ثواب کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں یا ان لوگوں کے عذاب کا بیان ہے جو اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنے سے

انکار کریں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سنت قائم کر دی۔ کہ ان آیات میں سے جہاں کہیں کوئی قاری کوئی آیت پڑھے یا کوئی سامع ایسی آیت سنے تو جھٹ سجدہ کرے۔ آیت میں اگر سجدہ کا حکم ہے ساجد فرمانبردار ہونے کے لئے اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ کیونکہ تعمیل حکم کرتا ہے۔ اگر آیت میں کسی ساجد کے ثواب کا بیان ہے تو یہ بھی ساجد بننے اور اس ساجد کا ثواب موعود حاصل کرنے کے لئے اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ اگر اس آیت میں منکر سجدہ کے عذاب کا بیان ہے تو یہ منکر نہ بننے اور پھر اس عذاب موعود کا مستحق نہ ٹھیرنے بلکہ مستحق ثواب ہونے کے لئے اسیوقت ثابت کر دیتا ہے۔ آیات قرآنیہ کی یہ بڑی بھاری تعظیم ہے کہ صریح حکم تو یک طرف اگر سجدہ کے لئے صرف دوسروں کی حکایت بیان کی جاتی ہے تو مومن قاری فوراً سربسجود ہو جاتا ہے اس سجدہ میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ قرآن کریم جس طرح اپنی دیگر بیشمار خوبیوں میں لاشریک ہے اسی طرح اس خاص وصف میں بھی لاشریک ہے یعنے یہ کہ یہ کلام۔ ایسا معجز نظام ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو بجز اسکے کہ سر معجز جھکا دیوے اور کچھ بن نہیں پڑتی۔ گویا یہ ایک ظاہری نشان اس امر کا ہے کہ کوئی بھی اس کلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ واللہ العظیم۔ بہتیری تلاش کی ہے کہ دنیا کی کتابوں میں زیادہ نہیں کوئی ایک ہی نظیر بھاوے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی ملک کی کتاب معظم و متبرک کی تعظیم اسکے احکام کی نوراً تعمیل کر کے قرآن کی طرح کیجاتی ہو مگر نہیں ملی لطف یہ ہے کہ یہ سجدہ کوئی فرض نہیں ہے پھر اسپر اسقدر تعمیل! تعجب نہیں تو کیا ہے؟ مسارعت الی الخیر اسی بات کا نام ہے کہ خیر کا کہیں حکم یا اشارہ ہوا نہیں اور اسے عمل میں لانے کی کوشش کی نہیں گئی

اس سجدہ کے لئے بھی نہ کسی وضو کی ضرورت ہے نہ تشہد اور تسلیم کی ہاں اسمیں تکبیر ایک حدیث لین الاسناد سے مروی ہے سو وہ بھی سجدہ میں جانے کے لئے نہ کہ سجدے سے اٹھتے وقت البتہ جب امام نماز میں ہو تو پھر دونوں تکبیروں کی ضرورت ہے پس مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ جب کوئی اس قسم کی آیت قرآنی جس میں سجدہ کا حکم ہو یا جسمیں بیان ثواب ساجد ہو یا جس میں بیان عذاب منکر سجدہ ہو پڑھیں یا سنیں تو اسی وقت بغیر کسی قسم کے وسوسے کے کہ اب وضو نہیں یا یہ نہیں وغیرہ۔ سربسجود ہو جاویں۔

بعض مسائل متعلق سجدہ تلاوت

مسئلہ (۱) نماز میں ہوں تو جب اس قسم کی کوئی آیت پڑھیں اسی وقت سجدہ کرلیں۔
مسئلہ (۲) امام ہو تو امام کرے اور مقتدی اُس کی متابعت میں سجدہ کریں **مسئلہ (۳)** قاری ہی کو صرف یہہ سجدہ کرنا نہیں ہے بلکہ جسکے کان میں اس قسم کی آیت پڑے وہی سجدہ واجب ہوجاوے۔ قاری ہو خواہ سامع **مسئلہ (۴)** قاری اگر اس قسم کی آیت بار بار پڑھتا ہے تو صرف ایک ہی دفعہ سجدہ تلاوت کرنا کافی ہے۔ ضرور نہیں کہ جتنی دفعہ وہ آیت پڑھے اتنی دفعہ سجدہ تلاوت کرتا جاوے۔ **مسئلہ (۵)** لیکن اگر کسی دوسری مجلس میں یا خود اسی قاری بلا قصد اسے دوبارہ پڑھے تو سجدہ کرے۔

اس سجدہ تلاوت کے اذکار میں سے ایک ذکر یہہ ہے۔

(۱) سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (حصن السلام)

میرے چہرے نے اُس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسکو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اسکی آنکھ اور کان نکالے اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بڑا ہی بابرکت ہے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ (حصن السلام۔ مشکوٰۃ)

الٰہی اس کی بدولت اپنے پاس میرے لئے اجر لکھ لے اور اسکو اپنے ہاں میرے لئے ذخیرہ بنا رکھ اور اسکے سبب سے مجھ سے گناہوں کا بوجھ دور کر اور اسکو مجھ سے اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول فرمایا

ان آیات سجود میں وہ آیات داخل نہیں ہیں جنمیں فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ یعنی سلام و تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ جہاں پر یہہ حکم سجدہ ہے وہ سجدہ عبادۃ اللہ کے

Marfat.com

لئے ہے۔ کسی دوسری مخلوق کے سلام یا تعظیم کے لئے نہیں ہے۔ جہاں جہاں ہیں سجدہ کرنا چاہئے وہ قرآن مجید میں جا بجا حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے جو لوگ قرآن مجید کی معانی سمجھتے ہیں ان کو تو کسی لکھے کی ضرورت ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ قرآن مجید میں پندرہ جگہیں ایسی ہیں جہاں سے گزرتے وقت سجدہ تلاوت کرنا شروع ہے۔ بعض لوگوں نے اس سجدہ تلاوت کو واجب ٹھیرایا ہے لیکن جناب عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے برسر منبر اس بات کا اعلان کر دیا کہ یہہ سجدہ واجب نہیں ہے مستحب ہے۔ آپ کے اس اعلان کو بھرے مجمع میں سے کسی نے بھی انکار نہ کیا۔ بلکہ تسلیم کیا (مستفاد از حجۃ اللہ)

النوافل

اب ہم **حصہ دوم** کی کمیت کی زیادتی یعنے نوافل کا ذکر کرتے ہیں۔

اس دار المحن میں چونکہ لوگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں کوئی اس مردار کے پیچھے از سر تا پا متغرق ہیں۔ کوئی اس عجوزہ مکار دزتی اعجب الابکار کے لئے رات دن اسی کی فکر میں منہمک لیکن انسان چونکہ روح اور جسم کا مرکب پتلا ہے اور اس عالم اسباب میں اس کی پیدائش واقع ہوئی ہے۔ ضرور ہے کہ وہ اُن اسباب کو طلب کرے جو جسم اور روح دونوں کو قایم رکھنے اور اسے ترقی روز افزوں دینے کی قوت رکھتے ہوں۔ پس شریعت اسلام نے انسان کے جسم و روح دونوں کو قایم رکھنے اور ان کو ترقی روز افزوں دینے کے لئے ایک ایسی تجویز نکالی جس سے نہ جسم کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور نہ روح کے۔ بلکہ دونوں کی ترقی ہوتی ہے۔ عالم اسباب میں چونکہ پیدا ہوا ہے جو جو اسباب اسے ضروری اور لابد ہیں ان کی طلب اور مہیا کرنے کی یہہ شریعت ترغیب و تحریص دیتی ہے۔ لیکن ان میں منہمک اور مستغرق ہونے سے روکتی ہے اور یہہ بات بھی واقعی ہے کہ یہہ اشغال دنیویہ انسان کو یاد الٰہی سے روک لیتے ہیں۔ پس جسم اور روح کی ترقی اور تقویت کے اسباب کے طلب اور مہیا کرنے کے لئے اسلام نے یہہ ہدایت کی کہ ان اسباب ضروریہ کو طلب کرو اُن سے فایدے اُٹھاؤ۔ اور ہر وقت یاد الٰہی میں رہو اور چونکہ یہہ کام

Marfat.com

یعنی ہر وقت یاد الٰہی میں رہنا جمہور الناس کی طاقت سے باہر ہے اسواسطے صرف پانچ وقت مقرر فرمائے کہ ان میں ان تمام کاموں کو بالضرور چھوڑ کر یاد الٰہی میں مصروف ہو۔ پس اسلام نے اصلاح انسان کے واسطے جتنے اعمال تجویز فرمائے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو انسان کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اور جنکے کئے بغیر انسان کی بن نہیں پڑتی۔ دوسرے ان باتوں کا ذکر کیا جو پہلے امور لابد منہا کا ضمیمہ ہوتی ہیں کم از کم ان سے اتنا فایدہ ضرور ہوتا ہے کہ اگر امور لابد منہا میں سے کچھ فوت ہو جائے تو اس کے کفارہ کا کام دیتی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ مومن کے نوافل سے اسکے فرائض کے نقصانوں کی کسر نکال دیگا۔ اور بڑا بھاری فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کی استعداد کے لوگ اپنے اپنے قلب کی استعداد کے بموجب فایدہ طاعت کو بخوبی حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو مشغول ہوں اور ارتفاقات کے امور مہمہ کی باگ ان کے ہاتھ میں ہو۔ امور لابد منہا کو معمول بہا بنائے رہیں جو لوگ فارغ ہوں اور اپنے نفس کی تہذیب اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کرنے میں متوجہ۔ وہ ان سے خاطر خواہ اور بہرہ کافی اٹھاویں۔ پس صلوٰۃ مکتوبہ جسکا بیان ہو چکا ہے اتنی بڑی ضروری ہے کہ اس سے کسی مکلف انسان کو چارہ نہیں ہے۔ اُسی کا ضمیمہ ہیں یہ دوسری قسم کے امور جنکو نوافل کہتے ہیں۔

نوافل کی دو قسمیں

نوافل کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو صلوٰۃ مکتوبہ کی طرح مؤقت ہیں اور جنکے لئے صلوٰۃ مکتوبہ کی اوقات کی طرح لائق اور مناسب اوقات معین ہیں جنکے ادا کرنے کی ترغیب و تحریص اور ان کے فوائد بیان کرنے میں شارع علیہ السلام نے کسی قسم کی فروگذاشت نہیں کی۔ اور جنکی ادائگی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضر میں مداومت کی ہے۔ بلکہ اگر کچھ نماز رہ گئی تو اسکو آپنے پیچھے پڑھا اور بعض پر تو مداومت یہانتک کی ہے کہ سفر میں بھی نہیں چھوڑا۔ دوسری وہ جو قسم اول میں نہیں آئی مگر جنکی ترغیب شارع علیہ السلام نے ضرور دی اگرچہ سرسری طور پر ہی۔ پہلی قسم کو رواتب، دوسری قسم کو غیر رواتب کہتے ہیں۔ پھر رواتب کی دو نوعیں ہیں نوع اول رواتب غیر مستقلہ یعنے وہ نوافل جو فرائض کے ساتھ ہی ان سے پہلے اور پیچھے یا صرف ان سے پہلے یا اُن سے پیچھے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو رواتب الفرائض کہتے ہیں اور دس سے لیکر چودہ تک ہیں۔ نوع دوم رواتب مستقلہ یعنی وہ نوافل جو فرائض

Marfat.com

سے بالکل الگ بجائے خود مستقل نمازیں ہیں اور اپنے اپنے وقتوں پر پڑھی جاتی ہیں۔ یہہ دو قسم کی نمازیں ہیں قسم اول تو وہ نمازیں جو سال بھر میں ایک ایک دفعہ پڑھی جاتی ہیں جیسے دونوں عیدوں کی نمازیں قسم دوم وہ نماز ہے جو ہر شب پڑھی جاتی ہے جیسے نماز وتر۔ پس رواتب مستقلا در غیر استسقاء کی نمازیں چار ہوئیں۔ اول رواتب الفرائض دوم صلوٰۃ عید الفطر سوم صلوٰۃ عید الاضحےٰ۔ چہارم صلوٰۃ الوتر۔

غیر رواتب بھی دو قسم کی ہیں۔ اول موقتہ دوم غیر موقتہ۔ موقتہ وہ نوافل ہیں جنکے اوقات شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائے ہیں۔ غیر موقتہ وہ نوافل ہیں جنکے اوقات شارع علیہ السلام کی طرف سے مقرر نہیں ہوئے بلکہ ان کی اوقات ضرورت واقعہ پر موقوف ہیں۔

غیر رواتب موقتہ میں چار نمازیں داخل ہیں اول وہ جو صرف رات ہی کو اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ جیسے نماز تہجد۔ دوم وہ جو صرف دن ہی میں اپنے وقت پر پڑھی جاتی ہے جیسے نماز ضحےٰ۔ سوم وہ نماز جو بلا امتیاز رات و دن کے یا تو ہر روز کسی وقت یا ہر ہفتہ یا ہر ماہ یا ہر سال یا عمر بھر میں کسی وقت پڑھی جاتی ہے جیسے نماز تسبیح۔ چہارم جو برس میں رات کو پورا مہینہ بھر پڑھی جاتی ہے جیسے نماز تراویح۔

غیر رواتب غیر موقتہ میں یہہ آٹھ نمازیں داخل ہیں اول و دوم وہ دو نمازیں جو سورج اور چاند کے بے نور ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہیں جیسے نماز کسوف و خسوف۔ سوم وہ نماز جو امساک باراں کے وقت بارش کے لئے پڑھی جاتی ہے جیسے نماز استسقاء۔ چہارم وہ جو کسی امر مہم کے واسطے پڑھی جاتی ہے۔ جیسے نماز استخارہ۔ پنجم وہ جو کسی حاجت کے لئے پڑھی جاتی ہے جیسے نماز حاجت۔ ششم جو کسی گناہ کے بخشوانے کے واسطے پڑھی جاتی ہے جیسے نماز توبہ۔ ہفتم وہ جب وضو کیا جاوے جیسے نماز وضو۔ یا تحیۃ الوضو۔ ہشتم جب مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنا ہو جیسے تحیۃ المسجد۔

پس یہہ نوافل مل ملا کر سولہ قسم کے ہوئے جو حسب ذیل ہیں اور جو شجرہ ذیل سے بخوبی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

(۱) رواتب الفرائض (۲) نماز عید الفطر (۳) نماز عید الاضحےٰ۔ (۴) نماز وتر (۵) تہجب (۶)

Marfat.com

ضحیٰ (۸) تسبیح (۸) تراویح (۹) نماز کسوف (۱۰) نماز خسوف (۱۱) نماز استسقاء (۱۲) نماز استخارہ (۱۳) نماز حاجت (۱۴) نماز توبہ (۱۵) تحیۃ الوضو (۱۶) تحیۃ المسجد۔

شجرۃ النوافل

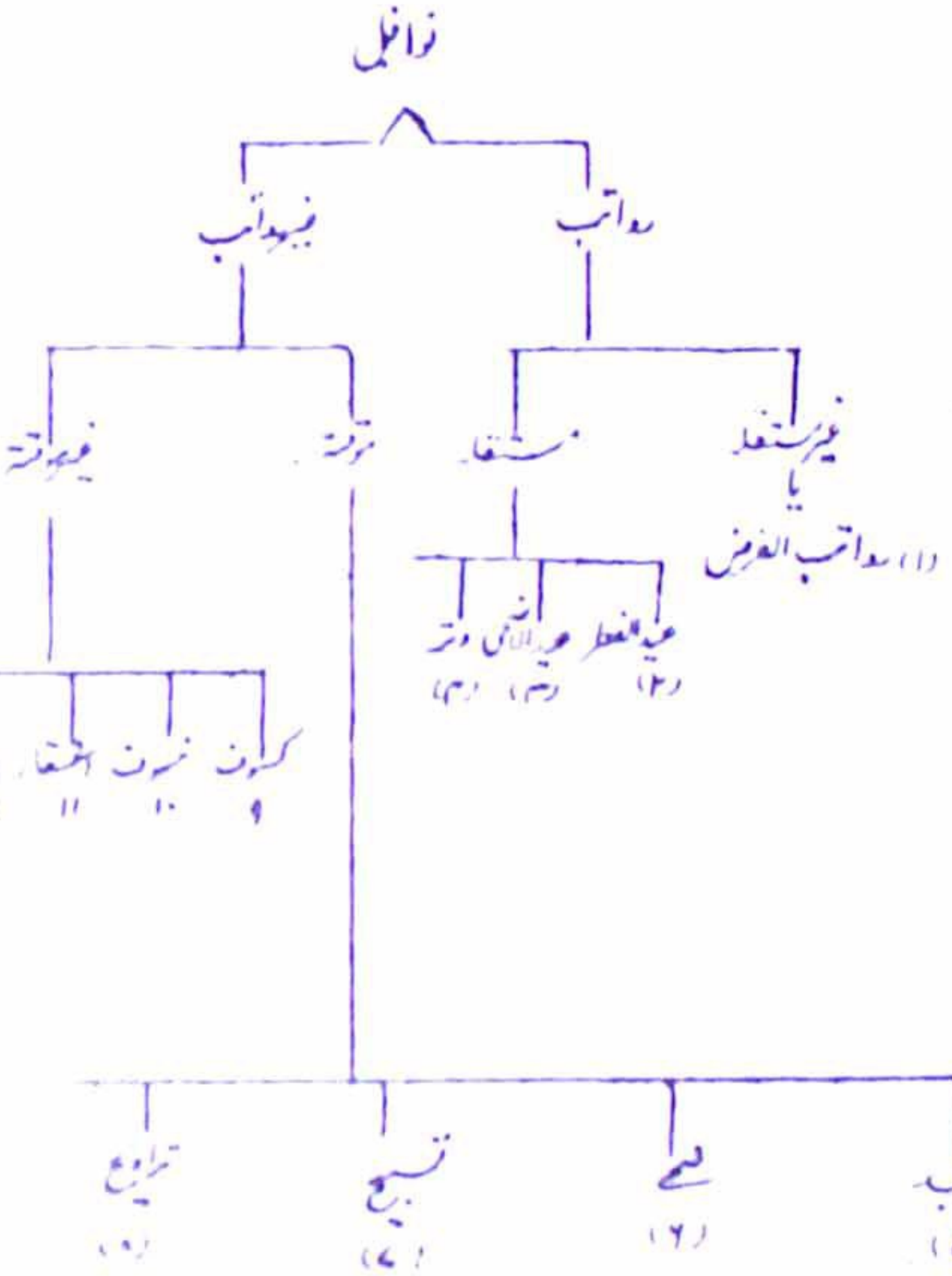

پس اب ہم بفضلہ تعالےٰ ان سب کو بہ ترتیب مفصل طور پر ذکر کرتے ہیں۔ ہاں دونوں عیدوں کا ذکر وہاں کرینگے جہاں تیسری عید یعنے نماز جمعہ کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

رواتب الفرائض

پہلی قسم چونکہ دنیوی اشغال اللہ کی یاد سے غافل کرنے والے اذکار میں تدبر و تفکر کرنے سے روکنے والے اور ثمرہ طاعت کے حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ ان کا یہ بھی خاصہ ہے کہ ان سے دلوں کو میلان بہیمیت اور نری بہیمیت کی طرف ہو جاتا ہے اور ملکیت کی طرف سے نفرت اور قسوت و وحشت پیدا کرتے ہیں۔ پس ضرور ہوا کہ صلوٰۃ مکتوبہ کے پہلے ان دنیا میں پھنسے ہوؤں کے دلوں پر سے زنگِ اشتغالِ منسیہ ذکر اللہ کو صاف کرنے کے لئے کوئی مستقل تجویز کیا جاوے تاکہ فرائض میں جب داخل ہوویں تو دلجمعی اور صفائی قلب کے وقت داخل ہوں اور چونکہ تمام انسان ایک ہی استعداد کے سے نہیں ہوتے اور وہ نماز کو بایں حیثیت پڑھ ہی نہیں سکتے کہ جس سے نماز کا فائدہ پورا پورا حاصل کریں۔ اور یہ بات واقعی ہے جو ہر روز مشاہدہ اور تجربہ میں آتی ہے اور اسی طرف مخبر صادق صلعم نے اشارہ کیا ہے کم من مُصل لیس لہ من صلوتہ الا نصفہا ثلثہا ربعہا۔ پس اس لئے بھی ضرور ہوا کہ فرائض کے علاوہ کوئی ایسی نماز مقرر کی جاوے جو مقصود اصلی کے لئے تکملہ ہو اور فرائض کی کمی کو پورا کرنے والی ہو۔ اسکی مثال خواہ کسی طرح پر دیکھ لو جس طرح دنیادار ایک ہی کام کرنے والے اس کام میں ایک جیسی مہارت نہیں رکھتے۔ کوئی کسی سے زیادہ ماہر ہوتا ہے کوئی کسی سے۔ حتیٰ کہ صرف ایک ہی آدمی استاد الکل مانا جاتا ہے اسی طرح یہ تفاوت مدارج قلب تمام لوگ نماز کے مقصود اصلی کو حاصل کرتے ہیں کوئی ہوگا جو صحیح عدد حاصل کرتا ہوگا۔ علی العموم سب کے سب کسور حاصل کرتے ہیں۔ کوئی صحیح عدد کے قریب قریب ہو جاتا ہے کوئی اس سے کم کوئی اس سے بھی کم۔ اور آنجناب کے قول مبارک کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بہت سے نمازی اس قسم کے ہیں کہ ان کی نمازیں سے انہیں صرف نصف یا صرف ثلث یا صرف ربع حاصل ہوتا ہے۔ یہ کسور آپ نے اس غرض سے کہے ہیں کہ یہی کسریں عام فہم اور کسی عدد صحیح کے مشہور حصے ہیں۔ حقیقی ثلث اور حقیقی نصف اور حقیقی ربع مراد نہیں ہیں۔ بلکہ عام عرف میں ہر ملک میں ثلث سے

اگر کچھ زیادہ ہو یا کچھ کم ہو تو اس کو بھی ثلث سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح ربع اور نصف کو بھی۔ ہمارے عرف میں بھی یہی ہے۔ کوئی مدینہ کوئی سوسائٹی نہ پاؤ گے جہاں ان تینوں اعداد کو صحیح ہوں یا کسر عموماً اکثر غیر حقیقی پر اطلاق نہ ہوتا ہوگا۔ علم ریاضی میں واقعی حقیقی کسریں مراد ہوتی ہیں مگر عملی دنیا میں کبھی ہی حقیقی ہوتی ہیں۔ عموماً تخمینی ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں بھی جہاں تقسیم ترکہ میں چھ حصے مقرر فرمائے ہیں وہاں پر بھی جہاں حقیقی اعداد نہیں ہو سکتے **عربون** کے دستور اور عرف نہ صرف ان کے ملک تمام سوسائٹی ورلڈ کے عرف کے موافق غیر حقیقی اور تخمینی مراد ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عرف کے بموجب لوگوں کے بہروں نماز کو حسب استعداد قلوب انہیں کسروں کے ذریعہ اظہار فرمایا ہے جو کبھی تو حقیقی اور کبھی غیر حقیقی صورت میں نظر آتے ہیں۔

یہ رواتب کوئی زیادہ نہیں ہیں جتنی ابتدا میں صلوٰۃ مکتوبہ مقرر ہوئی تھی اصلی رواتب بھی اتنی ہیں صرف ایک کا فرق ہے۔ ابتدا میں صلوٰۃ مکتوبہ کی صرف گیارہ رکعات تھیں اس صلوٰۃ نافلہ موقتہ کی بارہ یا دس ہیں۔ گیارہ نہیں ہیں گیارہ ہوتیں تو فرائض اور رواتب کی کل رکعات شفع شفع یعنے جفت جفت ہو جاتیں۔ پس ضرور ہوا کہ وتر بنانے کے لئے یا گیارہ پر ایک عدد بڑھایا جاوے یا گیارہ میں سے ایک عدد کم کیا جاوے۔ جس طرح فرائض مختلف وقتوں میں ادا کئے جاتے ہیں اسی طرح یہ رواتب بھی مختلف اوقات میں پڑھی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ

(۱) من صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ بنی لہ بیت فی الجنۃ اربعا قبل الظہر ورکعتین بعدھا ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل الفجر صلوٰۃ الغداۃ رواہ الترمذی عن ام حبیبۃ رض۔

جو کوئی رات دن میں بارہ رکعات نماز کو جنت میں اسکے لئے ایک گھر بنایا جاوے گا چار رکعت اول اور دو اس سے پیچھے اور دو مغرب کے پیچھے اور دو عشاء کے پیچھے۔ اور دو فجر سے پہلے

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

قال حفظت عن رسول الله صلعم عشر ركعات كان يصليها بالليل والنهار ركعتين قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء الاخرة قال وحدثتني حفصة انه كان يصلي قبل الفجر ركعتين - (ترمذی)

کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دس رکعات حفظ کر رکھی ہیں۔ جو آپ رات دن میں پڑھا کرتے تھے دو ظہر سے پہلے اور دو اس سے پیچھے اور دو مغرب کے پیچھے اور دو عشاء کے پیچھے اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے حفصہؓ نے بیان کیا ہے کہ آپ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

(۳) عن ام حبيبة رضے الله تعالے عنها قالت قال رسول الله صلعم من صلے قبل الظهر اربعا وبعدها اربعا حرمه الله تعالى على النار (ترمذی)

ام حبیبہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ظہر سے پہلے چار اور اس سے پیچھے چار رکعات پڑھے گا اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کردیگا۔

چونکہ صبح سے لیکر آدھے دن تک مشاغل دنیویہ میں انسان اسقدر منہمک ہوتا ہے کہ گویا پیدا ہی انہیں کاموں کے لئے ہوا تھا۔ اسوقت یعنی ظہر کی نماز تمام نمازوں سے زیادہ مقرر کی گئی ہے۔ فرائض کے رکعات چار۔ اور ان فرائض سے پہلے بھی کچھ رکعات اور پیچھے بھی کچھ رکعات مقرر فرمائیں پہلے اسکے چار بھی ہیں اور دو بھی ہیں اسی طرح پیچھے بھی ہیں اس طرح پر ظہر کی کل رکعات ۴+۴+۴ = ۱۲ رکعات اور ۴+۲+۲ = ۱۰ رکعات اور ۲+۴+۴ = ۱۰۔ اور ۲+۴+۲ = ۸۔ غرضکہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ اور کم سے کم ۸ رکعات ہوئیں آنجناب ظہر سے پہلے کی چار رکعات کی نسبت فرماتے ہیں تفتح لهن ابواب السماء یعنے ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ وقوله صلعم انها ساعة تفتح فيها ابواب السماء فاحب ان يصعد لي فيها عمل صالح یعنے یہ ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں

میرا عمل صالح آسمان کو چڑھے۔ وقولہ صلعم ما من شئی الا یسبح فی تلک الساعۃ یعنی اس گھڑی میں ہر شئی اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ یہہ مخبر صادق کی باتیں ہیں بیشک ان میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ کیونکہ متعالی عن الوقت کی تجلیات کے لئے اوقات ہیں اور بیشک بعض اوقات معینہ میں روحانیت منتشر ہو جاتی ہے۔ تعیین اوقات میں اسکی تفصیل ہو چکی ہے

اوپر کی حدیث میں ظہر سے پہلے اور پیچھے چار رکعات کا جو ذکر آیا ہے تو ان کی نسبت علماء نے کئی احتمالات بیان کئے ہیں۔ کوئی تو کہتے ہیں کہ ظہر سے پہلے اور ظہر سے پیچھے دراصل دو دو ہی رکعات ہیں۔ جیسا کہ باقی کی نمازوں مثلاً صبح اور شام اور عشاء کے ساتھ بھی صرف دو دو ہی رکعات ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی نماز راتبہ بھی چار رکعت ہوتی۔ تو صبح کی نماز سب سے زیادہ مناسب تھی حالانکہ اس نماز میں بھی صرف دو رکعت ہی ہیں (زاد المعاد) بعض کہتے ہیں کہ کبھی آپ چار پڑھا کرتے تھے کبھی دو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ چار رکعات بالکل الگ نماز تھی۔ ظہر کی رواتب کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس حساب سے ظہر سے پہلے ۶ رکعات ہوتی ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت یہہ چار رکعت بطور رواتب ظہر ہی پڑھا کرتے تھے مگر بدو سلام۔ ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے ان کو صرف دوسری دفعہ کی دو رکعتیں بیک سلام پڑھتے دیکھا اسی طرح ظہر کے بعد کی چار رکعتوں کی نسبت احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔ اسواسطے ہم نے حدیثوں کے ظاہر ظاہر الفاظ کے مطابق ظہر کی کل رکعات فریضہ و نافلہ کو کم از کم آٹھ رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات لکھا ہے۔ (زاد المعاد۔ سبل السلام)

اس کے تھوڑی دیر بعد صرف چار رکعت فرائض پر ہی کفایت کی۔ کیونکہ ایک تو کام کا ہمگھٹا کم ہو جاتا ہے دوسرے ابھی تھوڑی دیر اس سے پہلے صبح کا زنگار اتارا جا چکا ہے۔ البتہ اس سے پہلے طوعاً چار رکعت پڑھنے والے کو بہت ثواب موعود کی بشارت دی ہے۔ اس کے بعد کوئی نفل نہیں پڑھنا چاہئے۔ اسکے بعد ہو سکے تو اعتکاف کرنا چاہئے۔ خواہ کچھ منٹ ہی کیوں نہوں اگر پیچھے کچھ نفل پڑھنے کی اجازت ہوتی تو اس میں مجوس کی مشابہت پائی جاتی جو اپنی نمازوں کو غروب آفتاب تک ختم کرتے تھے پھر سورج کے ڈوبنے پر فریضہ کے کی تین رکعت مقرر فرمائیں۔ اور اس کے بعد

ہی دو رکعات رواتب مقرر کیں اسکے بعد چھ رکعت اور پڑھنے کی ترغیب دی اسکے بعد سونے کا وقت آتا ہے سونے سے پہلے چار رکعات فریضہ کے بعد صرف دو رکعات مقرر فرمائیں اور پس نماز کے پڑھنے کے بعد ساری رات سوئے رہے۔ صبح اُٹھتے ہی صرف دو رکعات فریضہ مقرر فرمائیں کیونکہ نماز عشا کے بعد اور نماز صبح کے اول اول صرف سونا ہی ہوتا ہے اور یہ سونا بھی عبادت میں داخل ہے۔ اس سے دل پر وہ زنگ جو دنیا کے دھندوں کھیڑوں سے قلب پر جم جاتا ہے نہیں جمتا اللہ تعالیٰ کی نعماء کا جنمیں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے دن چڑھایا ہے اور رات کے اندھیرے گھپ میں سے ہمیں نکالا ہے۔ شکریہ یہ مقرر فرمایا کہ صرف دو رکعت فریضہ پڑھلی جاویں۔ اور ان سے پہلے صرف دو رکعات رواتب مقرر فرمائیں کیونکہ نیند اور غفلت اور کسل اور اونگھ کا وقت ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف دل لگانے کے لئے نماز فریضہ میں داخل ہونے سے پہلے پہلے دل کو صاف اور تیار کیا جاوے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا یعنے فجر کی دو رکعت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ دنیا خود فانی اسکے نعماء تکلیف و محن اور تعب و مصائب کی کدورت سے آمیختہ۔ ان رکعتوں کا ثواب غیر فانی اور تمام قسم کی کدورتوں سے پاک۔ اس نماز کے بعد کوئی نوافل نہیں ہیں۔ یہاں بھی عصر کی طرح اعتکاف کرنا چاہئے۔ اگر ہو سکے اور جب سورج نکل پڑے تو استوقت دوگانہ پڑھے۔ اس میں اجر حج و عمرہ کا ملیگا۔ آنجناب فرماتے ہیں۔ قولہ من صلے الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ حتے تطلع الشمس ثم صلے رکعتین کانت لہ کاجر حجۃ وعمرۃ (ترجمہ) جس نے نماز صبح جماعت کے ساتھ پڑھی۔ پھر بیٹھا بیٹھا اللہ کو یاد کرتا رہا۔ حتے کہ سورج نکل پڑا پھر اٹھ کر دوگانہ پڑھا اسے ایک حج اور ایک عمرہ کا اجر ملیگا"۔ لیکن یاد رہے کہ اگر فرضوں سے پہلے یہ دو رکعتیں پڑھی نہیں جا سکیں۔ تو ان کو ضرور پیچھے پڑھ لے۔ اس مسئلہ میں کہ نماز صبح کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا۔ (کیونکہ نماز عصر کے بعد کے نوافل کی طرح ان میں بھی مشابہت بصلوٰۃ المجوس پائی جاتی ہے) علما نے تو یہانتک زور مارا ہے کہ ان دو رکعتوں کو بالکل خیرباد کہدیا ہے۔ بعض نے سورج چڑھنے کے بعد بڑھنے کو کہا ہی مگر یہ تشدد سے خالی نہیں ہے۔ یہ دو رکعتیں تو ہیں ہی نماز صبح میں داخل البتہ ان کے پڑھنے کے بعد پھر کوئی نفل نوافل نہیں پڑھنا چاہئے یہی دو رکعتیں ہیں کہ جنہیں آنجناب سفر میں بھی

Marfat.com

نہیں چھوڑتے تھے۔ تمام رواتب میں سے ہمیشہ انہیں پر مواظبت اور تعاہد کیا کرتے تھے۔ جتنا اہتمام اور اعتنا ان کے لئے کرتے کبھی اور نوافل رواتب کے لئے نہ کرتے۔ ان کی فضیلت یہاں تک کہ بعض علماؤں نے صلوٰۃ الوتر پر بھی انہیں فضیلت اور فوق دیا ہے۔ یہ رکعتیں ابتدائے عمل صالح ہیں اور صلوٰۃ الوتر خاتمہ عمل صالح ہے۔ پس دونوں ہی اپنے اپنے محل پر افضل و اعلیٰ ہیں۔ (حجۃ اللہ زاد المعاد)

سبل السلام)

دوسری قسم نماز عید الفطر
تیسری قسم نماز عید الاضحے

ان دونوں کا ذکر جمعہ کی نماز کے ساتھ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پہلے نماز وتر اور نماز تہجد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

چوتھی قسم نماز وتر
پانچویں قسم نماز تہجد

اور رات کے ایک حصہ میں (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرضی ہیں) اور یہ تمہاری (نماز) نفل (ہی) عجب نہیں کہ (اس برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود میں پہونچائے۔

ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

وتر اور تہجد کی نمازیں آپس میں ملتی جلتی ہیں اسواسطے ان کا ایک جگہ ذکر کیا جاتا ہے جس طرح نماز فرائض کی موتر نماز شام ہے۔ اسی طرح کل رواتب کی موتر نماز وتر ہے۔ اسکا وقت نماز عشاء کے ادا کرتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ پڑھنے والے کا اختیار ہے کہ خواہ اسی وقت پڑھ لیوے خواہ اسکے بعد کسی اور وقت خواہ سونے سے پہلے پہلے۔ خواہ سونے کے بعد غرضکہ پوہ پھٹنے تک اس نماز کی حد ہے۔ ایک نماز اور ہے جسکا وقت نصف شب سے شروع ہوتا ہے اور جسکا خاتمہ بھی پوہ پھٹنے تک ہوتا ہے۔ گویا نماز وتر کے وقت میں وقت نماز تہجد بھی شامل ہے۔ نصف شب سے پہلے اگر نماز وتر ادا ہو جاوے تو وہ نماز ہے جو اول اللیل میں پڑھی گئی ہے اور اگر تہجد کے وقت میں پڑھی گئی ہے تو وہ آخر اللیل میں پڑھی گئی ہے۔ پس اگر آخر اللیل میں نماز وتر پڑھی گئی ہے تو نماز تہجد کی نماز بھی اسی میں آگئی۔ گویا نماز تہجد اور نماز وتر دونوں ایک ہی ہیں۔ اور اگر نماز وتر اول اللیل میں پڑھی جا چکی ہے اور آخر اللیل میں کچھ اور نوافل پڑھے گئے ہیں جنمیں

Marfat.com

دو دو یا چار چار رکعات پڑھ کر سلام پھیرا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ ہدبارہ رکعات ہے۔ تو وہ نماز نماز تہجد ہے۔ اور بس۔ چونکہ یہہ دونوں نمازیں ایسی ہیں کہ اگر وہ الگ الگ پڑھی جاویں یعنے وتر اول اللیل میں اور تہجد آخر اللیل میں تو وہ دو نمازیں مستقل بن جاتی ہیں اور اگر اُن دونوں کو ایک ہی وقت یعنے آخر اللیل میں پڑہا جاوے تو وہ نماز وتر کہلاتی ہے۔ اسواسطے ہم ان دونو نمازوں کو ایک ہی جگہ مفصل طور پر لکھتے ہیں اور چونکہ یہہ نمازیں پوہ پھٹنے سے پہلے پہلے پڑہی جاتی ہیں اسواسطے ان کو صلوٰۃ اللیل کہا جاتا ہے۔ اور یہہ نام دونوں قسم کی نمازوں پر صادق آتا ہے

چونکہ پچھلی رات میں اشغال مشوشہ سے دل صاف ہوتا ہے۔ ہر قسم کے انہماک دنیوی سے دل مطمئن اور فارغ ہوتا ہے۔ لوگ سوئے پڑے ہوتے ہیں۔ شور و شغب اور غل غپاڑہ تو کیا آواز کی بھنک تک سن نہیں پڑتی۔ یہہ ایسا وقت ہے کہ ریا اور سمعہ سے بعید تر ہے۔ اور حقیقت میں طاعت کی اوقات میں سے وہی وقت افضل اور احسن اور انسب ہوتا ہے کہ جس میں دل فارغ ہو اور اگر اسمیں کچھ ہو تو صرف توجہ الی اللہ ہو۔ اسی طرف انجناب کا اشارہ ہے وصلوا باللیل والناس نیام یعنے تم اس حال میں رات کی نماز پڑہو کہ لوگ سوئے پڑے ہوں۔ وقولہ تعالےٰ۔ ان[1] ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا۔ ان لک فی النہار سبحا طویلا۔ اور یہہ وقت وقت نزول رحمت الٰہی ہے۔ نیز یہہ کہ بیداری میں ایک بڑی عجیب خاصیت ہے یہ کہ بہیمیت کے زور کو توڑ دیتی ہے۔ نے نے یہہ افعی سانپ کے زہر کے لئے تریاق ہے۔ دیکھتے نہیں کہ بیداری اور جوع ہی سے درندوں کو مسخر کیا جاتا ہے۔ اور اسی باعث سے انہیں تعلیم صید کی جاتی ہے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ السہر جہد و ثقل (الحدیث) یعنے بیداری بڑی بھاری مشقت اور محنت ہے۔ پس ایسے وقت میں ضرور ہے کہ کوئی نماز ہو لیکن چونکہ جمہور الناس اتنی محنت و مشقت کے متحمل نہیں ہو سکتے اسوقت میں کوئی صلوٰۃ مکتوبہ معین نہیں کی۔ ہاں ایک نماز تو ضرور مقرر فرمائی جسکے ادا کرنے کے لئے صرف ذات آنجناب ہی مامور تھے۔ اور جسکا ادا کرنا اسی ذات سراپا برکات پر فرض تہا۔ کاش نبوت محمدی کے معترض صرف رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اسی نماز پر غور کریں۔ دو دو ملکر سوچو۔ تین تین ملکر غور کرو۔ سوسائٹیاں قائم کرو۔ ہاں اپنے گھروں میں جب سونے لگو۔ جب سوکر اٹھو۔ جب فارغ دل ہو۔ اس نماز پر غور کرو۔ اسکی تکالیف و

[1] بیشک رات کا اٹھنا (نفس کو) خوب زیر کرتا ہے اور اسوقت دعا بھی ٹھیک (دل سے) نکلتی ہے۔

Marfat.com

ومصائب پر خیال کرو۔ آپ کی آدھی آدھی رات کو جبکہ تمام اہل بیت میٹھی نیند میں سوئے پڑے ہوتے۔ اُٹھنا۔ وضو کرنا۔ پھر ہاتھ باندھکر جسے نہ تم دیکھ سکتے ہو نہ میں بہت ہوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور کوئی کان سن نہیں سکتا۔ رب العزت کے سامنے کھڑا ہونا۔ یہانتک کہ گھٹنے سوجھ جاتے اور آپ کو پروا تک نہیں ہوتی۔ رکوع میں ہیں تو گمان کرنے والا یہی گمان کرتا کہ اب رکوع سے سر نہیں اُٹھائینگے قیام میں اتنا کھڑا رہتے کہ کتنے کتنے پارے پڑھ جاتے۔ اٹھنے کے۔ ہاتھ ایسے ایسے عجیب اور نرالی توحید ہی توحید اور تحمید و تمجید کی بھری ہوئی دعائیں پڑھتے کہ اب انہیں لکھی ہوئی دعاؤں کو پڑھنے والے فکر سے تائب اور آنجناب صلعم کی رحمۃ للعالمین ہونے کے مقر و معترف ہوئے جاتے ہیں۔

گو یہ نماز بجز ذات محمدی دنیا کے کسی فرد بشر پر فرض نہ تھی لیکن اسکے فضائل آنجناب صلعم نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے اسکے آداب و اذکار میں انضباط کو کام میں لائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کہ جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہوتا ہے تو اسوقت شیطان

یقعد الشیطان علی قافیۃ رأس احدکم اذا ھو نام ثلث عُقد یضرب علی کل عقدۃ علیک لیلا طویلا فارقد فان استیقظ فذکر اللہ انحلت عقدۃ فان توضأ انحلت عقدۃ فان صلی انحلت عقدۃ فاصبح نشیطا طیب النفس والا اصبح خبیث النفس کسلان متفق علیہ عن ابی ھریرۃ (مشکوۃ)	اسکی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر ایک گرہ پر یہ منتر پڑھتا ہے "سو یا رہو سویا رہو تمہیں ابھی شب دراز باقی پڑی ہے"۔ اگر جاگ پڑا اور اللہ کو یاد کیا تو ایک گانٹھ کھل پڑی اور اگر وضو کر لیا تو دوسری بھی کھل پڑی اور اگر نماز پڑھی تو تیسری بھی کھل پڑی۔ بس یہ شخص صبح کو خوش خوش اور پاک نفس ہو کر صبح کرے گا۔ ورنہ سستی کا مارا ہوا خبیث نفس بن کر اٹھیگا"

یہ وہی باتیں ہیں جو ہم تم پر شب و روز بیت رہی ہیں جو کام اللہ تعالے کی یاد سے غافل کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے شریر النفس انسان مطیع نفس امارہ کو نیند آتی ہی نہیں۔ چور۔ زناکار وغیرہ وغیرہ من العشاق کو دیکھ لو۔ زنا کے لئے ہی وساوس شیطان گرد اگرد اجمع ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

قاعدہ کی بات ہے کہ کمبخت چور سیندھ اور نقب اوسی جگہ لگاتا ہے۔ جہاں وہ یقیناً جانتا ہے۔ کہ مال ہے عبادت جیسا مال اور قلب مومن جیسا مکان اور شیطان جیسا چور اللہ اللہ! اس کے ڈاکہ سے بچنے کے لئے بڑی مضبوط اور ہوشیار گارد چاہیئے۔ بیشک یہی وسوسے ہمارے دلوں میں یہہ شیطان رجیم ڈالتا ہے کہ ابھی تو صبح کا وقت نہیں ہوا ابھی رات بڑی ہے۔ بخدا بڑی ہی ضروری بات ہے کہ اس گانٹھ کو کھولنے کے لئے کوئی ایسی بالغ تدبیر کی جاوے کہ نیند جاتی رہے اور توجہ الی اللہ کے لئے ایک دروازہ کھلجاوے۔ اسیواسطے یہہ سنت قائم کی گئی کہ جب آنکھ کھلے تو اسوقت اللہ تعالی کو یاد کرے۔ الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی یعنی اللہ کا شکر ہے جسنے مجھے مار کر جلایا۔ اور چہرہ پر ہاتھ ملے۔ پھر مسواک کرے۔ وضو کرے اور ہلکی ہلکی دو رکعتیں ادا کرے۔ پھر آداب واذکار میں سے جتنے چاہے پڑا پڑہے۔ شیطان رجیم کی ان گانٹھوں کو کھولنے اور شیطان رجیم کو مغلوب ومقہور کرنے کے لئے اس سے عمدہ طریق کیا ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دنیا کرلے گی اور وہ بھی لایعنی کاموں کے لئے تو اتنا کرے گی کہ اٹھ کر مونہہ دھولیگی۔ اور عادۃً اللہ کا اور اکثر پیر ومرشد کا نام لیگی۔ اٹھ کر دو رکعت پڑھنا کس کا کام ہے؟ دنیا کا یا محمدیوں کا؟ صرف اسلامی دنیا کا یہہ کام ہے اور بس۔ پس اے دنیا! اٹھ سویرے اٹھ اور شیطان رجیم کے انسانی تجاویز سے کبھی نہ کھلنے والی ان تین گانٹھوں کو کھول۔ رسالت محمدی کا اعتراف اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا اقرار کر بچ جائے گی۔ قد افلح المومنون الآیۃ میں داخل ہو جاویگی۔

آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ یعنے دنیا میں بہت سی عورتیں جو طرح طرح کے لباسوں سے ملبوس اور گوناں گون پوشاکوں سے آراستہ اور بھات بھات کے ڈرسوں (لباس) سے مزین ہیں مگر فضائل نفسانیہ سے عاری۔ قیامت کے روز ننگی ہونگی یعنے ان کے اعمال نامہ میں نیکیاں بہت کم ہونگی۔ دنیا میں بڑی لیڈیز وخوانین تہیں لیکن آخرت میں اپنے اعمال ناشائستہ کے سبب سے ذلیل وخوار ہونگی۔ آپ کا یہہ قول مبارک اسوقت کا ہے کہ جب تمام دنیا سوتی تھی۔ خواب غفلت کے میٹھی نیند کے مزے پڑے لیتی تھی۔ حتی کہ خود گھر کے لوگ حزب نیام میں داخل اور شامل تھے۔ مطلب یہہ تھا کہ اے میری گھر والیو! کیوں

غفلت کی چادریں تانی پڑی ہو۔ اٹھو وضو کرو۔ نماز پڑھو۔ شیطان رجیم کی تین بڑی مضبوط اور باریک گانٹھوں کو جو اس تمہاری نیکدائی کو کبھی نظر نہیں آتیں ہاں دور بین چشم بصیرت کو انکا تاگہ تاگہ تک نظر آتا ہے کھولو اور اللہ تعالے کی مخلص بندیاں بنجاؤ۔ جس حدیث کا یہ ٹکڑہ ہے اور جس میں آپ اپنے گھر والوں کو جگانے اور اللہ تعالی کی عبادت کرنے کی تحریص وتحریک کرتے ہیں اسکو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ یوں بیان کرتی ہیں۔

استیقظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃً فزعًا یقول سبحان اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن وماذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجہ لکی یصلین رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ (رواہ البخاری۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ رات کو گھبرا کر اٹھے اور اسوقت آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات جاری تھے۔ سبحان اللہ! کچ رات کیا کیا خزائن اتارے گئے ہیں اور کیا کیا فتنے نازل کئے گئے ہیں۔ کون ہو جو حجروں میں سونے والیوں کو جگادے۔ مراد اس سے یہ تھی کہ ازواج مطہرات اٹھ کر نمازیں پڑھیں بہت سی عورتیں جو دنیا میں ڈھکی ہوتی ہیں قیامت کو ننگی ہونگی۔

اسی نماز کی فضیلت میں بطور ترغیب وتحریص آنجناب صلعم فرماتے ہیں۔

ینزل ربنا تبارک وتعالے کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسئلنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم ثم یبسط یدیہ ویقول من تقرض غیر عدیم ولا ظلوم ثم ینصرف اذا انصرف بعد طلوع الفجر (مشکوۃ)

جب رات کا پچھلا تہائی باقی رہ جاتا ہے تو اسوقت ہمارا رب تبارک وتعالے آسمان دنیا کی طرف جیسا کہ اسکو لائق اور اسکی شان خداوندی کے مناسب ہے نیچے آتا ہے اور کہتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ جو میں اسکی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہ بخشوانیکی التجا کرے اور میں اسکے

Marfat.com

گناہوں کو معاف کردوں پھر اللہ تعالیٰ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیتا ہے (گویا جیسے کوئی مانگتا ہے)
اور اسی حالت میں پو پھٹنے تک کہتا رہتا ہے کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو نہ تو کنگال ہی ہے
کر لیکر دے نہ سکے اور نہ ایسا ہے کہ دینے وقت ناقص مال دے اور سیا کچھ رکھ لے اور پورا نہ دے۔

جو کوئی اٹھ کر تہجد پڑھے گا وہی مورد رحمت الٰہی ہوگا اور جو کبھی اسوقت جاگا ہی نہیں اسکو ان
الٰہی عطایا سے کیا ہوا اور جسنے راہ خدا میں حلال مال خیرات نہ کیا ہو اسے کیا خبر کہ قرضہ کس طرح خداوند
تعالیٰ کو دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز کی فضیلت کو اور کس طرح پر
سمجھایا ہے۔ مگر ہم صرف احادیث ذیل پر اکتفا کرینگے۔

عن عمرو بن عبسۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر فان استطعت ان تکون ممن یذکر اللہ فی تلک الساعۃ فکن رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب اسناداً (مشکوۃ)

عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ پچھلی رات کا ہی وقت ہوتا ہے کہ اس میں رب تعالیٰ بندے سے قریب تر ہوتا ہے سو اگر تجھ سے ہو سکتا ہو کہ تو ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کرنے والے ہوتے ہیں بن جاوے تو پھر بن جا۔ (یعنے کوشش کر) اور اسوقت تہجد کی نماز پڑھ)

یہہ ایسی بات ہے کہ اسکو ہر شخص تجربہ کر سکتا ہے سچ مچ قرب الٰہی کو اسوقت انسان احساس اور استشعار کر سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث ذیل میں جمعہ کے دن اور لیلۃ القدر کی ساعت کی طرح ہر رات کی ایک ساعت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ حریص مومن دین کی حرص میں ان قوائے بہیمیہ کو توڑ کر ملکی صفات حاصل کر کے ملائکہ سے بڑھ جاوے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رات کے اندر ایک گھڑی ہے اس گھڑی کے اندر جو کوئی مسلمان

عن جابرؓ قال سمعت النبیؐ یقول ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقھا رجل مسلم یسال اللہ فیھا خیرا من امر الدنیا والاخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک کل لیلۃ رواہ مسلم (مشکوۃ)

کسی بھی دینی یا دنیوی چیز کا سوال کرتا ہے ضرور ہی اللہ تعالیٰ اسکو وہ چیز عطا فرماتا ہے۔ اور یہہ گھڑی ساری رات بھر میں ہے

Marfat.com

پچھلی رات کا جاگنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور شروع سے لیکر قیامت تک اس کام کو خدا تعالے کے نیک بندے کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے چلے جاوینگے۔ جو نبی ہوا ہے خواہ کہیں ہوا ہے خواہ کسی قوم میں ہوا اور جو ان کے تابعدار ہوئے ہیں خواہ ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد ان سب کا یہی دستور چلا آیا ہے۔ پس اے مومنین اس سلسلہ میں کیوں نہیں ملتے۔ رسول خدا فرماتے ہیں۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم الی ربکم ومکفرۃ للسیات ومنہاۃ عن الاثم۔ رواہ الترمذی (مشکوۃ)

کہ (پچھلی) رات کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا دستور العمل رہا ہے اور یہ نماز تمہارے رب کے پاس تم کو نزدیک کرنے کا موجب ہے۔ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور (ہر قسم کے چھوٹے بڑے) گناہ سے تم کو باز رکھنے کا سبب ہے۔

ابو امامہ راوی حدیث بالا فرماتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضرت! کونسی یا کس وقت کی دعا زیادہ تر سنی جاتی ہے آپ نے فرمایا وہ دعا جو دو وقتوں میں مانگی جاوے (۱) پچھلی رات کو (۲) فریضہ نماز کے بعد جس قدر لکھا گیا ہے مومن کے واسطے تو اتنا کافی ہے۔ سو اب سے مراجعت کر اس نماز کو پڑھنا شروع کر دو۔ یہ نماز عجیب و غریب تاثیرات سے بھرپور ہے جو شخص آزمانا چاہے آزما کر دیکھ لے۔ عیاں را چہ بیان۔ رات کا جاگنا اور جاگ کر نماز پڑھنا تو رہا درکنار۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص باوضو اللہ تعالی کو یاد کرتا کرتا سو گیا وہ بھی اگر کسی وقت جب اسکو جاگ آگئی اللہ تعالے سے دین و دنیا کے لئے کچھ مانگتا ہے تو اللہ تعالی اسکو وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔ اور حقیقت میں غور کر کے دیکھا جاوے تو یہ بھی ایک طرح کا قیام اللیل ہی ہے۔ اللہ اکبر! نماز تو پڑھی نہیں اور اٹھ کر وضو بھی نہیں کیا پھر وہ معطی بے من و اذے اتنا مہربان ہے! اور اگر کوئی شخص اٹھ ہی کھڑا ہو اور وضو کر کے

عن ابی امامۃ رض قال قیل یا رسول اللہ صلعم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات۔ رواہ الترمذی (مشکوۃ)

Marfat.com

نماز میں داخل ہو جاوے تو پھر بتاؤ کیوں وہ رحمت الٰہی کے دریا میں غوطہ نہ مارے الفاظ مبارک نبوی صلعم یہ ہیں۔

من آوی الی فراشہ طاھرا یذکر اللہ حتی یدرکہ النعاس لم ینقلب ساعۃ من اللیل یسئل اللہ شیئا من خیر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ (رحمۃ اللہ)

جو کوئی اپنے بستر پہ باوضو ہو کر آتا ہے اور اللہ تعالے کو یاد کرتا کرتا سو جاتا ہے پھر رات میں جب کوئی کروٹ بدلتا ہے اور اللہ تعالے سے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی مانگتا ہے تو اللہ تعالے اُسے ضرور ہی عطا فرماتا ہے۔

آداب تہجد

آداب تہجد میں سے ایک یہ ادب ہے۔ کہ جب اُٹھے تو اللہ تعالے کو یاد کرے پیچھے وضو کرے۔ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ اسوقت بغیر کسی تیاری (خاص قسم کے قواعد یا اوعیہ) کے۔ بغیر کسی قسم کی تکلف اور تصنع کے جو کچھ اسوقت آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتا تھا بطور آمد پڑھتے تھے۔ نہ بطور آورد۔ یعنے کچھ بناوٹ آپ کی اسوقت کے ذکر اللیل میں نہیں ہوتی تھی۔ محض خود بخود دل کے دریا کا جس طرف رخ ہوتا یہہ نکلتا۔ اسوقت کے اذکار کئی ایک ہیں۔ از انجملہ ایک یہہ ذکر ہے جو حمد باری تعالے سے بھرپور ہے۔ اور جسکو تدبر کے ساتھ پڑھنے سے دل نور سے معمور اور سرور سے مسرور ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً ہو جاتا ہے خود کر کے دیکھ لو! ضرور کر کے دیکھ لو! مفت کی نعمتیں ملتی ہیں کیوں جاتے ہو۔ یہی وقت ہے کام کا۔ اور یہی وقت ہے نام کا۔ جب اجل مسمی آگئی تو پھر کرنے کے دن بھی ساتھ ہی چلے جاینگے۔ دست افسوس ملوگے۔ حسرت پر حسرت کھاؤ گے پر بے فائدہ۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ

اے اللہ تعریف کے قابل تو ہی ہے کیونکہ زمین و آسمان کا اور زمین و آسمان والوں کا سہارا تو ہی ہے۔ تعریف تجھ ہی کو زیبا ہے کیونکہ آسمان و زمین کا اور آسمان و زمین والوں کا اور جو کچھ ان میں ہے تعریف تجھ ہی کو شایان ہے کیونکہ زمین و آسمان کا اور زمین اور آسمان

Marfat.com

حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔ (متفق علیہ (مشکوٰۃ)

والوں کا بادشاہ تو ہی ہے ۔ ساری خوبیاں تجھ ہی کو سزاوار ہیں (کیونکہ) تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے ۔ تیرا دیدار حق ہے ۔ تیرا کہا ہوا حق ہے جنت حق ہے ۔ دوزخ حق ہے تمام نبی سچے ہوئے ہیں سب کے سب حق ہیں ۔ محمد صلعم حق ہیں اور وہ گھڑی یعنے قیامت حق ہے ۔ اے اللہ میں تیرا ہو رہا ۔ تجھ پر ہی میرا ایمان ہے تجھ پر ہی میرا بھروسہ ہے ۔ تیری ہی مدد سے میں گرگرا آیا ہوں اور اپنے سب دعوے تیرے ہی سپرد کرتا ہوں ۔ تیری ہی مدد سے میں دشمنوں سے دبرہان اور تیرے ہی بل پر دشمنوں سے بھڑ گیا ہوں اور تیری ہی طرف اپیل کرتا ہوں ۔ سو بخشدیجو جو مجھ سے ہوگا اور جو مجھ سے چھپے چھپے ہوا اور جو مجھ سے ظاہر ہوا اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی ہے مقدم تو ہی ہے مؤخر تو ہی ہے معبود برحق ہے اور تجھ بن کوئی بھی اس بات کے قابل نہیں کہ اس کی کسی نوع کی بھی عبادت کیجاوے ۔ ۲ ذکر یہ ہے

(۲) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (دس بار) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (دس بار) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (دس بار) ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ (دس بار) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (دس بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دس بار) ان ذکروں کے بعد ہی پھر یہ ذکر ہے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (دس بار) (ترجمہ) اللہ بہت ہی بڑا ہے (۱۰ بار) حمد اللہ کو سزاوار ہے (۱۰ بار) اللہ ہی کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اسکی حمد کرتا ہوں (۱۰ بار) میں بادشاہ قدوس کی پاکی بیان کرتا ہوں (۱۰ بار) میں اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں (۱۰ بار) اللہ کے بغیر کوئی بھی معبود نہیں ہے (۱۰ بار) الٰہی دنیا اور یوم القیامۃ کی تنگی سے میں تیری پناہ

Marfat.com

چاہتا ہوں (۱۰ بار)

کیسے عجیب وغریب کلمات ہیں؟ خصوصاً وہ پچھلی دعاء کس قدر جامع ہے۔ دنیا اور قیامت کی
ون کی تنگی کوئی تھوڑی سی بات نہیں ہے زاہدوں اور پارساؤں کو خوب یاد ہو کہ دنیا کی تنگی بھی کافر
بنا دیتی ہے پس مشتاقان سیرت نبوی کو اور پر فکسٹ ماڈل مونہ کامل پر فدا ہو جانیوالوں کو چاہئے کہ ان کلمات
نبویہ صلعم کو خوب غور سے پڑھیں۔ ۳ ذکر یہ ہے

(۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

تو ہی اور صرف تو ہی مستحق عبادت ہے۔ میں تیری پاکی اور بے عیبی تیری حمد سمیت بولتا ہوں اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں تجھ ہی سے تیری رحمت کا سائل ہوں الٰہی مجھے اور علم عطا کر۔ ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو کج نہ کیجیو اپنے پاس سے مجھے رحمت عنایت فرما کیونکہ یہہ تیرا ذاتی خاصہ ہے۔ کہ تو داتا ہے اور ہر ایک سائل کو اسکی مراد دیتا ہے۔

(۴) جو سورہ آل عمران کی اخیری دس آیات ہیں اور جو قابل غور و تدبر ہیں۔ خصوصاً اسوقت میں جبکہ تمام خلقت سوئی پڑی ہو مجھے خوب یاد ہے کہ لاہور میں ایک رات کو اسی وقت ریلوے اسٹیشن کے باہر میدان میں میں یہہ آیات پڑھتا تھا ایک ہندو نے جو یہہ آیات سنیں وہ اسی وقت گرویدہ ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ للہ کبھی کبھی اسلام کی خوبیاں بیان کیا کرو۔ اسکے بعد مسواک کرے پھر وضو کرے۔ پھر گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھے جن میں سے ایک رکعت وتر ہے۔

آداب صلوٰۃ اللیل میں سے ایک ادب یہہ ہے کہ انسان انہیں ذکروں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارکان صلوٰۃ میں پڑھا کرتے اوروں کو پڑھنے کا حکم دیتے۔ مواظبت کرے۔ دوسرا ادب یہہ ہے کہ دو دو رکعت پر سلام پھیرے۔ پھر اپنے ہاتھوں کو اونچا کرے اور گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا مانگے۔ اس نماز کے بعد نبی صلعم کی دعاء کے یہہ کلمات تھے۔ یہہ کلمات کسی نورٌ علیٰ نور ہیں۔ وقت ہو پچھلی رات کا اور اسمیں پہلے اذکار مذکورۃ الصدر میں سے کوئی ذکر

Marfat.com

پڑھا جا چکا ہو پھر مسواک وضو کے بعد ہی یہ نماز پڑھی جاوے اور پھر اسکے بعد یہ نوری کلمے پڑھے جاویں۔ تو یارو! پھر کوئی پڑھنے والا ہوگا جسکا دل نور سے معمور اور سرور سے بھرپور نہ ہوجاوے وہ نوری کلمات یہ ہیں جو حجۃ اللہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ کلمات باختلاف یسیر و زیادت چند کلماتِ دیگر بروایت ابن عباس رضہ مسلم میں درج ہیں۔ جس کو زیادہ شوق ہو وہاں سے دیکھ لے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا۔

الٰہی! میرے دل میں نور ڈالیو۔ میری آنکھ میں نور ڈالیو۔ میرے کان میں نور ڈالیو۔ میرے دائیں نور کیجیو۔ میرے بائیں نور کیجیو۔ میرے اوپر نور کیجیو۔ میرے نیچے نور کیجیو۔ میرے آگے نور کیجیو۔ میرے پیچھے نور کیجیو۔ میرے لئے نور کیجیو۔

طرق مختلفہ نماز وتر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو کس طرح پڑھا ہے اور وہ سب کے سب سنت ہیں **امام ابن القیم** رحمہ زاد المعاد میں آٹھ طریق لکھے ہیں جنمیں سے چھ قابل نقل ہیں۔ **طریق اول** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کرکے آٹھ رکعتیں پڑھیں یعنے دو دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور سو جاتے۔ پھر جاگ کر نیا وضو اور مسواک کرتے اور پھر آخر میں تین رکعت وتر پڑھتے اور نو رکعت کے پڑھنے کا طریق ہم نے سب سے پیچھے لکھا ہے۔ اسکو وہاں پر پڑھ لو **طریق دوم** پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھ لیتے۔ پھر بعد ش دو دو رکعت پر سلام پھیر کر دس رکعتیں پڑھتے۔ پھر ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔ **طریق سوم** ۱۳ رکعات مثل طریق دوم پڑھتے۔ دو دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرتے جاتے۔ اور طریق دوم کی طرح شروع میں دو ہلکی رکعتیں نہ پڑھتے۔ پھر ایک وتر پڑھ لیتے۔ **طریق چہارم**۔ دو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور اس طرح پر آٹھ رکعتیں پڑھنے کے بعد پوری پانچ رکعتیں متواتر ایک ساتھ پڑھتے۔ اور صرف

Marfat.com

اخیر میں قعدہ کرتے اور تشہد اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے **طریق پنجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کل ۹ رکعات پڑھتے اور وہ اس طرح پر کہ پہلے آٹھ رکعت متواتر ایک ساتھ پڑھ لیتے اور آٹھویں رکعت کے بعد قعدہ کرتے اور تشہد وغیرہ پڑھتے پھر بغیر سلام پھیرنے کے اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت کو ختم کر کے سلام پھیرتے۔ پھر اسکے پیچھے بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ **طریق ششم** طریق پنجم کی طرح سات رکعات پڑھتے پھر بعد ش بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری سات رکعات صرف ایک قعدہ اخیرہ پڑھتے۔ **طریق ہفتم** میں امام صاحب مرحوم و مغفور نے تین وتروں کے پڑھنے کی کیفیت پر بحث کی ہے۔

نماز وتر ایک سے لیکر تیرہ رکعت تک ہے۔

ترمذی میں بعد حدیث ام سلمہ کہ نبی صلعم تیرہ رکعات نماز وتر پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ پر بڑھاپا آگیا اور جسم شریف کمزور ہو گیا تو پھر آپ سات سات رکعات وتر پڑھا کرتے تھے"۔ لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۳-۱۱-۹-۷-۵-۳-۱- وتر پڑھنے مروی ہیں۔ مسوی میں ہے کہ اقل تعداد وتر ایک ہے۔ اکثر تعداد ۱۳ ہے۔ ادنے کمال ۳ ہے۔ پھر جتنی زیادتی ہوگی اتنی ہی کمال کی زیادتی ہے۔ (الروضۃ الندیہ)

اقل تعداد رکعات نماز فریضہ و رواتب شبانہ روزی چالیس ہے۔

پہلے پڑھ چکے ہو کہ رات دن میں نماز فریضہ کے سترہ رکعات ہیں اور رواتب الفرائض کی کل رکعات مشبانہ روزی کی اقل مگر صحیح تعداد دس اور اوسط بارہ اور اکثر چودہ رکعات ہیں۔ اور وتروں کے اکثر تعداد تیرہ ہے گویا حد دوم کی نماز مشبانہ روزی کی اکثر تعداد رکعات ۴۴ ہے۔ اوسط ۴۲ ہے۔ اور اقل ۴۰ ہے بشرطیکہ کوئی پوری تیرہ رکعات وتر پڑھے۔ پھر اگر وتروں کی تعداد گھٹتی جائیگی تو کل تعداد گھٹتی جاوے گی۔

لوگو! جو شخص رات دن میں اتنی دفعہ اپنے مالک کے روبرو کھڑا ہو کر عاجزی کرتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ پاک نہیں ہو جاتا؟ او! کیوں نہیں۔ اگر ایسا شخص پاک نہیں ہوگا تو پھر کوئی شخص پاک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طریق جیسا کوئی طریق نہیں ہے۔ اتنی رکعات رواتب شبانہ روزی

Marfat.com

سے صاف ظاہر ہے کہ امت محمدیؐ کے بعض افراد تو واقعی محسنین ہیں اور کم از کم اتنا ثابت تو ضرور بالضرور ملتا ہے کہ اس امت مرحومہ میں ایسے لوگ بہت ہیں جو مستعد للاحسان ہیں۔ محسن بننا ہر ایک کا کام نہیں ہے تم احسان کے معنے پڑھ چکے ہو کہ احسان اس جذبے پر عبادت کرنے کو کہتے ہیں کہ گویا تم اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر اتنا نہ ہو تو اتنا تو سہی کہ تم اپنے دل میں یقین کرلو کہ خداوند تعالےٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ صلوٰۃ اللیل جمہور الناس پر فرض نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو مستعد ہیں ان کے لئے اور انکی استعدادوں کو بڑھانے کے لئے اس نماز کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ عوام کو جو بمشکل تمام پنجوقتی نماز پڑھتے ہیں اس تکلیف کے لئے مخاطب کرنا خلاف مصلحت شریعت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضؓ نے حضرت صلعم کے روبرو سے ایک گنوار کو سنا کہ یہ نماز نہ تو تیرے لئے ہے اور نہ تیرے جیسے تیرے دوستوں کے لئے۔ اصل واقعہ یوں ہے

عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم ان الله وتر یحب الوتر فاوتروا یا اهل القرآن فقال اعرابی ما یقول رسول الله صلعم قال لیس لک ولا لاصحابک (ابن ماجہ باب ما جاء فی الوتر)

جو ابن ماجہ میں مروی ہے۔ "حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔ یکتا کو پسند کرتا ہے پس اے قرآن والو وتر ادا کیا کرو (نماز وتر پڑھا کرو) ایک گنوار نے اس پر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ آپکا یہ فرمان تیرے اور تیرے دوستوں کے لئے نہیں ہے۔"

عن ابن حذافة رضؓ قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم ان الله امدکم بصلوة هی خیر لکم من حمر النعم قلنا وما هی یا رسول الله صلے الله علیه وسلم قال الوتر ما بین صلوة العشاء

رسول اللہ کی اس حدیث پر بھی کبھی غور کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک اور نماز زیادہ کردی ہے جو تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ اور اوس کتا ہے پوچھا کہ حضرت وہ کونسی نماز ہے آپ نے فرمایا کہ وہ نماز وتر ہے جس کا وقت نماز عشا سے پڑھ

Marfat.com

الی طلوع الفجر۔ رواہ الخمسۃ الا النسائی۔ (بلوغ المرام)

ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اور پوہ پھٹنے تک رہتا ہے۔

نماز وتر سنت موکدہ ہے

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ نماز بڑی ضروری ہے ہاں اللہ تعالے نے اسکو فرض نہیں کیا جمہور آئمہ اور علماء نے اس نماز کو سنت موکدہ قرار دیا ہے صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہہ نماز واجب ہے مگر جو لوگ ان بزرگواروں کی اصطلاحوں کو سمجھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسکو سنت کہا ہے وہ سنت کو واجب کی طرح ہی واجب سمجھتے ہیں عرب میں دولت مند کی دولت کا معیار اونٹ ہوتا ہے پھر جس شخص کے پاس سرخ اونٹ ہو وہ تو بس سب سے زیادہ دولتمند سمجھا جاتا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ نماز جسکو فنا نہیں ہر دنیا کے بڑی سے بڑی دولت سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ یہہ فانی ہے۔ غرضکہ یہہ نماز وتر سنت موکدہ ہے خواہ اول اللیل میں پڑھو خواہ آخر اللیل میں مگر آخر اللیل افضل ہے باقی رہی یہہ کہ یہہ نماز کتنی ہے سو اسکی بابت اوپر پڑھ چکے ہو۔ کہ اقل حد ایک ہے۔ اکثر حد تیرہ ہے۔

تین وتروں کے پڑھنے کے تین طریق ہیں

چونکہ لوگ رات کے پہلے حصہ میں ہی وتر پڑھ لیتے ہیں اور پڑھتے بھی تین ہیں اسواسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پڑھنے کے طریقے لکھے جاویں۔

طریق اول

دو رکعت پڑھ کر قعدہ کرنا۔ اذکار قعدہ پڑھ کر سلام پھیر دینا۔ پھر اٹھ کر قیام کرنا۔ اور قرأت کے بعد بغیر رفع یدین کرنے کے دعاء قنوت پڑھنا۔ پھر رکوع۔ قومہ۔ سجود وغیرہ کرکے قعدہ کرنا اور اذکار قعدہ پڑھ کر سلام پھیرنا۔ پس اس طریق میں دو تشہد اور دو ہی سلام ہیں مگر عوام اس سے محض ناآشنا ہیں۔

طریق دوم

دو رکعت پڑھکر قعدہ کرنا۔ تشہد پڑھکر بغیر سلام کے اٹھ کر تیسری رکعت اسی طرح پڑھنا جسطرح طرق اول میں بیان کیا گیا ہے۔ عوام کا اسی طریق پر عمل ہے مگر زیادتی یہہ ہے کہ اسمیں دعاء قنوت کے لئے رفع یدین کرتے ہیں اس طریق اور طریق

Marfat.com

اول میں فرق یہہ ہے کہ طریق اول میں دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے اور اس طریق میں نہیں پھیرا جاتا۔

طریق سوم دوسری رکعت کے بعد کوئی قعدہ نہ کیا جاوے دوسری رکعت کے سجدہ اخیرہ کے بعد جلسہ استراحت کرتے ہی اٹھ کھڑا ہو اور تیسری رکعت اسی طرح پڑھے جس طرح طریق اول اور دوم میں پڑھنے کا ذکر ہو چکا ہے اس طریق سے بھی عوام عموماً بے خبر ہیں یہہ طریق پہلے دونو طریقوں سے نرالا ہے۔ فرق یہہ ہے کہ اس میں صرف تیسری رکعت میں قعدہ کیا جاتا ہے اور بس۔

وتروں کے مختلف طرق مرویہ پر قیاس کرنے سے یہہ تینوں صورتیں نکل سکتی ہیں اور ان پر امت محمدیہ صلعم کا عمل بھی ہے مگر طریق اول و سوم اصح اور اثبت ہیں کیونکہ تین وتروں کے پڑھنے کے طریق اول و سوم کا پتہ سنت سے ملتا ہے۔ سنت کو چھوڑ کر قیاس کی طرف دوڑنا ایک ایسی بات ہے کہ دل میں اوسکا کانٹا چبھتا ہے۔ طریق دوم اگرچہ جائز ہے مگر طریق اول و طریق سوم مسنون ہیں۔ طریق اول کی سند کے لئے ترمذی میں یہہ حدیث ہے۔ حضرت انس بن سیرین

عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ فقلت اطیل فی رکعتی الفجر فقال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلے من اللیل مثنے مثنے ویوتر برکعۃ وکان یصلے الرکعتین والاذان فی اذنہ (ترمذی باب ماجاء فی الوتر برکعۃ)

کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اور یہہ کہا کہ میں فجر کی دو رکعتیں لمبی کر کے پڑھتا ہوں۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت نماز شب پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرتے تھے اور دونوں رکعت اس طرح پر پڑھتے تھے کہ گویا اقامت کان میں ہوتی (یعنی فجر کی سنتوں کی دو رکعتیں جلد جلد پڑھتے تھے نہ کہ دیر لگا لگا کر اور لمبی کر کر)

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور بعض اصحاب نبی صلعم

Marfat.com

اور تابعین اور ائمہ ثلاثہ مالک شافعی احمد رحمہم اللہ کا مذہب نقل کیا گیا کہ ان کے نزدیک دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان **فصل** جائز ہے یعنی یہ کہ دو رکعت الگ پڑھی جاویں اور تیسری الگ جو وتر ہوگی۔ طریق سوم کی سند میں بلوغ المرام میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلعم ان تین سورتوں کے ساتھ وتر پڑھا کرتے تھے یعنی تین وتروں میں یہ تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (۱) سبح اسم ربک الاعلیٰ (۲) قل یا یھا الکافرون (۳) قل ھو اللہ احد۔ (احمد۔ ابوداؤد نسائی) اور نسائی میں اتنی زیادتی اور ہے کہ ان وتروں میں صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی بروایت عائشہ رضؓ اسی طرح ہے ہاں ترمذی میں یہ تصریح ہے کہ یہ سورتیں ترتیب بالا سے نماز میں پڑھتے تھے یعنی رکعت اول میں سبح اسم دوسری رکعت میں قل یا یھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ یوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وقل یا یھا الکافرون وقل ھو اللہ احد رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وزاد ولا یسلم الا فی آخر ھن ولابی داؤد والترمذی نحوہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفیہ کل سورۃ فی رکعۃ وفی الاخیرۃ قل ھو اللہ احد والمعوذتین۔

صاحب سبل السلام نے حدیث متفق علیہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شرح کے ضمن میں حدیث بالا کی تائید کے لئے حضرت عائشہ رضؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلعم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور صرف پچھلی رکعت پر قعدہ کرتے تھے اور احمدؒ کی عبارت یہ ہے کہ تین وتر پڑھتے اور ان میں فصل نہ کرتے یعنی متواتر تین وتروں میں وصل ہی کرتے

عن عائشۃ رضؓ عند احمد والنسائی والبیہقی والحاکم کان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یوتر بثلاث لا یجلس الا فی آخرھن بلفظ احمد کان یوتر بثلاث لا یفصل بینھن۔

وتروں کی قضا

اگر نماز وتر سوتے سوتے یا بھولے سے رہ جاوے تو نماز فریضہ کی طرح اسکا وہی وقت ہے جب جاگ یا یاد آجاوے۔ عامہ تارک کے لئے بعض کے نزدیک قضا ہے اور بعض کہتے ہیں صرف توبہ اور استغفار ہے اور بس۔ مگر قرض الٰہی کا ادا ہونا بہتر ہے خواہ کسی طرح ہو (تفصیل کے لئے مضمون قضائے فوائت واقتضاء فی العمل کا آخری حصہ دیکھو)

دعاء قنوت

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہہ دعاء وتروں میں پڑھنے کے لئے سکھائی یہہ دعا ترمذی سے نقل کی گئی ہے اور اس میں یہہ دو زیادتیاں جو دیگر کتب حدیث سے معلوم ہوئی ہیں درج کی گئی ہیں۔ ایک تو یہہ ہے ولا یعز من عادیت دوسری وصلے اللہ علی النبی پہلی زیادتی بیہقی اور نسائی کی ہے دوسری زیادتی نسائی میں ہے (زاد المعاد) گویا مکمل دعا یہہ ہے

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

الٰہی! جن لوگوں کو تو نے ہدایت کی ان میں شامل کرکے مجھے ہدایت کر۔ جن لوگوں کو تو نے عافیت عطا فرمائی ہے ان کے زمرہ میں داخل کرکے مجھے عافیت عطا فرما۔ جن لوگوں کا تو کارساز ہے ان کی جماعت میں شریک کرکے میرا کارساز بن۔ جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت کر۔ جو حکم تو نے جاری کیا ہے اس کے شر سے مجھے بچا۔ کیونکہ حکم تو ہی جاری کرتا ہے اور تیرے برخلاف کوئی حکم جاری نہیں کیا جاتا۔ یہہ واقعی بات ہے کہ جس کا تو حامی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس کا تو دشمن ہے وہ عزت نہیں پاتا۔ الٰہی! تو بڑی برکت والا ہے۔ اور بڑی بلندی اور علو والا ہے اللہ تعالیٰ نبی صلعم پر خاص خاص رحمت بھیجے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی قنوت کا پڑھنا ثابت ہے (سفر السعادہ) انہی کی دعا باختلاف الفاظ چند حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ کی طرف

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ ط اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

الٰہی! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اور بہتر سے بہتر تیری صفت و ثنا کرتے ہیں اور تیری شکر گذاری کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے جو تجھے چھوڑ کر نافرمان بنتے ہیں ہم ان کو الگ کرتے اور چھوڑتے ہیں۔ الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے ہی نماز پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور تیری ہی خدمت اور بندگی بجا لاتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ہی ہوگا

ترمذی اور نسائی میں ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے وتروں کے اخیر میں یہہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (نزھۃ السعادۃ وزاد المعاد)

الٰہی! میں تیرے غضب سے بھاگ کر تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیرے عذاب سے بھاگ کر تیرے معاف کرنے میں اور تجھ سے بھاگ کر تیری ہی پناہ میں آتا ہوں میں تیری تعریف کو شمار میں نہیں لا سکتا جس طرح تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے اسی طرح پر ہے۔

اصل بات یہہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قطعاً کسی صریح نص کے ساتھ کسی دعا کا وتروں کے کسی حصہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے اوپر کی حدیث سے بھی صراحت نہیں ملتی بلکہ نسائی کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ یہہ دعا اسوقت پڑھتے تھے جب نماز سے فارغ ہوتے اور بستر پر جاتے اور یہہ بھی ثابت ہے کہ یہہ دعا آپ سجدہ میں پڑھتے تھے ممکن ہے کہ یہ دعا نماز میں بھی پڑھتے ہوں

Marfat.com

اور بعد نماز بھی۔

وتر پڑھ چکنے کے بعد کیا پڑھے

عادت مبارک تھی کہ وتروں کے نماز سے فراغت پاکر یعنے سلام پھیرتے ہی یہہ پڑھتے۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ - دو دفعہ نرم آواز کے ساتھ اور تیسری دفعہ خوب بلند آواز سے پڑھتے پھر جب تیسری دفعہ بلند آواز سے پڑھ چکتے تو ساتھ ہی یہہ کلمہ ملا دیتے۔ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (سفر السعادۃ) گویا یہہ دعا یوں پڑھتے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔

قدوس بادشاہ کا ہر عیب و نقص سے پاک ہونا بیان کرتا ہوں۔ قدوس بادشاہ کا ہر عیب و نقص سے پاک ہونا بیان کرتا ہوں۔ قدوس بادشاہ کا ہر عیب و نقص سے پاک ہونا بیان کرتا ہوں جو تمام ملائکہ اور جبرائیل و میکائیل کا رب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز وتر پڑھتے دیکھتا اور آپ کے ساتھ پڑھتا رہا آپنے نماز ختم کی تو موذن نے اذان دیدی۔ آپ نماز کے لئے باہر نکلے اور یہہ کلمات پڑھتے تھے اللھم اجعل فی قلبی نورا۔ الخ۔ یہہ کلمات مع ترجمہ پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

چھٹی قسم نماز ضحے

یہہ نماز بھی کسی کسی قلب کا حصہ ہے اس کے وقت کی پہلی حد طلوع آفتاب۔ دوسری حد زوال سے پہلے پہلے۔ اسکا افضل وقت وہی ہے کہ جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے ہیں یعنے جب خوب گرمی پڑتی ہے شارع علیہ السلام نے اس نماز کو فرض نہیں کیا کیونکہ جمہور الناس تو یک طرف اکثر خواص بھی اس تکلیف کو متحمل نہیں ہو سکتے وہی تو اشتغال فضل یعنے تلاش معاش اور طلب روزی کے لئے دن کا نکلنے کا وقت ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہی وقت دلوں پر زنگ جمانے اور ظلمت سیئات سے دلوں کو سیاہ کرنے کا وقت ہے اس لئے شارع علیہ السلام نے دو تجویزیں مقرر فرمائیں ایک تو محض ذکر ہے جو صرف زبان اور دل سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسری تجویز ایک نماز نافلہ ہے وہ ذکر یہہ

Marfat.com

جو آپنے بازار میں جانے والوں کو پڑھنے کے لئے سکھایا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی لئے حمد ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے وہ خود زندہ ہے اسکو موت نہیں ہر قسم کی خیر اسکے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

ایک ایک لفظ اس ذکر کا تدبر کے لائق ہے۔ میرا کامل یقین ہے کہ تمام حیل شیطانی کو جو بازاری لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں یک لخت دل سے گنوا دیتا ہے۔ دھوکا۔ فریب۔ دغا۔ جھوٹ اعضا کے ساتھ زنا کرنا۔ غیبت کرنا۔ کم تولنا۔ غبن کرنا۔ خیانت کرنا۔ دوسروں کا دل میں حسد سے زیادہ دور رکھنا۔ لوگوں کی بیجا تعریفیں کرنا اور حقیقی بادشاہی والے کو جو مستوجب حمد ہے دل سے فراموش کرنا دوسرے لوگوں کو اپنے نفع وضرر کا اصلی باعث یا مالک سمجھنا اور اتنا بودا ایمان رکھنا کہ اور لوگ نقصان یا نفع پہونچانے پر قادر ہیں ۔۔ یہ ساری باتیں سمجھ کر پڑھنے والے بازاری کے دل سے فوراً دور ہو سکتی ہیں۔ اور پھر وہ نور ایمان سے معاملات میں کجروی اختیار نہیں کر سکتا۔

دوسری تجویز یعنی نماز نفل ہے اس کی کم سے کم دو رکعات ہیں اور یہ دو نور رکعات پڑھنے والے کے ہر عضو کے صدقہ واجبہ کے لئے کافی ہیں۔ انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں ہر عضو کا صدقہ واجبہ یہ ہے کہ جس جس محل کے لئے وہ موضوع ہوئے ہیں اُس اس محل میں مستعمل ہوں تو گویا جب وہ اپنے اپنے محل میں مستعمل نہ ہوئے تو صدقہ واجبہ جو اُن پر واجب تھا ادا نہ ہوا جب ادا نہ ہوا تو اب اُسکا کچھ کفارہ چاہئے۔ کفارہ یہی کہ کم سے کم دو رکعات پڑھ ہی جاویں۔

عن ابی ذر رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقۃ فکل تسبیحۃ صدقۃ وکل تحمیدۃ صدقۃ وکل تہلیلۃ

تمہارے بدن کی ہر ایک ہڈی یا ہر ایک جوڑ پر صبح اُٹھتے ہی ایک ایک صدقہ واجب ہوتا ہے پس ہر ایک تسبیح ایک صدقہ ہے ہر ایک تحمید ایک صدقہ ہے۔ ہر ایک تہلیل ایک صدقہ ہے نیکی کرنے کے لئے کہنا ایک صدقہ ہے اور

Marfat.com

صدقة وكل تكبيرة صدقة وامر بالمعروف صدقة ونهى عن المنكر صدقة ويجزئ عن ذلك ركعتان يركعهما من الضحى رواه مسلم (مشكوٰة)

برائی سے بچنے کے لئے کہنا ایک صدقہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص ضحے کی دو رکعتیں پڑھ لے تو وہ ان سب کی طرف سے کافی ہو جاتی ہیں۔

دوسرا درجہ چار رکعات ہیں جسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم ابتدائے دن میں میرے لئے چار رکعات نماز پڑھ باقی سارا دن میں تیرے لئے کافی ہوں گا یعنے شام تک **سبحان اللہ** پڑھنے والوں کو کیسی بشارت ہے۔

عن ابی الدرداء وابی ذر قالا قال رسول اللہ عن اللہ تبارک یا ابن آدم ارکع لی اربع رکعات من اول النہار اکفک آخرہ رواہ الترمذی وغیرہ (مشکوٰۃ)

تیسرا درجہ جو چار سے زیادہ ہو مثلاً ۶ - ۸ - ۱۰ - ۱۲ - اس نماز کے متعلق مفصل منقولی بحث اگر کسی نے دیکھنی ہو تو زاد المعاد میں دیکھ لیوے۔

ساتویں قسم نماز تسبیح

یہ بہرہ بھی محسنین کا ہی ہے اس میں ایک ذکر ایسا پڑھا جاتا ہے جسمیں تسبیح تحمید تہلیل اور تکبیر ہے اور جو تین سو بار پڑھا جاتا ہے۔ محض زبانی ذکر نہیں ہے بلکہ ہر ایک ہیئت نماز میں علاوہ ذکر ہیئت اسے پڑھا جاتا ہے اس نماز کی چار رکعات ہیں اسکی فضیلت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خصال عشرہ بیان فرمائی ہیں یعنی اس قسم کے گناہ اس سے دور ہوتے ہیں خواہ ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔ اور اپنے چچا عباس کو بڑی تاکید فرمائی۔ دن میں ایک دفعہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار سہی بالخصوص جمعہ کے دن بعد از زوال۔ نہ ہو سکے تو ماہ بھر میں ایک بار سہی۔ نہ ہو سکے تو سال بھر میں ایک دفعہ سہی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ سہی۔ اس نماز کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے حتے کہ بعض نے کہا ہے کہ وہ حدیث ہی جسمیں اس نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے موضوع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ضعیف ہے خیر کوئی کچھ کہے کوئی کچھ محسنین کو نفس امر دیکھ لینا چاہئے۔ کلمات اسکے کیسے طیب ہیں پڑھے کہاں کہاں جاتے ہیں! قیام میں۔ رکوع میں۔ قومہ میں۔ سجود میں۔ جلسہ میں دوسرے جلسہ میں

Marfat.com

صلہ استراحتیں، علاوہ براں بعض کہ یہ حدیث نے اسکی تصحیح اور بہتوں نے اسکی تحسین کی ہے غرض یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک بزرگ اور مشائخ اسکو پڑھتے اور اس کے فضائل و تاثیرات بیان کرتے چلے آئے ہیں اگرچہ حدیث عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سوائے قیام کے ضروری ذکر کے اور کسی ہیئت کے ذکر کا بیان نہیں ہے مگر چونکہ اسکا نام نماز رکھا گیا ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ مبارک یہہ ہیں کہ تو چار رکعت نماز پڑھا سو اسطے خود لفظ رکعت سے معلوم ہوتا ہے کہ رکعت کے جملہ ہیئات کے اذکار کے علاوہ ذکر تسبیح پڑھا جاتا ہے اور ترمذی میں عبداللہ بن مبارک کے عمل اور قول میں ان اذکار نماز کا صریح ذکر بھی موجود ہے۔ غرضکہ مشہور و معمول طریق نماز تسبیح یہہ ہے جو ذیل میں لکھا جاتا ہے اسکے بعد ہم حدیث عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو نقل کرینگے۔

طریق ادائے نماز تسبیح

پہلی رکعت میں بعد تکبیر تحریمہ سبحانک اللھم یا اللھم باعد یا کوئی دعائے استفتاح پڑھے پھر تعوذ پھر بسم اللہ۔ پھر سورہ فاتحہ۔ پھر آمین۔ پھر باقی قرآن مجید میں سے کوئی حصہ یا کوئی پوری سورہ بالخصوص اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ پڑھے اسکے بعد حالت قیام میں ہی پندرہ بار یہہ ذکر پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اسکے بعد رکوع کرے اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔ یا کوئی اور ذکر مسنون پڑھنے کے بعد پھر وہی ذکر دس بار پڑھے اسکے بعد سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ پڑھنے کے بعد پھر وہی ذکر حالت قومہ میں ہی دس بار پڑھے اس کے بعد سجود کرے اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ یا کوئی اور ذکر مسنون پڑھنے کے بعد پھر وہی ذکر سجدہ میں ہی دس بار پڑھے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ کرے اور جلسہ میں (بعد ذکر جلسہ) پھر وہی ذکر دس بار پڑھے اسکے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی پہلے سجدہ کی طرح کرے۔ پھر جلسہ استراحت کرے اور اس میں بس صرف یہی ذکر دس بار پڑھے۔ غرضکہ جب یہہ پہلی رکعت ہو چکی اور اس میں یہہ ذکر پچھتر دفعہ پڑھا جا چکے تو اب دوسری رکعت کے لئے اٹھے اور اٹھتے ہی اول فاتحہ پھر قرآن مجید کا کوئی اور حصہ یا کوئی کامل سورہ بالخصوص والعصر پڑھے اسکے

Marfat.com

بعد پھر پہلی رکعت کی طرح پوری رکعت کر کے تشہد کے لئے قعدہ کرے اور التحیات للہ سے پہلے وہی ذکر دس بار پڑھے اور اگر دو نو رکعتوں میں سلام پھیرنا چاہے تو اسکی مرضی یعنے پہلے یہہ ذکر پڑھے پھر التحیات پھر درود پھر کوئی دعا بالخصوص وہ دعا جو نیچے لکھی گئی ہے پڑھ پھر سلام پھیرے۔ ورنہ اٹھ کھڑا ہووے اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بالخصوص قل یا ایھا الکافرون پڑھے اور پہلی رکعتوں کی طرح اس رکعت کو بھی ختم کر کے چوتھی رکعت کے لئے اٹھے اور سورہ فاتحہ کے علاوہ بالخصوص قل ھو اللہ احد پڑھے اور اس رکعت کو بھی پہلی رکعتوں کی طرح ختم کرے اور اس میں بھی قعدہ میں بیٹھتے ہی پہلے یہہ ذکر پڑھے بعد ش التحیات للہ پھر درود شریف پھر کوئی دعا بالخصوص دعا ذیل جو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے ثابت ہے پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَّعَاصِیْکَ وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حَیَاءً مِّنْکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَحُسْنَ ظَنِّیْ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ۔ (مظاہر حق)

الٰہی! میری التجا تجھ سے یہہ ہے کہ تو مجھے یہ چیزیں عطا فرما۔ اہل ہدایت کی سی توفیق اہل یقین کے سے اعمال۔ اہل توبہ کی سی سچی خالص توبہ۔ اہل صبر کا سا عزم۔ اہل خشیت کا سا جہد۔ اہل رغبت کی سی طلب پرہیزگاروں کا سا تعبد! اور اہل علم کی سی معرفت یہانتک کہ میں تجھ سے ہی ڈروں۔ الٰہی میری التجا تجھ سے یہہ ہے کہ تو مجھے ایسا ڈر عطا فرما جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روکے اور اتنا ڈر کہ میں تیری اطاعت پر عمل کر کے تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں اور تیرے ڈر سے سچی توبہ کروں۔ اور تیرے لئے ہی نصیحت اور خیر خواہی کو خالص کروں اور اپنے سارے کاموں میں تجھ پر بھروسا کروں الٰہی! میری التماس یہہ بھی ہے کہ تو مجھے اپنی حسن ظنی عنایت کر۔ میں نور کے پیدا کرنے والے کی پاکی بیان کرتا ہوں

Marfat.com

اس کے بعد سلام پھیرے اور اگر دوسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا ہو تو اب دو اور رکعتیں پہلی کو ملا کر پڑھ لیوے۔ بس یہ طریق ہے اس نماز کے پڑھنے کا۔ کئی بزرگوں سے ثابت ہے کہ یہ نماز تریاق کا حکم رکھتی ہے کیسی ہی سختی یا تنگی کیوں نہ ہو مخلص مومن اس نماز کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ وہ حدیث جسکا حوالہ اوپر دیا گیا ہے یہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن عبدالمطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واٰخرہ قدیمہ وحدیثہ خطأہ وعمدہ صغیرہ وکبیرہ سرہ وعلانیتہ ان تصلی اربع رکعاتٍ تقرء فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃً فاذا فرغت من القراءۃ فی اول رکعۃ وانت قائم قلت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خمس عشرۃ مرۃ ثم ترکع فتقولہا وانت راکع عشراً ثم ترفع راسک من الرکوع فتقولہا عشراً ثم تہوی ساجداً فتقولہا وانت ساجد عشراً ثم ترفع راسک من السجود فتقولہا عشراً ثم تسجد فتقولہا ثم ترفع راسک فتقولہا عشراً	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا کہ اے میرے چچا کیا میں تجھے نہ دوں؟ نہ دوں؟ نہ بتاؤں؟ کیا تجھے دس خصلتوں کا مالک نہ بناؤں؟ جب تو یہ عمل جو میں تجھے بتاؤں گا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے یہ دس قسم کے گناہ معاف کر دے گا۔ اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے۔ نادانستہ اور دانستہ چھوٹے اور بڑے چھپے اور ظاہر۔ اور وہ عمل یہ ہے کہ تو چار رکعات نماز پڑھے۔ پھر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھے۔ جب تو پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جائے اور ابھی تو قیام کی حالت میں ہی ہو تو اسوقت یہ ذکر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پندرہ دفعہ پڑھ پھر رکوع کر اور رکوع کی حالت میں بھی وہی ذکر دس دفعہ پڑھ پھر رکوع سے سر اٹھا اور قومہ کی حالت میں بھی وہی ذکر

فذلك وخمس وسبعون فی کل رکعة
تفعل ذلك فی اربع رکعات ان
ان تصلیا فی کل یوم مرة فافعل فان
لم تفعلا ففی کل جمعة مرة فان لم تفعل
ففی کل سنة مرة فان لم تفعل ففی
عمرك مرة رواه ابوداؤد وابن ماجة
والبیهقی فی الدعوات الکبیر ورواه
الترمذی عن ابی رافع نحوه (مشکوٰة)

دس بار پڑھ پھر سجدہ کرتا ہو اگر جا اور سجدہ کی حالت
میں بھی ذکر دس بار پڑھ پھر سجدے سے سر اٹھا
اور جلسہ کی حالت میں بھی وہی ذکر دس بار پڑھ
پھر دوسرا سجدہ کر اور اس حالت میں بھی وہی
ذکر دس بار پڑھ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ استراحت
میں دس بار وہی ذکر پڑھ بس یہ ذکر ایک رکعت
میں پچھتر دفعہ پڑھا گیا۔ ایسا ہی چاروں
رکعتوں میں کر۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ہر روز ایک
دفعہ کر نہ ہو سکے تو جمعہ بھر میں ایک دفعہ۔ یہ بھی نہ ہو سکے
تو سال بھر میں ایکدفعہ یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ۔

آٹھویں قسم قیام شہر رمضان یا نماز تراویح

یہ وہ نماز ہے جو ماہ رمضان میں رات کے وقت پڑھی جاتی ہے
رمضان شریف ایک ایسا مبارک ماہ ہے کہ
اس میں روزہ دار ملائکہ سے مشابہت پیدا
کرتے ہیں لہذا ایذ نفسانیہ سے نفس کو روکنا۔ ہر ایک عضو کو غیر محل کی طرف نہ جانے دینا۔ زبان کو
روکنا۔ آنکھوں کو روکنا۔ ہاتھوں کو روکنا۔ پاؤں کو روکنا دل کو منہیات عنہا سے باز رکھنا۔ بھوک
پیاس کو اختیار کرنا۔ یہ ساری ایسی باتیں ہیں کہ ملائکہ ان سے موصوف ہیں اور مشابہت بالملائکہ
تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ روزہ دار اقوال و افعال شہویہ اور سبعیہ اور شیطانیہ سے پاک ہو کیونکہ یہ
باتیں ہیں کہ جنسے نفس میں اخلاق خبیثہ اور رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جو نفس کو سیئات فاسدہ کی
بدبختی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فلا یرفث ولا یصخب فان
سابّہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم وقولہ من لم یدع قول الزور والعمل
بہ فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ پس کمال صوم ان ساری باتوں

لہ معاوہ از فحش کلامی کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہدے میں روزہ سے ہوں۔

لہ جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو بھی کھانا پینا چھوڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

کے چھوڑنے کا نام ہے جو بہیمیت کی طرف بلاتی ہیں اور ملکیت کی طرف سے ہٹاتی ہیں قولہ الصیام جنۃ روزے ڈھال ہوتے ہیں کیونکہ شیطان اور نفس امارہ کی شرارتوں سے بچاتے ہیں اور انسان کو الٰہی تاثیر سے دور پرے رکھتے ہیں بلکہ انسان کو خود شیطان کا دشمن بناتے ہیں حقیقت میں جس مہینہ میں روحانیت ہی روحانیت اور ملکیت ہی ملکیت پائی جاتی ہو اور بہیمیت مغلوب و مقہور اور لذائذ نفسانیہ اور غائب و نیویہ مکسور و منکوب تو جو عمل صالح اس ماہ میں کیا جاویگا بیشک اور دنوں کے اعمال صالحہ سے زیادہ اجر کا حق رکھیگا حدیث قدسی میں آتا ہے کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی الحدیث[1] گویا روزہ دار کا اجر اتنا ہوتا ہے کہ مثالی طور پر اس حسنہ کی کوئی گنتی نہیں بتائی جسکا سبب پروردگار نے خود یہ بیان فرمایا ہے کہ یدع الخ یعنی میری خاطر میری رضا کے لئے۔ اپنی خواہش ہوائی اور کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔ (متفق علیہ) پس اس ماہ میں قیام کرنا تم خود سمجھ سکتے ہو کس قدر ملکیت کو بڑھا سکتا ہے رحمت و غفران کے لئے کس قدر قائم اللیل مستعد و مستحق ہو سکتا ہے قولہ من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[2]۔ پس چونکہ سوا اس ماہ سے شارع علیہ السلام کا یہی ہے کہ مشابہت بالملائکہ ہو پس شارع علیہ السلام نے اسکی تحصیل و تکمیل کے لئے دو درجے مقرر فرمائے۔ درجہ عوام اور درجہ خواص یا درجہ محسنین۔ پس درجہ عوام تو یہی ہے کہ رمضان کے روزوں اور فرائض پر اکتفا کیا جائے۔ درجہ محسنین یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھیں۔ رات کے وقت قیام کریں۔ زبان کو قول زور سے بالکل منزہ رکھیں۔ پچھلے عشرہ میں خوب کمر ہمت باندھ کر اعتکاف وغیرہ کریں صاف ظاہر ہے کہ جمہور الناس محسنین نہیں ہو سکتے محسنین کم ہوتے ہیں اور عوام علم۔ درجہ علیا کے مالک بھی تھوڑے لوگ ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ لیکن تمام امت کو ضرور ضرور اپنی اپنی کوشش کر جتنا قیام ہو سکے کرنا چاہئے۔ قولہ ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم[3] بہ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام امت اس تکلیف مالا یطاق کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی لئے شارع علیہ السلام نے قیام کو فرض قرار نہیں دیا۔ پس جہاں تک ہو سکے قیام اللیل کو ماہ رمضان میں ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ

[1] ابن آدم کے ہر نیک عمل کا اجر بڑھایا جاتا ہے (اوسط درجہ کا) کہ ایک نیکی کا اجر دس گنی سے لیکر سات سات سو گنی تک بڑھایا جاتا ہے بجز روزے کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اس لئے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا اجر دونگا میری خاطر روزہ دار اپنی ہوائے نفسانی اور کھانا چھوڑتا ہے۔

[2] جو کوئی رمضان میں ایمان اور اللہ سے اجر لینے کی خاطر نماز (تراویح) پڑھتا ہے۔ اس کے پچھلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

کا یہہ فرمانا کہ مجھے اس قیام کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے کنایۃً یہہ ارشاد کرنا ہے کہ اس قیام کو ضرور کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اسکی فضیلت برابر ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ اسکی فضیلت اسوقت ہوتی جب یہہ قیام فرض ہوتا۔ جو حالت مسواک کی ہے وہی اس قیام اللیل کی ہے پس مومنین کو قیام اللیل کرنے کے لئے دل ہارنا نہیں چاہئے بلکہ کمر ہمت کو چست باندہیں اور وجہ علیا حاصل کرنے کے درپے ہوں۔

صحابہ رض یوں تو ہمیشہ ہی قائم اللیل تھے لیکن اس ماہ مبارک میں تو اور بھی چستی ظاہر کیا کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو نہیں کہا تھا کہ یہہ نوافل جماعت کے ساتھ میرے پیچھے پڑہو یہہ صرف ترغیبات عجیبہ کی تاثیر تھی کہ لوگ خود بخود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑے دوڑے آتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دفعہ یہہ کام کیا کہ لوگوں کو ان نوافل کی امامت کرائی۔ چوتھی دفعہ اس جماعت کے لئے آپ اندر سے نکلے ہی نہیں صحابہ رض سمجھے کہ آپ سو گئے ہیں۔ بہت تجویزیں کیں کہ کسی طرح آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نکلیں اور امامت کرائیں لیکن آپ باوجود لوگوں کے کمال اشتیاق کے گھر سے نہ نکلے۔ وجہ یہہ بیان فرمائی کہ مجھے ڈر ہو گیا تھا کہ ایسا نہو کہ تم پر یہہ نماز فرض ہو جاوے یعنے تم تو محسنین ٹھیرے تمہارے آگے قیام اللیل کچھ مشکل نہیں ہے لیکن عوام اس کام کو کب نباہ سکتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ نماز فرض نہیں ہے۔ قائم اللیل بالایمان والاحتساب اجور عظیمہ کا مستحق ہے دوسرے کو مواخذہ نہیں۔ اسی حدیث میں آگے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا جاؤ اپنے اپنے گھروں میں جا کر پڑہو کیونکہ مکتوبہ کے سوا باقی نمازوں کا گھر پر پڑھنا افضل ہے۔

پوری حدیث یوں ہے۔

عن زید بن ثابت ان النبی صلعم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلے فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ و ظنوا انہ قد نام فجعل بعضہم یتنحنح لیخرج

زید بن ثابت رض سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے مسجد میں بوریئے کا حجرہ بنایا اور اس میں کئی راتیں نمازیں پڑہیں یہانتک کہ آپکے پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک شب انہوں نے آپکے آواز کی آہٹ نہ پائی اور گمان کو بیٹھے کہ آپ سو گئے ہیں بعض لوگ کھنگھارنے لگے تاکہ آپ (سنکر اس حجرہ سے باہر صحن مسجد میں) تشریف لاویں

الیہم فقال ما منعک ان تصلی بکم الذی سمعت من صنیعکم فلا تفعلوا اذا صلیتم فی بیوتکم فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ)

رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا جو کچھ تمہاری کارگذاری میں دیکھتا رہا ہوں وہ تمہارے ساتھ لگی رہی اور تم سے اسمیں کچھ کمی واقع نہ ہوئی (یعنی تمہاری حرص کمال درجہ کی مجھے معلوم ہوئی) یہانتک کہ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ مبادا یہہ نماز تمپر فرض ہوجاوے اور اگر یہہ نماز تمپر فرض ہوجاتی تو تم اسکو نباہ سکتے۔ سو لوگو اپنی اپنی گھروں میں (ایسی) نمازیں پڑھا کرو۔ کیونکہ نماز فریضہ کے سوا (باقی جسقدر نمازیں ہیں) اُنکا گھر میں ہی پڑھنا افضل ہے صحابہ کا گو باجماعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرنا چھوٹ گیا لیکن بجائے خود انہوں نے کبھی اس قیام کو نہیں چھوڑا حتے کہ جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ اپنے عہد مبارک میں مسجد نبوی صلعم کے پاس سے گزرے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے دوسرا ایک جماعت کے ساتھ تب مسجد میں گھس گئے اور فرمایا۔ انی اری لو جمعت ھولاء علی قاری واحد لکان اولے یعنی مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہہ متفرق لوگ ایک ہی قاری (امام۔ قرآن کریم کا سنانیوالا) کے پیچھے اکٹھے ہوکر پڑھتے تو بہت ہی بہتر ہوتا۔ تب ابی بن کعب کو ان تمام نوافل پڑھنے والوں کا امام مقرر کر دیا۔ اگلی رات کو پھر آئے لوگوں کو ایک امام کے ساتھ پڑھتے دیکھا اور فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یعنے یہہ کام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باین ہیئت نہیں تھا اچھا ہی ہے آپ شامل جماعت نہیں ہوئے لیکن افضل قیام آخر اللیل کو کہا اور چلدیئے۔ چنانچہ اسوقت کے الفاظ شریفہ آنجناب صلعم یہہ ہیں۔ التی[1] تنامون عنہا افضل من التی تقومون۔

اسی جماعت کو ہرگز بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جماعت نہ کرانا صرف اسی مآل اندیشی پر مبنی تھا کہ لوگ اس نماز کو اسی طرح فرض نہ سمجھ لیویں جس طرح کہ نماز فریضہ کو جب وہ ڈر جو مانع جماعت تھا اٹھ گیا تو اب جماعت نہ کرانے کے کیا معنے۔ اگر یہہ بدعت ہوتی تو صحابہ رضوانہ سے کبھی جاری نہ رکھتے۔ پھر جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کیونکر ایسے امر کو شریعت میں داخل ہونے دیتے جو دین محمدی میں نیا اور محدث ہوتا

[1] جس نماز سے سوتے ہو وہ اسی نماز سے بہتر ہے جو پڑھ رہے ہو یعنی پچھلی رات کی نماز اس پہلی رات کی نماز سے افضل ہے۔

Marfat.com

پس رمضان مبارک میں جماعت کے ساتھ مسجد کے اندر اور رات کے پہلے حصہ میں پڑھنا سنت ہے جو لوگ ہر امر میں (مستحب ہی کیوں نہ ہو) سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے طالب و شایق ہیں وہ اس قیام اللیل کے عدد رکعات کی تلاش بھی سنت نبوی ہی میں کرتے ہیں۔ پس قیام اللیل نبوی رمضان ہو خواہ غیر رمضان ہمیشہ تیرہ یا گیارہ رکعات رہا ہے جنمیں ۸ رکعات کے بعد ۳ یا ۵ وتر ہوتے تھے۔ اس میں دو بڑے فائدے یہ ہوئے کہ ایک تو قیام اللیل ہو گیا دوسرے سنت نبویہ ﷺ پر مواظبت جسکا عملی نتیجہ یہ ہے کہ جتنک سنت نبوی کے طالب روئے زمین پر ہیں تب تک یہ سنت نبوی ہماری اور قائم رہیگی بعض ۲۰ اور بعض ۳۶ اور بعض ۴۱ پڑھتے ہیں اصل نماز نافلہ کی رکعات کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ایک بیس کیا جتنی بیس چاہیں پڑھیں۔ لیکن بیس کو خواہ مخواہ سنت قرار دینا اور پھر اسپر ہٹ اور اصرار کرنا ایک ایسی بات ہے کہ سنت نبوی کی تلاش اور پیروی کرنے والا اس سے کوسوں بھاگ جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح حکیم الامت مولوی محمد اشرف سلیمی صاحب

بالبالغہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو دو حصوں نے جو ان کے پیچھے ہوئے ہیں قیام رمضان میں تین چیزوں کو زیادہ کیا ۱) مسجد میں جماعت کیونکہ اس سے عام و خاص کو اس قیام کی ادا کرنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے ۲) باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر اللیل میں قیام کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضرت عمر رض کا قول بھی اوپر پڑھ چکے ہو۔ مگر پھر بھی صحابہ نے اس قیام مع الجماعہ کو اول اللیل پر ہی چھوڑا۔ اس میں بھی وہی سہولت ہے کیونکہ اول وقت میں تمام عوام و خاص جمع ہو سکتے ہیں اور سب کی آرزو پوری ہو سکتی ہے ۳) ہر ایک کو ملتی ہے۔ آخر اللیل میں قیام کرنا خواص ہی کا کام ہے۔ عوام بیچارے متحمل نہیں ہو سکتے ۳ تیسری زیادتی یہ ہوئی کہ رکعات کو بیس کر دیا اسکی ضرورت شاہ صاحب نے یہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

وذلك راى زيادة عدد عشرين ركعة انهم راوا النبى صلعم شرع للمحسنين احدى عشرة	یعنے انہوں نے (اصحابہ رض من بعدہم) دیکھا کہ نبی صلعم نے برس مہینے رمضان ہو خواہ غیر رمضان محسنین کے لئے قیام اللیل

لہ اس کا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو ۲۰ رکعت کی اگلی عبارت معلوم نہیں ہو سکی ورنہ اس عبارت کو ہرگز یہاں نہ لکھتے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رض کے زمانہ میں ۲۰ رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ موطا کی دوسری روایت میں ۱۱ رکعت ہے۔ [illegible]

Marfat.com

رکعۃ فی جمیع السنۃ فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصدہ الاقتحام فی لجۃ التشبہ بالملکوت اقل من ضعفہا)

(حجۃ اللہ ص ۲۱۵)

گیارہ رکعت مقرر کیا ہے پس انہوں نے یہہ فیصل کر دیا کہ رمضان شریف میں مسلمان کو لائق اور مناسب ہے کہ تشبہ بالملکوت کے دریا میں کودتے وقت اسکا بہرہ اتنا تو ہو کہ رکعات مدامیہ میں سے دگنا ہو۔

گویا انہوں نے یہہ سمجہا کہ یہہ نوافل خوشی سے پڑہے جاتے ہیں جتنی رکعات کوئی چاہے پڑہے پس رمضان مبارک میں اگر کم سے کم بیس کر دیں تو لوگ بہت بہت اجر حاصل کرنے کے مستحق ہو جاویں اس سے ہمارے ان پیشواؤں کی کمال رغبت فی الدین معلوم ہوتی ہے۔ طمع ہو تو دینی ہو۔ حرص ہو تو دینی ہو خواہش ہو تو دینی ہو۔ مگر فعل نبوی مروی عن عائشہ رض کہ "آپ (کسی مہینہ میں) رمضان ہو خواہ کوئی اور مہینہ گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑہا کرتے تھے"۔ بہر حال مقدم ہے بس سنت یہی ہے۔ باقی سب جواز ہے

ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الحدیث متفق علیہ (بلوغ المرام)

اور اسکی تائید میں ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں بروایت جابر رضی اللہ تعالے عنہ یہہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو آٹھ رکعت تراویح پڑہائی۔ بعدش وتر پڑہائے۔ (تلخیص حبیر کتاب صلوۃ التطوع اور نیز سبل السلام) سبل السلام میں عبارت یوں ہے۔ (فی روایۃ جابر رضی اللہ تعالی عنہ انہ صلے اللہ علیہ وسلم صلی بہم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ فی القابلۃ فلم یخرج الیہم رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما[1]۔

گو یوں تو تمام دنیا میں بالخصوص اسلامی دنیا میں ہر روز قرآن کریم کی اسقدر تلاوت ہوتی ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جتنی تلاوت اس مبارک ماہ میں اور بالخصوص اس قیام اللیل میں ہوتی ہے شاید باقی کے گیارہ مہینے کی تلاوت اس کے برابر ہو سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن افسوس یہہ ہے کہ اکثر لوگ صرف قرآن کریم کو ختم ہی کرنا چاہتے ہیں لفظوں کو یوں کترتے جاتے ہیں جیسے چوہا۔ تدبر اور ترتیل جو قرآن کی تلاوت کی اصل شرط ہے عموماً مفقود قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجود۔ جلسہ کو بھی ٹھیک طور پر نہیں کرتے۔ ان کی بیس رکعتیں کیا کرینگی۔ اور قرآن شریف کا ختم کیا کرے گا۔

[1] نبی نے لوگوں کو آٹھ رکعت وتر پڑہائے پھر انہوں نے اگلی رات آپکی انتظاری کی۔ پھر آپ باہر تشریف لائے۔

ایھا المومنون - اللہ تعالیٰ سے ڈرو - قیام کرتے ہو تو کیوں ٹھیک نہیں کرتے قرآن ختم کرتے ہو تو کیوں افلا یتدبرون القرآن - ورتل القرآن ترتیلا - انا یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر - وغیرہا من الآیات الشریفہ پر دھیان نہیں دیتے - حضرت عبداللہ بن عمرو رضی کی حدیث کو کیا بھول گئے ؟

عن عبد اللہ بن عمرو رضی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقال لصاحب القرآن اقرء وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلك عند آخر آیۃ تقرأھا

عبداللہ بن عمرو رضی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صاحب قرآن کو کہا جاوے گا - پڑھ اور پڑھتا جا اور جس طرح دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتا تھا اسی طرح پر پڑھنا - کیونکہ تیرا ٹھکانا وہاں ہوگا جہاں پر تو آخری آیت ختم کرے

پس اے قرآن کے پڑھنے والو مسلمانو! اسوقت کیا کروگے ؟ تم کو تو خبر ہی نہیں کہ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کیسے جاتا ہے - قرآن کو حفظ بھی کیا - پھر رمضان میں لوگوں کو سنایا بھی لیکن کس کام کا جب اس میں ترتیل نہیں قرآن اس طرح پر پڑھو کہ سامعین بلا تردد تمہارے الفاظ کو سن سکیں - آیت آیت پر ٹھیرو - آخری لفظ کو لمبا کرو - جس ذات بابرکات پر یہ پاک کلام نازل ہوا تھا اسی طرح پر پڑھا کرتے تھے - دیکھو مضمون طریق قرأت نبوی صلعم -

وجہ تسمیہ نماز تراویح -

اس نماز کا نام قیام اللیل ہی ہے مگر متاخرین نے اسکا نام نماز تراویح اسواسطے رکھدیا کہ اس میں چار چار رکعات کے بعد ترویح یعنے آرام کیا جاتا ہے - اور اس نام کی اصل حضرت عائشہ رضی کے ان الفاظ سے لیتے ہیں - کہ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے اربع رکعات فی اللیل ثم یتراوح الحدیث - یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم چار چار رکعات نماز شب پڑھ کر فتروح یعنے آرام فرماتے - سبل السلام میں لکھا ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو بس یہی اس نام کا اصل ہو سکتی ہے -

اس نماز میں خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیرا جاوے خواہ چار چار پر - مگر دو دو رکعت کے بعد

Marfat.com

کے بعد سلام پھیرنا افضل ہے۔

نویں دسویں قسم نماز صلوٰۃ الآیات جیسے کسوف و خسوف و ظلمت و زلازل وغیرہا

یہہ بات بخوبی پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے اور تمام سویلائیزڈ ورلڈ کے نزدیک مسلم کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آیات اللہ کی پوجا کا باعث صرف لوگوں کا یہہ زعم فاسد رہا ہے اور اب بھی بعض لوگوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کبرے کو (جو درحقیقت عالم صغیر یعنے اشرف المخلوقات انسان سے بڑی کیا بڑائی میں کچھہ نسبت نہیں رکھتیں) ہم عاجز۔ کمزور۔ بیکس صرف ڈر اور دہشت کیلئے پیدا ہوئے ہوئے انسانوں کے کاموں میں دخل و تصرف ہے۔ بہت بہت بیہودہ اور لغو فسانے سورج اور چاند کی نسبت ہندو اور گریک متہالوجی[1] بلکہ میں کہتا ہوں تمام جاہل دنیا کے متہالوجی میں پائے جاتے ہیں جب کوئی حادثہ عظیم (جو گو فوق العادۃ) نہیں ہوتا مگر جاہل انسان خود اپنے روزمرہ حوادث میں ان کو نہ پانے کے سبب سے غیر معمولی اور سوپر نیچرل سمجھہ لیتے ہیں) وقوع میں آنے لگتا ہے تو یہہ انسان ظلوم اور جہول سمجھنے لگتا ہے کہ اب ہم پر کوئی غضب ڈھیگا۔ اب ہم پر کوئی سخت ہلاکت آنیوالی ہے اور وہ اپنے زعم میں ہی کسی غضبناک اور مہیب ہستی کو چھوٹے بچوں کے بیچا یا ھوّے کی طرح اپنا متصرف و مالک سمجھہ کر اسکے آگے جھکتا ہے۔ اسکے غضب کو فرو کرنے کے لئے کسی جاندار چیز کو اسکی بھینٹ چڑھاتا ہے تاریخ دنیا میں بعض ایسے واقعات ہو گزرے ہیں کہ ان میں انسان کو قربانی دیا گیا ہے۔ کسی دریا کی طغیانی کا باعث بالخصوص اسکی طغیانی کا جو بہت بڑا ہو اور جسمیں اکثر طغیانی آتی ہو اور جسمیں انسان کا اکثر نقصان ہوتا ہو کشتیاں۔ بیڑیاں ڈوبی ہوں۔ اس ظلوم و جہول پر اس دریا کے دیوتے کا جو انسان پر متصرف سمجھا جاتا ہے۔ غضبناک ہوتا ہے۔ جب کبھی سخت آندھی آتی ہے یا حد معمولی سے زیادہ بارش پڑتی ہے یا اتنا بڑا پہاڑ جو ارد گرد کی پہاڑیوں سے بہت بڑا ہو۔ بہت اونچا ہو۔ یا جس پربت میں سے گندھک وغیرہ نکلتی ہو سب کے سب دیوتے ہیں اور انسان کی جان کے مالک ہیں۔ سورج اور چاند جو تمام دنیا پر چمکتے ہیں ان کی نسبت لوگوں کی گو آپسمیں بعد المشرقین سے فاصلہ پر رہتے ہوں۔ عموماً یکساں خیال رہے ہیں۔ یہہ ایسے مہادیوتے ہیں کہ یہ

[1] یونانی فسانے۔

رتھوں پر سوار ہوتے ہیں ماتا چاندیا مونہ کے رتھ کو دس گھوڑے کھینچتے ہیں۔ چاند دیوتاؤں کے پینے کی جگہ ہے جو آب حیات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ دیوتے پی پی کر اسے ہلال کی صورت میں بنا دیتے ہیں۔ پھر سورج اس حوض کو بھر دیتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ زمانہ جاہلیت کے عرب بالخصوص مجوسی بھی انہیں اوہام و وساوس میں مبتلا و گرفتار تھے۔ ان کا زعم تھا کہ اجرام فلکیہ کو دنیا کے کاروبار میں کچھ دخل ہے اور ان کے باعث حوادث عظیمہ مثلاً مرنا۔ جینا۔ قحط وغیرہ وغیرہ من حوادث الجو واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؓ کی موت واقع ہوئی تو اسوقت محض اتفاق سے سورج کو گرہن لگ گیا تھا مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اس نے ابراہیمؓ کی موت پر جامہ ماتمی پہنا ہے اور یہ محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہے ان کے دل میں یہ بھی ثبوت نبوت تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس اعتقاد باطل کی تردید کی اور فرمایا۔ ان الشمس والقمر ایتان من آیات اللہ لا ینکسفان لموت احد ولا لحیوتہ یعنے یہ تو پروردگار کی بیشمار آیات میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کے مرنے جینے سے کیا غرض۔ خسوف کی وجہ کچھ اور ہے پس تمہارا اتنا کلام ہے فاذا رایتموھا فادعوا اللہ وصلوا حتے تنکشف متفق علیہ

(بلوغ المرام) کہ جب کسوف یا خسوف دیکھو تو تم ان کی عظمت کو اپنے دلوں سے کنواؤ۔ سجدہ اور عبادت کے یہ مستحق نہیں ہیں مستحق عبادت اللہ ہے پس تم اللہ کی عبادت کرو جس نے اتنے بڑے جرم فلکی کو لباس نور اتار کر سیاہ پوش بنا دیا۔

واضح ہے کہ نبی کا کام نیچر میں سے اشیاء کے خواص میں سے صرف اتنا تبلیغ ہوتا ہے جس سے روحانیت میں ترقی ہو جس سے رفتہ خالقیت و مخلوقیت معلوم ہو یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہی کہا کہ تم اسکی کیا عظمت کرتے ہو جس کا اپنا کچھ بھی ذاتی کمال نہیں ہے محض عارضی ہے۔ عظمت اسکی کرو کہ جس نے اس سورج کو پیدا کیا۔ پھر اس میں نور پیدا کیا۔ یہ نبی کا کام نہیں ہے کہ ایسٹرانومی کے مسائل بیان کرنے لگ جاوے اور نہ ہی اس کام کے واسطے آئے ہیں یہ لوگوں کا اپنا کام ہے کہ علوم پڑھیں سیکھیں آیات اللہ کو دیکھیں انکے اسباب معلوم کریں۔

حقیقت میں جب سورج یا چاند کو گہن لگتا ہے تو اسوقت ایک جنرل کن فیوژن (فزع عام) دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ دل اسوقت نرم ہو جاتے ہیں۔ حواس ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ تفکرات اڑ جاتے ہیں۔ مومن کے لئے وہ وقت بڑا ہی غنیمت ہوتا ہے۔ تمام قسم کی عبادت اسوقت نہایت ہی عجز اور خشوع و خضوع کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو عارف ہوتے ہیں جو مومن ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف وجوہ الذل والابتہال سے متوجہ ہوتے ہیں۔ جو روحانیت سے محروم ہوتے ہیں ان مخلوقی چیزوں کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ (ترجمہ) نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ بلکہ سجدہ اس ذات کو کرو جسنے انہیں خلق کیا۔ ایسے ایسے حوادث میں اسلام اور غیر اسلام کا فرق بین ہر کس و ناکس کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ پس اے مسلمانو! اس نماز کو تم کیوں کھو بیٹھے ہو۔ ہندو اور کفار اسوقت ان سیاہ پوشوں کی پوجا کرتے ہیں تم اسکی پوجا کرد جسنے ان سے اس لباس نورانی کو اتار لیا ہے۔

یہہ نماز دو رکعت ہے جسمیں چار رکوع اور چار سجدے ہوتے ہیں گو اور طریق بھی بہت سے ہیں مثلاً کہ ایک ایک رکعت میں ایک رکوع سے لیکر ۵۔ ۵ رکوع تک ثابت ہیں۔ قرأت ان میں لمبی اور اونچی پڑھنی چاہیئے۔ گو آہستہ پڑھنی بھی ثابت ہے۔ لیکن اصح ماورد یہہ ہے کہ دو رکعت ہوں ہر ایک رکعت میں دو دو رکوع ہوں۔ پہلی قرأت کی نسبت دوسری اخف ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں اونچی قرأت پڑھی۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلعم جھر فی صلوٰۃ الکسوف بقرأتہ فصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات متفق علیہ وھذا لفظ مسلم وفی روایۃ لہ فبعث منادیاً ینادی الصلوٰۃ جامعۃ (بلوغ المرام)

دو رکعتیں پڑھیں اور انمیں چار ہی رکوع اور چار ہی سجدے کئے۔ (متفق علیہ) یہہ عبارت مسلم کی ہے اور اسکی ایک روایت میں یہہ بھی ہے کہ نبی صلعم نے ایک ڈھنڈورچی بھیجا کہ وہ اس طرح پر جاکر ڈھنڈورہ دیوے۔ الصلوٰۃ جامعۃ مطلب یہہ کہ پہلے قیام میں قرأت بمعمول سے زیادہ پڑھ کر رکوع کیا۔ پھر رکوع سے

Marfat.com

اٹھ کر دوسرا قیام کیا اور پہلے سے اخف قرأت پڑھی پھر رکوع کیا۔ پھر قومہ کے بعد سجدہ۔ اسی طرح دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قومہ کرکے سجدہ کرنا چاہئے۔ پس رکعتیں دو ہوئیں قیام اور رکوع بجائے ۲ کے چار ہوئے اور سجدے معمول کی طرح ویسے ہی چار کے چار رہے۔

صلوٰۃ زلزلہ

زلزلہ اور سخت آندھی کے وقت بھی ایسا ہی فزع اور گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسی نماز کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے مانند زلزلہ بھی پڑھی اسکی بھی دو رکعتیں تھیں۔ ایک ایک رکعت میں تین تین رکوع اور دو سجدے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نماز باجماعت تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اکیلے پڑھی تھی۔

بعض دیگر تعوذات ریح در عد و صاعقہ وغیرہا

اسی نماز کے ذیل میں ہم چند ایک دعائیں اور تعوذات لکھتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آندھی وغیرہ کے وقت پڑھا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ

متفق علیہ (مشکوٰۃ)

الٰہی! اس آندھی کی اچھائی اور جو کچھ اس آندھی کے اندر ہے اسکی اچھائی اور جو کچھ دیگر یہ آندھی بھیجی گئی ہے اسکی اچھائی کی میری تجھ سے التجا ہے اور اس آندھی کی برائی اور جو کچھ اس آندھی کے اندر ہے اسکی برائی اور جو کچھ یہ دیگر آندھی بھیجی گئی ہے اسکی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۲) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ۔ ترمذی مشکوٰۃ

حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ تم آندھی کو گالیاں مت دو جب تم ایسی چیز جسے تم برا سمجھتے ہو دیکھو تو کہو الٰہی! اس آندھی کی اچھائی اور جو کچھ اس آندھی کے اندر ہے اسکی اچھائی اور جس چیز کا اسکو حکم

Marfat.com

ہوا ہے اس کی اچھائی کی تجھ سے التجا کرتے ہیں۔ اس آندھی کی برائی اور جو کچھ اس آندھی کے اندر ہے اس کی برائی اور جس چیز کا اسکو حکم ہوا ہے اسکی برائی سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی (خراب) آندھی چلتی تھی تو آپ دوزانو بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے الٰہی اس آندھی کو ہمارے حق میں رحمت کر دے اور عذاب نہ کریو۔ الٰہی اس کو رحمت کی ہوائیں کیجیو۔ اور عذاب کی آندھی نہ کیجیو۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رَحْمَۃً وَّلَا تَجْعَلْھَا عَذَابًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَّلَا تَجْعَلْھَا رِیْحًا۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لفظ ریح اور ریاح کے مختلف سنس (مفہوم) ان آیات میں دیکھو۔ انا ارسلنا علیہم ریحًا صرصرًا۔ وارسلنا علیہم الریح العقیم وارسلنا الریاح لواقح۔ وان یرسل الریاح مبشرات۔ ان لفظوں میں ریح کا الفاظ بری معنوں میں اور ریاح کا لفظ اچھے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مگر اصلیت معلوم ہوتا ہے کہ ریح دونو معنوں میں آتا ہے اگر اسکی صفت اچھی ہو تو معنے بھی اچھے ہیں کما قال وتجسا عنہ

عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان میں کچھ دیکھاتے تھے یعنے بادل تو پھر اپنا کام دھندا چھوڑ دیتے تھے۔ اور قبلہ رو ہو کر یہہ کہا کرتے تھے "الٰہی! جو کچھ اسکے اندر برائی ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ اگر وہ بادل ہٹ جاتا تو اللہ کی حمد کرتے اگر برستا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْہِ۔

تھا۔ اَللّٰھُمَّ سَقْیًا نَافِعًا۔ یعنی الٰہی نفع رساں بارش برسائیو۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی رعد اور صاعقہ کا آواز سنتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے "الٰہی ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو۔ اپنے عذاب سے ہمکو ہلاک نہ کیجیو۔ اور اس سے پہلے ہم کو عافیت میں رکھیو۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ

عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کا آواز سنتے تھے تو آپ یہہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

ویسبح الرعد بحمدہ والملئکۃ من خیفتہ ۔ (سورہ الرعد رکوع ۱)

اور بادلوں کی گرج اسکی تعریف کے ساتھ (اسکی) پاکیزگی بیان کرتے اور (نیز) فرشتے اس کے ڈر کے مارے (اسکی) حمد و ثنا میں لگے رہتے ہیں۔

یہ سارے مختلف اذکار مختلف صحابیوں سے ہمیں پہونچے ہیں کسی کے سامنے کوئی پڑھا کسی کے سامنے وہ۔ پس ہمیں بھی یہی مناسب ہے کہ جب کوئی حادثہ جو السماء میں دیکھیں تو ان ادعیہ میں سے کوئی سی پڑھیں۔ ادعیہ ماثورہ مسطورہ بالا کو پڑھ کر بھی کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اکمل فرد اتقی الناس ہونا تسلیم نہ کرے تو اسپر لازم ہے کہ وہ کہیں کا ہو کوئی ہو اس جیسا نمونہ پیدا کر دیوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کامل نمونہ ہیں کامل اتقی ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اگر کوئی نظیر ہو تو دنیا میں پیش کرنا ہوں لاپیش کر۔ ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلی ولن تفعلی فاتقی النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

گیارہویں قسم نماز استسقاء

یہ نماز بھی تمام وسیلت اسلام کو جاری ہے جب بارش کی تنگی ہوتی ہے۔ انسان وحیوان پانی سے ترسنے لگتے ہیں اسوقت تمام جہان تو باطل معبودوں کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اسلام یہ سکھاتا ہے کہ تم اپنے خالق ومالک کے سامنے جو بارش پیدا کرنے والا اور بارش کو اتارنے والا اور مردہ زمین کو زندہ کرنے والا ہے گڑگڑاؤ۔ وہ تمہاری سنے۔ اللہ کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ صرف دعاء استسقاء پر ہی اکتفا کیا۔ مگر وہ دعا جو آپ نے اپنی امت کے لئے بشکل صلوٰۃ مقرر کی ہے کہ امام لوگوں کو اطلاع دیوے کہ کل صبح کے بعد فلاں میدان میں جمع ہو کر نماز ادا کی جائیگی۔ پھر صبح چڑھتے ہی امام نہایت عاجزی اور فروتنی کے ساتھ شہر سے نکل کر میدان میں جاوے۔ لوگ بھی ایسا ہی کریں۔ جب لوگ اکٹھے ہو جاویں تو پھر امام یا تو پہلے خطبہ پڑھے اور پھر دو رکعت نماز پڑھاوے۔ یا پہلے دو رکعت نماز پڑھاوے پھر خطبہ پڑھے۔ غرضکہ خطبہ نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی دونو طرح درست اور سنت ہے۔ زاد المعاد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء

Marfat.com

کا طریق جسمیں خطبہ پہلے تھا اس طرح پر لکھا ہے"۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ایک دن مقرر کیا کہ اس میں نماز گاہ میں جاکر نماز پڑھینگے۔ جب سورج چڑھا تو آپ بصورت خاجرانہ وہاں پہنچے اور منبر پر چڑھ گئے (اگر منبر کا لیجانا اور وہاں ہونا ثابت بھی ہو ورنہ دل میں اس بات کی طرف سے کچھ خلجان ہے) اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور تکبیر بیان کی۔ خطبہ پڑھا اور دعا مانگی (خطبہ اور دعا میں سے جو محفوظ چلا آیا ہے وہ ابھی لکھا جاویگا) پھر اپنے ہاتھ اونچے کئے اور تضرع اور عاجزی اور دعا مانگنی شروع کی اور ہاتھوں کو اسقدر بلند کیا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آگئی۔ یہاں تک تو آپ لوگوں کی طرف مونہہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کئے ہوے تھے پھر اسکے ساتھ ہی اسکے الٹ کر دیا یعنے اپنا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف کرلیا اور پشت مبارک لوگوں کی طرف اور اس حالت میں یعنے قبلہ رو ہونے کی حالت میں اپنی چادر مبارک کو اس طرح پر پھرایا کہ اسکے دائیں طرف کو بائیں طرف اور بائیں طرف کو دائیں اور اسکے اندر کی طرف کو باہر کی اور باہر کی طرف کو اندر کی طرف کر ڈالا۔ اور دعا مانگتے رہے یعنے اسی حالت میں اور لوگ بھی اسی طرح آپکے ساتھ قبلہ روئی ہوکر دعا مانگتے تھے پھر اسکے بعد آپنے دو رکعت نماز پڑھائی۔ بلا اذان و بلا اقامت۔ مثل نماز عید۔ اس نماز میں آپ کی قرات بلند تھی۔ پہلی رکعت میں آپنے سورہ سبح اسم ربک پڑھی اور دوسری رکعت میں هل اتک حدیث الغاشیۃ

خطبہ اور دعا جو آپنے پڑھے تھے اس میں سے جو محفوظ چلا آیا ہے وہ یہہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَهٗ	سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو رب العلمین ہے بخشنے والا مہربان ہے۔ روز جزا کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ الٰہی! تو ہی اللہ ہے۔ تجھ بن کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ تو جو چاہتا ہے سو کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ الٰہی! تجھ بن کوئی بھی معبود نہیں ہے تو ہی بے پرواہ ہے اور ہم ہی حاجتمند ہیں ہم پر مینہہ

Marfat.com

عَلَيْنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔	برسائے اسکو ہمارے لئے ایک مدت مدید تک باعث قوت اور موجب مطلب برآری کر۔

غرض خطبے کے وقت بھی آپکا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف تھا اور دعا اور تضرع اور ابتہال میں رفع یدین حتی کہ بدو بیاض الطیہ تک بھی آپکا چہرہ لوگوں کی طرف تھا پھر اسکے بعد تحویل رداء دباتی دعا وغیرہ میں قبلہ رو رہے تھے۔ اس نماز کے بعد اسی جگہ ابر ہوا بجلی چمکی اور اتنی بارش ہوئی کہ لوگ مدینہ سے بچنے کے لئے جو نیڑوں کی طرف دور پڑے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر اتنے ہنسے کہ آپکی کچلیاں نظر آنے لگیں اور فرمایا کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ صرف دعا پر ہی اکتفا کیا ہے اور نہیں آپ سے کوئی نماز ثابت نہیں ہے چنانچہ وہ سب واقعات یہاں لکھے جاتے ہیں بحولہ تعالیٰ۔

اوّل جمعہ کا دن تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ کر رہے تھے ایک شخص سامنے سے آیا۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مویشی مر گئے۔ رستے بند ہو گئے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مینہ برسائے آپنے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور دعا کی

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا	کہ الٰہی! ہم کو پانی پلا — الٰہی! ہم کو پانی پلا — الٰہی! ہم کو پانی پلا — راوی کہتا ہے (انس رضہ) کہ اتنا مینہ برسا کہ اگلے جمعہ کو پھر وہی شخص یا شاید کوئی اور تھا اسی طرح حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مویشی مر گئے۔ رستے بند ہو گئے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اب بارش بند کرے۔ آپنے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْقِرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔	الٰہی! اب بارش، ہمارے گرد نواح میں ہو اور ہم پر نہ ہو۔ الٰہی ٹیلوں، پہاڑوں وادیوں اور ان جگہوں پر جہاں درخت اگتے ہیں ڈال۔" راوی کہتا ہے کہ

بس پھر بارش بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چل کر گھروں میں گئے۔

دوم ۔ جمعہ کا دن نہ تھا اسی طرح پر آپ سے عرض کی گئی آپ منبر پر چڑھ گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی

سوم ۔ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ اسی طرح آپ سے عرض کی گئی یہ دن بھی جمعہ کا نہ تھا اسوقت آپ منبر پر بھی نہ چڑھے اور بیٹھے بیٹھے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ (ترجمہ اگلے صفحہ میں دیکھو)

چہارم ۔ مدینہ طیبہ کے پاس ہی ایک موضع ہے جسکا نام احجار الزیت ہے اسجگہ استسقار کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کیگئی اور آپ نے دعا کی

پنجم ۔ ایک غزوہ میں آپ نے بارش کے لئے دعا کی ۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا پانی بند ہو گیا بعض منافقوں نے یہہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو اپنی امت کے لئے بارش کی اپنے رب سے دعا کرتا ۔ موسیٰ بھی تو ایک نبی تھے ۔ انہوں نے اپنی امت کے لئے دعا کی تھی ۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور بنی اسرائیل کو اس آفت سے نجات ملی ۔ یہہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پہونچی آپ نے فرمایا کہ ہیں ۔ منافقوں نے یہہ بات کہی ہے ۔ اچھا اللہ تبارک و تعالےٰ بارش برسا دیگا ۔ پس آپ نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور دعا کرنی شروع کی ۔ آپکا ہاتھ اٹھانا ہی تھا کہ بادل ہو گیا ۔ بارش شروع ہو گئی وادی اچھل پڑی ۔ لوگوں کو آرام ہو گیا خوب سیر ہو ہو کر پانی پیا ۔ پلایا اور برتا ۔

ہم بغرض سہولت امتہ محمد نبی اوراد و ادعیۂ استسقار جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے وقتاً فوقتاً ثابت ہوئے ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

اوراد و ادعیۂ استسقاء

(۱) اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا	(۱) الٰہی! ہم کو مینہہ عطا فرما ۔ الٰہی! ہم کو مینہہ عطا فرما الٰہی! ہم کو پانی پلا ۔ الٰہی ہم کو پانی پلا ۔
(۲) اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا	(۲) الٰہی! ہم کو پانی پلا ۔ الٰہی! ہم کو پانی پلا ۔ الٰہی!

ہم کو پانی پلا۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ. اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَيْنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔

(۳) الٰہی! تو ہی اللہ ہے تجھ بن کوئی بھی معبود نہیں۔ تو جو چاہے سو کرے۔ الٰہی! تجھ بن کوئی بھی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے اور ہم محتاج ہیں۔ ہم پر مینہ برسا۔ جو مینہ تو ہم پر برسائے اسکو ہمارے لئے باعث قوت اور موجب مطلب براری عرصہ دراز تک کر

(۴) اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَرِيْئًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ

(۴) **الٰہی!** پانی برسا۔ ایسا پانی جو راحت رسانی کرنے والا ہو عام اور زمین کو پانی پانی کرنے والا ہو جھٹ پٹ اترنے والا ہو اور دیر لگا کر نہ کرنے والا ہو۔ نفع دینے والا ہو اور نقصان پہونچانے والا نہ ہو۔

(۵) اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ۔

(۵) الٰہی! اپنے بندوں اور چوپاؤں کو پانی پلا اپنی رحمت کو پھیلا۔ اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ۔

(۶) الٰہی ہمیں پانی پلا۔ ایسا پانی جو خوب سیر کرنے والا ہو جسکا انجام بخیر ہو۔ جو راحت رسانی کرنیوالا ہو۔ جو نفع دینے والا ہو اور نقصان پہونچانیوالا نہ ہو جھٹ پٹ آنیوالا ہو۔ دیر کرکے آنیوالا نہ ہو

(۷) اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا عَامًّا طَبَقًا سَحًّا دَائِمًا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ

(۷) الٰہی! ہمیں پانی پلا ایسا پانی جو خوب سیر کرنے والا ہو۔ راحت رسانی بخش ہو۔ جو سبزہ زار ہو زمین پر پانی پانی کر دینے والا ہو۔ عام اور بافراط ہو۔ سدا بطور فیض برسنے والا ہو الٰہی! ہمیں

Marfat.com

وَالْعِبَادِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاوَاءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْكِ مَا لَا نَشْكُوْهُ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْيَ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ مَا لَا يَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا - (زاد المعاد)

برسا اور ہم کو بے آسانہ کر۔ الٰہی! ملک۔ بندوں چوپاؤں۔ اور مخلوقات پر ایسی تنگی سختی۔ اور تنگ حالی آپڑی ہے کہ ہم تجھ بن کسی کے پاس اسکی شکایت نہیں کرتے۔ الٰہی! ہمارے لئے کھیتوں کو اگا اور تھنوں کو شیر دار کر۔ ہم کو آسمان کی برکتوں سے سیراب کر۔ ہمارے لئے زمین کی برکتیں اگا۔ الٰہی! ہم سے تنگ حالی۔ فاقہ کشی اور خشک سالی کو دور کر اور جس مصیبت کو کوئی بھی تیرے سوا دور نہیں کر سکتا اوسکو تو دور کر۔ الٰہی! ہم تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ تو ہی گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ سو اب آسمان کو حکم کر کہ وہ ہم پر موسلا دھار مینہہ برسائے۔

(۸) اَللّٰهُمَّ جَلِّلْنَا سَحَابًا كَثِيْفًا قَصِيْفًا وَلُوْقًا ضَحُوْكًا تُمْطِرُنَا مِنْهُ رُذَاذًا قِطْقِطًا سَجِلًا يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (بلوغ المرام)

(۸) الٰہی! (کالی) گھٹا جسکے بادل ایک دوسرے کے اوپر چڑھ بیٹھے ہوں۔ جسکے اندر سخت سخت کڑک ہو جو ہجوم آور ہو جسکے اندر بجلیاں چمکتی ہوں ہم پر برسا اور زمین کو پانی پانی اور خوب سیر کر دے۔ اسمیں سے (ہر قسم) کی بارش برسا موٹی بھی چھوٹی بھی۔ اور موسلا دھار بھی۔ اے عظمت و عزت والے!۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنی دفعہ بارش کے لئے دعا کی اوتنی دفعہ ہی بارش ہوئی ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے بارش کے لئے دعا کی۔ اسی وقت ایک شخص ابو لبابہؓ نامی اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے اپنے کھلواڑوں میں کھجوریں خشک ہونے کے لئے ڈال رکھی ہوئی ہیں آپ نے اسوقت اس طرح دعا مانگنی شروع کر دی۔ اللھم اسقنا حتے یقوم ابو لبابۃ عریانا فیسد ثعلب مربدہ بازارہ

فامطرت یعنے اے اللہ اسوقت تک بارش برسائیو کہ ابو لبابہؓ اٹھ کر جاوے اور اپنے کمر بند سے اپنے کھلواڑے کی بدرو کو بند کرے۔ غرضکہ بارش شروع ہو گئی اور اتنی برسی کہ اصحاب سیل خدا صلے اللہ علیہ وسلم ابو لبابہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ اے ابو لبابہ یہ بارش تو تھمنے کی نہیں تاوقتیکہ تو اٹھ کر اسی طرح پر نہ کرے جس طرح تجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ یعنی اُٹھ اور اپنے تہ بند کو اپنی کمر سے کھول اور اسکے ساتھ اپنے کھلواڑہ کی بدرو کو جا کر بند کر۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ بس پھر آسمان میں برق چمکی۔ اور جب بارش کثرت کے ساتھ برسی تو اسوقت سب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرماویں کہ بارش تھم جاوے۔ آپ نے دعا کی۔ اللھم حوالینا ولا علینا۔ (الحدیث)

غرضکہ نماز استسقاء کے علاوہ جسکی صورت اوپر بیان کی گئی ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اور بھی ادعیہ بلا نماز کے ثابت ہیں مگر جو تضرع اور خشوع و خضوع نماز کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے وہ محض دعا کی صورت میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا اس دعا میں اپنے ہاتھوں کو اسقدر اونچا کرنا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی بھی نظر آگئی کنایہ ہی کمال درجہ کے تضرع اور ابتہال اور توجہ اور اضطرار سے۔ اس طرح کے مضطرانہ دعا سے نفس کو متنبہ ہو جاتی ہے کہ وہ نہایت ہی محتاج ذات صمدی کا ہے **تحویل** رداء بھی اسی طرح پر کنایہ ہے پہلے درجہ کے مضطر ہونے سے۔ اور نیز اس میں کنایہ ہے حالت موجودہ کے بدل جانے کی۔ التجاء یعنے حالت خشک سالی مبدل بہ خوشحالی ہونے کا۔

بارھویں قسم نماز استخارہ

جب کوئی امر مہم درپیش آتا ہے تو انسان ضعیف النظر گھبرا اٹھتا ہے۔ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے کبھی اسکے پاس جاتا ہے کبھی اُسکے پاس۔ حتی کہ بہت سے لوگ بتوں۔ بھنگیوں۔ دیوتاؤں۔ دیویوں دریاؤں۔ پہاڑوں۔ پیروں۔ مرشدوں۔ قبروں۔ خانقاہوں پر منتیں مانتے ہیں چڑھاتے ہیں۔ جاہلیت میں عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ امور مہمہ مثلاً سفر۔ نکاح۔ بیع وغیرہ وغیرہ میں استقسام بالازلام کرتے تھے۔ یعنی وہ ایک قسم کا پانسہ جس پر کچھ لکھا ہوتا۔ آتا تھا تین تیروں

پر نَہَانِیْ رَبِّیْ۔ پھینکنے پر اگر اَمَرَنِیْ رَبِّیْ والا پانسہ نکل پڑتا تو وہ کام کرنے لگ جاتے اگر دوسرا پانسہ نکلتا تھا جس پر نَہَانِیْ رَبِّیْ لکھا ہوا ہوتا تھا تو وہ کام سے رُک جاتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے ان تمام باتوں سے روکا۔ کیونکہ سرے سے یہہ بات بے اصل اور جہالت اور شک پر مبنی ہے شریعت اسلام ہمیشہ ہر امر کی بنیاد یقین پر رکھتی ہے ان خالی تیروں یا اور اور تجویزوں سے کیا بنتا ہے۔ دوسری بات جو اُن عقل کے اندھوں میں بڑا بھاری عیب تھی یہہ تھی کہ وہ اللہ پر افترا باندھتے تھے۔ کون سی دلیل ان کے پاس تھی جس سے وہ اتنی جرأت کے ساتھ کہتے تھے اَمَرَنِیْ رَبِّیْ یا نَہَانِیْ رَبِّیْ۔ نہیں معلوم ان لکڑیوں پر انہیں کس طرح اعتماد ہو جاتا تھا۔ اگر انہیں روحانیت سے کچھ بھی مس ہوتی تو اللہ تعالیٰ سے جو علام الغیوب ہے ایسے کاموں میں ان کے شر و ضرر سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے۔ شارع علیہ السلام نے جو نرے رحمۃ للعرب ہی نہیں بلکہ للعالمین ہیں اور ذری ذری بات میں سراپا رحمت ثابت ہوتے ہیں ان کے گلوں سے اس قسم کے وساوس و اوہام اور کفر و شرک کے کام کے طوقوں کو اتارا اور ان کے پاؤں سے عقاید باطلہ و افعال ذمیمہ کی بیڑیوں کو توڑا۔ کمال یہہ ہے کہ جو کچھ ان سے چھینا تھا اسکے بجائے انہیں اعلیٰ و عمدہ و افضل و انسب دیا اور پھر لطف یہہ ہے کہ اس میں کامیاب نکلے۔ اِنسٹرکشن آف ڈِسٹرکشن اینڈ کنسٹرکشن[1]۔ اسیکا نام ہے شارع علیہ السلام نے جو چیز ان کو دی وہ نری توحیدی اور عقاید باطلہ و توہمات فاسدہ کی بیخکن ہے یعنی یہی نماز استخارہ۔

اس نماز میں مسلمان اپنے اُس کام کو اللہ تعالیٰ کے علم اور اسی کی رضا پر چھوڑتا ہے۔ اوسی کو ہر شئی پر قادر بالیقین جانکر اپنے سچے دل سے خیر مانگتا ہے۔ شر سے بچنے کی التجا کرتا ہے۔ وہ دعا جو ہم ذیل میں لکھنے والے ہیں اگر کوئی قلب صمیم سے پڑھے تو اندر سے خود اس کا قلب شہادت دے اُٹھیگا کہ بیشک اس دعا کا سکھانیوالا لباس نبوت سے ملبوس ہے۔ کیونکہ اسوقت ایسی توفیق دل پر نازل ہوتی ہے کہ اپنی خواہش کو اسمیں دخل رہ ہی نہیں سکتا بہیمیت ملکیت کی منقاد ہو جاتی ہے پھر انسان اس کے نتیجے کو بہر حال خیر سمجھتا ہے۔ بلکہ بعض اس قسم کے اہل استعداد ہوتے ہیں کہ انہیں

---

[1] انگریزی الفاظ ہیں یعنے تعلیم اعدام و ابدال یعنی کسی چیز کو بیخکن کرکے اسکے بجائے اُس سے اچھی چیز دینے کی تعلیم ۱۲

Marfat.com

پھر جس اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا الہام ہو جاتا ہے۔ خواہ عالم بیداری میں خواہ عالم خواب میں امور میں جتنا زیادہ استخارہ ہوگا اتنا ہی وہ فرشتوں کے ساتھ شبیہ پیدا کرنے کے لئے تیار مجرب ہوگا۔ شبیہ ملائکہ کی تحصیل کے لئے شارع علیہ السلام نے اسکے آداب مقرر فرمائے اور اسمیں ایک دعا کو مشروع کیا اسکی رکعات اور نمازوں کی طرح کوئی زیادہ نہیں ہیں اور نہ اسکے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہے اسکا وقت وہی ہے جب کار مہمہ پیش آجاوے۔ صرف دو رکعت نماز سے جب دوگانہ پڑھ چکے تو پھر یہہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ) فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ) فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

الٰہی! تیرے علم کے بل پر تجھ سے خیر مانگتا ہوں اور تیری قدرت کاملہ کے ذریعہ پر تجھ سے قدرت مانگتا ہوں یعنے خیر کامل یہ ہے جو وہ ہو جو اسے تو خوب جانتا ہے اسکے ضرر و نفع اور اس کے خیر و شر سے تجھے پورا پورا علم ہے۔ پس تیرے جیسے عالم الغیب والشہادت سے میں خیر و نفع کی التجا کرتا ہوں اور تجھ سے اللہ میرا کام تعین ہے۔ اور واثق اعتقاد ہے کہ تو علی کل شئی قدیر ہے۔ جو چاہے اور جسطرح چاہے تو کر سکتا ہے پس تیرے جیسے سے میں اس کام کو بھگتانے کی قدرت۔ ظاہر تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تجھے (ہر طرح کی بہتری پر) قدرت ہے۔ اور مجھے اس کام پیش آمدہ پر بھی اقدرت حاصل نہیں ہے تجھے (اسکام کی ضرر، نفع اور خیر و شر سے پوری پوری خبر ہے اور مجھے کچھ نہیں اور تو تو ہی علام الغیوب۔ اے اللہ اگر تجھے اس بات کا علم ہے کہ یہہ کام (یہاں پر اس کام کا نام لے لینا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دلیں اپنی حاجت یعنی اپنے کام کا نام لے لیوے) میرے دین

Marfat.com

اور معاش اور انجام کار میں میرے حق میں خیر اور مفید ہے (یا یہہ کام میرے لئے موجودہ حالت یا آئندہ کے لئے میرے حق میں نافع اور مفید ہے) تب اس کام کو میرا بہرہ یا نصیب کر دے نہ صرف میرا بہرہ ہی اُسکو بنا بلکہ اسکو میرے لئے سہل اور آسان کر اور نہ صرف سہل اور آسان ہی کر بلکہ اس میں مجھے برکت دے ایسے نیک کام میں جو میرے دین و دنیا میں مفید ہو کمی نہ کر بلکہ یوماً فیوماً اور ترقی دے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہہ کام میرے دین و معاش اور انجام کار میں میرے حق میں شر یا مضر ثابت ہوتا ہے (یا میری موجودہ اور آئندہ حالت میں مضر ہوگا) تب اس کام کو مجھ سے دور کر۔ اور مجھے اس سے پرے دور ہٹا۔ اور میرے لئے خیر ہی کو جہاں کہیں کہ ہو بہرہ اور نصیب بنا۔ پھر مجھے توفیق عنایت فرما کہ تیرے اس دیئے پر راضی اور خوش ہو جاؤں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو یہہ دعا اس طرح سکھاتے تھے۔ جیسے قرآن شریف کی کوئی سورت (ترمذی)

تیرھویں قسم نماز حاجت

یہہ نماز کوئی نماز استخارہ سے جدا نہیں ہے۔ البتہ استخارہ کی نماز امور مہمہ کے لئے ہوتی ہے اور نماز حاجت ہر ایک کام یا ضرورت کے لئے مشروع ہے۔ اور یہہ عمل بڑی برکت والا ہے سب بزرگوں کا اسپر عمل رہا ہے۔ مسلمانو! اب وقت ہے کچھ کر لو۔ عبد اللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی بندے یا اللہ کے ساتھ کام پڑے تو وہ عمدہ طرح پر وضو کرے پھر دوگانہ پڑھے اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اسکے بعد یہہ دعا مانگے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا

بردبار کریم اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے میں اللہ کو جو صاحب عرش عظیم ہے پاک یاد کرتا ہوں تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو کل مخلوقات کا رب ہے الٰہی! میں تجھ سے وہ باتیں مانگتا ہوں جو تیری رحمت کا موجب ہیں اور تجھ سے ان باتوں کی التجا کرتا ہوں کہ جن کے سبب سے یقیناً تیری بخشش کا مستحق ہو جاؤں اور تجھ سے ہر قسم کی نیکی سے فایدہ اٹھانے

Marfat.com

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ (ترمذی)	اور ہر قسم کے گناہ سے بچا سنے کی دعا مانگتا ہوں اے ارحم الراحمین! میرا کوئی گناہ بلا بخشے اور میرا

کوئی غم بلا دور کئے اور میرا کوئی کام جسمیں تیری رضا ہو بلا پورا کئے نہ چھوڑیو۔

اصل یہہ ہے کہ لوگوں سے کسی امر کا چاہنا اور ان سے اپنی حاجت کا مانگنا مظنہ اس بات کا ہے کہ اس اعانت کو انسان غیر اللہ کی طرف سے سمجھ بیٹھے پھر اسکی توحید استعانت میں خلل واقع ہو۔ پس شارع علیہ السلام نے حاجتمندوں کے لئے اس قسم کے مظنات شرک کی دفعیہ کے لئے یہہ نماز مقرر کر دی۔ یہہ الفاظ بھی اس قسم کے ہیں کہ سائل و حاجتمند کسی مخلوق کو اصلی کارساز اور وکیل بخز ذات صمدی نہیں سمجھ سکتا۔ اسناد میں اگرچہ مثال ہے مگر عمل کے لئے لاباس بہ ہے۔

چودھویں قسم نماز توبہ

۔ اصل اس میں یہہ ہے کہ رجوع الی اللہ ہر حال میں مگر سیاق ہے خصوصاً اسوقت کہ گناہ کرنے کے پیچھے مبتلا اس کے کہ اس گناہ کا زنگ دل پر جم جاوے اگر توبہ کی جاوے تو بے شک یہہ توبہ اس گناہ کی کفارہ ہو جاتی ہے اس برائی کے نتیجہ بد سے اسے محفوظ کر لیتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَامِنْ رَجُلٍ یُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

(ترمذی)

یعنی کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کوئی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کر کے نماز پڑھے پھر استغفار پڑھے یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور اللہ تعالےٰ اسے معاف نہ کرے دیوے جو کوئی ایسا کریگا اللہ تعالیٰ ضرور ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ آیت پڑھی۔ والذین الایتہ یعنے اللہ کے بندے وہ ہیں جو جسوقت کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر کوئی غضب ڈھاتے ہیں تو پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں۔

Marfat.com

پندرھویں قسم نماز وضو۔

اصل اس میں یہ ہے کہ ایک تو وضو ہی جیسا تم پہلے پڑھ چکے ہو خود مکفر سیئات ہے۔ پھر اسی حالت طہارت میں نماز پڑھنا اور بھی مکفر سیئات ہے۔ کیونکہ نماز کا جیسا تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ یہ خاصہ ہے کہ اس سے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے درخت پر سے سوکھی پتیاں۔ یا جیسے دروازہ پر سے بہتی ندی میں سے دن میں پانچ دفعہ نہانیوالے کے بدن پر سے میل۔ جوں جوں گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے توں توں مدارج احسان بڑھتے ہیں۔ امام المحدثین ورحمۃ للعالمین صلعم نے بوقت نماز فجر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں نے اپنے آگے جنت میں تیرے جوتہ کی آواز سنی ہے۔ کہو تو تونے اسلام میں کونسا ایسا عمل کیا ہے جس کے سبب سے جنت میں جانیکی زیادہ توقع اوس آس ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تو کوئی ایسا عمل نہیں ہاں اتنی بات ہے کہ رات یا دن میں جس گھڑی میں وضو کرتا ہوں۔ اسی گھڑی اس وضو کے ساتھ جتنی نماز میرا مقدر ہوتی ہے پڑھ لیتا ہوں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لبلالٍ عند صلوٰۃ الفجر یا بلال حدثنی بارجی عمل عملتہ فی الاسلام۔ فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنۃ قال ما عملت عملاً ارجی عندی انی لم اتطھر طھوراً فی ساعۃٍ من لیل ولا نھار الا صلیت بذلک الطھور ما کتب لی ان اصلی

متفق علیہ (مشکوٰۃ)

کوئی بڑا ہی صاحب نصیب ہوگا جو طہارت پر مواظبت کرے اور پھر جب وضو کرے تو اس کے پیچھے دوگانہ پڑھے۔ بہت بزرگوں سے منقول ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنے میں بڑی ترقی ہوتی ہے برکت پر برکت اور نور پر نور نازل ہوتا رہتا ہے۔ ایک اور حدیث میں اسکی تصریح وتائید ہے جسے امام ابوعیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں روایت کیا ہے۔

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اصبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فدعا بلالاً فقال بما

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ اے بلال رض کس عمل کے سبب سے تو مجھ

Marfat.com

سبقتنی الی الجنۃ ما دخلت الجنۃ
قط الا سمعت خشخشتک امامی
قال یا رسول اللہ صلعم ما اذنت
قط الا صلیت رکعتین وما اصابنی
حدث قط الا توضأت عندہ
ورایت ان للہ علی رکعتین فقال
رسول صلے اللہ علیہ وسلم
بھما۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ)

پہلے جنت میں آگے تھا۔ میں تو جب کبھی جنت
میں گیا ہوں تب ہی تیرے پاؤں کی جوتیوں
کے آواز مجھے سنائی دی ہے۔ عرض کی کہ
یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی
اذان کہتا ہوں اسی وقت دو گانہ پڑھ لیتا
ہوں اور جب کبھی میں بے وضو ہوتا ہوں
اسی وقت وضو کر لیتا ہوں۔ اور میرا قلب یہ
اٹھتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی دو رکعتیں واجب
ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(بس) وجہ ہے کہ تجھے ایسی بزرگی ملی ہے۔

حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ سے کہا بما سبقتنی الی الجنۃ
یعنی تو مجھ سے پہلے جنت میں پہونچا یہ بعینہٖ خادم و مخدوم یا نقیب و بادشاہ کی سی
مثال ہے خادم یا نقیب کا اپنے مخدوم یا بادشاہ سے آگے ہونا صرف مخدوم یا بادشاہ کی عزت اور شان
و شوکت کے لئے ہوتا ہے اور بس۔ اس مقام کو ہم کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے
کہ **ایمان۔ اسلام اور احسان** کے مدارج اور شعبے غیر متناہی ہیں۔ پس مومن کسی اسلامی عمل میں یا
احسان میں جتنا قدم آگے بڑھائیگا اتنا ہی وہ مومن اُس اسلامی عمل میں اپنے احسان کے سبب
سے متقرب الی اللہ ہوگا۔ پھر چونکہ ان ہر سہ اقسام کے شعبے (جو اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ
بحیثیت انفرادی اپنا الگ الگ اور جدا جدا کام بھی کرتے ہیں) بیشمار ہیں اس لئے ان کا احصار
ناممکن ہے اسی واسطے امام الحسین صلعم نے اعمال شاقہ کاملہ کی نسبت فرمایا استقیموا ولن
تحصوا (دیکھو اقتصار فی العمل) **ذات** با برکات محمدی صلعم چونکہ مجمع ہر سہ اقسام مذکورہ بالا
کو جمیع مدارج تھی اور ان کی طفیل ان کے مخلصین متبعین علی قدر اخلاص و استعداد مدارج احسان
میں قدم زن تھے اسواسطے کوئی نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایک رشید مخلص کی **حالت**
تقرب الی اللہ جنت میں دکھائی گئی تو آپ فوراً تارکنے کہ اعمال اسلام میں سے کس عمل کی

Marfat.com

مواظبت سے تقرب الی اللہ کی امید اور یقین ہے اور جسکی احصار نہیں ہو سکتی ضرور کسی عمل کو تو بلال رضؓ نے اپنا معمول بہ قرار دے رکھا ہے جسپر وہ مواظبت کرتا ہے۔ پس آپنے اس سے وہی عمل پوچھا تو جواب میں بلال رضؓ نے وہی عرض کی جو حدیث میں مذکور ہے سبقت الی الجنۃ کی جزئی اور ظلی فضیلت کو اشرف الانبیاء کی اصلی اور کلی فضیلت سے بس اتنی ہی نسبت ہے جتنی کہ ان کی احسان کی مزاج میں تفاوت ہے یا جتنی کہ ہم نے اوپر خادم و مخدوم یا نقیب و بادشاہ کی مثال دیکر ان کی باہمی نسبت کو بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلال رضؓ کی اس طرح پر جنت میں پہنچنے کی حالت دکھانے میں امور ذیل بخوبی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

(۱) بلال رضؓ کو معلوم ہو جاوے کہ وہ حبشی کسی کے طفیل کہاں پہنچ گیا ہے۔ (۲) خود امام الحسنین کو معلوم ہو جاوے کہ وہ سچ مچ یزکیھم کا مصداق ہے اور اسکے فیوض و برکات کی حرارت سبج کی طرح باذن الٰہی جا بجا مستعدین کو ان کی استعدادوں کے موافق بار آور کر رہی ہے اور ظلمانی پردوں کو دور کر رہی ہے (۳) امت کو معلوم ہو جاوے کہ بجائے خود طہارت کیا شئے ہے اور نبیؐ کی اتباع مخلصانہ کا نتیجہ کیا ہے۔ (۴) احصار اعمال نافذا گرچہ ناممکن ہے مگر ممکن اعمال میں سے کسی عمل پر ضرور مواظبت اور مداومت کرے اگرچہ عمل قلیل ہی کیوں نہو (اس مضمون کی زیادہ توضیح مضمون اقتصاد فی العمل میں دیکھو)

تحیۃ المسجد

مضمون مسجد میں پڑھ چکے ہو کہ مسجد کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ مسجد کے آداب بھی پڑھ چکے ہو۔ ان میں سے ایک یہہ بھی ادب ہے کہ مسجد میں جاکر اگر بیٹھنا ہو تو پہلے دو رکعت نماز ادا کر لیوے۔ صحیحین میں ایک حدیث ہی جسکے راوی ابو قتادہ ہیں اس میں ارشاد نبوی ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لیوے۔

اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین متفق علیہ

(بلوغ المرام)

اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے تو وجوب نماز معلوم ہوتا ہے مگر جمہور کے نزدیک یہہ نماز مستحب ہے جو لوگ اسکے وجوب کے قائل ہیں انکے نزدیک بھی یہہ نماز اسوقت ساقط ہو جاتی ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت میں داخل ہو کہ آگے جماعت کھڑی ہو یا کھڑی ہونے لگے۔ وجہ ظاہر ہے یعنی یہ

مسجد میں داخل ہونے سے مقصود تو نماز پڑھنا ہی ہے سو ایسی صورت میں یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔

یہی ہیں وہ نمازیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے مستعدین احسان کے لئے اُن نمازوں کے علاوہ جو خاص و عام امت پر فرض ہیں مقرر کیں۔ پس ہم حاسبوں کو تیلی کے بیل کی طرح عامی کا عامی نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ کمر ہمت باندھ کر جہانتک ہو سکے ان نوافل کو محسنین کی طرح پڑھنا چاہیئے۔ یہی نوافل تو ذریعہ تقرب الٰہی ہیں۔ یہی نوافل تو اللہ تعالیٰ کو متنفل کا ہاتھ اور آنکھ وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ **رواتب الفرائض** تو موقت ہیں وہ تو کبھی جاتی نہیں چھوڑنی چاہئیں۔ باقی جو غیر موقت ہیں انہیں بھی جہانتک بس چلے ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن ان وقتوں کا جن سے آنجناب ﷺ نے منع کیا ہے ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے۔ یہ تین وقت ہیں (۱) جب سوج نکلتا ہے (۲) جب سوج سر پر ہوتا ہے (۳) جب سوج ڈوبتا ہے۔ ان اوقات ثلاثہ کے اسرار ہم مواقیت الصلوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں۔ طالب کی خاطر پھر کچھ لکھا جاتا ہے۔ یہ تینوں وقت وقت نماز مجوس ہیں جو سوج کے پوجاری ہوتے ہیں۔ اسلام نے تعیین وقت میں بھی ملت کفر سے اپنے تئیں ممتاز و ممیز کر لیا ہے۔ تاکہ کسی حالت میں کسی قسم کی مشابہت کفر سے نہ ہے

ان اوقات ثلثہ کے علاوہ دو اور وقت ہیں جنمیں نوافل پڑھنے سے ہمکو سد کا گیا ہے ایک تو وقت بعد صلوٰۃ الفجر۔ دوسرا وقت بعد العصر۔ غور کر کے دیکھو تو یہ وقت ان دو نو وقتوں طلوع و غروب آفتاب کے محافظ ہیں فجر و عصر کے بعد اگر اجازت ہوتی تو غالب گمان ہے کہ لوگ اوقات ثلثہ منہی عنہا میں نماز پڑھنے لگ جاتے۔ چہ پہلی نماز کی کچھ تفصیل نہ ہوتی پس ان دو نو وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنا از قبیل سد ذریعہ ہے۔

حقیقت میں کوئی وقت فی ذاتہ برا نہیں ہاں بعض کی ہر ایک چیز کی طرح ایسی بھی بعض حصص وقت بعض پر فائق ہیں۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے جمعہ کے روز ایک وقت منہی عنہ کو بالکل موقوف کر دیا۔ یعنے جب سوج سر پر ہوتا ہے اسوقت یعنی اس روز نماز پڑھنے کی اجازت دیدی کیونکہ یہ شعائر دین کے ظہور کا وقت ہوتا ہے۔ اور بیت اللہ شریف میں کسی وقت کوئی تخصیص نہیں رکھی۔ بالکل معاف کر دیا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے حکم دیا

Marfat.com

دیدیا کہ کوئی حاکم یا متولی کسی شخص کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے یا اس میں نماز پڑھنے سے نہ روکے خواہ دن ہو خواہ رات۔ کیونکہ یہ مکان مظہر شعایر دین حنیفی ہے۔ پس ایسے دن میں یا ایسے مکان میں اس قسم کی مشابہت بالکل مانند اوپسپت پڑ جاتی ہے وہاں پر کچھ ضرورت نہیں ہے کہ ان اوقات کو جو دراصل شرعاً نہیں ہیں موقت بصلوۃ نہ کیا جاوے واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل ؎

فرائض اور نوافل کی مثال

فرائض کی مثال کم پلس ۱ یعنے لازمی مضامین کی طرح ہے جنمیں پاس یعنی کامیاب ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک میں فیل یعنے ناکام رہنا تمام مضامین میں فیل ہونا سمجھا جاتا ہے۔ نوافل کی مثال آپشنل اختیاری مضامین کی طرح ہے جنکا انحصار لازمی مضامین میں پاس ہونے پر ہے۔ جس طرح یہاں لازمی مضامین میں پاس ہونا ضروری ہے ویسا ہی شریعت میں مضامین لازمیہ فرائض میں پاس ہونا چاہئے۔ جس طرح یہاں کچھ مارکس (نمبر) فیصدی پاس کرنے کے ضروری ہیں ویسے ہی شریعت میں فرائض کو طاعت فرسودہ پروردگار جانکر حتی الوسع ادا کرنا ضروری ہے جس طرح یہاں ہائی مارکس (زیادہ نمبروں) پر درجہ ملتا ہے ویسے ہی شریعت میں ترقی درجات اخلاص پر مبنی ہے۔ پس اسکے ہائی مارکس کی تعداد زیادتی اخلاص پر موقوف ہے۔ جو صرف دل سے تعلق رکھتا ہے جس طرح یہاں اختیاری مضامین کے نمبر لازمی مضامین کے نمبروں کے ساتھ جبکہ کم از کم ان کی تعداد پاسنگ مارکس (نمبر ہائے) پاس شدنی واجب

؎ اگرچہ کئی کتابیں اس مضمون نوافل کے لکھنے کیوقت نظر سے گزری ہیں مگر سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ کارآمد بلحاظ مدعا کتاب ہذا صرف حجۃ اللہ البالغہ ہے اس کتاب کے پڑھنے سے سینہ میں انشراح پیدا ہوتا ہے اسی ایک بات سے سمجھنے سے بہت سی آیات سمجھ میں آجاتی ہیں۔ خداوند کریم اہل علماء اسلام بالخصوص اس کتاب کے مصنف پر بیشمار رحمتیں نازل

Marfat.com

کئے جاتے ہیں اسی طرح یہاں فرائض کے ساتھ بشرطیکہ پاس شدنی اخلاص کے ساتھ ادا کئے گئے ہوں نوافل جمع کئے جاتے ہیں جس طرح یہاں مضامین اختیاریہ کے نمبر گو ۱۰۰/۱۰۰ کیوں نہوں مضامین ضروریہ کے نمبروں کے ساتھ جبھالت میں اتنی تعداد پاس ہونے کی لازمی بھی نہیں ہوتی جمع نہیں کئے جاتے۔ اُسی طرح یہاں نوافل خواہ ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں ادا کیوں نہ کئے جاویں۔ فرائض کے ساتھ جس حالت میں پاس شدنی اخلاص کے ساتھ نہ پڑھے جائیں جمع نہیں کئے جاتے۔ جس طرح بوقت امتحان مضامین اختیاریہ کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہوتی جبکہ مضامین لازمیہ تیار نہیں ہوتے اسیطرح نوافل کی کچھ سماعت نہیں ہوتی جبکہ فرائض کی پابندی نہیں ہوتی جس طرح یہاں طالب علی کے ذوق کو بڑھانے اور عینی کے کمی درجہ کو پورا کرنے کے لئے مضامین اختیاریہ مضامین ضروریہ کے علاوہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح نوافل محسنین کی ذوق کو بڑھانے اور کم استعداد والوں کی کمی درجہ کو پورا کرنے کے لئے فرائض کے علاوہ ہوتے ہیں۔

پس نوافل کے زیادہ پڑھنے والو! فرائض کو جو مضامین لازمیہ میں نہایت خوبی کے ساتھ ادا کرو۔ یہہ نوافل فرائض کی کمی کو پورا کرنے والے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہہ فرماتے سنا ہے۔ کہ قیامت کے روز بندہ کے اعمال میں سے سب سے پہلے جس چیز کا محاسبہ ہوگا وہ نماز ہوگی سو اگر اس کو پورا کیا تو یہہ اس کے لئے **پوری** لکھی جاویگی اور اگر اسکو پورا نہ کرتا رہا یعنے اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوئی تب اللہ تعالے فرشتوں کو فرمائیگا کہ دیکھو تو میرے بندے کے نامہ اعمال میں تم کو کچھ نوافل نظر آتے ہیں جن کو یہہ خوشی سے ادا کرتا تھا اور اسکی

اول مایحاسب بہ العبد یوم القیامۃ صلوتہ فان کان اتمھا کتبت لہ تامۃ وان لم یکن اتمھا قال اللہ تعالے لملائکتہ انظروا ھل تجدون لعبدی من تطوع فتکملون بھا فریضتہ ثم الزکوۃ کذلک ثم توخذ الاعمال علی حسب ذلک اخرجہ احمد وابو داؤد وابن ماجۃ۔ (سبل السلام)

Marfat.com

فرائض کی کمی کو ان سے پورا کرو۔ اس کے بعد زکوٰۃ کی پڑتال ہوگی۔ پھر اسی طرح اس کے بعد اس کے تمام اعمال مثل حج وصوم کے پڑتال ہوگی۔ اوکمی فرائض کو نوافل سے پورا کیا جائیگا یعنے زکوٰۃ کی کمی کو صدقات نفلی سے حج کی کمی کو حج نفلی سے۔ صوم کی کمی کو نفلی روزوں سے پس اے مسلمانو! تم میں سے کون جانتا ہے کہ پڑتال کے وقت فرائض میں تم پاس ہوجاؤگے بڑی احتیاط اور دل کی خوشی کے ساتھ نوافل پڑھنے کے لئے کمر ہمت باندھو تاکہ اس دن ہماری کمیاں پوری کرنے کے لئے یہہ کام آویں۔

لیکن نوافل کے لئے اقتصاد۔ توسط۔ میانہ روی۔ اعتدال۔ عدم تشدد وتعمق اور مداومت درکار ہے۔ پس ذیل میں ہم **اقتصاد فی العمل** پر کچھ ریمارک کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

الاقتصاد فی العمل یعنی عمل میں میانہ روی

یہہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کام کو دل نہ کرنا چاہے تم ہزار کرو وہ کام کما ینبغی نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ تو بہت خرابی واقع ہوتی ہے۔ لیکن خیر وہ کام جو اکثر اعضائے ظاہری کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ یا پاؤں کو کام اگر دل حاضر نہ بھی ہو توجوں توں کرکے پورے ہوجایا کرتے ہیں گو ان میں بھی بعض وقت سخت نقصان واقع ہوتے ہیں۔ پھر اگر وہ کام جو صرف دل سے تعلق رکھتا ہو اور دل اُسے نہ کرنا چاہے کیا جاوے تو کرنے والا احمق اور نادان کہلائیگا۔

طاعات کی بیماریوں میں سے سب سے زیادہ مہلک بیماری یہہ ہے کہ ان میں دل اُکتا جائے کیونکہ طاعات کا ثمرہ یہہ ہے کہ ان سے دل میں خشوع پیدا ہو اور دل اکتا جانے کے یہہ معنے ہیں کہ دل خشوع سے خالی ہے۔ انسان پہلے تو بڑے ولولہ اور جوش میں آکر عبادت شاقہ کے کرنے کے لئے مستعد ہوجاتا ہے۔ لیکن پیچھے ان کا نبھانا ہی مشکل ہے اور آخر کار وہ عبادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اور پھر حرمان کا حرمان اس کے حصے میں آتا ہے۔ کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

Marfat.com

اس قسم کی جتنی عبادات شاقہ کا انسان اپنے پر التزام کر لیتا ہے وہ سب کی سب اس چیز سے جسکا نام عبادت ہے خالی ہوتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ شِرَّۃً وَاِنَّ لِکُلِّ شِرَّۃٍ فَتْرَۃً ۔ یعنی ہر ایک شئی کے لئے ایک سخت حرص ہوتی ہے اور ہر ایک حرص کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کرتا ہے کہ حرمان اور صفر ہاتھ میں آتا ہے ۔ اسی طرح عابد پہلے تو نوافل کی سخت حرص کرتا ہے پیچھے نہ نباہ سکنے کے باعث اس عبادت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ اور اسکی وہ پہلی کی سی تیزی کافور ہو جاتی ہے ۔ پس جس کام کو یا جس عبادت نفلی کو اختیار کرنا ہو پہلے سوچ سمجھ کر اتنی کرو جسے تم نباہ سکو اور جس پر مداومت اور مواظبت کر سکو ۔ ایسا نہو کہ آج تو کرو اور کل چھوڑ دو ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رض فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے یہ ہدایت ہے ۔ یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل فترک قیام اللیل (متفق علیہ) (بلوغ المرام) یعنی اے عبداللہ فلاں شخص کا سا نہ بننا وہ قیام اللیل کیا کرتا تھا اب دیکھ کہ وہ چھوڑ بیٹھا ہے ۔ مطلب یہ کہ کثرت و افراط قیام لیل مست کرنا ایسا نہ ہو کہ تیرے دل میں ملالت اور اندوہ پیدا ہو اور تو بھی اس کی طرح قیام اللیل چھوڑ بیٹھے ۔

شارع علیہ السلام نے ان طاعات کا اندازہ مقرر کر دیا ہے جیسے طبیب اپنے مریض کے حال کو دیکھ کر کچھ مقدار دوا مقرر کرتا ہے ۔ پس جس قسم کا بیمار ہو اسے اسی قسم کے مقدار کی دوا لینی چاہئے نہ اس میں سے کچھ کم کرے اور نہ اس پر کچھ زیادہ کرے ۔

ایک اعرابی کو جو نو مسلم ہوا تھا آپ نے صرف فرائض کی تعلیم کی ۔ وہ بولا کچھ اور آپ نے فرمایا اور کچھ نہیں ۔ اس پر اعرابی بولا بس میں ان کا التزام کرونگا ۔ اس سے نہ کچھ گھٹاؤں گا اور نہ اس پر کچھ بڑھاؤں گا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص دنیا میں کسی بہشتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس شخص کو دیکھ لے ۔

تین شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آئے ۔ اور ازواج مطہرات سے آنحضرت صلعم کی عبادت کی نسبت پوچھا جب انہیں پتہ لگ گیا تو کہنے لگے یہ عبادت تو کچھ زیادہ نہیں حضرت تو پاک ہیں ذنب ما تقدم وما تاخر اون کے معاف ہیں ۔ ہم گنہگار بھیڑے ۔ ہماری

Marfat.com

ہماری انکی نسبت ہی کیا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ ایک بولا میں تو اب تمام رات نماز پڑھتا رہا کرونگا۔ دوسرا بولا بس میں تو ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کرونگا اور کبھی افطار نہ کرونگا۔ تیسرا بولا میں تو عورتوں سے اب مجتنب ہو جاؤں گا۔ اور کبھی ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ادن کا پتہ لگ گیا آپ ان کے پاس آئے اور کہا تم ہی ہو جنہوں نے ایسا ویسا کہا ہے واللہ میں تمہیں سے سب سے زیادہ اللہ تعالے سے ڈرنیوالا ہوں اور تم سب سے زیادہ اتقی ہوں۔ میرا یہہ حال ہے کہ انا اصوم وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنے میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں۔ رات کو اٹھ کر نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ سو یاد رکھو کہ جس نے میرا طریق چھوڑ دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت اسلام کا یہہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ ہم امور دنیا سے غافل ہو جاویں بھوکوں مرتے رہیں اور دل میں سمجھیں کہ ہم روزہ دار ہیں۔ امور شاقہ مثلاً نوافل ہی سہی رات دن پڑھتے ہیں اور سمجھیں کہ ہم بڑے عابد اور زاہد ہیں۔ تم لوگ صرف نوافل پڑھنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہو جتنی ضروری اور لابدمنہا عبادت تمہارے جسم و روح کے معتدل و علی صراط مستقیم رکھنے کے لئے درکار ہے وہ یہی پنجوقتہ نماز ہے۔ ہو سکے تو اتنے نوافل جنپر مداومت اور مواظبت ہو سکے ضرور پڑھا کرو۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام جو عبادت تبلاتا ہے اس میں حقوق جسم اور حقوق روح ہرگز تلف نہیں ہوتے۔ امام المحسنین کو نہیں دیکھتے؟ ائمۃ المحسنین صحابہ رض کو نہیں دیکھتے؟ کیا وہ رات دن نوافل میں ہی مشغول رہتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ پس جو لوگ مدارج احسان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں وہ نبی صلعم اور اصحاب نبی صلعم کا نمونہ ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ خبردار! خبردار! حقوق جسم کو ہرگز تلف نہ کریں۔ یہی تو ایک دین ہے جو ہمیں افراط و تفریط سے بچاتا ہے جادہ مستقیم پر چلاتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے مستفیض تھے ایک قائم اللیل کو کہا ان لعینیک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا۔ یعنی تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکے اس قول کی تصدیق کی۔ ابھی اوپر قول نبوی صلعم بیان ہو چکا

Marfat.com

ہے۔ انا اصوم وافطر الحدیث۔ یعنی میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ دین اسلئے نہیں ہے کہ ہم بالکل دنیا و مافیہا کو فراموش کر دیں اور جسم کے حقوق کو تلف کر دیں۔ ہاں نری دنیا کی طرف بھی جھکنے سے روکتا ہے اور سخت روکتا ہے سخت روکتا ہے۔ نہایت ہی سخت روکتا ہے۔ دوسرا مقصود ان طاعات سے یہہ ہے کہ استقامت پیدا ہو اور استقامت کے حاصل کرنے کے لئے سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ جو کام شروع کریں اسے نہایت ہی احتیاط اور اعتدال کے ساتھ شروع کریں۔ ناممکن ہے کہ جمہور الناس پبلک کل قسم کی نیکیوں کو ادا کر سکیں۔ یہی قول ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا استقیموا ولن تحصوا... ابن ماجہ باب المحافظۃ علی الوضوء۔ یعنی استقامت حاصل کرو۔ تم کبھی احصار نہ کر سکو گے اور جتنی تم کو طاقت ہو اسی کے موافق طاعت کرو اور تمام نوافل کو گھیرنے کے فکر میں مت ہو۔ کبھی استقامت حاصل نہیں ہو سکتی جبتک ایسی مقدار معین نہ ہو کہ جس سے اسکے نفس میں طاعات کی چاشنی پیدا ہو۔ ملکیت کی لذت سے حظ حاصل ہو اور معلوم ہو جاوے کہ بہیمیت کے حسائس سے قلب پر قلق اور الم گزرتا ہے۔ اور پتہ لگ جاوے کہ کس طرح بہیمیت ملکیت کے منقاد اور مغلوب ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے اوصاف جمہور الناس میں کبھی کثرت طاعات سے نہیں حاصل ہو سکتے۔ پس پبلک سے یہی التجا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اس قول مبارک کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ استقیموا ولن تحصوا۔ استقامت پیدا کرو احصار تم کبھی نہیں کر سکو گے۔ دو نفل کا جن سے دل میں خشوع پیدا ہو پڑھ لینا ان ہزار دو ہزار رکعت نوافل سے بہتر ہے جن سے اتنا پتہ بھی نہ لگے کہ بہیمیت کی زہرآلودہ تاثیرات کیسی کیسی ہیں یہہ مقصود بھی اس دین یسیر کا ہے کہ تعمق فی الدین کا دروازہ مسدود ہو۔ ایسا نہو کہ ان ساری نوافل اور طاعاتِ تطوع کو احصار کریں ان کے پیچھے دوسری نسل آوے اور وہ ان نوافل طاعات کو طاعات سماویہ مفروضہ سمجھنے لگ جائے۔ اگلی نسل پیدا ہو اور وہ ظن کو یقین سمجھ اور محتمل کو مطمئن بہ خیال کرنے لگ جاوے۔ پھر نتیجہ یہہ نکلے کہ دین محرف مبدل ہو جاوے پہلی قوموں نے اسی طرح اپنے دین میں تحریف و تبدیل پیدا کی تھی۔ دیکھتے نہیں قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ رہبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیہم الا یعنی یہہ رہبانیت

Marfat.com

انہوں نے خود نکالی ہے۔ ہم نے ان پر کوئی فرض نہیں کی تھی

اب ہر روز دیکھتے ہو اور مدت کی لکھی ہوئی کتابوں کو پڑھتے ہو کہ متعمقین اور متشددین فی الدین نے کیا کیا کیا اپنے اوپر آپ امور شاقہ کا التزام کیا اور اس کا نام عبادت اور زہد رکھا۔ بہتے ندیوں اور دریاؤں کے کناروں سے وضو نہ کرنا بایں زعم فاسد کہ شاید اوپر کی طرف کوئی استنجا نہ کرتا ہو۔ تنبیہ نفس کے لئے ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا۔ رات کو جاگنا۔ ذکر روزہ رکھنا۔ چلّے کاٹنا۔ اور بیہودہ عبادات کا وظیفہ و ورد کرنا۔ دریاؤں۔ نالوں نالابوں میں پانی کے اندر جا کر کچھ ورد پڑھنا۔ یہ ساری باتیں لوگوں نے از خود ایجاد کیں خود رہبانیت کو ایجاد کیا۔ عورتیں (تارک) بے نکاح اپنی عمریں بسر کرتی ہیں۔ گو ان کے پاس نَنْری (ننس[1] کے رہنے کی جگہ) نہیں ہوتیں۔ لیکن گھر کی کوٹھڑیاں یا حجرے اسبات کے لئے کافی ہوتے ہیں۔

اے مسلمانو! بچ جاؤ۔ اتنی تکلیف اور مشقت اللہ تعالیٰ نے تو تم پر فرض نہیں کی تم کیوں اپنے اوپر آپ فرض کر لیتے ہو۔ ہم تو روتے ہیں اسبات کو کہ نوافل میں ہی استقامت پیدا کرو۔ تم ہمکو سناتے ہو کہ ہم اور ایجاد کی ہوئی عبادتوں میں بھی کچھ قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

اے امت محمدیہ! محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق کو کیوں چھوڑ بیٹھے ہو یہودیوں عیسائیوں۔ ہندوؤں کے سے طریقے کیوں اختیار کر بیٹھے ہو۔ رسول اللہ صلعم جب کبھی کوئی خطبہ پڑھا کرتے تھے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کرتے تھے۔ اما بعد۔ فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد الحدیث۔ پس اپنی تمام طاعات میں طریق نبوی اختیار کرو۔ نفل پڑھتے ہو تو وہ پڑھو جو شارع علیہ السلام سے ثابت

---

[1] نَن انگریزی لفظ ہے اسکی جمع ہے ننس یعنی وہ رومن کیتھلک عورتیں جو ساری عمر بلا نکاح تعبد کے طور پر بسر کرتی ہیں۔ اور گرجوں کے حجروں اور کوٹھڑیوں میں رہتی ہیں۔ ان کے رہنے کی جگہوں کو نَنْری کہتے ہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

ہیں۔ کیا وہ تھوڑے ہیں؟ اگر تمہارا درست قیام ہو۔ ٹھیک رکوع ہو۔ سجدہ درست ہو۔ قومہ جلسہ ٹھیک ہو تو تم سے دو رکعت بھی پڑھنی مشکل ہو جائیں گی۔ قیام کا یہ حال ہے کہ آپ کے گھٹنوں پر ورم ہو جایا کرتا تھا۔ زاہدو! عابدو! سنو! تو کبھی تمہیں ورم ہوا ہے۔ آپ عموماً ۱۱ رکعت اور کبھی تیرہ رکعت اور بارہ، یا ۹ رکعت وتر پڑھتے تھے تمہاری طرح ہزار ہزار رکعت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ تمہاری طرح غیر مطمئن۔ بے اعتدال قومہ و جلسہ کا ستیاناس نہیں کرتے تھے۔ جو لوگ مدارج احسان میں قدم بڑھانا چاہتے ہیں۔ انہیں استقامت حاصل کرنا چاہئے۔ احصا کا کبھی خیال نہیں رکھنا چاہئے۔ احصا پبلک سے ناممکن ہے۔ جو لوگ اصل دین نبوی کے متبع ہونا چاہتے ہیں انہیں صرف طریق نبوی اختیار کرنا چاہئے۔ تحریفی امور سے بالکل اجتناب اور احتراز کرنا چاہئے۔

یہ بالکل سیدھی بات ہے کہ جو لوگ یہی ظن یا یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش تب ہی ہوتا ہے جب ہم طاعات شاقہ کو بجا لائیں تو اب پھر چونکہ وہ امور ہوتے ہیں خلاف تقاضائے نیچر انسانی اُن سے ان کا نباہ علی التواتر ہو نہیں سکتا جب ذرا بھی اُن سے قصور ہوتا ہے تو اُسی وقت ان میں اور ان کی تہذیب نفس میں ایک حجاب عظیم واقع ہو جاتا ہے اس کے جی میں ایسے وساوس پیدا ہو جاتے ہیں کہ دل میں آوگدگدی پیدا ہوتی ہے عبادت میں مزہ نہیں آتا۔ وہی علوم قلبی اس کے لئے مصیبت ہو جاتے ہیں۔ دل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہو جاتا ہے۔ پھر طاعات قبول ہوں تو کیسی ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا خیال کرنا چاہئے آپ فرماتے ہیں۔ ان الدین یسرٌ ولن یشادّ الدین احد الا غلبہ الحدیث یعنی یہ دین سہل ہے اور جب کبھی کوئی اس دین میں تشدد اختیار کریگا یاد رکھے کہ اسکا اس سے نباہ ہونے کا نہیں وہ خود عاجز ہو جاویگا۔ اور دین اس پر چڑھ بیٹھے گا۔ یعنے وہ اسپر عمل نہیں کریگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اقتصاد فی العمل کو اپنی امت میں نہایت موکد کیا ہے۔ اور اسی بات کی سخت نہی کی ہے کہ وہ حد اعتدال سے گزر جاویں اور یہاں تک نوبت پہنچ جاوے کہ دل میں ملال اور دین میں اشتباہ اور اتلافات میں غفلت پیدا

Marfat.com

ہو۔ حد اعتدال اور استقامت کو اختیار کرو۔ یہی طریق محمدی ہے۔ اس سے مداومت اور مواظبت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب بھی یہی طریق عمل ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل متفق علیہ (مشکوٰۃ) یعنے اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہی عمل ہے جو ہمیشہ ہو گو وہ تھوڑا ہی ہو۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے عامل کی رغبت معلوم ہوتی ہے دوسری بات یہہ ہے کہ عمل کی مواظبت ہی سے تو عبادت اور طاعت کی دل پر تاثیر پڑتی ہے اور اسی سے ہی تو عبادتوں کا مزہ آتا ہے روزمرہ کے تھوڑے سے عمل سے جو تاثیر دل پر ہوتی ہے وہ ایک ہی رات کے ہزار ہزار رکعت پڑھ کر پھر بس کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی نصیحت پر حکمت کی تائید میں یہہ حدیث ہے خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا متفق علیہ (مشکوٰۃ) یعنے جسقدر اعمال تم کر سکتے ہو اتنے ہی کرو۔ (ایسا نہو کہ طاقت سے باہر عمل کرنے لگو پھر ملول ہو جاؤ۔ اور عمل بے فایدہ ہو جاوے) کیونکہ اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتا جبتک کہ تم خود ملول نہو۔ یعنے وہ تمہاری سنتا رہتا ہے اور ثواب دیتا رہتا ہے ہاں اسوقت نہیں دیتا جب تم میں ملال پیدا ہو۔ اسی مضمون کی تفسیر یہہ حدیث ہے "یعنے تم میں سے جب کوئی

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لا یدری لعلہ یستغفر فیسب نفسہ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

نماز پڑھنے کی حالت میں اونگھنے لگ جاوے تو وہ سو رہے حتی کہ اسکی نیند جاتی رہی کیونکہ تم میں سے جب کوئی اونگھ کی حالت میں نماز پڑھتا ہے تو اسے اپنے لفظوں کا بھی پتہ نہیں رہتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ شاید وہ بخشش کا طالب ہو اور اس بے تمیزی کے باعث) اپنے لئے بددعا کر بیٹھے۔ **مطلب** یہہ ہے کہ ملال کے سبب سے وہ طاعت و غیر طاعت میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب حالت ایسی ہو تو پھر نفس کو کیسے متنبہ کر سکے گا

اس سارے مضمون کا لب لباب یہہ ہے کہ جو عمل کرو اس میں اعتدال اور میانہ روی کو نگاہ رکھو اور اسپر ہمیشگی کرو۔ اور ان میں حد سے بڑھ کر تشدد نہ کرو۔ تشدد بہت

Marfat.com

بری چیز ہے حدیث ذیل کا پہلا ٹکڑہ پہلے لکھا جا چکا ہے اب پوری لکھی جاتی ہے اور قابل سمجھنے کے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان الدّین یسرٌ ولن یشادّ الدّین احد الاغلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیئ من الدلجۃ رواہ البخاری (مشکوٰۃ)	دین سہل ہے جب کبھی کوئی شخص دین میں تشدد اختیار کرے گا یہہ دین اسپر غالب ہوجائیگا اور اس سے وہ عمل نہیں ہوسکیگا پس اے لوگو طریقہ سدا اختیار کرو یعنے ایسا طریق متوسط کہ جسکی تم مراعات بھی کرسکو اور اسپر مواظبت بھی اور تم اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے قریب اور نزدیک ہی سمجھو یعنی گمان نہ کرو کہ تم اللہ تعالےٰ سے دور ہو۔ اور اس کا قرب اسی حال میں حاصل کرسکتے ہو کہ جب اعمال شاقہ کی برداشت کروگے اور مبشر رہو یعنے امید اور نشاط حاصل کرو اور صبح و شام اور رات کے کسی قدر پچھلے حصے میں مدد مانگا کرو یعنی ان تین وقتوں میں نمازیں پڑھو۔ دعائیں مانگو۔ استغفار پڑھو۔ کیونکہ یہہ ایسے وقت ہیں کہ ان میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دل کی تنگی دنیوی انکار اور غموم و سموم سے پاک صاف ہوتی ہے۔ یہہ دین سراسر سہل ہی یسر اور آسانی اور بالکل سہولت۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من نام عن حزبہ او عن شیئ منہ فقراہ فیما بین صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ الظہر کتب لہ کانما قرأہ من اللیل رواہ مسلم (مشکوٰۃ)	جو کوئی اپنا پورا ورد یا کچھ ورد پڑھے بغیر سو گیا پھر فجر اور ظہر کے مابین پڑھ لیا تو اس کے لئے اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائیگا کہ گویا اس نے رات میں ہی وہ اپنا ورد پڑھ لیا تھا۔

یہہ سہولت اسوقت ہوتی ہے کہ جب کوئی عامل۔ کوئی عابد۔ کوئی شب خیز رات کو سویا ہے اور اسکی رات کی نماز نوافل یا کوئی اور وظیفہ یا ورد یا وظیفہ جاتا رہے تو پھر اسے کچھ مواخذہ نہیں ہے اور اس کے اجر میں سے کوئی گھاٹا نہیں ہے بشرطیکہ وہ نماز فجر کے

Marfat.com

بعد پیشین سے پہلے پہلے ادا کرے اسی طرح اس قسم کے اوراد کا حال ہے جو دن کو رہ جاویں اور پھر رات کو پوری کیلئے جاویں۔ ترمذی میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ اگر کبھی نیند کے غلبہ سے یا کسی وجہ سے رسول خدا صلعم کی نماز شب رہ جاتی تو آپ دن کو بارہ رکعات نماز پڑھ لیتے"۔ گویا یہہ رات کی نماز کا تدارک ہو جانا۔ اسی طرح ثابت ہے کہ رسول خدا صلعم اور آپ کے اصحاب کی نماز صبح ایک میدان میں سوتے سوتے جاتی رہی۔ سورج کی گرمی سے سب سے پہلے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جگایا آپ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہہ میدان شیطان کا میدان ہے پھر آگے چلکر آپ اتر پڑے وضو کر کے سنتیں پڑہیں اذان دلائی اور باجماعت نماز پڑہائی۔ غرضکہ قضا کا مسئلہ بھی حقیقت میں کمال درجہ کی رحمت اور سہولت ہے۔ فرض ہوں سنتیں ہوں اگر عذر جائز کے ساتھ اپنے وقت پر ادا نہ ہو سکیں تو پھر عذر کے دور ہونے پر ادا کر لی جاویں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مذکورۃ الصدر سنن راتبہ فوت شدہ کی قضا کے لئے ایک بڑی بھاری دلیل ہے اور امت مرحومہ کے لئے بڑی بھاری رحمت کا موجب۔

قضا میں دراصل تین باتیں ہیں اول یہ کہ اس وردِ معمولی کو چھوٹنے کے سبب سے دل ڈھیلا نہ پڑ جاوے۔ دل پر زنگ اور غفلت کے پردے نہ پڑ جاویں۔ اور پھر ایسا نہو کہ اس کا التزام کرنا اسپر مشکل ہو۔ دوسری بات یہہ ہے کہ اپنی ڈیوٹی سے عہدہ برہو جاوے اور اپنے دل میں یہہ نہ ٹھان بیٹھے کہ میں نے اللہ تعالے کی عبادات میں قصور کیا ہے اور کہ مجھے مواخذہ اور گرفت ہوگی سوم یہہ کہ اس میں تعزیر ہے شخص مماثل کے لئے۔ تاکہ آئندہ اس سے پابندی وقت چھوٹ نہ جاوے (دیکھو مضمون قضائے فوایت و قضائے نماز ویتر)

صلوٰۃ المعذورین

کسی کامل شہ بعینہٖ یا کامل لانا کا سب سے پہلا فرض یہہ ہے کہ مکلفین کی استطاعت اور

Marfat.com

وُسعت کو دیکھے جس قسم کی استطاعت کسی میں ہو اسی قسم کی تکلیف کا کام اس سے لے اگر یہہ بات نہیں ہے تو وہ شریعت بالکل نامکمل ہے اور اس شریعت یا قانون کا بنانیوالا جاہل اور حکمت سے عاری - ایک ہی عام قانون مقرر کر دینے سے یہہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ صرف وہی لوگ اس قانون کی تعمیل کرینگے جنمیں تعمیل کرنے کی طاقت ہے دوسرے اس سے دست بردار ہو جاوینگے حتی کہ کچھ مدت کے بعد بالکل اُس قانون کو فراموش کر دینگے جب کسی لا پر پبلک کو چلانا منظور ہو تو بہتر یوں ہو سکتا ہے کہ وہ لا شریعت ہر ایک شخص کی تکلیف کی طاقت کے بموجب حکم کرے - اس طرح پر اس حکم کی تعمیل تمام مکلفین کر سکتے ہیں - دو من بوجھ اٹھانیوالے اپنی قدرت کے موافق ڈیڑھ من بوجھ اٹھانیوالا اپنی طاقت کے بموجب - ڈھائی سیر بوجھ اٹھانے والا اپنی استطاعت کے مطابق - غرض یہہ ہے کہ کوئی نافرمانبردار نہیں آسکتا - ہر ایک شخص اپنی اپنی وسعت کے موافق اس کام میں لگ سکتا ہے

شریعت محمدی چونکہ ایک کامل شریعت ہے اور یہی کمال اس کے حق میں موجب افتخار ہے اور اسی وجہ سے یہہ شریعت تمام شرائع سے ممتاز اور سب پر فائق ہے - بعض کم ظرف معترض نے اسی خوبی کو قبیح خیال کر کے اسکا نام سٹیشنری لا رکھا - بجز افسوس کچھ نہیں کہا جا سکتا ان لوگوں کی کھوپریوں میں یہہ بات سمائی ہوئی ہے کہ پرافٹ بھی گلیڈ سٹون یا پرنس بسمارک کی طرح ایک معمولی بشر ہوتا ہے گو ابنائے زمان میں غیر معمولی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - جس رات کو دو گھنٹہ مجاہدہ کر کے کوئی بات اپنے ذہن سے تراش لی پس صبح کو اپنے ہمجنسوں میں وہ تراشیدہ بات سنا کر مقنن بنگیا - پھر جبتک کوئی اور اس سے عمدہ تراش کر نہ لاوے اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے - اور جب کوئی اور اسی طرح رات کو دو گھنٹہ خرچ کر کے کوئی ایسی بات تراش لے جو مسٹر گلیڈ سٹون کی تجویز سے اعلے اور عمدہ ہو تو بس وہ پہلا لا مردود اور منسوخ ہو جاتا ہے - اور دوسرا لا اس کے بجائے قایم ہوتا ہے - بس ان ناقدر شناسوں کے نزدیک سب سے اعلی لا وہ ہوتا ہے جو گلیڈ سٹون کے لا کی طرح پراگر سو اور چینجیبل (متغیر - مبدل) ہو - اسی قیاس پر وہ تمام شرائع انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ کو پراگر سو سمجھتے ہیں -

Marfat.com

یہہ بات قابل فروگذاشت نہیں ہے بلکہ بڑی غور طلب ہے اس میں دو ایسے لفظ ہیں کہ جنپر اس مسئلہ کی تمام بنیاد ہے ایک لفظ سٹیشنری یعنی ساکن ہے دوسرا لفظ پروگریسو (ترقی پذیر۔ ترقی طلب۔ ترقی کنندہ) ہے پہلا لفظ اسلام کے حقیں بطور قبح بولا جاتا ہے دوسرا لفظ شرائع قبل از اسلام کے حقیں بطور حسن وخوبی بولا جاتا ہے لفظ سٹیشنری کے معنے ہیں ایک ہی جگہ پر قائم جسمیں ترقی نہ ہو سکے جسکے قواعد اور لائحہ اس قسم کے ہیں کہ ان پر عمل درآمد کرکے ترقی نہیں ہو سکتی۔ دوسرا لفظ اسکی ضد ہے اس کے معنے ہیں۔ ایسا قانون کہ اس میں ترقی پر ترقی ہو سکتی ہے۔ اسپر عمل کرنے سے دروازہ ترقیات چاروں طرف سے کھل سکتا ہے۔

اسلام سٹیشنری ہے۔ سٹیشنری ترقی روکنے والے کو کہتے ہیں پس اسلام ترقی روکنے والا ہے۔ گویا "اسلام سٹیشنری ہے" کے معنے ہیں "اسلام ترقی کا دروازہ بند کرنیوالا ہے"۔ آجکل جملہ میں لفظِ ترقی ایم بگواس ٹرم یعنی محتمل المعانی ہے اگر اس لفظ کے یہہ معنے ہیں کہ اسلام انتقال جامع اور مانع ہے کہ اسمیں اب کسی قسم کی ایزادی کی گنجائش نہیں تو یہہ بات بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ اور اگر اس لفظ کے معنے یہہ ہیں کہ اسلام روحانی ترقیات و برکات سے روکتا ہے تو یہہ بات واللہ العظیم ایسی ہے جیسے کوئی شمس نصف النہار کو کہے کہ یہہ کچھ نہیں۔ بات بنتی تب ہے جب معترض آثار سلف وخلف کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر اتنک انصاف کے ساتھہ پڑھے۔ یہاں کوئی محل نہیں کہ ترقیات روحانیہ کا ذکر کیا جاوے یا صرف ان لوگوں کے نام کی ہی فہرست دیجاوے جو دنیا بھر میں اسبارہ میں مشہور ہیں۔

اگر اس سے مراد دنیوی ترقی ہے تو پھر بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنجناب رسالتمآب صلعم کے کارناموں کو دیکھلو۔ کیونکہ سٹیشنری اسلام انہیں میں تھا اور ٹھیک ٹھیک نمونہ اسلام وہی لوگ ہیں۔ انکی ترقیات کی نشانیاں ان تمام ممالک میں جن کو انہوں نے خود فتح کیا اتنک موجود ہیں۔ صحابہ رضہ کے بعد اسلامی بادشاہوں نے ممالک فتح کئے چونکہ انکی غرض نری اخلاص اور نری اعلاے کلمۃ الحق نہیں تھی اسواسطے وہ ممالک کچھ مدت تک قبضہ میں رہے پھر اُن کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔ اور جہاں اتنک باقی ہے

Marfat.com

وہاں صرف نام ہے اسلام نہیں ہے۔ غرض معترض کی یہہ بات بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ اور اگر ترقی کے بند کرنے کے معنے یہہ ہیں کہ اسلام لوگوں کے ہاتھ میں شریعت کی باگ نہیں دیتا تاکہ وہ جس طرح چاہیں بطور خود خود قانون مقرر کریں جو چاہیں عبادت مقرر کریں جس وقت چاہیں ادا کریں اور حرام و حلال میں کچھ تمیز نہ کریں۔ جس طرح چاہیں جائز ناجائز شروط مقرر کر کے تجارت سے فایدہ اٹھاویں اور معاشرت میں جس طرح چاہیں خاوند اور بیوی اور اولاد اور دیگر لوگوں کے حقوق مقرر کریں یا تلف کریں جس طرح چاہیں طلاق کے قواعد مقرر کریں یا نہ کریں۔ جس طرح چاہیں محرمات کے ساتھ عقد کریں یا نہ کریں۔ سوٹھا وکورٹ شپ کے زمانے مقرر کریں یا نہ کریں۔ وراثت میں جسے چاہیں محروم کریں جسے چاہیں وارث بنا دیں۔ غرض شارع علیہ السلام صرف ناحی فعل (برائے نام) ہو اور قوانین و ضوابط کا بنانا سوسائیٹی کے ہاتھ میں ہو وغیرہ وغیرہ تو یہہ بات صحیح ہے۔ غرضکہ تمام فواحش ما ظہر منہا و ما بطن کی اجازت اگر ان کو ملجاوے تب تو یہہ اسلام پسند گر ہوں نہیں تو سٹیشنر ہی۔ کیسی افسوس کی بات ہے کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہر امر میں کیسی عمدہ تعلیم فرمائی اور ناقدر شناسوں نے کسقدر ناشکری کی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ

تبلاؤ وہ کونسی ترقی ہے جس سے اسلام روکتا ہے۔ وہ کونسی برکت ہے دینی یا اخروی جس سے اسلام روکتا ہے۔ کوئی ترقی نہ تبلاؤ گے۔ نہ تبلاؤ گے پر نہ تبلاؤ گے۔ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

دوسری بات جو ان کی کھوپریوں میں سمائی ہوئی ہے یہہ ہے کہ انبیاء سابقین ع کی شرایع پر اگر سوتھیں یعنے یہہ کہ ان کے باعث تمام قسم کی ترقیات کے دروازے کھل سکتے ہیں تو اس میں بھی وہ غلطی پر ہیں اور اسی غلط فہمی اس بنا پر ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی طرح بلکہ اپنے سے کمتر جانتے ہیں۔ یعنے خود اپنے کانوں ایک بڑے رکن دین عیسوی سے جو سکاٹلنڈ کے شمال سے چلکر یہاں آیا تھا۔ یہہ دلخراش کلمہ کہتے سنا تھا۔ کہ موسیٰ کیا تھا معاذ اللہ (نقل کفر کفر نہ باشد) مجھ سے زیادہ عالم نہیں تھا جیسے میں مسیح کے کفارہ پر ایمان لاکے بچا ویسے ہی وہ بچا تھا بلکہ وہ اسقدر علوم و سائنس سے واقف نہیں تھا

حسقدر میں ہوں۔ یہہ ایک عیسوی شریعت کے معلم کا ذکر ہے اور یہہ انبیاء سابقین کی عزت ان کی کھوپریوں میں سمائی ہوئی ہے۔ اب عوام کا کیا ذکر کریں۔

اصل بات یہہ ہے کہ انبیاء سابقین تمام دنیا کے لئے معلم نہیں ہوا کرتے تھے اپنی اپنی قوم و برادری اور اپنی اپنی بولی میں تھوڑے فاصلہ پر تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ نہیں معلوم ایک ہی وقت میں کتنے معصر بنے ہوتے تھے۔ قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہوگزری کہ جسمیں کوئی نہ کوئی نذیر یا رسول یا نبی نہیں گزر چکا۔ انکی شریعت مخصص المقام اور مخصص الزمان ہوا کرتی تھی البتہ دین یعنے لا الہ الا اللہ اور وہ تمام نیکیاں جو ابتدائے عالم سے لیکر مشترک طور پر تمام سوسائٹیوں میں جاری ہیں مثلاً والدین کے ساتھ نیکی وغیرہ کرنا۔ اخلاق فاضلہ کا حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ سب کا ایک ہی تھا۔ کیا معنے اصل دین تمام انبیاء کا ایکسا ہی ہے اور شرائع میں مناسب اختلاف ہوتا رہا۔ دین میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ البتہ منہاج۔ مذہب شریعت یعنے دستور العمل میں جسکے موافق وہ اپنے کاروبار کرتے۔ فصل خصومات کرتے۔ حقوق الناس مرعی رکھتے کچھ کچھ اختلاف ہوتا اور چونکہ یہہ تمام شریعتیں لوکل اور سپسفک یعنی خاص خاص مقاموں اور خاص خاص زمانوں کے لئے مختص ہوتی تھیں اسواسطے ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ یہہ شریعتیں بذات خود غیر مکمل تھیں کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ اسکی شریعت نامکمل رہی ہو بلکہ اوس لوکیلٹی (مقام) کے مطابق اس قوم کے مطابق اُس زمان کے مطابق وہ شریعت بالکل کامل ہوتی تھی جب وہ زمانہ گزر جاتا مثلاً دو سو برس یا دو ہزار برس تو پھر وہ مخصص الزمان شریعت اوس لوکیلٹی کے لئے موزون نہ رہتی۔ ضروریات خود متقاضی ہوتی جاتیں حتے کہ ایک اور شریعت جو دراصل مرمم شریعت ہوتی لوگوں پر ظاہر ہوتی حتی کہ بعد از ترمیم و تنقیح ان سب لوکل شریعتوں کے ایک جنرل (عام) کیا بلکہ ایک یونیورسل (کل عالم کی شریعت) کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔ قبل از اسلام مختلف قسم کی ضرورتیں جس یونیورسل کے لئے تقاضا کر رہی تھیں آخر وہ نبی عرب رحمۃ للعالمین رسول کافۃ الناس کے طفیل آظاہر ہوا۔ اب یہہ لا (شریعت) لوکل (مقامی)

Marfat.com

نہیں تھا بلکہ جو نبی رسل (کل عالم کے لئے) تھا اسواسطے اسکے اکمال و اتمام میں اسقدر عرصہ دراز لگا جسے ہم تم سب جانتے ہیں اور پھر جب تمام ہو چکا تو سنا بھی دیا گیا کہ اب اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر و تبدل اور ترمیم و تنسیخ نہیں ہوگی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط۔ (سورہ مائدہ رکوع ۱)

اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور تمہارے لئے (اسی) دین اسلام کو پسند فرمایا۔

ان لوگوں کا یہہ خیال بالکل غلط ثابت ہو گیا کہ انبیاء سابقین کی شریعتیں ان معنوں میں پورا گو سو ہوتی تھیں جن معنوں میں وہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ رات کو کچھ اور دن کو کچھ اور۔ مختص الزمان ہونے کے باعث جب وہ زمانہ گزر جاتا اس پہلے نبی کی طرح ایک اور نبی مبعوث ہوتا اور پہلی شریعت میں کچھ ادل بدل کرتا۔ اس طرح پر نہیں کہ اس نبی کے بعد یا خود اس نبی کے وقت میں ہی جو چاہتا اٹھ کر لیکچر دینا اور ترمیم کرنے لگ جاتا۔ اسلام کے سیشنری ہونے کے معنے ہی یہی ہیں کہ تمام لوکل شریعتوں کو زمانہ بزمانہ ترقی پر ترقی دیتا ہوا یہاں تک پہونچا دیا۔ کہ اب اس میں ترقی کی گنجائش نہ رہی اور اس کے باعث دینی و دنیوی ترقیات کے دروازے کھولے گئے کہ جس کی کوئی حد حساب نہیں۔

پس جب یہہ شریعت مکمل اور کامل ہے تو ضرور ہے کہ جس جس قسم کی ضرورتیں انسان کو واقع ہوں ان سب کا یہہ شریعت لحاظ رکھے۔ پس ایسی کامل شریعت کا سب سے پہلا فرض یہہ ہونا چاہئے کہ مکلفین کی استطاعت اور طاقت کا لحاظ ضرور ضرور رکھے ورنہ وہ شریعت ہرگز کامل نہیں ہوگی۔ پس جب عبادات کا ذکر کرے تو مکلفین کی استطاعت کیطرف خیال کرلے۔ معاملات کا ذکر کرے تو مکلفین کی استطاعت کی طرف دیکھ بھال لیوے اسوقت ہم نماز کا ذکر کر رہے ہیں۔ پس نماز کے بارہ میں جو قوانین شریعت نے مستطیع مکلفین کے واسطے باندھے ہیں وہ تو بیان ہو چکے ہیں۔ اب وہ بیان ہوتے ہیں جو ان مکلفین کے لئے ہیں جو مستطیع نہیں ہیں یعنے اُن قوانین پر جو اوپر بیان ہو چکے ہیں

Marfat.com

عمل کرنے کی اُن میں طاقت نہیں ہے ایسے لوگوں کو **معذورین** کہا گیا ہے یعنے وہ لوگ ان قوانین کی تعمیل پوری پوری اسواسطے نہیں کرسکے کہ ان کو کچھ اس قسم کے عذر لاحق ہوگئے ہیں کہ ان کے سبب سے ان کو پوری پوری تعمیل سے معاف رکھا گیا ہے۔ جن لوگوں کو معذور سمجھا گیا ہے وہ یا تو مسافر ہیں یا خائف ہیں یا مریض ہیں یا کسی دیگر اضطراری عذر مثلاً بارش وغیرہ کے سبب سے معذور ہیں۔ پس اب ہم ان سب کا ذکر کرتے ہیں۔

آداب سفر

قبل اسکے کہ ہم سفر کی نماز کا ذکر کریں ناظرین کو بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر کو نکلتے تو کیا کچھ پڑھتے۔ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو کیا کچھ پڑھتے۔ دنیا دار لوگ سفر کرتے ہیں تو اپنے اپنے دستور و رواج کے مطابق ایڈریس لیتے اور دیتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دستور کو بھی دیکھیں اور دل ہی دل میں سوچیں اون کو معلوم ہو جاویگا کہ فی الواقع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرد اکمل اور بے نظیر ہیں۔ عادت مبارک تھی کہ جب سفر کے لئے روانہ ہوتے تو پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِیَ التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ

آلٰہی! میں نے تیری طرف رخ کیا اور تیری مدد سے دشمنوں سے بچا۔ آلٰہی! جس چیز نے مجھے فکر میں ڈالا اسکے لئے بھی اور جس چیز کی مجھے فکر نہیں اسکے لئے بھی تو میرے لئے کافی ہو۔ آلٰہی! تقویٰ میرا توشہ بنا اور میرا قصور معاف فرما اور جہاں کہیں میں جاؤں وہاں خیر کے لئے مجھے لے جا۔

جب آپ کی سواری آپ کے پاس لائی جاتی تو رکاب میں قدم رکھ کر بسم اللہ اور جب سواری کی پیٹھ پر ٹھیک ٹھاک ہوکر بیٹھ جاتے تو یہ پڑھتے۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے جس نے اس جانور کو ہمارے قابو میں کر دیا۔ ہم اسکو قابو نہیں لا سکتے تھے اور ہم اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سہ بار اللّٰهُ اَكْبَرُ سہ بار۔ پھر اسکے بعد فرماتے۔

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے سو میرے گناہ معاف کر واقعی تجھ بن کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

الٰہی! ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقوے اور ایسا عمل جو تجھے پسند ہو مانگتے ہیں۔ الٰہی! ہمارا سفر ہم پر سہل کر دے اور اسکا بُعد لپیٹ دے (یعنی جلد طے کر دے) الٰہی! تو ہی تو ہمارا ساتھی ہے اور پیچھے گھر میں تو خلیفہ (نگہبان) ہے۔ الٰہی! سفر کے دکھ اور واپس آنے پر بد حالی اور گھر بار کی بُری حالت دیکھنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

جب واپس تشریف لائے تو کلمات مذکورۃ الصدر کے علاوہ یہ کلمات بھی ساتھ ملا کر پڑھتے۔

اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

(ہم سفر سے گھروں کو لوٹنے والے۔ اللہ کیطرف رجوع کرنے والے۔ اپنے رب کی عبادت کرنیوالے اور اسکی حمد کرنے والے ہیں)

یہ بھی عادت مبارک تھی کہ جب کسی بلندی پر چڑھتے تو تکبیریں اور جب کسی بلندی سے اترتے تو تسبیحیں پڑھتے۔ سبحان اللہ تکبیروں کو بلندی اور تسبیحوں کو پستی کے ساتھ کیسی عجیب مناسبت ہے۔ عادت مبارک تھی کہ جب کسی گاؤں یا بستی میں داخل ہونا چاہتے تو اس بستی کو دیکھتے ہی فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا

الٰہی! ساتوں آسمانوں اور اُن چیزوں کے مالک جنپر یہ آسمان اپنا سایہ ڈالے ہیں اور ساتوں زمینوں اور اُن چیزوں کے مالک جنکو یہ زمینیں اٹھائے ہیں اور شیطانوں اور اون چیزوں کے مالک جنکو انہوں نے گمراہ کیا ہے۔ اور ہواؤں اور اُن چیزوں کے مالک جنکو انہوں (ہواؤں) نے اِدھر اُدھر بکھیرا ہے میں تجھ سے اس بستی اور اس بستی والوں کی خیر اور بھلائی کی دعا کرتا ہوں اور اسکے شر اور اسکے باشندوں کے شر اور اس چیز کے شر سے جو اسکے اندر ہے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اور کبھی یوں پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ مَا جَمَعَتْ فِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَمَعَتْ فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَاَعِذْنَا مِنْ وَبَائِھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔

الٰہی! میں تجھ سے اس بستی کی اور اس چیز کی جو اسنے اپنے اندر جمع کر رکھی ہے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اسکے شر اور اس چیز کے شر سے جو اس نے اپنے اندر جمع کر رکھی ہے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی! اس بستی کی میوہ خوری ہمارے نصیب کر اور اسکی وبا سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھ اور اس کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کر۔ اور ہمارے دلوں میں اسکے نیک لوگوں کی محبت پیدا کر۔

Marfat.com

ان کلمات کے اندر جو لطائف اور خوبیاں بھری پڑی ہیں ان کا دیکھنا اور سمجھنا ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں اور اصل مطلب یعنے نماز سفر کو شروع کرتے ہیں۔

صلوٰۃ السفر

سفر کی تعریف اور اس میں کچھ رخصتیں

صحیح بات یہی ہے کہ شارع علیہ السلام نے سفر کی کوئی تعریف بیان نہیں فرمائی بلکہ اسکو عرف پر چھوڑ دیا۔ پس سفر حقیقت میں وہی ہے جسے عام عرف میں سفر سمجھا جاتا ہے سفر کے مصائب اور تکالیف ایسی فنت ہوتی ہیں کہ بچارے مسافر ہی کو ان کا پتہ لگتا ہے کسی نے سچ کہا ہے السفر سقر یعنے سفر دوزخ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عاجز بندوں کی اس حالت کا نوٹس بھی لیا اور اون کی اس حالت پر رحم فرما کر کچھ رخصتیں عطا فرمائیں سب سے بڑی بھاری رخصت تو یہ عطا کی کہ رباعی نمازوں کو آدھا کر دیا۔ دوسری یہ رخصت دی کہ جمع بین الصلوٰتین نمازوں کو جمع کر لیا جاوے مفصل ذکر ابھی آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کس قدر مسافت کے لئے یہہ رخصتیں ہیں

ان رخصتوں کے مستحق ہونے کے لئے درحقیقت شارع علیہ السلام نے کوئی حد مقدار مسافت مقرر نہیں فرمائی جس حد تک کوئی شخص عام عرف کے مطابق مسافر سمجھا جاتا ہے بس اسی حد تک یا اس سے زیادہ فاصلہ کے لئے مسافر ان رخصتوں کا مستحق ہے زاد المعاد و سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ نبی صلعم نے اپنی امت کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے ایک فرسنگ کے سفر میں نماز کو قصر کیا۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تین فرسنگ کے سفر میں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسنگ کا سفر کرتے تھے تو آپ (رباعی نمازوں کو آدھا کر کے) دو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

عن انس رض قال کان رسول اللہ صلعم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او فراسخ صلے رکعتین (بلوغ المرام)

فرسخ یا فرسنگ چونکہ ۳ میل کا ہوتا ہے اسواسطے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ سفر و میل ہے مگر اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ میل انگریزی میل کے برابر ہوتا ہے یا کم و بیش **سبل السلام** اور **نیل الاوطار** اور **نووی** میں کئی اقوال اس میل کی مسافت کی تعیین میں نقل کئے ہیں۔ اگر قدرتی پیمانوں کے ساتھ پیمائش کی گئی ہو تو تو ہر ملک کے میل کا مقابلہ آپس میں ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ قدرتی پیمانے صرف انسان کے اعضا ہو سکتے ہیں اور بس یعنے انسان کی انگلیاں ہیں یا پاؤں غرضکہ ان کتابوں میں میل کی ایک تعریف یوں منقول ہے کہ زمین ہموار پر جس فاصلہ تک ایک شخص کھڑا ہو کر دوسرے شخص کو اپنے سامنے دیکھ کر یہ تمیز نہ کر سکے کہ وہ مرد ہے یا عورت یا کوئی اور چیز تو بس وہ فاصلہ ایک میل ہے۔

سو یہ تعریف انگریزی میل پر صادق نہیں آتی اور نہ ٹھیک مقابلہ ہو سکتا ہے ایک قدرتی ناپ یوں منقول ہے۔ ۲۴۔ انگل عرضی کا ایک ذراع اور چھ ہزار ذراع کا ایک میل۔ اس حساب سے ایک لاکھ چوالیس ہزار انگل عرضی کا ایک میل ہوا اور چونکہ ہمارے ملک میں تین انگل عرضی کے ایک گرہ اور سولہ گرہ کا ایک گز انگریزی ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک میل عربی کے تین ہزار انگریزی گز ہوئے اور چونکہ انگریزی میل کے ایک ہزار سات سو ساٹھ گز ہوتے ہیں اسواسطے ایک عربی میل = ایک انگریزی میل + ایک ہزار دو سو چالیس انگریزی گز۔ پس ۹ میل عربی = ۱۵ میل انگریزی + چھ سو گز انگریزی۔ دوسرا قدرتی ناپ یہ ہے کہ ایک میل = تین ہزار ذراع ہاشمی اور ایک ذراع = ۳۲۔ انگل عرضی اس حساب سے ۹ میل عربی = ۱۰ میل انگریزی + ۳۰۰ گز انگریزی تیسرا ناپ یہ ہے کہ بارہ ہزار قدم انسان کا ایک میل ہوتا ہے اگر ۱۶۔ انگل عرضی کا ایک قدم سمجھا جاوے تو اس حساب سے ۹ میل عربی = ۲۰ میل انگریزی + ۸۰۰ گز انگریزی۔ بعض لوگوں نے سفر کی تحدید مقدار مسافت ایک برید (منزل) بیان کی ہے امام شافعی رح کے نزدیک ۴ منزل اور حضرات حنفیہ کرام رح کے نزدیک ۲۴ فرسنگ حد مسافت سفر ہے (سبل السلام) ہر ایک منزل چار چار فرسنگ کے برابر اور ایک ایک فرسنگ تین تین میل کے برابر ہوتا ہے پس ایک منزل ۱۲ میل کی ہوئی اور میل کی مقدار مسافت کا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔ اگر مختلف مقداروں کا حساب کیا جاوے تو میل کے مسافت کے مختلف مقداریں بنتی ہیں۔ غرضکہ یہ

Marfat.com

ساری مقداریں حقیقت میں محض اجتہادی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار معین نہیں فرمائی بلکہ اسبات کو عام عرف پر چھوڑ دیا **اہل عرف** خود ان باتوں کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں

قصر عزیمت ہے یا رخصت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے عمر بھر میں کبھی بھی سفر کے اندر پورے چار فرض پڑھے ہوں اور یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے کبھی سنن مؤکدہ پڑھی ہوں سوائے فجر کی سنتوں اور وتروں کے اور حضرت عمر رض نے جب حیران ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اب تو امن کا وقت ہے اور حکم خداوندی میں قصر کے واسطے قید خوف دشمناں لگی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ (مسلم۔ مشکوۃ) یعنی سفر کے اندر رباعی نمازوں کو آدھا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان ہے جو اس نے تم پر کیا ہے۔ پس تم اس کے احسان کو قبول کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قصر نماز پر مواظبت کرنے اور اس کا نام احسان خداوندی رکھنے سے بعض صحابہ رض اور تابعین اور ائمہ (امام اعظم رح) قصر کے وجوب کے قائل ہیں اور اسی طرح اسکے مقابلہ میں بعض اسکی عزیمت کے قائل ہیں۔ مگر وجوب اور عزیمت کے لئے کافی دلائل موجود نہیں ہیں حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ باقتدار سنت نبوی م قصر کرتے ہیں وہ پوری نماز پڑھنے والوں سے افضل ہیں اور صدقہ خداوندی کو قبول کرنے والے یہی لوگ ہیں ہاں پوری پڑھنے والے محل طعن نہیں ہیں حضرت صلعم کے کئی اصحاب سفر میں بھی پوری پوری نماز پڑھتے تھے حالانکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔ پس حق مذہب یہی ہے کہ قصر رخصت ہے۔

سفر میں سنتوں کا کیا حال ہے

سفر میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سوائے فجر کی سنتوں اور وتروں کے اور کوئی سنت مؤکدہ نہیں پڑھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نے سفر میں سنتیں پڑھنی ہوتیں تو پھر فریضہ نماز ہی کو پوری پڑھتا۔ بعض صحابہ رض یہ سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔ پس اصل میں ان سنتوں کے لئے بھی اپنا اختیار ہے چاہو پڑھ

چاہو نہ پڑھو۔

سفر میں کن دو دو نمازوں کو جمع کیا جاتا ہے۔

عادت نبوی تھی کہ آپ سفر میں کبھی ظہر کو عصر کے وقت میں عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے اور کبھی عصر کو ظہر کے وقت میں ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھتے اسی طرح مغرب اور عشار کا حال ہے۔ فجر کسی نماز کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عصر اور مغرب جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ظہر اور عصر دو نو دن کی نمازیں ہیں اور ان کے وقت کی حدیں آپس میں ملتی ہیں اسی طرح شام اور عشار کی نمازیں رات کی نمازیں ہیں اور ان کا وقت آپس میں ملتا ہے اور دراصل پیشین میں سے عصر اور شام میں سے عشار پیدا ہوئی ہیں اسواسطے جمع بھی ہو سکتی ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہہ جمع کوچ کے شروع کیوقت (اگر وقت نماز آگیا ہو) یا اثنائے سفر میں اگر سفر کرتے کرتے ایک نماز کا وقت چھوڑ کر دوسری نماز کا وقت آگیا یا منزل پر اتر کر کرتے **زاد المعاد** میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منزل مقصود پر پہونچ جاتے تو وہاں پر اقامت کی حالت میں (اگرچہ وہ مسافر ہی ہوتے) جمع نہ فرماتے۔ **احکام الاحکام** میں لکھا ہے کہ اصح یہی بات ہے کہ جمع صرف اسی صورت میں جائز ہے جو صورت مروی ہے **نیل الاوطار** میں لکھا ہے کہ منزل پر اتر کر بھی مسافر کو جمع کرنے کی رخصت ہے اور بحوالہ حدیث معاذ بن جبل فی الموطا امام شافعی رح کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مسافر دو نو حالتوں میں یعنے بحالت نزول و سیر جمع کر سکتا ہے۔

مسافر عازم اور مسافر متردد کی مدتِ سفر و اقامت

اگر مسافر نے کسی جگہ میں اتر کر پورے چار روز تک یا اس سے کم کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اس حالت اقامت میں بھی مسافر ہے ورنہ نہیں۔

اور اگر مسافر تذبذب میں پڑ گیا ہے کہ آج جاتا ہوں یا کل جاتا ہوں اور کوئی خاص مدت وہ معین نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں پورے ۱۵ یوم تک وہ مسافر ہے۔ اس کے بعد مسافر نہیں ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ماہ ذالحج کی چوتھی کی صبح کو ادائے مناسک حج کے لئے داخل ہوئے۔ اور آٹھویں کے صبح کی نماز کے بعد وہاں سے کوچ کر دیا۔ ان چار

Marfat.com

یوم کی نمازیں قصر کرتے رہے اسی طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں ۱۹ دن حالت تذبذب میں رہے اور نماز قصر کرتے رہے اور مکہ والوں کو جو آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے فرماتے رہے کہ تم لوگ پوری چار چار رکعتیں پڑھو۔ ہم تو یہاں مسافر ہیں اور واقعہ تبوک میں آپ نے ۲۰ یوم کی اقامت ثابت ہے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے اصح اور احوط اور اتقی مذہب یہی معلوم ہوتا ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ مگر قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اگر چار روز کے بعد بھی ٹھیرتے تو قصر کرتے یا تمام اسی طرح یہ کہ اگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ۱۹ یوم سے زیادہ حالت تذبذب میں اقامت فرما رہتے تو قصر کرتے یا نہ کرتے۔ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ قصر فرماتے۔ صورت اول میں بعض نے دس ۱۰ اور بعض نے ۱۵ یوم ٹھیرنے پر پوری نماز پڑھنے کا فتوے دیا ہے اور صورت دوم (تذبذب) میں عمر بھر قصر کرنے کا جواز نکالا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذربیجان میں چھ ماہ تک۔ انس رضہ نیشاپور میں سال یا دو سال تک اور بعض اصحاب نبی مہ رام ہرمز میں ۹ ماہ تک قصر فرماتے رہے۔ ابن عباس رضہ جسکو حبر امت کا خطاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا فرماتے ہیں جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ہم اگر ۱۹ یوم تک تردد کی صورت میں رہتے ہیں تو دو دو رکعت اور اگر اس سے زیادہ ٹھیرتے ہیں تو پوری چار چار رکعت پڑھتے ہیں یہی مذہب اصل میں احوط معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ حالت طمانیت میں چار روز تک مہلت دینے میں امت کے لئے بڑی بھاری آسانی اور رخصت ہے حالت تذبذب میں آئے دن رحلت کا نقارہ سر پر بجتا ہے۔ پس حالت میں وہ سرور دنیا مسافر ہوتا ہے مگر ایسے متردد مسافر کو بالکل مطلق العنان چھوڑ دینے سے دین میں ضرور سستی پیدا ہوگی۔ ۲۰ یوم تک اسکو مہلت دینی کافی ہے۔ بہر حال یہانتک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہے اسواسطے بلا تردد (طمانیت) ۲۰ یوم تک تو قصر کر بھی لیا جا سکتی ہے اس کے بعد دل میں اطمینان نہیں ہوتا کہ قصر کس کے حکم سے کیا جاتا ہے۔

مقیم اگر مسافر کی اقتدا کرے تو پوری چار پڑھے

موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں فتح مکہ کے سفر میں خود دو رکعت

نماز پڑھتے تھے! اور مکہ والوں کو فرماتے تھے کہ تم لوگ پوری چار چار پڑھو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں حضرت عمر رضہ کا بھی مکہ والوں کو اپنے عہد مبارک میں یہی مقولہ تھا (نیل الاوطار)

مسافر اگر مقیم کی اقتدا کرے تو پوری نماز پڑھے

حضرات شافعیہ وحنفیہ کرام رحمہم اللہ کا یہہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ مسافر اگر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری نماز پڑھے۔ ابن عباس رضہ سے جب یہہ مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے یہی فتوے دیا اور فرمایا کہ یہہ اللہ کے رسول کی سنت ہے۔ یعنے اگر اکیلا ہو تو دو پڑھے اور اگر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری چار۔ ابن عمر رضہ جنکا یہہ مقولہ پڑھ چکے ہو کہ اگر میںنے سنتیں پڑھنی ہوتیں تو میں نماز فریضہ (رباعی) کو پوری چار رکعتیں پڑھتا" حضرت عثمان رضہ کے پیچھے مکہ میں پوری چار رکعت پڑھتے تھے حالانکہ وہ مسافر ہوتے تھے اور حضرت عثمان رضہ قصر کو رخصت سمجھ کر اور اتمام کو افضل جان کر پوری چار پڑھتے تھے۔ اگرچہ بعضوں نے کہا ہے کہ وہاں ان کا اپنا گھر تھا۔ اسواسطے وطن میں جاکر وہ مسافر نہیں تھے۔ مقیم تھے بعض کا قیاس ہے کہ مسافر اگر مقیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ چکنے کے بعد نماز میں ملے تو بیشک دو ہی پڑھے

جو دو نمازیں جمع کی جاویں انکے درمیان کی سنتیں چھوڑی جاویں

بخاری میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں ایک اقامتہ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی دونو نمازیں اکھٹی جمع کر کے پڑہیں اور ان کے درمیان کوئی سنتیں نہ پڑہیں اور نہ ہی ان کے بعد **منتقی الاخبار** میں جسکی شرح **نیل الاوطار** ہے اس حدیث بخاری کے علاوہ اور بہت سی احادیث اسبارہ میں منقول ہیں جن سے ثابت ہے کہ جمع شدنی نمازوں کے درمیان کی سنتیں حضرت صلعم نہیں پڑھتے تھے **فتح الباری شرح صحیح بخاری** میں ابن عباس رضہ کی اس حدیث کہ "میںنے حضرت صلعم کے پیچھے ۸ اور ۷ رکعتیں جمع کر کے پڑہیں"۔ کی شرح میں لکھا ہے کہ درمیانی سنتیں حضرت صلعم نے ترک کر دیں۔ اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ اگر دو فریضہ نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھ لی جاویں تو پھر جمع کیا ہوئی۔

حکام و دیگر افسران محکمہ جات مختلفہ عام مسافروں کی طرح مسافر ہیں جب وہ برسر سفر ہوں

اوپر پڑھ چکے ہو کہ شریعت نے سفر کی تعریف عام عرف پر چھوڑ دی ہے مگر سرکار انگریزی نے حکام وغیرہ کے لئے جنکو سفر خرچ دینا پڑتا ہے سفر کی مسافت کی تعیین کر دی ہے یعنی یہہ کہ اگر کوئی افسر سرکاری اپنے ہیڈکوارٹر سے پانچ میل تک یا زیادہ سفر کرے تو وہ مسافر ہے پانچ میل سے کم سفر کے سبب سے وہ مسافر نہیں ہے یعنے مستحق سفر خرچ کا نہیں ہوتا۔ مگر شرعی مسافر کے لئے کوئی تحدید مسافت نہیں ہے۔ یہہ لوگ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اسی قید کے ساتھ مسافر ہیں جو قید دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔

صلوۃ الخوف

جب امن نہ ہو اور انسان پر خوف طاری ہو۔ مثلاً کسی جنگ کا خوف ہو یا کسی دشمن سے ڈر ہو یا اور طرح پر خوف میں مبتلا ہو تو اس حالت میں اگر سفر میں ہو تو نہ صرف قصر عدد ہی کر جیسا بیان ہوا ہے بلکہ اسمیں قصر ارکان بھی جائز ہے ماسوا اگر سفر نہیں ہے تو قصر عدد کوئی نہیں صرف قصر ارکان کی ہی اجازت ہے غرضکہ جیسا موقع ہو ویسی نماز ہے ہم حضرت صلعم کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں جو آپنے مختلف اوقات میں مختلف طرح پر پڑھی ہیں اور تمام نمازیں جنگ کی کیفیت کی ہیں۔ پس اگر عدو انسان ہو جیسی کہ صورت ہے یا کوئی حیوان ہو تو اس طرح پر نمازیں پڑھا کرتے جو زاد المعاد وغیرہ میں منقول ہیں۔ اور اگر خوف کی کوئی اور صورت ہو جسے خالف ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے تو وہ جس طرح بن پڑے نماز پڑھے۔ ساتویں صورت جو سب سے پیچھے بیان ہوئی ہے سب قسم کی متفرق صورتہائے خوف کے لئے کافی ہے۔

(۱) دشمن اگر قبلہ اور آنحضرت صلعم کے درمیان ہوتا تو آنجناب رسالتمآب تمام مسلمانوں کو دو صفوں میں اپنے پیچھے کھڑا کرتے آپ تکبیر کہتے تو پیچھے دونو صفیں بھی تکبیر کہتیں۔ آپ رکوع کرتے تو دونوں صفیں بھی ساتھ ہی رکوع کرتیں۔ آپ تو سہ کرتے تو یہہ صفیں بھی

Marfat.com

قومہ کرتیں۔ پھر آپ سجدہ کرتے تو وہ صف جو آپ کے ساتھ ہوتی آپ کے ساتھ سجدہ کرتی اور پچھلی صف برابر اسی طرح کھڑی رہتی جس طرح وہ قومہ کی حالت میں کھڑی ہوئی تھی۔ یعنے دشمن کے سامنے بطور نگہبانوں اور پہرہ والوں کے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح پر پہلی رکعت سے فراغت پا چکتے اور دوسری رکعت کے لئے اٹھتے تو دوسری صف اپنے دونو سجدے پورے کرتی اور دو نو سجدوں کو پورا کرنے کے بعد آگے بڑھ کر پہلی صف کی جگہ لے لیتی۔ اور پہلی صف پیچھے ہٹ کر اس پچھلی صف کی جگہ پر کھڑی ہو جاتی اس سے فایدہ یہہ ہوتا ہے کہ دونوں صفیں پہلی صف میں کھڑا ہونے کی فضیلت کے حاصل کرنے میں برابر ہو جاتی ہیں دوسرے یہہ کہ جس طرح ایک صف نے اول بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر سجدہ کیا اسی طرح دوسری صف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ مل کر دوسری رکعت میں کیا! اس طرح پر دونو صفیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر بھی اور انسے الگ ہو کر پڑھنے میں برابر ہو جاتی ہیں۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں رکوع کرتے تو دونو صفیں پہلے کی طرح آپ کے ساتھ رکوع اور قومہ اکٹھی کرتیں جب آپ سجدہ میں جاتے تو پچھلی صف ویسی ہی قومہ میں رہتی اور اگلی صف جو آپ کے آگے ہوتی تھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتی۔ اور جب آپ تشہد کے لئے بیٹھتے تو پچھلی صف دونو سجدے کرتی اور تشہد میں آپ کے ساتھ بیٹھتی۔ اس طرح پر پھر دونو صفیں جیسے شروع نماز میں آپ کے ساتھ شامل ہوئی تھیں اسی طرح نماز سے دونو صفیں اکٹھی آپ کے ساتھ فارغ ہوتیں۔

(۲) اگر دشمن قبلہ کی طرف نہوتا تو پھر آنجناب رسالتمآب کبھی تو ان مسلمانوں کو دو حصے کرتے ایک فرقہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہتا اور دوسرا فرقہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرتا۔ جب یہہ فرقہ پہلی رکعت ادا کر چکتا تو اسی حالت نماز میں دوسرے فرقہ کی جگہ جا کھڑا ہوتا اور وہ دوسرا فرقہ اس فرقہ کی جگہ آ کھڑا ہوتا۔ اور حضرت صلعم کے ساتھ دوسری رکعت ادا کرتا۔ پہلا فرقہ الگ جا کر اپنی ایک رکعت کو ختم کر کے سلام پھیرتا۔ یہہ دوسرا فرقہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر اپنی فایتہ کو ادا کرتا غرضکہ ایک فرقہ آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ایک رکعت ادا کرتا اور دوسری رکعت الگ الگ پڑھتا۔

(۳) کبھی ایک فرقہ آپکے ساتھ ایک رکعت ادا کرتا جب آنجناب دوسری رکعت کے لئے اُٹھتے تو یہ فرقہ بھی اُٹھ کھڑا ہوتا آپ ابھی قیام میں ہی ہوتے کہ یہ فرقہ اپنی دوسری رکعت ختم کرکے سلام پھیرتا اور دوسرے فرقہ کی جگہ جالیتا۔ اور یہ دوسرا فرقہ حضرت صلعم کے ساتھ قیام میں ہی آملتا یہ دوسری رکعت آنجناب کے ساتھ بالکل پوری پڑھتا۔ جب آنجناب تشہد کے لئے بیٹھتے تو یہ دوسرا فرقہ آپکے ساتھ نہ بیٹھتا بلکہ اٹھ کھڑا ہوتا اور اپنی رکعت کو جو فوت ہوگئی تھی ادا کرکے آپکے ساتھ جلسہ میں ملجاتا آنحضرت صلعم اس جلسہ میں بیٹھے رہتے اور اس فرقہ کے جلسہ کی انتظار کرتے رہتے۔ پس جب یہ فرقہ آپکے ساتھ تشہد میں شامل ہوجاتا تو آنجناب پھر ان کے ساتھ سلام پھیرتے۔

(۴) کبھی یہ کامل استادیوں کرتے کہ ایک فرقہ کے ساتھ پوری دو رکعت نماز پڑھ لیتے آپ نماز میں ہوتے کہ یہ فرقہ دو رکعت ادا کرنے کے بعد سلام پھیرتا اور دوسرا فرقہ ان کی جگہ آملتا حضرت صلعم بدستور کھڑے ہوتے اور یہ دوسرا فرقہ آنحضرت صلعم کے ساتھ دو رکعت پڑھتا۔ یعنے آنجناب چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور ہر ایک فرقہ دو دو رکعت نماز ادا کرتا۔

(۵) کبھی یہ فرد اکمل اس طرح پر کرتے کہ ہر ایک فرقہ کے ساتھ دو دو رکعت ادا کرتے یعنے پہلے ایک فرقہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ جب دوسرا فرقہ آیا تو اسے بھی دو رکعت نماز پڑھائی گویا آپ کی دو نمازیں ہوئیں اور ان لوگوں کی ایک ایک۔

(۶) کبھی خاتم المرسلین یوں کرتے کہ ایک فرقہ ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جاتا پھر دوسری رکعت کو ہرگز نہ پڑھتا۔ پھر دوسرا فرقہ آتا وہ بھی اسی طرح ایک ہی رکعت پڑھتا اور دوسری رکعت کو ادا نہ کرتا یعنے آپ کی دو رکعتیں ہوتیں۔ اور ان لوگوں کی ایک ایک

(۷) جب جنگ گرما گرم ہو اور خوف کی شدت ہو تو اسوقت نہ قبلہ کا خیال ہوتا ہے نہ کسی اور ضروری چیز کا جو نماز کے لئے ضروری ہوتی ہو۔ پھر سواری ہے تو سواری پر ہی نماز پڑھی جاتی ہے اور اگر پیدل ہیں تو پیدل ہی حالت میں نماز کو ادا کیا جاتا ہے یعنے جس طرح بن پڑے اسی طرح پڑھی جاوے۔ غرضکہ یہ صورتیں جو اوپر رسول اللہ صلے اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہیں خواہ ان میں سے کسی پر عمل کیا جاوے جیسے کہ مصلحت وقت ہو سب درست اور ٹھیک ہے۔ اور جب کوئی ایسا موقع ہو کہ ان میں سے کسی صورت پر عمل نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ساتویں صورت ایسی وسیع ہے کہ اس سے باہر اور کوئی صورت نہیں قائم ہو سکتی۔ بعض لوگوں نے اس نماز کے ادا کرنے کے لئے اٹھارہ طریقے روایت کئے ہیں (الروضۃ الندیہ) مگر اصل میں ہیں یہی چھ یا سات طریقے جہاں کہیں ذرا اختلاف روایت دیکھا بس وہیں اسکو ایک مستقل طریق قرار دیدیا۔ حالانکہ وہ محض ایک ہی واقعہ کے مختلف روایتیں ہوتی ہیں۔ (زاد المعاد) جس قدر طرق مروی ہیں مغرب کی نماز کے سوائے باقی سب نمازوں میں ان سب پر عمل ہو سکتا ہے شام کی نماز چونکہ سفر میں بھی تین رکعت ہی ہوتی ہیں اور اسکا قصر جائز نہیں ہے اور رسول اللہ صلعم سے اسکی نسبت کچھ ثابت نہیں سوا سطے ائمہ کرام میں اختلاف ہے کہ آیا امام اپنے ساتھ کی صف کو پہلے دو رکعتیں پڑھا لیوے اور پھر تیسری رکعت اس پچھلی صف کو یا اس کا عکس کرے بعض نے اسکو افضل کہا ہے اور بعض نے اس کو **نیل الاوطار** میں بحوالہ سنن ابی داؤد ہے کہ امام اگر دو نو صفوں کو الگ الگ کر کے تین تین رکعت پڑھاوے اور خود اس طرح پر چھ رکعت پڑھ لے تو یہہ قیاس صحیح ہے۔ کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود چار رکعت پڑھیں۔ اور قوم میں سے ہر ایک فرقہ نے دو دو۔

بعض لوگ شاید یہہ خیال کرینگے کہ اس نماز کے ذکر کرنے کی کوئی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ خوف کی یہہ صورتیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں اس ملک میں امید نہیں کہ پائی جاویں لیکن ہم ناظرین کو یہہ جتلانا چاہتے ہیں کہ اس نماز کے ذکر کرنے سے ہمارا منشا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازوں کو کبھی نہیں ترک کرتے تھے خواہ کیسی ہی جان پر کھیل کر بھی اس نماز کو ادا کرتے تھے۔ وہ کمبخت ناشکر گذار لوگ جو معاذ اللہ آنجناب صلعم کو سچا نبی نہیں جانتے اس نماز کو ذری دیکھیں اور انصاف سے جتلاویں کہ کیا دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا فریبی اور جھوٹا مصلح ہوا ہے جس نے اس قسم کی تکالیف اپنے اوپر خود گوارا کی ہوں۔ اور اس طرز پر کہ گویا معلوم ہی نہیں

ہوتا کہ یہہ تکالیف بھی کوئی تکالیف ہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے اُن مسلمانوں کے لئے جو امن و آزادی کیوقت میں نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ خدانخواستہ ان پر اگر کوئی خوف کی حالت آگئی تو نہیں معلوم کیا کرینگے۔ اب امن کی حالت میں یہہ ہو رہا ہے کہ نمازیں چھوڑ چھاڑ دیتے ہیں۔ فسق و فجور میں رات دن مصروف ہیں۔ لہو و لعب اور ہر قسم کے لغویات اور واہیات میں مبتلا ہیں۔ ایسے مسلمانوں سے خوف کی حالت میں کیا ہو سکتا ہے۔

بآواز دُہل کہہ سکتا ہوں کہ توحید سے بڑھ کر کوئی شئے جری اور دلیری کرنے والی نہیں ہے توحید کے باعث سے نہ آگ سے ڈر لگتا ہے نہ پانی سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ نہ بھوک کی پرواہ۔ نہ سیری کی خواہش۔ جان جاوے تو جاوے۔ پر جاوے کہاں۔ جاوے گی وہیں جہاں سے آئی تھی۔ اور یہہ توحید کبھی کامل نہیں ہو سکتی جبتک کہ اسکو عملی طور پر نہ برتا جاوے اور عملی توحید بس یہی نماز ہے۔ نماز ہی تو ہے جو تمام مصیبتوں اور تمام آفتوں اور تمام خوفوں سے بچانیوالے کے ساتھ ایک قلبی اتحاد اور سچا رابطہ پیدا کر دیتی ہے انسان کا دل خشوع و خضوع سے بھر جاتا ہے اور اسکی وسیع رحمت کے دریا میں سرتاپا غرق ہو جاتا ہے۔ پھر ایسی حالت میں وہ رؤف رحیم اسقدر رحمت نازل فرماتا ہے کہ خوف خوف نہیں رہتا۔ ڈر ڈر نہیں رہتا مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔ غرضکہ جب نماز نہیں ہے تو نہ کوئی جرأت ہے نہ کوئی دلیری ہے۔ پھر گھاس کے تنکے سے ڈر لگتا ہے پانی کی بوندوں سے خوف چھا جاتا ہے۔ طبیعت کے ذری سے علیل ہونے پر اتنے ڈر اور اتنی ہیبتیں دل پر اکٹھی ہوتی ہیں کہ الامان۔ پس جو مسلمان نماز سے غافل ہیں ان سے بودہا۔ ان سے بزدل۔ ان سے ڈرپوک۔ کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔

صلوٰۃ الخوف کے ذکر کرنے سے میری مراد اس مکان پر صرف یہی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ بانی اسلام اس نماز کا کیسا اہتمام کرتے۔ دشمن آگے پیچھے ڈیرے ڈالے رہتے۔ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نماز کو کبھی نہ چھوڑتے۔ سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں علی العموم ڈائرکٹلی توحید کا ہی ذکر ہے اور انڈائرکٹلی لفظ لفظ توحید ہے مگر اس میں کسی نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ صرف اصول ہی اصول اور احکام و نواہی ہیں لیکن صلوٰۃ الخوف کا خصوصاً عملی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اتنا تو خود بخود بہا جاسکتا

ہے کہ غیر قومیں اور غافل مومن دیکھ لیں کہ نماز کیا شئے ہے اور نماز کا اہتمام کہاں تک کرنا چاہئے۔
بس میں اپنے مہربان ناظرین سے بصد آداب ملتمس ہوں کہ تم کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ
ڈر ہے کیسے امن و آرام کی حالت میں تم ہو۔ تم کیوں نماز ادا نہیں کرتے۔ آج وقت ہے کچھ
کرلو صحت ہے اسے غنیمت سمجھو۔ کل بیماری آگئی تو کچھ نہ بن سکیگا۔ آج امن ہے کل خوف میں مبتلا
ہوئے تو کیا کروگے ہو زندگی ہے کل موت آگئی تو کیا کروگے۔ آج آزاد ہو کل آزادی چھن گئی
تو کیا کروگے آج کچھ اختیارات ہیں کل اختیارات لیلئے گئے تو کیا کروگے۔ آج بے حساب ہو
کل حساب لیا گیا تو کیا کروگے۔ نماز کو کیوں چھوڑ بیٹھے ہو۔ نماز سے کیوں مونہہ موڑ بیٹھے
ہو

صلوٰۃ المرض والمطر وغیرہما

اگر کوئی واقعی سچا اضطراری عذر ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ہی اپنے اصحاب
کو اس میں معذور سمجھ کر رخصت عطا فرماتے۔ سفر۔ مرض۔ اور مطر ایسے عذر ہیں کہ انسان کو
گاہ گاہ لاحق ہوتے رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی خوف بھی لاحق ہوجاتا ہے مگر آجکل تو اس ملک میں
عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے کمال درجہ کی رافت اور رحمت سے صاحب عذر
کو رخصت فرمائی تاکہ وہ اصلی غرض یعنے رشتہ عبودیت ہمیشہ قائم دائم رہے بلکہ ایسے
موقع میں اس رشتہ کا مستحکم کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ سو واضح ہووے کہ جیسا جیسا
مرض ہوتا ہے ویسا ہی شریعت سمحہ وسہلہ نے مریض کی استطاعت کے مطابق اسکو حکم دیا ہے
عمران بن حصین رضہ کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا رہتے تھے۔ آپنے اسکو حکم دیا کہ صل قائما
فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب (بخاری) یعنے اگر تجھ سے ہو
سکتا ہے تو کھڑا ہو کر نماز پڑھ نہیں تو بیٹھ کر اور اگر اتنی طاقت بھی نہیں ہے تو پھر اپنے
پہلو پر۔ بعض دیگر کتب حدیث میں اسی حدیث کے آگے کچھ اور زیادتیاں بھی ہیں۔ اور
اس کے علاوہ بعض دیگر آثار بھی ہیں جو مل ملا کر اس عام قاعدہ کی بنیاد ہیں کہ مریض

جس طرح آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے کرے یہانتک کہ صرف اشارہ ہی کافی ہے یعنے یہہ کہ اشارہ قیام رکوع وسجود وغیرہ کرے اور سجود میں رکوع کی نسبت زیادہ خفض کرے امام شافعی کے نزدیک یہہ اشارہ آنکھوں اور پلکوں کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ کبھی اتنی طاقت بھی نہیں رہتی اسوقت دل سے ان نیتوں کو اپنے ذہن میں رکھے غرضیکہ آیہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] اور آیہ ما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فرمان اذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم[3] ایک ایسی وسیع اور جامع مضمون سے بھرپور ہیں کہ نیک نیت مضطر معذور کے لئے اسمیں بڑی بھاری رحمت ہے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ جتنی جتنی طاقت اور استطاعت کسی میں موجود ہو اسکے مطابق عمل کرنا اسپر واجب ہے۔ اسمیں اگر قصور کریگا تو قابل مواخذہ ہے ورنہ نہیں ایسے معاملات میں مریض خود مفتی ہوتا ہے اور اپنے عذر کی حد کو یا تو وہ خود جانتا ہے یا اسکا مالک جس کے روبرو سے قیامت کو کھڑا ہونا ہے (خلاصہ سبل السلام) مریض اگر مناسب سمجھتا ہے کہ دو دو نمازوں کو جمع کرنے میں زیادہ آسانی اور اطمینان کے ساتھ وہ نماز ادا کرے گا تو اس کو رخصت ہے اس کی جمع کی صورت وہی ہے جو سفر کی ہے ترمذی میں باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین میں بعد نقل حدیث جمع یہہ بیان کیا ہے کہ تابعین میں سے بعض اہل علم نے مریض کے لئے دو نمازوں کو جمع کرنے کی رخصت دی ہے اور اسی کی قائل ہیں امام احمد و اسحاق رح اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مطر میں جمع کیا جائے اور یہی مذہب ہے امام شافعی و احمد و اسحاق رحمہم اللہ کا۔ اور امام شافعی کے ہاں مریض کے لئے جمع جائز نہیں ہے۔ منتقی الاخبار میں باب جمع المقیم لمطر وغیرہ میں بعد نقل حدیث جمع مصنف مرحوم کتاب نے ذکر کئے لکھا ہے کہ مضمون حدیث مذکور مطر اور خوف اور مرض میں جمع کرنے پر دال ہے۔ اور اجماع اور اخبار سوا نیف کی وجہ سے بلا عذر جمع کرنے کے لئے اس

---

[1] اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ [2] اللہ نے دین میں تمہارے لئے تنگی اور مشقت نہیں رکھی۔ [3] جب میں تم کو کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اس کو اتنا ہی کرو جتنا تم سے ہو سکے۔

Marfat.com

حدیث کے ظاہر منطوق کا خلاف کیا گیا ہے پس اس حدیث کا مضمون اپنے مقتضا پر قائم اور باقی ہے اور مستحاضہ کے لئے تو حدیث صحیح میں جمع کر لینا آچکا ہے اور استحاضہ ایک قسم کی بیماری ہوتی ہے اور موطا امام مالک میں ہے کہ جب بارش میں امرار شام و خفتن کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے تو ابن عمر بھی ان کے ساتھ جمع کرتے تھے اور سنن اثرم رحم میں ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن کا قول ہے کہ بارش کے دن شام و خفتن کی نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے۔

صلوۃ بارش

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مطر میں بھی مرض کی طرح جمع درست ہے۔ جب بارش اتنی بھاری ہوتی ہو کہ لوگوں کو گھروں سے نکلنے میں تکلیف ہوتی ہے رستہ میں کیچڑ پانی ہو تو اسوقت جائز ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیں بلکہ ایسی وقت میں موذن کے لئے مشروع ہے کہ وہ بآواز بلند حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے بجائے کہے اَلَا صَلُّوا فِی الرِّحَال یعنے اپنے اپنے گھروں میں ہی نمازیں پڑھ لو۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سردی اور جھکڑ والی رات میں اذان دی پھر کہا۔ اَلَا صَلُّوا فِی الرِّحَالِ پھر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبہ اور سردی کی رات میں موذن کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ اسی طرح پر کیا کرے یعنے اَلَا صَلُّوا فِی الرِّحَالِ پکارا کرے

غرضکہ گھروں میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے۔ مگر مسجد میں آکر جمع کر لی جایا کرے تو اس سے دو فایدے نکلتے ہیں ایک پانچوں نمازوں میں جماعت کا ثواب دوسرے پانچوں نمازوں کا مسجد کے اندر نماز کا ادا کرنا۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اذن بالصلوۃ فی لیلۃ ذات برد و ریح ثم قال الا صلوا فی الرحال ثم قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یامر المؤذن اذا کانت لیلۃ ذات برد و مطر یقول الا صلوا فی الرحال متفق علیہ (مشکوۃ)

Marfat.com

صلوٰۃ کیچر

جب کوئی ایسی سرزمین ہو کہ وہاں پانی سی پانی یا کیچڑ سی کیچڑ ہو تو اسوقت جائز ہے کہ نماز جسطرح ممکن ہو پڑھی جاوے اگر کوئی رکن نماز کا جاتا رہے تو چلا جاوے اگر سواری پر ہو تو اشارہ سے پڑھے اور رکوع کی نسبت سجود میں تمیز کے لئے خفض زیادہ کرے اگر اسکے ساتھ اور مسلمان بھی ہیں تو اپنی اپنی سواریوں پر امام کے پیچھے اسی طرح باجماعت نماز ادا کریں جسطرح امام کرتا ہے۔ حضرت انس و دیگر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ خود رسول اللہ صلعم نے اسی طرح ایسے اوقات میں جماعت کرائی۔ (ترمذی باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین وللطر)

عید۔ میلہ۔ نوروز۔ جوبلی وغیرہ

دنیا میں کوئی قوم نہیں میں کہتا ہوں کوئی شخص نہیں جو قدرۃً سر توڑ کام کرنے کے بعد کچھ ریسٹ (استراحت) نہیں چاہتا۔ اس سے قطع نظر کرکے ہر ایک قوم کے درمیان ہفتہ کے سات دنوں کے اندر کوئی نہ کوئی دن ایسا ہوتا ہے جس میں وہ ریسٹ کیا کرتی ہے عموماً یہ دن یا تو کسی بڑی بھاری مذہبی رسم کے ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ کہیں سبت یعنے ہفتہ کا دن ہے کہیں اتوار کا دن ہے۔ کہیں جمعہ کا روز ہے۔ یا کسی صاحب شریعت یا کسی بڑے کن دین کے مرنے کا دن ہوتا ہے۔ اس میں تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں ورنہ ایک دفتر مثبت۔ عیسائیوں میں خصوصاً رومن کیتھولک میں مصریوں۔ یونانیوں اور ہنود کی طرح اس قدر ایام متبرکہ گئے ہیں کہ حد و حساب نہیں۔ کوئی سینٹ مرا نہیں اور اسکی موت کا دن بطور ایک خاص و ممتاز دن (عید) کے مقرر ہوا نہیں۔ چونکہ ماننے والوں کے زعم میں وہ متوفی سینٹ (ولی۔ بزرگ) ہوتا ہے پس یہ بھی ضرور ہوا کہ اسکی یوم ولادت کو بھی ایک مذہبی دن قرار دیا جاوے اور اسکے کسی بڑی بھاری بیماری سے اٹھنے پر غسل صحت کے دن کو بھی مذہبی دن گردانا جاوے

Marfat.com

اس کی نہ یہہ ملت بچی ہے اور نہ وہ مذہب - اور اس قسم کے خیالات گو نیک نیتی سے کسی بزرگ کے لئے دین میں شامل کئے جاتے ہیں سراسر اُسی دین کی تحریف کے اسباب ہوتے ہیں - پھر یہی نہیں کہ یہہ عوام الناس میں ہی محصور ہیں اور انکی زبانی اور عملی کارروائی تک محدود ہیں - بلکہ ان کی کتابوں میں بھی گھس جاتے ہیں پہلے تو ٹھیک بطور شرح اور تفسیر کے محشی صاحبان کی مہربانی سے حاشیہ پر چڑھائے جاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہی حاشیے متن بنجاتے ہیں اس سے نہ انجیل جلیل محفوظ رہ سکی نہ تورات و زبور - اور نہ کوئی بید - بلکہ کوئی صحیفہ قدیمہ بھی اس قسم کی تحریفات سے مصون و مامون نہیں رہا ہے -

بیشک یہہ شرف بیشک یہہ افتخار بیشک دنیا بھر میں یہہ دعوے صرف اسلام اور صرف اسلام کو ہے کہ برسر بازار - علی رؤس الاشہاد - سوسائٹیوں میں - انجمنوں میں - تقریری اور تحریری طور پر پکار پکار کر منادی کی جارہی ہے کہ اس آسمان کے نیچے صرف ایک کتاب اور صرف ایک کتاب ہی ہر قسم کی تحریف سے مصون و مامون ہے اور بس یعنے قرآن مجید - اسبات کی منادی صرف مسلمان ہی نہیں کرتے بلکہ تمام غیر قومیں بھی اپنے مجسموں اور اپنی سوسائیٹیوں میں یہی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ دنیا بھر میں صرف ایک کتاب قرآن مجید ہے ایسی ہے جس کو ٹھیک ٹھیک اس کے مصنف کی طرف بالفاظہا منسوب کیا جا سکتا ہے -

غرضکہ یا تو یہ دن کسی سینٹ یا ولی کی ولادت یا موت یا زندگی میں کسی بڑے بھاری انقلاب پر بھی مذہبی گردانا جاتا ہے - یا یہہ دن کسی بڑے عظیم الشان بادشاہ کی تخت نشینی یا بڑی فتح یا کسی بادشاہ کے برابر کسی مدت مثلاً ۵۰ سال تک سلطنت کرنے پر - یا ولادت یا موت یا ولادت و موت دونوں پر ایک عید گردانا جاتا ہے - یا یہہ دن کسی بڑے بھاری مسلم القوم شخص کے کسی کارنمایاں وغیرہ پر ایک خاص و ممتاز کیا جاتا ہے - اسطرح پر جو دن مقرر کئے جاتے ہیں وہ پھر مدامی اور استمراری ہو جاتے ہیں - بعض وقت اسی قسم کی دن کسی خاص واقعہ کے باعث مقرر ہو جاتے ہیں - اور وہ عارضی طور پر ہوتے ہیں - جنقدر ہم نے لکھا ہے یہہ واقعی اور قدرتی طور پر لکھا ہے - اس کے اندر مصریوں - یونانیوں - ہندیوں - ایرانیوں - اور اور قوموں - اور مذہبوں کے تمام ممتاز دن آسکتے ہیں - کیونکہ

جو جو دن کسی دیوتے یا دیوی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں وہ یقیناً یا تو کوئی نبی یا ولی یا کوئی قومی شجاع ہوئے ہیں جنہیں آخرش دیوتا یا دیوی قرار دیا گیا ہے۔

یہانتک تو ان دنوں کے ممتاز و خاص گردانے جانیکی وجوہات بیان ہوئی ہیں آگے ہم یہ ذکر کرتے ہیں کہ ان دنوں میں یہ لوگ کرتے کیا ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان دنوں میں وہی کرنا چاہئے جو ان دنوں میں کرنا موزون ہے یعنے جن کاموں کے سبب سے یہ دن دنیا میں پیدا ہوئے ہیں پس جو دن کسی مذہبی رسم کے ادا کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ان میں ٹھیک وہی رسم ادا کرنا چاہئے کیونکہ اس کے لئے موزون بھی یہی ہے۔ جو کسی سینٹ کے مرنے یا پیدا ہونے یا اسکے کسی کام کے باعث مقرر کیا گیا ہے اس میں وہی کچھ کرنا چاہئے جو دن کسی بادشاہ کی تخت نشینی کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسمیں وہی جشن کرنا چاہئے جسکے لئے وہ دن موضوع کیا گیا ہے۔ غرضکہ اصل یہی ہے کہ جس بنیاد یا جس اصل پر یہ دن مقرر کئے گئے ہیں اُسی بنیاد یا اسی اصل پر اس دن کو منانا چاہئے تاکہ اس دن میں اصل کی تجدید ہو جاوے۔ لیکن لوگوں نے افراط و تفریط شروع کر دی۔ اور اعتدال کو چھوڑ دیا۔ لہو و لعب اور سینہ کو ظلمت سے بھر دینے والی باتوں اور زندہ روح کو مردہ کر دینے والے کاموں کو اختیار کر لیا۔

ان مختلف ممتاز دنوں یا میلوں یا عیدوں میں سے بعض عیدیں تو دراصل ہنا کے [illegible] پر مبنی ہیں۔ مثلاً کسی نبی یا ولی کی موت کا دن۔ بعض عیدیں کئی ایک مفاسد کے [illegible] کھول دیتی ہیں۔ مثلاً کسی نبی یا ولی کی ولادت کا دن۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کسی [illegible] ناصح کسی نبی یا کسی رسول کے یوم ولادت کے یاد آنے سے جسقدر خوشی اس قلوب کو ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کبھی اتنی خوشی اور سبب سے نہیں ہوتی۔ یہ خوشی قدرتی طور پر کرنی [illegible] لیکن اسمیں سخت افراط و تفریط کے سبب سے خاص اسی نبی کے دین میں تحریفات پیدا ہونے لگتی ہیں جو اس دین کو مامون و مصون نہیں رہنے دیتیں۔ بعض عیدیں یا میلے ایسے ہیں کہ [illegible] سے لغو اور بیہودہ۔ سراسر معاصی سے پُر اور مناہی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ مثلاً جتنے جشن اور نوروز وغیرہ ہوتے ہیں۔

اسلام نے کسی ایسی خوشی کو یا عید کو جو قدرۃً انسان کے لئے ضروری ہے ہرگز بند

نہیں کیا۔ کوئی جشن ہو۔ کوئی جوبلی ہو۔ کوئی عید ہو۔ بیشک سب کرو۔ لیکن شکراً وحمداً للہ تعالیٰ و لاکفراً لنعمہ تعالے ولافرحاً بما اتتنا اللہ تعلے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لیگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ دو دن مناتے ہیں۔ آنجناب رسالت مآب نے دریافت فرمایا کہ یہہ دن جنکو تم لوگ مناتے ہو۔ کیسے ہیں۔ عرض کی حضرت یہ وہ دن ہیں جنمیں ہم اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کھیل وغیرہ کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پروردگار نے تم کو ان کے بدلہ میں ان سے بہتر دن عنایت فرمائے ہیں۔ ایک **یوم الاضحے** دوسرا **یوم الفطر** کہتے ہیں کہ ان دنوں کو نیروز اور مہرجان کہا کرتے تھے۔ خیر کچھ کہیں یہہ دن بھی بیشک اسکی قسم کے دنوں میں سے تھے۔ جنکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ کیا کہ مسلمانی کی حالت میں بھی ان کی عید وہی رہے۔ جو اسلام کے لئے ننگ وعار ہو۔ اس میں اور بھی بہت سی ہیں جو پالی ٹیشن پر مخفی نہیں رہ سکتے۔ کہاں وہ حالت کہ جاہلیت کے ڈنکے ان عیدوں میں بجتے تھے اور کہاں یہہ حالت کہ اب اسلام کے نقارے بجتے ہیں۔ کہاں وہ حالت کہ شرک وکفر ظلمت کی گھنگھور گھٹائیں ان پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور کہاں یہہ حالت کہ توحید وایمان اور نور کے ابر رحمت کی جھڑیاں لگ گئیں یہہ بھی اسلام کا خاصہ ہے کہ جن امور کو ڈسٹرائی زیشن نابود کرتا ہے انکی بجائے ایسے امور کنسٹرکٹ وابدال۔ بدلہ میں دیتا ہے کہ جو یا تو ویسی ہی ہیں یا اون سے بہتر ہوتی ہیں عموماً بہتر ہی ہوتی ہیں۔ آیۂ ذیل قابل غور ہے۔

ما ننسخ من اٰیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا ط الم تعلم ان اللہ علے کل شئے قدیر ٥

(سورہ البقر رکوع ۱۲)

(اے پیغمبر) ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا (تمہارے) ذہن سے اسکو اتار دیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل (بھی) کر دیتے ہیں (اے پیغمبر) تم کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ویسی تو اسواسطے کہ (اول) حکم سے کم ان سے زمانہ جاہلیت کے خیالات دور ہو جاتے ہیں (دوم) زمانہ اسلام کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ (سوم) ویرائٹی یعنے طرح طرح اور ہر نوع کے حکم ملتے رہتے ہیں اور اس قسم کی تنوع بھی ضروری ہے۔ (چہارم) اس

Marfat.com

دارالابتلا کی اصلی غرض یعنے لوگوں کو ہمیشہ آزماتے رہنا" بوجہ اتم پوری ہوتی ہے۔ کما قال۔

لیبلوکم فی ما اٰتٰکم ان ربک سریع العقاب ز وانہ لغفور رحیم۔

تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے (ای یمتحنکم) بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینوالا ہے اور (اسمیں بھی) شک نہیں کہ وہ بخشنے والا مہربان (بھی) ہے۔

اور بہتیرے نیوں تو کوئی کلام ہی نہیں۔ ان عیدوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے خیر اور بہتر فرمایا کہ ان میں بالخصوص ذکر الٰہی کیا جاتا ہے اور عید یا خوشی کے باقی لوازمات خواہ کیسے ہی مباح کیوں نہ ہوں بہت کم ہیں۔ چہ جائیکہ لوازمات حرام۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

عید الفطر

ان میں سے ایک عید کا نام عید الفطر ہے فطر کے معنے ہیں شکستن یعنے توڑنا۔ یہ عید ماہ [illegible] کے ختم ہونے پر ہر سال ماہ شوال کی یکم کو ہوتی ہے۔ کیونکہ فریضہ روزے رکھنے بند ہوتے ہیں۔ خوشی اس میں یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو ایک مہینے کے برابر لگاتار تکلیف اور مشقت [illegible] ملتا ہے۔ ایک سخت امتحان کو جو مہینہ بھر ہوتا رہتا ہے پاس کرتے ہیں۔ ضرور ہے کہ ان کی خوشی منائیں اور ان کا شکریہ ادا کریں۔ مسلمانوں کی خوشی بھی ہوتی ہے تو اور قوموں سے نرالی ہوتی ہے۔ خوشی اسمیں یہ ہے کہ عمدہ سے عمدہ پوشاک جو میسر ہو پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانا جو میسر ہو کھاتے ہیں اس دن ممکن ہو تو ضرور ہی غسل کرتے ہیں۔ خوشبوئیں لگاتے ہیں اور نرا سوکھا اور خشک شکریہ ادا نہیں کرتے۔ کچھ بطور زکوٰۃ اپنے مال سے نکالتے ہیں جس کا نام شارع علیہ السلام نے زکوٰۃ الفطر رکھا ہے۔ امراء نکالتے ہیں۔ فقرا کی عید منانے میں یہ صدقہ ہر ہی پر واجب ہے۔ بشرطیکہ اسکے پاس اپنے رات اور دن کے کھانے سے کچھ زیادہ ہو۔ ورنہ واجب نہیں ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کے زیر کفالت ہو اسکی طرف سے اسکو

Marfat.com

سرپرست اور ولی اور کفیل پر یہہ صدقہ واجب ہے۔ بلحاظ تقوے واحتیاط وسخا۔ یہی مذہب اقوی ہے اگرچہ بعض بزرگوں نے کچھ اور اور نصاب مقرر فرمائے ہیں مثلاً اسکا نصاب بھی وہی ہے جو زکوۃ کا نصاب ہے۔ یا یہہ کہ دس یوم کا کھانا اس کے پاس موجود ہو۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے پہلے اس صدقہ کو ادا کر لو۔ کیونکہ یہہ قبول ہو جاتا ہے۔ اور روزوں کے اندر جو قصور اور کمیاں واقع ہوں اون کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ نماز کے بعد اگر وہ دیا جاوے گا تو معمولی صدقہ ہی رہ جاویگا۔ یہہ صدقہ مسکینوں کا حق ہوتا ہے۔ یہہ صدقہ ہر قسم کے اناج اور ایسے پھلوں سے جو کھانے کے کام میں ادا ہو سکتا ہے۔ مثلاً گندم۔ جو۔ باجرہ۔ مکی۔ جوار۔ چاول۔ وغیرہ وغیرہ۔ وکھجور و منقی۔ حدیث سے ثابت ہے کہ گندم نصف صاع۔ اور جو پوری صاع بحساب فی کس دینا واجب ہے ہمارے ملک میں صاع نہیں ہے۔ انگریزی وزن سیر وغیرہ ہے پس تحقیق سے جو وزن ثابت ہوتا ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صاع ۲½ سیر انگریزی سے لیکر چار سیر انگریزی سے کچھ کم ہوتا ہے۔ چونکہ صدقات کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔ پس صاع چار سیر انگریزی سے کم نہ سمجھا جاویگا۔ اس حساب سے گندم اور گندم کا آٹا پورے دو سیر انگریزی دینا چاہئے۔ چاولوں کا بھی یہی حال ہے۔ باقی جو وغیرہ پورے چار سیر انگریزی دیئے جاویں۔ **مسک الختام** میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے

اس شکریہ کے علاوہ ایک اور شکریہ بھی ہے اور وہ یہہ ہے کہ تمام مسلمان مرد ہوں خواہ عورتیں۔ بچے ہوں خواہ بوڑھے حتی کہ حائض عورتیں بھی شہر سے باہر نکلیں سب ملکر دو رکعت نماز ادا کریں حائض نمازیں شامل نہ ہوں جیسا کہ حیض کے احکام میں مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ مگر وعظ و نصیحت کے وقت برابر شامل ہوں۔ اگر کسی عورت کے پاس پورا ساتر لباس نہیں تو اسکی کوئی دوسری بہن اپنے کپڑے میں اسکو مستور کر لیوے اس زمانہ میں پردہ کا اہتمام نہ ہونے کے سبب سے اب تو نکا عید گاہوں میں جانا بہت مدت سے بند ہو چکا ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عید گاہ۔ اس نماز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مسجد میں ادا نہیں کیا سوائے ایک دفعہ کے سو بھی بارش کے سبب۔ (اگر یہہ بات صحیح ثابت ہو زاد المعاد) حاشیہ شہر سے باہر جاکر نماز کو ادا فرماتے رہے۔ مسجدوں کو چھوڑ کر شہر سے باہر

Marfat.com

نکلنا یہہ بھی اسبات کی دلیل ہے کہ ازدہام کثیر اور مجمع غفیر کو دیکھ کر ایک تو خود قوم کے اندر بڑے جوش اور ولولے پیدا ہوں دوسری انکی شوکت اور جلال غیر قوموں پر ظاہر ہو اگر کوئی ایسی قوم ان میں بود و باش رکھتی ہو۔

عادت مبارک تھی کہ نماز سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جس راہ سے عیدگاہ کو تشریف لیجاتے اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے رستے واپس آتے۔ اس سے بھی وہی شوکت و جلالت اور وہی جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے گویا آتی دفعہ اگر شہر کے اس حصہ میں شوکت و جلالت ظاہر ہوئی تھی تو جاتی دفعہ شہر کے دوسرے حصہ میں۔

اس نماز کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت۔ اذان لوگوں کو بلانے کے لئے ہوتی ہے سو لوگ پہلے سے حاضر ہوتے ہیں اذان کی کیا ضرورت۔ اقامت لوگوں کو امام کے پیچھے اکٹھا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ سو جب لوگ سب کے سب اسی دھن میں اور اسی خیال میں لگے ہیں تو اس کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہہ کہ ایسا کرنے سے نماز فریضہ سے اس کی تمیز ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔

جمعہ کی نماز کی طرح اسکی بھی دو رکعت ہی ہیں قرأت اونچی پڑھی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ کبھی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیۃ اگر تخفیف منظور ہوتی تو پہلی رکعت میں ق اور دوسری میں سورۃ القمر پڑھتے۔ دونو سورتوں میں جو کچھ بیان ہے اُس سے وہ تمام لوازمات جو دنیا کی [illegible] یا میلوں کے ساتھ لازم ہوتے ہیں یک لخت دل سے بھول جاتے ہیں غفلت اور معاصی جو کسی میلہ کے لوازمات سے ہوتے ہیں اس نماز کے بعد پیدا نہیں ہو سکتے۔

کیفیت ادائے نماز عید

اس نماز کے پڑھنے کا طریق یہہ ہے کہ قرأت سے پہلے سات دفعہ تکبیر کہی جاتی ہے یہہ بھی شوکت و جلالت اور اسلام کی قوت اور توحید ظاہر کرنے پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ آنجناب صلعم تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے ماثورہ آہستہ آہستہ مونہہ میں پڑھتے پھر متواتر سات دفعہ تکبیر کہتے۔ اور پھر الحمد شروع کرتے پھر آمین۔ پھر کوئی سورت۔ پھر رکوع وغیرہ کرکے جب پہلی رکعت نماز کے

Marfat.com

اٹھنے اور اٹھنے کے ساتھ ہی متواتر ۵ دفعہ تکبیر کہتے اور پھر الحمد شروع کرکے اس دوسری رکعت کو ختم کرتے۔ بہرحال قرأت پیچھے پڑھتے اور تکبیرات سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں پڑھتے۔ **نیل الاوطار** میں دربارہ تعداد محل تکبیرات عیدین دس قول نقل کئے ہیں سب سے صحیح اور ارجح قول وہی لکھا ہے جو ہم نے اوپر لکھ دیا ہے اور باقی سب اقوال پر جرح کرکے پایہ محل احتجاج سے گرا دیا ہے۔ اس قول صحیح کی نسبت اس میں لکھا ہے کہ اکثر اہل علم صحابہ تابعین وائمہ کا یہی مذہب ہے۔ اور وہ حضرات ذیل سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضہ۔ علی رضہ۔ وحضرت ابوہریرہ۔ ابوسعید رضہ جابر رضہ۔ ابن عمر رضہ۔ ابن عباس رضہ۔ ابوایوب رضہ۔ زید بن ثابت رضہ۔ وعائشہ رضہ وفقہا سبعہ مدینہ وعمر بن عبدالعزیز وزہری ومکحول ومالک واوزاعی وشافعی۔ واحمد واسحاق۔ اور نیز ان پچھلے تین حضرات کا یہہ بھی قول ہے کہ یہہ سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہیں۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ یہہ تکبیریں واجب نہیں ہیں اگر ان میں سے کوئی رہ جاوے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی عمداً کوئی ایک تکبیر چھوڑ بھی دے تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے۔ **حجۃ اللہ البالغہ** میں بعد بیان مذہب صحیح مذکور الصدر ہے۔ کہ اہل کوفہ کا عمل جنازہ کی طرح پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے پیچھے چار تکبیر کہنے کا ہے مگر حرمین کا عمل (یعنے مکہ اور مدینہ والوں کا عمل) جو پہلے بیان ہو چکا ہے ارجح ہے اور ہیں یہہ دونو سنت۔ غرضکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت پا چکتے تو پھر اسکے بعد کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھتے۔ مردوں کو سنا کر پھر عورتوں کو سناتے۔ خوب وعظ ونصیحت کرتے۔ عموماً صدقات دینے کی نہایت ہی ترغیب و تحریص کرتے حتی کہ بالیاں۔ چوٹیاں۔ کنگن۔ کنٹھے جو کچھ ان عورتوں کے پاس ہوتا اوتار اوتار کر ڈھیر لگا دیتیں۔ اسکے بعد رخصت۔ یہہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ عید الفطر کے دن یعنے ماہ رمضان کے دنوں کے برخلاف ضرور کچھ کھجوریں کھا کر دن چڑھے عیدگاہ کی طرف روانہ ہوتے اور یہہ بھی آپ کی عادت مبارک تھی کہ وتر وتر کھاتے۔

خلاصہ مسائل متعلق عید الفطر

(۱) یکم شوال کو نماز پڑھنے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا گیہوں یا کوئی ہم قیمت غلہ ہو تو دو سیر پختہ انگریزی اور جو یا کوئی اسی جیسا غلہ ہو تو چار سیر پختہ انگریزی فی کس دینا واجب ہے۔

Marfat.com

(۲) اس نماز کا وقت طلوع آفتاب سے شروع ہو کر زوال تک ہے جتنی دیر ہوگی اتنا ہی افضل ہے۔

(۳) مسجد میں نماز نہ پڑھی جاوے۔ شہر سے باہر عیدگاہ میں پڑھی جاوے۔ زمانہ نبوی میں عیدگاہ پختہ نہیں تھی۔ اس کا کیا ذکر ہے مسجد بھی کچی تھی۔

(۴) اسکی صرف دو رکعتیں ہیں۔

(۵) بعد تکبیر تحریمہ قرأت سے پہلے رکعت اول میں ۷ اور رکعت ثانیہ میں ۵ تکبیریں کہی جاویں۔

(۶) جمعہ کی قرأت کی طرح پہلی رکعت میں سبح اسم ربک اور دوسری رکعت میں ھل اتیک حدیث الغاشیۃ یا پہلی رکعت میں سورہ ق اور دوسری میں سورہ قمر پڑھنی مسنون ہیں۔

(۷) دو خطبے۔

(۸) حاضری خطبہ فرض نہیں مستحب ہے۔

(۹) خطیب کے لئے باوضو ہونا شرط نہیں ہے

(۱۰) زمانہ نبوی میں کوئی منبر عیدگاہ میں اٹھا کر نہیں لیجایا کرتا تھا۔ عہد مروان سے لیجانے لگے۔

(۱۱) عیدگاہ کی طرف جانے اور وہاں سے واپس آنے کے لئے رستہ بدلنا سنت ہے۔ آتی جاتی دفعہ تکبیریں کہنی چاہئیں۔

(۱۲) کوئی شخص اگر جماعت سے رہ گیا ہو تو اکیلا بھی پڑھ سکتا ہے۔

عید الاضحیٰ[1] یا عید قربان

یہ عید ماہ ذی الحج کی ۱۰ تاریخ کو ہوتی ہے۔ یہ عید اصل میں یادگار ہے اُس قربانی کی جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسی جگہ پر دی تھی جہاں اب سال کے سال اسی تاریخ کو مختلف بولیوں مختلف رنگوں اور مختلف لباسوں کے لوگ دیتے ہیں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی تمام قوم میں سے صرف ایک شخص توحید الٰہی کے شیدا اور ماسوے اللہ کو دل سے دور کرنے والے نکلے تو اسوقت پروردگار نے جیسی اسکی عادت ہمیشہ

[1] اضحیٰ جمع ہے اسکا واحد اضحاۃ ہے اور اسکی یہ اور لغات بھی ہیں۔ اضحیۃ و اضحیۃ ان دونوں کی جمع اضاحی یا اضاحی ہے تیسری لغت ضحیۃ ہے اور اسکی جمع ضحایا ہے سب کے معنے قربانی ہیں۔

ہمیشہ سے جاری ہے کہ اپنے برگزیدوں کو مختلف آزمایشوں اور امتحانوں میں ڈال کر خود ان کو کندن بناتا ہے اور دوسروں کے لئے ایک نمونہ استقلال و ثبات ثابت کرتا ہے اور جس جس قسم کا ایمان میں دعوے اوسی قسم کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ ولیبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات۔ امتہ محمدی کو خطاب ہے۔ اُس برگزیدہ کو بھی آزمایا پہلے اُن لوگوں کی اذیتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا جو شروع سے آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر پالتے پوستے آئے تھے یعنی خود باپ کا یہہ حال کہ آپ تو اوس سے یہہ سیدھی سادھی کلام کر کے پوچھتے ہیں اتتخذ اصناماً الٰہۃً انی اریک وقومک فی ضلالٍ مبین۔ اے باپ بتوں کو تو معبود بنا رہا ہے۔ ا۔ میں تجھے اور تیری قوم کو ایسی بھول میں دیکھ رہا ہوں جسکی تردید محتاج دلیل نہیں ہے۔ آپ اپنے باپ کو کہتے ہیں یا ابت لم تعبد الاصنام تو جواب ملتا ہے چلا جا سامنے سے دور ہو جا۔ جس قوم میں رہتا سہتا تھا جب اوس قوم کو کہتے ہیں ماذا تعبدون ۝ ائفکاً الٰہۃً دون اللہ تریدون فما ظنکم برب العالمین۔ تو قوم آگ کی خندق اور چخہ تیار کرتی ہے۔ حتے کہ اس آگ میں ڈال بھی دیتی ہے باپ کا یہہ حال ہے اور اوس سوسائٹی اور برادری کا یہہ حال ہے بیچارہ ابراہیم جائے تو کہاں جائے۔ آوے تو کس کے پاس آوے۔ کلام کرے تو کس سے کرے۔ لیکن وہ کوئی دنیادار نہیں تھا کہ حقہ یا پانی کے بند ہونے سے باز آتا اسکا وہ دل اپنے خالق اپنے رب اور اپنے معبود کے ساتھ لگا تھا اسے کسی کی کیا پرواہ تھی۔ حتی کہ جبرئیلؑ جیسے فرشتے کو آگ کی چخہ کے اندر بیٹھے بیٹھے یہہ جواب دیا کہ میرا رب میرے لئے کافی ہے نہ تیری مدد کی کچھ ضرورت ہے نہ تیری سفارش کی کچھ حاجت۔ یہہ بڑی سخت آزمائشیں تہیں۔ آخرش جب سیدنا ابراہیمؑ ان تمام باتوں میں کامل ثابت ہوئے اور لوگوں پر بخوبی روشن ہو گیا کہ خدا کے سایۂ عاطفت میں ابراہیمؑ زندگی بسر کرتے ہیں تو اب وہ بڑے امن و چین کے ساتھ دعوت الی الحق یعنی دعوت الی الاسلام کرتے رہے حتی کہ پھر اب اولاد کی بھی خواہش ہوئی وہاں سے ایک حلیم بیٹے کے دیئے جانے کی بشارت ملی۔ وہ بیٹا پروردگار نے عطا کیا نام اوسکا اسماعیل رکھا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جس باپ نے مانگ مانگ کر اور التجا پر التجا کر کر پروردگار سے اولاد لی ہو وہ کیسا اوس اولاد کو محبت و پیار سے رکھتا ہے۔ اب جب اسمٰعیلؑ اتنے بڑے ہو گئے کہ کچھ کام کاج کرنے لگ گئے اور ابراہیمؑ کے ساتھ ہو کر ان کے کاموں میں

ا اور البتہ ہم تمہارے ہوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے ۲ اے باپ تو کیوں بتوں کو پوجتا ہے ۳ کیا چیزیں جنکی تم پرستش کرتے ہو کیا خدا کے سوا دل ہی بنائے بنائے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو

Marfat.com

کاموں میں کچھ مدد کرنے لگ گئے تب اُس پروردگار نے لوگوں کو پھر بتلانا چاہا کہ میری محبت کیا ہے
اوس کا اثر کسی محب کے دل میں کہانتک ہوتا ہے اسی اپنے خلیل کو بذریعہ خواب نہ بذریعہ وحی صریح
خواب میں یہہ حکم کیا کہ اُٹھ تو جو میری محبت میں دم مارتا ہے اور تو جو ماسوائے اللہ کو دل میں جگہ نہیں
دینے والا اوس اپنے بچے کو ساتھ لے اور میرے کہے پر اسکے گلے پر چھری پھیر۔ یہہ خواب آٹھویں ذی الحجہ
کو آیا تھا ابراہیم ع کو ڈائرکٹ حکم ہوتا تو پھر تو حکم ہوتے ہی چھری پھر جاتی۔ یہہ حکم خواب کے اندر ہوا تھا
ممکن ہے کہ شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ہو کیونکہ خواب کوئی یقینی امر نہیں ہوتا۔ انبیاء کی
رویا بیشک صادق اور سچی ہوتی ہیں ہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رویا ضرور سچی ہوتی ہیں اور
اُن کی تعبیر اللہ تعالیٰ خود اون کو سمجھا دیتا ہے اور پھر وہ بعینہ اُسیطرح وقوع میں آتی ہیں جس طرح ان کی تعبیر
سمجھائی جاتی ہے بس یہی فرق ہے انبیاء اور انکی مخلص متبعین کی خوابوں میں اور یہ بھی حکمت الٰہی ہے کہ وحی صرف رسول پر آتی ہے دوسرے
پر آ نہیں سکتی اور وہ یقینی ہوتی ہے۔ رویائے صالحہ میں تمام انبیاء اور تمام صلحاء و اولیاء شامل ہیں
اور اگر رویا بھی ویسا ہی یقینی اور ویسا ہی صریح ہوتا تو پھر کسی صالح آدمی اور نبی میں کوئی تمیز نہ
ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ کئی ملہم جب اپنے رویات یا مکاشفات کو بیان کرنے لگتے ہیں تو اس بیان
میں بسا اوقات غلطی بھی کھا جاتے ہیں۔ مگر وہ رویا اپنے محل پر واقع ہوتا ہے۔ غرضکہ ابراہیم ع
نے اس امر مہم کو ابھی ملتوی رکھا کہ جب تک کوئی یقینی حکم صادر نہ ہووے تب تک یہہ ملتوی
رہے۔ ۹ ذالحج کی رات کو پھر وہی خواب آیا وہی رویا صالحہ۔ ۹ ذالحج بھی جناب ابراہیم ع نے التوا
ہی کیا جب ۱۰ کی رات کو پھر وہی خواب آیا تو پھر تو تمام خیالات کو یک طرف کر کے اپنے بیٹے سے
فرماتے ہیں۔ یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری۔ اے بچے میں
خواب میں ایسا دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ لے تیری کیا صلاح ہے۔ بیٹا جو باپ کو
شروع سے راستباز دیکھتا چلا آیا تھا اور یقیناً جانتا تھا کہ یہہ باپ جھوٹ سے مبرا ہے بڑی سعادتمندی
کے ساتھ عرض کرتا ہے یا ابت افعل ما تؤمر۔ اے باپ بیشک آپ کیجئے۔ جو کچھ آپ کو
فرمان ہوتا ہے صرف یہی نہیں کہا بلکہ اسپر اور ترقی کی اور باپ کی تسلی اور اطمینان خاطر کے لئے کہا۔
ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ اے باپ انشاء اللہ تعالیٰ تو مجھے صابر
دیکھیگا کیسی عجیب تعلیم ہے کہ اور ہلاک ہونیوالوں کی طرح ہرگز تہور ظاہر نہیں کیا اور نہ اپنے بل اور

Marfat.com

اپنی قوت پر ذرہ برابر بھروسہ کیا۔ کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہہ کلمہ ہمیشہ تعینی طور پر اپنی طرف سے کہا جاتا ہی
اور چونکہ علم الغیب خاصہ خدا کا ہے ہم کیا جانیں کہ اسبات کے لئے جسکے کرنے کے لئے ہم نے صدق
نیت سے ابھی اقرار کیا ہے یا خواہش ظاہر کی ہی اسکے لئے کتنے موانعات سدراہ ہوں گے کہدیا کہ
انشاء اللہ۔ غرضکہ جب دونو باپ بیٹے کی اسپر بھیر گئی تو باپ نے اوسی لخت جگر کو زمین پر پچھاڑ الو
پچھاڑا بھی ماتھے کے بل۔ شاید اس غرض سے کہ باپ کی آنکھیں بیٹے کی آنکھوں سے دوچار ہوکر
کوئی رافت و رقت پیدا نہو جاوے اور اس بڑے بھاری امتحان سے مبادا فیل نہ ہوجاوی
جب یہہ حال ہوا اور ابراہیم ع اوسکو ذبح کرنے لگے تو پروردگار نے فرمایا۔ اے ابراہیم ع تونے
اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ جسکے دل کے کان ہوں وہ سنے اور جسکی بصیرت کی آنکھیں ہوں
وہ دیکھے کہ اس قسم کے امتحان بھی کبھی ہوا کرتے ہیں۔ یہہ بڑی سخت آزمایش ہی۔ توحید کے
راز دانوں کے لئے ایک بے نظیر سبق ہے۔ ہائے ہائے۔ لاثانی عملی سبق ہے۔ جسے دعوی
ہو موحد بننے کا وہ دیکھے اس توحید کو۔ یہاں بیٹے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اے موحدو! اس سچی
ملت حنیفی کے ماننے والو! تم کو تو یہہ حکم نہیں ہوتا کہ اپنے بیٹوں کو ذبح کرو۔ صرف یہ حکم
ہوتا ہے کہ اس یادگار کو قایم رکھنے کے لئے صرف ایک جانور ذبح کرو۔

غرضکہ یہہ عید ۱۰ ذی الحج کو اس بڑے بھاری موحد۔ توحید کی بنیاد کو قایم کرنے والے اور
اس کے صابر بیٹے کی یادگار کے لئے ہر سال ہوتی ہے۔ اور اس عید کی بھی دو رکعت نماز
ہوتی ہے شہر سے باہر جاکر پڑھی جاتی ہے اس عید میں عید الفطر سے بڑھکر شان و شوکت
ظاہر کی جاتی ہی کیونکہ اس میں کچھ لوازمات حج بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ جس طرح حجاج سرزمین
حرم میں تکبیرات باواز بلند کہتے ہیں اسی طرح دوسری جگہوں کے مسلمان آتی اور جاتی دفعہ باواز
بلند تکبیریں کہتے ہیں۔ بازاروں میں۔ گلیوں میں۔ محلوں میں۔ غرضکہ جہاں تہاں تکبیریں کہتی
ہیں اس سے غیر قوموں کو بھی تبلیغ ہوتی ہے۔ مگر افسوس مسلمانوں میں یہہ عمل اب نظر نہیں
آتا۔ مسلمانو! جاگو۔ اسکا خطبہ اور اسکی قرات مسنون وہی ہے جو عید الفطر کی ہے۔ وقت بھی
وہی۔ کیفیت بھی وہی ہاں اسکا سویرے پڑھنا افضل ہے اور اُس کا دیر میں۔ کیونکہ اسمیں
قربانی نماز پڑھنے کے بعد کی جاتی ہوتی ہے۔ اور عید الفطر میں صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے

قربانی دینے والا بال وغیرہ نہ اُتارے جب تک کہ قربانی نہ دی لے

دوم یہہ کہ عید الفطر کے خلاف اس میں بغیر کھانے پینے کے نماز پڑھنے کے لئے نکلنا مستحب ہے۔ گویا ایک قسم کا روزہ ہوتا ہے۔ پھر اسی روزہ کو اپنی قربانی کے گوشت سے افطار کرنا مستحب ہے۔ سو اس لئے بھی ضروری ہوا کہ اسکا وقت سویرے ہو کیونکہ جو شخص گھر سے بھوکا نکلا ہے وہ بڑی خوشی اور رغبت سے جھٹ پٹ آکر قربانی کریگا۔ اور رغبت سے اُس قربانی میں سے تبرکاً کھائے گا۔

جس شخص نے قربانی دینی ہو اسکو حکم ہے کہ وہ عید کا چاند دیکھنے سے لیکر قربانی دینے تک اپنے بدن پر سے نہ تو کوئی بال اور نہ ناخون اتارے یہ تشبہ بالمحاج ہے۔ وہاں احرام میں حاجیوں کو ہر طرح سے ذل و عجز و انکساری کا جامہ پہننا پڑتا ہے۔ بالوں اور ناخنوں کا نہ اتارنا بھی عاجزی کا ہی نشان ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک ناخون وغیرہ اتارنا مکروہ ہے۔

قربانی واجب ہے یا سنت؟ اُس کی فضیلت

شارع علیہ السلام نے اس قربانی کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ حدیث ابن ماجہ و ترمذی میں ہے کہ قربانی کے دن دوسویں ذی الحج کو ابن آدم کا جو کچھ عمل ہے اُن سب سے بڑھکر پیارا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنا ہے۔ قیامت کے دن اس قربانی کی ہر ایک چیز (گوبر اور سینگ وغیرہ سب کچھ (تولنے کے لئے) لائے جائینگے۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے پہلے قبول ہو جاتی ہے۔ ایک ایک بال کے لئے ایک ایک نیکی ہے جو شخص قربانی دے سکتا ہو اور وہ نہ دیوے تو وہ شخص واقعی بُرا ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری نشان کو گم کرنے کے درپے ہے۔ اس قربانی میں شرعی حکمتیں موجود ہیں۔ اور بعض نے اس قربانی کو اتنا بڑا ضروری سمجھا ہے کہ اسکو واجب کہتے ہیں۔ اور بعض سنت۔ مگر اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ یہہ قربانی ہے اسلامی قربت اور ہے ایک امر مشروع۔ بعض احادیث کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے واقعی قربانی واجب معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام اعظم رح اور بعض اصحاب مالک رح اور لیث رح اور اوزاعی رح کا مذہب ہے۔ مگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ واجب نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ نووی رح نے نقل کیا ہے کہ حضرات ابوبکر۔ عمر۔ بلال

Marfat.com

ابو مسعود۔ سعید بن مسیب وغیرہم۔ اور حضرات امام مالک واحمد وابو یوسف واسحاق وابو ثور ومزنی وغیرہم۔ سب کے سب سنیت کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار) کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور فرمایا کہ آہی! یہہ قربانی میری طرف سے اور میری امت میں سے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں دی اور مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قربانی دینا چاہے"۔ وہ چاند چڑھنے کے بعد اپنی بال وغیرہ نہ اوتارے تاوقتیکہ قربانی نہ دے لے (سبل السلام) امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے الفاظ "جو شخص قربانی دینا چاہے" قربانی کے عدم وجوب پر دال ہیں۔

غرض خواہ کسی کے نزدیک یہہ واجب ہے خواہ سنت۔ ہر گھر والے کے لئے مشروع ہے بشرطیکہ صاحب وسعت ہو پس جو شخص تن تنہا ہو اور اسکا کوئی گھر گھاٹ نہو اور ہو وہ صاحب وسعت تو وہ اکیلا قربانی دیوے۔ اور اگر گھر گھاٹ والا ہے تو اسکی قربانی اس کے تمام گھر کے لوگوں کی طرف سے کافی ہے۔

کم از کم قربانی کتنی ہے۔

کم از کم قربانی جو ایک شخص یا ایک ہی گھر کی طرف سے کافی ہے وہ ایک بکرا یا بکری یا بھیڑ یا مینڈھا ہے اور اگر کوئی جماعت ملکر قربانی دینا چاہے تو سات کی طرف سے ایک گائے یا ایک اونٹ کافی ہے۔

کس قسم کے جانور کی قربانی کرنی چاہئے

اگر بھیڑ یا مینڈھا ہے تو سال سے کم کا نہو (بہ مذہب احوط واصح) اگر بکرا ہے تو پورے دو برس سے کم کا نہو۔ اسیطرح گائے اور اونٹ بھی دو برس سے کم کے نہوں۔ پھر کانا نہو۔ اندھا نہ ہو۔ بیمار نہ ہو۔ لنگڑا نہو۔ دبلا نہو۔ اس کا سینگ ٹوٹا یا کٹا نہ ہو۔ اس کا کان کٹا نہ ہو۔ غرضکہ عیبدار نہ ہو خصی پیدا ہوا اور جسکے پیدائشی کان نہوں یا جسکے سینگ مطلقاً اگے نہوں وہ معیوب نہیں ہیں بعض ائمہ نے بعض عیبوں کو عیب شمار نہیں کیا مگر ان کے اس اجتہادی مسئلہ سے یہہ نہ سمجھ لینا کہ تم بے عیب جانوروں کی تلاش کو چھوڑ دو بلکہ تم ہمیشہ بے عیب جانور ڈھونڈ کر قربانی دو۔ ان قربانیوں کا گوشت پوست سب تمہارے اپنے ہی کام آتا ہے اللہ تو صرف تمہارے اخلاص اور اس دل کو دیکھتا ہے جس سے تم اپنے مال عزیز از جان کو نکال کر خرچ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا
ولکن ینالہ التقوے منکم

ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت پوست اور لہو نہیں پہنچے گا۔ لیکن اسکو تمہارا اخلاص اور تمہاری نیت کا دیکھنا منظور ہے سو جسکے دل میں اخلاص بھرا ہوگا اسکی ہی قربانی قبول ہوگی۔ دوسری یہی وجہ ہے کہ قربانیوں کی نسبت اس قسم کے حکم ہیں کہ وہ خوب پلے پوسے ہوں موٹے تازے ہوں۔ ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہوں۔ پس مسلمانو! ملت ابراہیم کے پیرو! تم سے تمہارا اکلوتا اور پہلوٹھا بیٹا تو قربانی میں نہیں مانگا گیا۔ کیا ایک مینڈھا بھی قربانی کے لئے تلاش نہیں کر سکتے ہو؟۔

ذکر ذبح قربانی

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ اپنی اور اپنی امت میں سے اون لوگوں کی طرف سے جو قربانی دینے کی طاقت نہیں رکھتے قربانی دیا کرتے تھے آپ کا ایسی صورت میں بوقت ذبح یہ ذکر تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَنْ مَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ

(زاد المعاد)

میں اس قربانی کو اللہ کا نام لیکر ذبح کرتا ہوں اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت میں سے اون لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔

دوسرا ذکر جو سب کو پڑھنا چاہئے یہ ہے کہ جب قربانی کو زمین پر لٹا دے تو اسوقت یہ پڑھے

وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (زاد المعاد)

میں نے اپنا منہ اُس ذات کی طرف کیا ہے جس نے زمین و آسمان کو بلا نمونہ پیدا کیا اور میں مشرک نہیں ہوں کیا میری نماز اور کیا میری قربانی اور کیا میرا مرنا اور کیا میرا جینا سب کا سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی بات کا مجھے حکم ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ الٰہی! یہ

Marfat.com

قربانی تیری ہی عطا کی ہوئی ہے اور اب محمدؐ اور اسکی امت کی طرف سے تیرے ہی لئے ہے بسم اللہ واللہ اکبر یعنے اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کیا کرتے تھے اور اپنی طرف سے وکیل کرنا بھی جائز ہے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سو اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد باقی اونٹوں کے ذبح کرنے کے لئے اپنا وکیل بنایا تھا۔ ذبح کرنے کیوقت چھری تیز ہو۔ دوسری قربانی سامنے نہ ہو۔ بالکل جان نکلجاوے تو پھر کھال اتارے۔ یہہ سب **احسان** اور رحم کے نشان ہیں اور ایسے وقت میں اس قسم کے احسان کرنے کا ہمکو حکم ہے۔

گوشت وکھال وقصاب

قربانی کے گوشت میں سے کچھ کھاؤ۔ کچھ رکھو کچھ دو۔ مگر بیچو مت۔ کھال نیک کاموں میں لگالو۔ خواہ صدقہ کردو۔ قصاب سے اگر کھال اتروا دو یا گوشت بنواؤ تو اسکو اسکی اجرت الگ دیدو اس قربانی میں سے بطور اجرت کھال یا کوئی اور حصہ قربانی مت دو۔

قربانی کرنے کے وقت کی حدیں

اس قربانی کیوقت کی ابتدائی حد نماز عید کے پڑھ چکنے کے بعد ہے نماز سے پہلے پہلے اگر کوئی قربانی کریگا تو یہہ قربانی نہوگی۔ بلکہ اس کے بجائے دوسری قربانی دینی پڑیگی۔ خواہ شہر ہو خواہ گاؤں جس طرح صدقہ فطر نماز کے بعد صدقہ فطر نہیں رہتا۔ اسی طرح اس عید میں نماز سے پہلے کوئی قربانی نہیں ہے اسکا سبب اور وجہ ظاہر ہے کہ اگر لوگ نماز سے پہلے پہلے قربانیوں میں مصروف ہوجاویں تو پھر عیدگاہ میں مشکل جماعت کا قیام ہوسکیگا کیونکہ لوگ اسی طرف مشغول ہوجاوینگے ادھر وقت جاتا رہیگا اور نماز میں حرج واقع ہوگا دوم یہہ کہ جس رغبت اور دلی توجہ سے اونکو صبح صبح عیدگاہ کو جانا تھا وہ جاتی رہیگی۔ اور اگر ان کو یہہ معلوم ہوگا کہ نماز سے پہلے کوئی قربانی نہیں تو وہ سب سے پہلا کام جو عید کے دن کرینگے یہی ہوگا کہ سویرے سویرے عیدگاہ کو جانے کی فکر میں ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام لوگوں کو سختی کے ساتھ منع فرماتے اور نماز سے پہلے جو قربانی دیجاوے اوس کو قربانی تصور نہ فرماتے۔ غرضکہ ابتدائی حد تو نماز عید کا خاتمہ ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ ہو کہ وہاں تمام مسلمانوں کا صرف ایک ہی امام ہو اور

Marfat.com

ایک ہی عیدگاہ ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھ چکنے اور خطبہ کے سننے اور پھر امام کے قربانی کر چکنے کے بعد وہ سروں کی قربانیوں کے کرنے کا وقت شروع ہوگا۔ اب رہی یہ بات کہ دوسری حد کہاں تک ہے تو اس میں پانچ مذاہب ہیں چار زاد المعاد میں لکھے ہیں اور پانچواں سبل السلام اور نیل الاوطار میں ہے سو پہلا مذہب تو یہ ہے کہ چار یوم یعنے ۱۳ ذوالحج تک قربانی ہو سکتی ہے اور اس مذہب کو حضرات ذیل کی طرف منسوب کیا ہے۔ علیؓ۔ حسن بصریؒ (امام اہل بصرہ) عطاء بن ابی رباحؒ (امام اہل مکہ) اوزاعیؒ (امام اہل شام) شافعیؒ (امام فقہا و اہل حدیث) اور ابن منذرؒ۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ تین یوم یعنے ۱۲ ذوالحج تک قربانی ہو سکتی ہے اور یہ مذہب امام مالک و امام احمد و امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ صرف ایک ہی یوم ہے یعنی ۱۰ ذی الحج۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ صرف شہریوں کے لئے ایک یوم ہے اور تین یوم منیٰ میں ہیں پانچواں مذہب یہ ہے کہ ذی الحج کی اخیر تاریخ تک قربانی ہو سکتی ہے۔ گویا پچھلے دو تو عشرے۔

اصل اس میں جبیر بن مطعم کی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کل ایام التشریق ذبح یعنے تشریق کے جتنے دن ہیں وہ سب کے سب قربانی کے دن ہیں زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کا وصل ثابت نہیں ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ اس کا وصل ثابت ہے جیسا کہ ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے نیز کچھ ہوا ایام تشریق کی تعداد صحیح میں اختلاف ہے۔ نیل الاوطار میں صلوۃ العیدین کے ضمن میں امام تشریق کی نسبت لکھا ہے کہ اہل سنت و اہل فقہ کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ایام تشریق یوم نحر ۱۰ ذی الحج کے علاوہ ہیں بعض کے نزدیک وہ دو ہیں اور بعض کے نزدیک تین۔ پھر اسی کتاب میں قربانیوں کے ذکر میں جا کر لکھا ہے کہ قربانی کے دن = یوم نحر + ۳ یوم بعد آن یعنے پورے چار یوم۔ سفر السعادۃ اور سبل السلام میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ مجموعہ یوم نحر و سہ یوم دیگر یعنے پورے چار یوم قربانی کے دن ہی ہیں۔ غرضکہ امت مرحومہ کی تکلیف اور شریعت سمحہ و سہلہ کی رحمت اور سہولت کو ملاحظہ کر اگر دیکھا جاوے تو ۱۳ ذوالحج تک قربانی جائز رکھنے والوں کا مذہب اقرب معلوم ہوتا ہے مگر احتیاط و تقوے اسی بات کا مقتضی ہے کہ جہاں تک جلد ہو سکے قربانی دینی چاہئے جن لوگوں کو دسویں تاریخ کی قربانی کی فضیلت معلوم ہو گئی ہے وہ تو امید ہے کہ ۱۰ ذوالحج کو

ہی بڑی الذمہ ہوجایا کرینگے چہ جائیکہ ۱۳ ذالحجہ تک کا خیر میں دیر کریں واللہ الموفق۔

تعداد و وجہ تسمیہ ایام تشریق

اوپر پڑھ چکے ہو کہ ایام تشریق زیادہ سے زیادہ مع یوم عید ۱۳ ذی الحجہ تک ہیں اور ان ایام کو ایام تشریق کہنے کی کئی وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ عرب جاہلیت کا یہ مقولہ تھا۔ اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْمَا نُغِیْرُ یعنے اے ثبیر پہاڑ تو دھوپ والا بن (یعنے تجھپر سورج کی کرنیں پڑیں تاکہ ہم قربانیوں کی طرف دوڑ کر جاویں)۔ دوم یہ کہ تشریق کے معنی ہیں دھوپ میں گوشت خشک کرنا چونکہ قربانیوں کا گوشت ان دنوں میں منیٰ میں دھوپ میں بچھا کر سوکھایا جاتا تھا اسواسطے ان دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ نماز چونکہ سورج کے چڑھنے کے بعد ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ خود قربانیاں سورج چڑھنے کے بعد ذبح کی جاتی ہیں۔ مگر پہلی دو وجہیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

تکبیرات ایام تشریق

نیل الاوطار میں بیہقی اور دارقطنی کی ایک حدیث ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ نبی صلعم نے عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سے ایام تشریق کے آخری یوم کی نمازِ عصر تک تکبیریں کہیں مگر ساتھ ہی لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی اور احادیث قابل احتجاج نہیں ہیں کیونکہ ضعیف ہیں۔ پھر یہ سے مختلف اقوال و مذاہب اسبارے میں بحوالہ فتح الباری لکھے ہیں کہ یہ تکبیریں کس وقت سے شروع ہوں اور کس وقت تک ختم ہوں کلمات تکبیر کیا کیا ہیں اور کن کن نمازوں کے پیچھے پڑھی جاویں (فریضہ۔ نافلہ۔ فائتہ اموات) صرف مردوں اور جماعت کے لئے ہو۔ صرف مقیم پڑھیں اور مسافر نہ پڑھیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان کے لکھنے سے کچھ فایدہ نہیں ہے پھر لکھا ہے کہ کلمات تکبیر جو صحیح طور پر ثابت ہوئے ہیں اور جنکو عبدالرزاق نے بسند صحیح بروایت سلمان نقل کیا ہے یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کبیراً۔ اور اسی کی تائید میں سعید بن جبیر اور مجاہد اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمات نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ شافعی رح کا یہی قول ہے ہاں ان میں زیادتی یہ ہے کہ ان کلمات کے بعد وللہ الحمد بھی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ اکبر تین دفعہ کہنے کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ پڑھنا چاہیئے۔ پھر اخیر میں جاکر صحابہ میں سے حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہا اور ائمہ میں سے احمد اور اسحاق کا مذہب نقل کیا ہے کہ وہ بیچ تکبیریوں پکارا کرتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ اور زاد المعاد میں بصیغہ مجہول (رُوِیَ) لکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن کی نماز صبح کے بعد سے لیکر ایام تشریق کے اخیر دن کی عصر کی نماز تک یہی تکبیر کہا کرتے تھے جو اوپر ذکر کی گئی ہے **نیل الاوطار** میں لکھا ہے کہ بظاہر اس تکبیر کا استحباب نمازوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں معلوم ہوتا بلکہ ان دنوں میں تکبیروں کا ہر وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم

جمعہ

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مسلمان ۲۴ گھنٹہ میں ایک ہی آبادی کی مختلف حصوں میں متعدد اشخاص کے ساتھ ملکر پانچ بار جماعت کرتے ہیں۔ لیکن اسمیں وہ ہجوم واز دحام اور وہ جاہ وجلال اور وہ فوائد وعوائد جو کسی مدت مناسب کے بعد مختلف جماعتوں کے یکجا اکٹھے ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے ہر روز ایسا ہونا ایک امر محال ہے پبلک کو سخت نقصان پہونچتا ہے ان کے کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے مگر یہ بھی ضروری بات ہے کہ اس قسم کا کوئی اجتماع کسی مدت مناسب کے بعد ضرور ہو جسمیں ہر قسم کے لوگ اور ہر درجہ کے اشخاص کیا ادنیٰ اور کیا اعلیٰ اکٹھے ہوں۔ مدت مناسب اس قسم کی ہونی چاہئے کہ وہ ان اغراض کے لحاظ سے جو اسکے ساتھ لازم وملزوم ہیں نہ تو اتنی تھوڑی ہی ہو کہ مجتمعین ملول ہو کر اس اجتماع کو ہی خیرباد کہہ دیں اور نہ اتنی لمبی ہو کہ اسکے دوبارہ آنے تک پہلی دفعہ کے حاصل کئے ہوئے کمالات نسیاً منسیاً ہو جاویں۔ پس اس قسم کی دونوں مدتوں کا نہونا ان کے ہونے سے بہتر ہے۔

زمانہ دراز سے بنی آدم کا اسپر اتفاق ہے کہ دن صرف سات ہیں جنکے نام اپنی اپنی بولی میں ہر ایک قوم نے مقرر کر رکھے ہیں **حنیفی قوموں** نے تو وہی سیدھے سادے نام جن میں فرق کی آمیزش تک نہیں ہے رکھے جیسے یوم الاحد۔ یوم الاثنین۔ یوم الثلثاء۔ یوم الاربعاء یوم الخمیس۔ یوم الجمعہ۔ یوم السبت **مشرک قوموں** نے جہاں کہیں وہ روئے زمین پر

Marfat.com

آباد ہوئیں ان دنوں کے نام بھی مشرکانہ رکھدیئے۔ کیونکہ ایک ہی سورج اور ایک ہی چاند سب جگہ پر چڑھتے ہیں۔ اسی طرح پر۔ عطارد۔ مریخ۔ زحل وغیرہا من الاجرام الفلکیہ یہہ سب جگہ پر یکساں لفظ آتے ہیں چونکہ یہہ اجرام سب سے زیادہ منور اور سب سے زیادہ کارآمد ہیں۔ مشرک قوموں نے ان کو اپنا معبود مقرر کر لیا۔ اور جو جو دن انکی عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ انہیں کے نام سے مخصوص کر دیا گیا نیچے کی فہرست سے معلوم ہو جاویگا کہ مشرک قوموں نے ان دنوں کے ناموں کے اندر ہی کس قدر شرک بھر دیا ہوا ہے سب سے پہلے ہم ایرانیوں کے ایام سبعہ کے نام اور ان کے لوازمات وغیرہ لکھتے ہیں۔ باقی زبانوں کے ناموں کے بھی قریب قریب وہی لوازمات ہیں۔ اسواسطے ہم ان ناموں کے ساتھ ان لوازمات کو نہیں لکھینگے ان ایرانی ایام کے لوازمات کا ماخذ **دبستان المذاہب** اور ان کا ہندی ترجمہ **غیاث اللغات** میں لفظ **ہفت اختر** کے بیان میں ہے۔

نام زبان	نمبر شمار	نام یوم	وجہ تسمیہ
فارسی	۱	ہورسوز خورروز یاخورشید روز یکشنبہ یعنی اتوار	ہور۔ خور۔ خورشید سورج کو کہتے ہیں اس معبود کا دوارہ سب دواروں سے بڑا ہوتا تھا سونیکی اینٹوں کی اُسکی دیواریں تھیں اور اس کا اندر یاقوت اور عقیق اور الماس وغیرہ پتھروں سے مرصع ہوتا تھا۔ اسکی مورت نہایت سرخ سونیکی ہوتی تھی۔ مردانہ صورت تھی۔ دو سر تھے۔ دونو سروں پر دو تاج جو یاقوتوں سے مرصع تھے اور ایک ایک تاج کی سات سات شاخیں تھیں اور ایک زبردست گھوڑی پر سوار۔ چہرہ انسان کا سا پیچھا سانپ کا سا تھا۔ داہنے ہاتھ میں سونیکی چھڑی اور گلے میں جواہرات کا ہار۔ اسکے پوجاری کل زربفت پوش پہنتے سنہری ٹوپیاں۔ اور کمر میں یاقوت سے جڑے ہوئے کمربند۔ سونیکی انگوٹھیاں تھیں عود وغیرہ جلایا جاتا تھا۔ نہایت ہی عمدہ عمدہ کھانے پکایا جایا کرتے تھے بادشاہ۔ بادشاہزادگان اور اسیطرح کے امراء و رؤسا وغیرہ اسکے آس پاس رہتے وغیرہ وغیرہ۔
	۲	ماہ روز	اس معبود کا رنگ سبز تھا۔ مردانہ صورت۔ ایک سفید بیل پر سوار۔ سر پر

Marfat.com

نام زبان	نمبر شمار	نام زبان	وجہ تسمیہ
	۲	قمر یا چاند یا سوم کا دن دوشنبہ یعنی سوموار	تاج۔ ہاتھ میں کنگن۔ گلے میں ہنسلی۔ دائیں ہاتھ میں یاقوت کی چھڑی اور بائیں ہاتھ میں ریحان۔ اسکے پوجاری سبز پوش اور سفید پوش ہوتے تھے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں۔ گوند وغیرہ جلاتے تھے۔ اور نمکین کھانے پکتے تھے جاسوس ایلچی۔ مخبر اور مسافر وغیرہ اسکے آس پاس بود و باش رکھتے تھے۔
	۳	بھرام روز مریخ یا منگل کا دن سہ شنبہ یعنی منگل وار	اس معبود کا رنگ سرخ تھا۔ سرخ پتھر کی مورت تھی۔ مرد کی شکل تھی سر پر تاج تہا۔ داہنا ہاتھ سرخ اور نیچے لٹکا ہوا۔ بایاں ہاتھ زرد اور اوپر کو اٹھایا ہوا۔ داہنے ہاتھ میں خون آلودہ تلوار۔ اور بائیں ہاتھ میں لوہے کا چابک۔ اسکے پوجاری سب کے سب سرخ پوش ہوتے تھے۔ کڑوے کھانے پکتے تھے۔ سپاہی۔ لشکری غرضکہ فوجی لوگ اس کے دوارہ میں رہتے تھے۔
	۴	تیر روز عطارد یا بدھ کا دن چہارشنبہ یعنی بدھ وار	مورتی سنگ کپود کی تھی جسم مچھلی کا۔ چہرہ خوک کا۔ ایک ہاتھ کالا دوسرا سفید اسکا پیچھا بھی مچھلی کے پیچھے کی طرح تھا۔ داہنے ہاتھ میں قلم اور بائیں ہاتھ میں دوات تھی۔ مصطکی وغیرہ جلاتے تھے۔ اسکے پوجاری وغیرہ ازرق پوش ہوتے ہاتھوں میں زرد انگوٹھیاں۔ ترش کھانے لائے جاتے وزراء عقلاء منجمان اطباء۔ غرضکہ عملہ و فعلہ کچہری و دیگر مردمان درباری اسکے ارد گرد رہتے۔
	۵	برجیس روز ہرمز یا مشتری یا برسپت کا دن پنجشنبہ یعنی ویروار	اس معبود کا رنگ خاکی تھا۔ انسان کی شکل۔ چہرہ اُس کا گدھے کی طرح۔ اسکے سر کے تاج پر مرغ اور سانپ کا چہرہ بنا ہوتا۔ دائیں ہاتھ میں کڑے اور بائیں ہاتھ میں بلوری ابریق۔ اسکے پوجاری اور کاروباری خاکی رنگ اور زرد و سفید لباس پہنتے۔ انگوٹھی چاندی کی اور نگینہ عقیق کا ہوتا۔ عمدہ عمدہ میٹھے کھانے پکتے تھے۔
	۶	ناہید روز زہرہ یا	اس کے دوارہ کے باہر مرمر اور اندر بلور تھا۔ اسکی مورت کا رنگ سرخ۔ اس کے سر پر تاج ہوتا تھا۔ جسکے سات سر ہوتے تھے۔ اسکے داہنے ہاتھ میں گھی کی شیشی اور بائیں ہاتھ میں کنگھی تھی۔ زعفران وغیرہ اسکے آگے جلتا تھا۔ اسکے پوجاری

Marfat.com

نامہ وار	نمبر شمار	نام زبان	وجہ تسمیہ
		آدینہ یا آذینہ یا یعنے سکدوا	سب کے سب سفید پوش ہوتے تھے رات کے وقت کوئی مرد اس دوارہ میں گھسنے نہیں پاتا تھا۔ ہاں انکی عورتیں اور لڑکیاں رات کو اسکے اندر جاتی اور پوجا پاٹ کرتی تھیں۔ البتہ جس شب بادشاہ اندر جاتا تھا اُس شب مردوں کو اجازت تھی مگر اس رات کوئی عورت اندر نہ آتی تھی۔ زرگر اور نقاش اور مطرب لوگ اسکے اردگرد جمع رہتے تھے۔
۷	پارسی	کیون روز زحل یا سنیچر یا شنبہ یا ہفتہ یعنی سنیچر وار	اس معبود کی سنگ سیاہ کی مورت ہوتی تھی۔ بندر کا سر۔ انسان کا بدن خنزیر کی دم۔ یہہ تو اس معبود کا حلیہ تھا۔ سر پر تاج ہوتا تھا۔ دائیں ہاتھ میں پرویزن۔ بائیں ہاتھ میں سانپ جس معبد میں یہہ نصب کیا ہوتا تھا وہ سب کا سب سیاہ پتھر کا ہوتا اسکے پجاری اور کاروباری بھی سب کے سب زنگی اور حبشی اور سیاہ فام لوگ ہوتے انکا لباس بھی سیاہ ہوتا۔ انگوٹھیاں لوہیکی ہوتیں معبود کے سامنے آگ جلاتے اسمیں روغن وغیرہ ڈالتے طرح طرح کے نمکین کھانے پکا کر سامنے رکھتے وغیرہ وغیرہ

نوٹ یکشنبہ دوشنبہ وغیرہ مسلمانوں کے رکھی ہوئی نام ہیں انسے پہلے ایران میں وہی نام تھے جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں۔

۱	سنڈے	سن	یعنی نیر اعظم یا آفتاب کا یوم ہندی میں ٹھیک آدت یا "ات وار"
۲	منڈے	مُون یا مونہ	ایک دیوی ہے اور ڈے یوم یعنی دیوی مونہ یا چاند کا یوم یعنی سوموار
۳	ٹیوزڈے	ٹیو	یعنے میرخ جو جنگ اور لڑائی کا دیوتہ ہے۔ کا یوم ۔ ۔ ۔ منگل وار
۴	ونزڈے	ووڈن یا اوڈن	دیوتا کا یوم
۵	تھرس ڈے	تھار	یعنی دیوتا صاعقہ کا یوم یہہ دیوتا اوڈن اور تاتا دھرتی کا بیٹا اور دیوتوں کا دشمن ہے
۶	فرائیڈے	فرگا	جو دیوتا اوڈن کی بیوی ہے اس کا دن۔
۷	سیٹرڈے	سیٹرن	یعنے فلاحت اور سیاست مدن وغیرہ کا دیوتا۔

۱	ڈرسان ٹیگ	سن	یعنے سورج کا دن۔ اتوار۔
۲	ڈرمان ٹیگ	مان یا مونہ یا مون	یعنی قمر یا چاند یا سوم کا دن۔ سوموار۔

نام زبان	نمبر شمار	نام یوم	وجہ تسمیہ
جرمن	۳	ڈرڈیوس ٹیگ	ڈیوس یا زی یا یتو یعنے مریخ یا منگل کا دن
	۴	ڈی متھ واش	یعنے ہفتہ کا نصف
	۵	ڈرڈانرس ٹیگ	ڈانر یعنے تھار یا صاعقہ دیوتا کا دن
	۶	ڈرفرائی ٹیگ	فریٹا یا فرگا یعنے اوڈن دیوتا کی بیوی کا دن۔
	۷	ڈرسان اتنڈ سنیس ٹیگ	یعنے اتوار سے پہلی شام
لیٹن	۱	ڈائس ڈامی نیکا	روز خداوند یعنی مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا دن جو اتوار ہے
	۲	ڈائس لونی	روز لونا یعنی قمر یا سوم چاند۔ یعنی سوموار
	۳	ڈائس مارٹس	روز مارٹس یعنی مریخ یا منگل یعنی لڑائی اور جنگ و جدال کے دیوتے کا دن
	۴	ڈائس مرکری	روز مرکری یعنے روز عطارد یا بدھ ستارہ کا یوم
	۵	ڈائس جووس	روز جووس یعنی روز زی اس یا روز جوپی ٹر۔ پرانا خیال تھا کہ اس ستارہ کا انسان کے کاروبار میں تصرف سعد ہے نہ تصرف نحس۔
	۶	ڈائس ونرس	روز ونرس یا وینس یعنے عشق و حسن کی دیوی۔ خیال مشرکانہ یہ تھا کہ جو اس کی عبادت کرے وہی صاحب عشق و حسن ہوگا۔
	۷	ڈائس سٹیرنی	روز سٹیرنی یعنے سٹیرن یعنی فلاحت اور سیاست مدن وغیرہ کا دیوتا
مریخ	۱	ڈایامانشی	روز نیر اعظم یعنی اتوار یا سورج کی عبادت یا تعظیم وغیرہ کا دن۔
	۲	لنڈی	لونا یعنے ماتا چاند کا یوم
	۳	مارڈی	مار یعنے مریخ یا منگل کا دن۔
	۴	مارکری ڈی	مارکری یعنے بدھ یا عطارد ستارہ کا دن
	۵	جوڈی	جو یا جووس یا زی اس یا جوپی ٹر کا یوم
	۶	ونڈرڈی	ونڈرڈی یعنے ونرس یا وینس یا عشق و حسن کے دیوتے کا دن۔

نام زبان	نمبر شمار	نام یوم		وجہ تسمیہ
	۷	سامی ڈی		ہفتہ کا ساتواں دن۔
ہندی	۱	اتوار		اصلمیں آدِت وار یعنی نیر اعظم یا آفتاب کا یوم
	۲	سوموار		اصلمیں سوموار یعنی چاند کا یوم
	۳	منگل وار		منگل یا مریخ کا یوم
	۴	بدھ وار		بدھ یعنی عطارد کا یوم
	۵	ویروار		برِسپت یعنی مشتری کا یوم
	۶	شکروار		شکر یا زہرہ کا یوم
	۷	سنیچروار		زحل کا یوم۔
عربی	۱	اوّل ؎	یوم الاحد ؎	ہفتہ کا پہلا دن۔ اتوار
	۲	اہون	یوم الاثنین	ہفتہ کا دوسرا دن۔ سوموار
	۳	جُبار	یوم الثلثاء	ہفتہ کا تیسرا دن منگل وار
	۴	دُبار	یوم الاربعاء	ہفتہ کا چوتھا دن۔ بدھ
	۵	مُونس	یوم الخمیس	ہفتہ کا پانچواں دن۔ جمعرات
	۶	عَروبہ	یوم الجمعۃ	ہفتہ کا چھٹا دن۔ جمعہ
	۷	شِیار	یوم السبت	ہفتہ کا ساتواں دن۔ ہفتہ۔

یہی سات یوم ہیں جنکو مختلف قوموں نے اپنے اپنے زعم میں کسی نہ کسی زبردست فوق العادہ چیز کی طرف منسوب کیا ہے ان سات دنوں کے مجموعہ کا نام ہفتہ ہے۔ دنوں کے سات ہونیمیں مدت مدید سے سب قوموں کا اتفاق ہے اختلاف ہے تو صرف اسمیں کہ پہلا کونسا ہے اور پچھلا کونسا پھر اس میں بھی تمام قوموں کا اتفاق ہے کہ چار ہفتہ کا نام مہینہ ہے اور بارہ مہینے کا ایکسال

؎ جاہلیت کے پرانے نام ؎ نئے اسلامی نام ۱۲۔

Marfat.com

ہوتا ہے۔ پھر تمام قوموں کا خواہ ان کو کسی اصطلاح میں مہذب کہو یا غیر مہذب ہمیشہ سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ ان سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو بلحاظ اُن مذہبی یا قومی خصائص کے جو اُن کو اس دن کے متعلق معلوم ہوئیں ضرور ہی مخصوص و معین کیا ہوا ہے جسمیں اُس قوم کے تمام لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جس سے اتحاد اور ارتباط قومی بڑھتا ہے جیسی جیسی ضروری اغراض ہوتے ہیں ویسی ہی مدت معین کی جاتی ہے مثلاً ایک ہی بستی کے مختلف محلوں یا نزدیک نزدیک کی چھوٹی چھوٹی بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے ہفتہ۔ دور دور کی بستیوں کو اکٹھا کرنے کے لئے مہینہ اسی طرح پر سہ ماہی ششماہی۔ سال۔ پانچ سال [illegible] وغیرہ اور اسباب کے استحکام کے لئے کبھی تو کوئی میلہ اور کبھی کوئی مذہبی رسم قائم کی جاتی ہے غرضکہ ایام سبعہ میں سے کسی نے تو اتوار کو کسی نے سنیچر کو کسی نے جمعہ کو مقرر کیا (دیکھو مضمون عیدین) یہودیوں نے اپنا سبت ہفتہ کے روز منایا کیونکہ خداوند خدا نے ان کے خیال کے مطابق اس روز زمین و آسمان و مافیہا کو بنا کر آرام کیا۔ تورات میں ہفتہ کی تخصیص نہیں ہے یہ صرف یہودیوں کا اپنا اجتہاد ہے۔ عیسائیوں نے اپنا سبت اتوار کے دن منایا۔ کیونکہ اُنکا خداوند خدا ان کے خیال کے موافق اُسدن کی صبح کو تین رات دن ملعون رہ کر (معاذ اللہ عنہا) مردوں کی قبروں میں سے زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ چونکہ اُس روز انکے خداوند خدا کو لعنت اور مردگی سے نجات ملی اسواسطے عیسائی اس یوم کو متبرک اور پاک خیال کرتے ہیں۔ اور اس روز اپنے تمام کاروبار چھوڑ دیتے ہیں بشرطیکہ وہ کلیسیا یا مذہبی کمیٹی کی اس رائے یا اجتہاد کی پیروی کرتے ہوں کیونکہ یہہ دن بھی اس قوم کا اپنا اجتہادی سبت ہے۔ انجیل یا تورات یا زبور میں اسکا نام و نشان تک نہیں ہے۔ ہندوؤں نے بھی عیسائیوں کی طرح اتوار کو ہی پوتر خیال کیا۔ کیونکہ یہ دن آدت دیوتا یعنے نیر اعظم یا آفتاب کا مخصوص دن ہے جسطرح ہندوؤں کی مت میں اگر کوئی شخص غور کر دیکھیگا تو اسکو معلوم ہو جاویگا کہ شاید برس بھر میں کوئی دن نہیں ہے جو کسی نہ کسی مشرکانہ مذہبی خصوصیت کے لحاظ سے پوتر نہ خیال کیا جاتا ہو اسیطرح عیسائیوں میں بھی بالخصوص رومن کیتھولک میں برابر یہی مشرکانہ خیالات جاری ساری ہیں کرسمس ڈی لارڈ سنڈی۔ گوڈ فرائیڈی۔ ایسٹرن ڈی۔ میکائیل مس ڈی۔ وغیرہ وغیرہ تو ایسی عام

* بلکہ چیرس ان سائیکلوپیڈیا میں لفظ سنڈی کی تشریح میں بجملہ دیگر خیالات کے ایک یہہ بھی لکھا ہے کہ اس کا یہہ خیال ہے کہ ہم کو اختیار ہے جو دن چاہیں مقرر کر سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

دن ہیں کہ ان سے پروٹسٹنٹوں کو بھی چارہ نہیں۔ مسلمانوں نے جمعہ کو پسند کیا اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی مدنی مسلمانوں نے بلا اجازت یا اطلاع نبی صلعم کے مدینہ منورہ میں ایک مذہبی کمیٹی قایم کی اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ بذریعہ وحی اُن کو بھی اسی دن کے مخصوص کرنے کے لئے حکم دیا گیا چنانچہ ابھی انشاء اللہ تعالیٰ اس عجیب وغریب واقعہ کا ذکر آتا ہے۔ غرضکہ ساتویں دن کی جنرل جماعت کے لئے جمعہ کا دن مقرر ہے۔

پہلے ہم ایک مضمون بعنوان **تعیین وقت** لکھ چکے ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار جل وعلا نے اس موجودات کے اندر ایک ایسا سلسلہ قایم کر رکھا ہے جو وقت کی تعیین پر گواہی دیتا ہے۔ بعد ش روحانی[1] لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کے اسرار ولطایف پر بذریعہ وحی آگاہ اور واقف ہوتے رہتے تھے ان اوقات مخصوصہ اور معینہ پر اطلاع پائی نہ صرف اطلاع ہی پائی بلکہ آزما آزما کر پایہ ثبوت کو پہونچا دیا۔ انہیں اوقات مخصوصہ میں سے یوم الجمعہ بھی ہے گویا جس طرح اپنی مخلوق میں سے جنسوار کسی نہ کسی جنس کو اللہ تبارک وتعالیٰ چن لیتا ہے اور اسپر اپنے خاص فیض اور برکات نازل فرماتا ہے اسی طرح پر اس دہر کے مختلف اجزا ومختلف اوقات میں سے بھی اللہ تعالیٰ خاص خاص وقتوں اور خاص خاص گھڑیوں کو اپنے لئے چن اور مخصوص کر لیتا ہے۔ یہاں گنجائش نہیں ہے جس شخص نے اس عجیب وغریب کارخانۂ قدرت کا تماشا کرنا ہو وہ **زاد المعاد** کے دیباچہ میں اس آیت وربک یخلق ما یشاء ویختار کی تفسیر دیکھے جس طرح فرسٹ طبعیات سے واقف اور اور لوگ اُس سے ناواقف ہوتے ہیں جس طرح پالی ٹیکنیشن ملک کی پیچیدگیوں اور اور انکی نظام اور تدابیر سے واقف اور باقی لوگ ناواقف ہوتے ہیں جس طرح کیمسٹ علم کیمسٹری کے عجائبات سے واقف اور باقی لوگ اس سے جاہل ہوتے ہیں جسطرح میتھی میٹشن ریاضی کے گروں اور اصولوں سے ماہر اور باقی لوگ اُس سے ناآشنا ہوتے ہیں غرضکہ جسطرح کوئی خاص علم یا پیشہ والا اپنے علم یا پیشہ کے اسرار وغرائب سے عارف اور باقی لوگ اُس سے ناآگاہ ہوتے ہیں اسیطرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فرقہ روحانیت کے علوم اور ان کے عجائب وغرائب اور انکی اسرار ولطائف سے

[1] یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ۱۲۔

واقف ہوتا ہے اور باقی لوگ ان کے محتاج۔ پھر جوں جوں کوئی اپنی استعداد کے موافق اون سے اخذ کرتا ہے توں توں اسپر بھی سوسائٹی کے علوم کھلتے جاتے ہیں۔ ہم ایک موٹی مثال لکھتے ہیں جسے عقل ہو گی فوراً قبول کریگا۔ امی لایعقل کا علاج نہیں۔ میتھی میٹیشن (ریاضی دان) کہتا ہے (ا + ب) (ا + ب) = ا² + ب² + ۲ ا ب۔ جو شخص اس علم سے آگاہ نہیں ہے۔ گو دوسرے علوم میں وہ یکتا ہی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو وہ کہے گا ہیں! یہہ کیا کہتا ہے اسکے اس ہیں! کا جواب شافی اور کافی تب ہوگا جب وہ خود اس قاعدہ کو اپنے ہاتھ سے خود عمل کر کے تصدیق کر لیوے۔ اسکو چاہئے کہ وہ علم حساب پڑھنا شروع کرے اپنی عمر کا حصہ کثیر اس میں صرف کرے تب وہ الجبرا پڑھنا شروع کرے اور اس قاعدہ کے سیر سے واقف ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کا مختلف ہر ایک شخص ہے گو بجائے خود کیسا ہی اپنی علم و فضل میں یکتا کیوں نہو۔ زمانہ کی نسبت جو جو لاطائل اور محض بے فائدہ بحثیں فلاسفروں کے کتب میں موجود ہیں۔ ان کو پڑھکر سوائے اس کے کہ دل کی حماقت۔ دل کا سکون۔ دل کا قرار متزلزل یا بعض صورتوں میں بالکل مستاصل ہو جاوے اور کیا فائدہ دے کوئی فائدہ معتد بہا اگر ہو سکتا ہے یا کسی کو ہوا ہے یا خود ان میں فلاسفروں کو ہوا ہو تو بتا دو۔ اس دہریہ اور اس زمانہ کی پیچیدگی نے لوگوں کو دہریہ بنا دیا۔ چاہئے یوں تھا کہ اوس سے ہم کو اس زمانہ کے خالق کے ساتھ اتحاد پیدا ہوتا۔ مگر یاد رکھو کہ یہہ بھی قانون قدرت ہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اون مصطفےٰ اور محبوب لوگوں سے جنکو اللہ تعالیٰ نے یہہ علوم عنایت فرمائے ہیں ان علوم کو اخذ کرنا نہیں چاہتے ان کو ہرگز ہرگز ان علوم سے بہرہ نہیں دیتا۔ وہ وادی ضلالت میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور کچھ پتہ نہیں لگتا۔ حق ان کے پاس آتا ہے اور وہ قبول نہیں کرتے۔ نور ان کے سامنے آتا ہے اور وہ آنکھیں میچ لیتے ہیں۔ تعیین اوقات میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رات اور دن میں سات قسمتی اوقات ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح ان سات وقتوں کی تقسیم نماز کے پانچ وقتوں میں جمہور الناس کی رفع تکلیف اور دفع حرج اور ازالہ ظلمت کیخاطر کی گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان روزانہ مخصوص اوقات کے علاوہ ہفتہ بھر میں جمعہ کا سارا روز مخصوص وقتوں میں سے ہے۔ پھر اس مخصوص یوم میں وہ وقت مخصوص ہے جو نماز کا وقت ہے۔

Marfat.com

اس دن کے اندر خاص طور پر ایک ایسی ساعت رکھی گئی ہے کہ اُس ساعت میں مومن جو دعا کرتا ہے بالخصوص قبول کی جاتی ہے۔ پھر سال بھر میں رمضان شریف کا کل مہینہ مخصوص اوقات میں سے ہی۔ پھر اس مہینہ میں بالخصوص ایک رات ایسی مقرر کیگئی ہے کہ جسکے برابر اس سال بھر میں اور کوئی رات نہیں۔ پھر اس رات کے اندر ایک ایسی ساعت مختص کی گئی ہے کہ جس کی تاثیر وہی ہے جو جمعہ کی ساعت مختصہ کی تاثیر ہے پھر اسی طرح پر عمر بھر میں یوم عرفہ ہے۔ جو کافۃ المسلمین میں سے صرف مستطیع لوگوں کے لئے عمر بھر میں ایک دن ہے۔ چونکہ ہم نے نماز جمعہ کو ہی صرف اس مقام میں لکھنا ہے اسواسطے جمعہ کے سوا باقی تمام امور کو نظر انداز کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس یوم جمعہ کے بہت سی فضائل بیان فرمائے ہیں از انجملہ ایک یہ ہی ہے

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال سمعت رسول الله صلعم يقول نحن الاخرون السابقون يوم القيامة بيد انهم اوتوا الكتاب من قبلنا ثم هذا يومهم الذی فرض عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له والناس لنا فيه تبع اليهود غداً والنصاری بعد غد (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہہ بات فرماتے سنا کہ ہم ہیں تو سب سے پیچھے لیکن اب کل نبیوں کا زمانہ ہو چکا اور ان کی امتوں کا وقت گذر چکا اب ہم سب سے پیچھے اور اسی واسطے سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہیں) اور قیامت کے دن سب سے آگے جنت میں داخل ہونگے یعنی ان لوگوں میں اور ہم میں اتنا ہی فرق ہے کہ انکو ہم سے پہلے تورات اور انجیل دی گئی (اور ہمکو ان کے پیچھے قرآن

ملا جو ان سب کا ناسخ ہے اور اسی وجہ سے سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہے) اسکے بعد ایک اور بات دیکھو کہ یہی دن ہے جسمیں بالخصوص عبادت کرنے کے لئے ان کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے آپس میں اختلاف رائے کے سبب سے اس دن کو تو مخصوص للعبادت نہ کیا مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے خود اس یوم کی مختص للعبادت کرنے کے لئے رہنمائی کردی۔ پس اب وہ لوگ ہماری

Marfat.com

تابع ہیں یعنی ہمارے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں وہ اس طرح پر کہ اول ہم کیونکہ جمعہ پہلے ہے اس کے بعد ہفتہ کا روز ہے سو یہودی ہمارے پیچھے ہوئے پھر اسکے پیچھے اتوار ہے جو عیسائیوں کا تبارک یوم ہے سو وہ ان کے بھی پیچھے ہیں۔

مسلم میں ہے اور اس کے راوی ایک تو یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت حذیفہ یقدر رضی ہیں۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اضل اللہ عن الجمعۃ من کان قبلنا وکان للیھود یوم السبت وللنصاری یوم الاحد فجاء اللہ بنا فھدانا للیوم الجمعۃ فجعل الجمعۃ والسبت والاحد وکذلک ھم تبع لنا یوم القیامۃ نحن الاخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیامۃ المقضی لھم قبل الخلائق	جو لوگ ہم سے پہلے ہو چکے ہیں ان کو اللہ نے جمعہ سے ادھر اُدھر ہٹائے رکھا۔ یہود کا دن ہفتہ ہوا اور نصاریٰ کا دن اتوار۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمکو پیدا کیا اور ہم کو جمعہ کی رہنمائی کی پس پہلے جمعہ ٹھیرایا پھر ہفتہ پھر اتوار۔ اور اسی ترتیب کے ساتھ قیامت کو وہ ہمارے پیچھے پیچھے ہوں گے ہم دنیا کے لحاظ سے تو سب کے پیچھے ہوئے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے پہلے ہوں گے اور کل خلق سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو اس خاص یوم یعنی جمعہ کا تعین کرنے کے لئے کوئی صریح نام لیکر حکم نہیں دیا صرف یہ حکم دیا کہ کسی خاص یوم کو اس غرض کے واسطے مقرر کرلیویں سو انہوں نے یا تو اتوار کو مناسب سمجھا یا ہفتہ کو اور اس دن سے وہ ہمکتے رہے* یہ خاص فضل ایزدی ہے کہ اس امت کو جو خیر الامم ہے اپنا وہ **دن** جمعہ جس کی فضیلت کے لئے انتخاب ہوا ہے اور مخصوص دن ہے عطا کیا۔ **علاوہ بریں** یہی دن ہے جس میں آدم پیدا ہوئے یا یہ کہ اس عالم کی آبادی کا سامان اسی دن شروع ہوا۔ یہی دن ہے کہ اسمیں آدم جنت سے خارج ہوئے یہی دن ہے کہ اسمیں پھر جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوئے۔ یہی دن ہے کہ اس میں قیامت ہوگی۔ یہی دن ہے کہ اس میں متقی جنت میں داخل ہوں گے

* کیونکہ ان کے اعتبادی دن ہیں انکی کتابیں ان دنوں کی خصوصیت بیان کرنے سے ساکت ہیں۔

یہی دن ہے کہ اسمیں بالخصوص تمام جنتیوں کو وہ نعمت عطا ہوگی جسے آنکھوں نے دیکھا نہیں۔ کانوں نے سنا نہیں بلکہ جسکا خیال تک بھی کسی بشر کے قلب پر گزرا نہیں۔ یہہ وہ دن ہے کہ اس کی صبح کو انسان اور جن کے سوائے تمام حیوانات اور تمام فرشتے لرزاں ہوتے ہیں کہ مبادا قیامت آج ہی نہ ہو یہی دن ہے کہ اسکے اندر ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں پروردگار مومن کی دعا کو بالخصوص قبول کرتا ہے اور لیلۃ القدر کی طرح اسکو بھی مخفی رکھا گیا ہے۔ اگرچہ اسکی نسبت چالیس قوال تک کتابوں میں مرقوم ہیں۔

جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے وہ تمام روحانیوں کے افضل و اشرف سردار کے کلمات طیبات مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اللہ آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا ولا یقوم الساعۃ الا یوم الجمعۃ (ترمذی)

ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا ص نے فرمایا جمعہ کا دن اون تمام دنوں سے جنمیں سورج چڑھتا ہے زیادہ افضل ہے۔ اللہ نے اسمیں آدم ع کو پیدا کیا اور اسی میں وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی میں وہ جنت سے نکالے گئے۔ اور جمعہ کے دن ہی قیامت قایم ہوگی۔

ذیل میں حضرت ابوہریرہ رض و ابن کعب رض اور عبداللہ بن سلام رض کی گفتگو قابل غور ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ اُھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعۃ وما من دابۃ الا وھی مُصِیْخَۃٌ یوم الجمعۃ من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقا من الساعۃ

سب دنوں میں سے جن میں سورج چڑھتا ہے سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے آدم ع اس میں پیدا ہوئے۔ اسی میں جنت سے نکالے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں آپ فوت ہوئے۔ اسی میں قیامت ہوگی انسان اور جن کے سوا جو چلندہ ہے وہ جمعہ کے دن صبح کے وقت سے لیکر غروب آفتاب تک منتظر ہے کہ مبادا قیامت تو نہیں آگئی

الا الجن والانس وفيها ساعة
لا يصادفها عبد مسلم وهو
يصلي يسأل الله شيئا الا اعطاه
اياه قال كعب ذلك في كل سنة
يوم فقلت لا بل كل جمعة فقرأ
التوراة فقال صدق رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال ابو هريرة
رضي الله تعالى عنه ثم لقيت عبد الله
بن سلام فحدثته بمجلسي مع كعب
قال قد علمت اي ساعة هي قلت
فاخبرني قال هي آخر ساعة
في يوم الجمعة فقلت كيف وقد
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا يصادفها عبد مسلم
وهو يصلي وتلك الساعة لا يصلى
فيها فقال ابن سلام الم يقل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
من جلس مجلسا ينتظر الصلوة
فهو في صلوة حتى يصلي قال ابو هريرة
فقلت بلى قال فهو ذلك (رواه ابو داود وغيره ملخصا)

اور اسی میں ایک گھڑی ہے کہ جو کوئی مسلمان
بندہ اس میں نماز پڑھتا ہو اور پھر اللہ سے
کچھ مانگے تو وہ ضرور ہی اللہ تعالیٰ اسکو عطا
فرماتا ہے۔ کعب نے (جو یہودی حبر تھا اور پھر
مسلمان ہو گیا تھا) مجھ سے یہ حدیث نبوی سنکر
کہا کہ یہ گھڑی سال کے بعد جو جمعہ آتا ہے
اس کے اندر ہوتی ہے میں نے کہا نہیں بلکہ ہر
ہفتے کے بعد جو جمعہ آتا ہے اس کے اندر یہ
ساعت ہے پھر اس نے تورات کو پڑھا اور کہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا
ہے اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے کہا کہ میں عبداللہ بن سلام سے ملا
ہوا اور اس کے پاس کعب رضی کے لئے کا قصہ
کیا ابن سلام نے کہا مجھے پتہ ہے کہ وہ کونسی
گھڑی ہے میں نے کہا آپ بتلائیے۔ کہا جمعہ کے
دن کی آخری گھڑی میں نے کہا وہ کیسے رسول
خدا صلعم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مسلمان بندہ جو
نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اس وقت میں تو جو کچھ آپ
ذکر کرتے ہیں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ ابن سلام
نے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے یہانتک
کہ وہ نماز پڑھکر فارغ ہو جاوے میں نے کہا ٹھیک ہے انہوں نے کہا بس یہی بات ہے۔

مدنی مسلمانوں نے جو اس دن کو منتخب کیا تھا تو وہ کسی خاص قومی یا ملکی واقعہ یا

Marfat.com

حادثہ کے سبب سے نہیں بلکہ بلا علم ان تمام امور عظام کے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے خود بخود ایک دن سمجھ کر مقرر کر لیا۔ مگر اس کی بزرگی۔ اس کے فضائل۔ اور اس کے اوقات مخصوص میں سے ہونے کا علم محض بذریعہ وحی اول آنحضرت صلعم کو بعد ش کل مسلمانوں کو ہوا جماعت میں بیان ہو چکا کہ ہر روز ۲۴ گھنٹے کے اندر پانچ بار ہر محلہ میں جماعت کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ چونکہ یہ تکلیف عامۃ الناس کے لئے تکلیف مالا یطاق ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے اس کو واجب نہیں ٹھیرایا۔ لیکن جمعہ چونکہ ساتویں دن کے بعد آتا ہے اوس کی جماعت کے لئے عامۃ الناس کو تکلیف دینا کوئی نامناسب امر نہیں ہے بلکہ جمہور الناس کی نفع رسانی کے واسطے ان کو اس امر کی تکلیف دینا از بس ضروری ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے جمعہ کی نماز کی جماعت کو واجب ٹھیرایا اور اس کے تارک کے لئے وعید شدید۔

فرضیت نماز جمعہ

فرضیت کے لئے تو بخاری کی وہی حدیث جو پہلے جمعہ کی بزرگی میں بیان ہو چکی ہے کافی ہے مگر مزید توضیح کے لئے قرآن اور اور احادیث سنو۔

یا یھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ط ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ (سورہ جمعہ رکوع ۱)

جب جمعے کی دن نمازِ (جمعہ) کیلئے اذان دیجائے تو یاد الٰہی (یعنی نماز) کی طرف لپکو اور (اسوقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی اذان جب ہو جاوے تو پھر نماز کے لئے دوڑ پڑو خواہ بیع جیسا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو اسے اُسی وقت چھوڑ چھاڑ دو یہ نماز تم سمجھو تو تمہاری لئے بہتر ہے یہ نماز تمہارے کاروبار میں کوئی حارج یا مخل نہیں ہے خطبہ سنا فرض پڑھے اور چاہیئے پھر وہی دنیا ہے اور دنیا کے جھگڑے بکھیڑے تمہارے کاروبار سے تو تم کو کوئی روکتا نہیں البتہ تم کو یہ نصیحت ضرور کی جاتی ہے کہ تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔ کوئی کام ہو لین ہو دین ہو خرید ہو فروخت ہو تول ہو ناپ ہو غرض کوئی کام ہو سب میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ اس سے تم کو فائدہ یہ ہوگا کہ تم پر دینی اور دنیاوی برکات کے دروازے کھل جاوینگے۔ نہ تم کسی کو دھوکہ دوگے نہ کسی سے کھاؤ گے سینہ کی ظلمت

Marfat.com

دور ہو جاویگی اور سینہ نور سے بھر جاویگا۔ الخ و روزی رساں اسی ذات الٰہی کو سمجھنا۔ تم اس کی عبادت کے لئے کام دھندے چھوڑتے ہو وہ تمہارے کاموں میں برکت کرے گا۔
غرضکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کی اذان کے وقت کام کاج ضروری سے ضروری کیوں نہ ہوں چھوڑ چھاڑ کر جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے اسوقت کام کاج کرنا حرام ہے اب وعید کی احادیث سنو جو اس نماز کے تارک کے لئے وارد ہیں۔

عن ابی عمر وابی هريرة رضي الله تعالى عنهما انهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على اعواد منبره لينتهين اقوام عن ودعهم الجمعات او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين
رواه مسلم (بلوغ المرام)

ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر کی لکڑیوں پر چڑھے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگ جمعے چھوڑنے سے باز آویں نہیں تو اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دیگا پھر وہ غافلین میں سے ہو جاویں گے۔

عن ابی الجعد الضمری رضی الله تعالى عنه قال قال رسول الله من ترك الجمعة ثلث مرات تهاونا بها طبع الله على قلبه
(ترمذی)

ابو جعد ضمری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین دفعہ کچھ ہلکا سا عذر کرکے جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر اللہ مہر لگا دیتا ہے

عن طارق بن شهاب رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا على اربعة مملوك وامراة وصبي او مريض
رواه ابوداود (بلوغ المرام)

طارق بن شہاب رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ ایک مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا حق واجب ہے ہاں چار شخص اس سے مستثنے ہیں ایک تو بردہ ہے۔ دوسری عورت۔ تیسرے بچہ۔ چوتھے بیمار

Marfat.com

وعن حفصة رضؓ مرفوعاً رواح الجمعة واجب علی کل محتلم اخرجہ النسائی باسنادٍ صحیح (روضۃ الندیہ ومنتقی)

حفصہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک عاقل بالغ پر جمعہ میں جانا واجب ہے۔

غرضکہ قرآن کریم اور سنت نبی رؤف و رحیم دونوں نے سوائے معذورین مندرجہ ذیل کے ہر ایک مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ میں شریک ہونا فرض ٹھیرا دیا ہے جو لوگ جان بوجھ کر سستی کر کے اس نماز کو ایک خفیف سی بات سمجھ کر اس کو ادا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ **نیل الاوطار** میں ان احادیث پر لطیف بحث کی ہوئی ہے طالب شائق وہاں دیکھ لے۔ چونکہ یہہ نماز شعائر اسلام میں سے ایک بڑا بھاری اور ضروری شعار ہے اسواسطے اگر اسکو پولیٹکل (ملکی) پہلو پر ہی سے دیکھا جاوے تو اوس کا تارک ضرور باغی سمجھا جاویگا۔

معذورین کو جمعہ کی رخصت

تیسری حدیث مرقومہ صدر سے چار قسم کے شخصوں کو معذور ٹھیرایا گیا ہے۔ (۱) عبد مملوک۔ سو اس کا اس ملک میں نام و نشان تک نہیں۔ (۲) عورت (۳) بچہ (۴) بیمار۔ مسافر کو بھی معذورین میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی ذیل کی حدیثوں سے جو طبرانی نے اوسط میں مرفوعاً روایت کیا ہے اسکی تائید ہوتی ہے ابن عمرؓ کی حدیث کے یہہ لفظ ہیں۔ لیس[1] علی مسافر جمعۃ اور ابو ہریرہؓ کی حدیث یہہ ہے خمسۃ لا جمعۃ علیہم المرأۃ والمسافر۔ والعبد والصبی و اھل البادیۃ[2] (التلخیص الحبیر) ہاں کسی مقیم کو اسدن ایسے وقت میں کہ جب جمعہ کا وقت ہو گیا ہو سفر نہ کرنا چاہیئے جمعہ کیوقت کے آجانے سے پہلے پہلے یا جمعہ کیوقت کے گزر جانے کے بعد اوسکو اختیار ہے۔ مسافر کے بارہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے اور اگر کوئی ایک آدہ ہے بھی جیسا اوپر ذکر ہوا ہے تو وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں **سبل السلام** شرح بلوغ المرام میں اسکی پوری پوری تحقیق لکھی ہے خلاصہ یہہ ہے کہ چھ قسم کے اشخاص پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ اول بردہ۔ دوم عورت۔ سوم بچہ چہارم بیمار۔ پنجم مسافر۔ ششم اہل بادیہ یعنی خانہ بدوش لوگ۔ البتہ بعض صحابہ اور ایمہ کے اقوال ہیں جن سے مسافر کو معذورین میں شمار کرنے کے لئے ایک وجہ ہے۔ قال ابن عمر رضؓ الجمعۃ

[1] یعنی مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ [2] یعنی پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ مسافر۔ بردہ۔ بچہ۔ عورت۔ خانہ بدوش

تحبس عن السفر یعنی جمعہ سفر کا مانع نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضہ کا قول ذیل جو آپنے اوس شخص کو کہا تھا جسکو آپنے نماز جمعہ کے بعد سفری لباس پہنے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا کہ یہہ کیا؟ اور اسنے عرض کی تھی کہ حضرت! میرا ارادہ سفر کا تھا میںنے اس بات کو برا جانا کہ نماز پڑھنے سے پہلے چلا روانہ ہوجاؤں) ان الجمعۃ لا یمنعک السفر مالم یحضر وقتہا یعنی تو بیشک سفر میں چلا جانا جمعہ تو تجھے سفر سے اُسوقت تک نہیں روکتا کہ جب تک اوسکا وقت نہ آجاوے اسی طرح پر ایک اور واقعہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر خطاب رضہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسافرانہ ہیئت بنائے ہے اور وہ یہہ کہتا ہے آج جمعہ کا دن ہے۔ اگر جمعہ کا دن نہوتا تو میں سفر میں چلا جاتا حضرت عمر رضہ نے فرمایا ان الجمعۃ لا تحبس مسافراً فاخرج مالم یحن الرواح یعنی جمعہ مسافر کو روک نہیں رکھتا۔ تو جمعہ کے وقت سے پیشتر چلا جا (زادالمعاد)

غرض یہہ ہے کہ اگر جمعہ کا وقت آگیا ہے تو اسوقت مسافر نہ بننا چاہئے یعنی اسوقت میں گھر سے بلا نماز میں شریک ہوئے سفر پر نہ جانا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضہ کے قول کا منشا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی مذہب کو اکثر علما و ائمہ نے اختیار کیا ہے **نیل الاوطار** میں جمعہ کی صبح کے زوال کے درمیان سفر کرنے کے لئے پانچ مذاہب نقل ہوئے ہیں اور انمیں سے پہلا مذہب یہہ ہے کہ سفر ہوسکتا ہے اور یہہ مذہب صحابہ میں سے عمر رضہ۔ ابوعبیدہ رضہ۔ زبیر رضہ۔ ابن عمر رضہ کا ہے۔ اور تابعین میں سے حسن۔ ابن سیرین اور زہری کا ہے۔ اور ائمہ کبار میں سے امام ابوحنیفہ کا اور اوزاعی کا اور نیز امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا ان کی مشہور روایتوں میں اور امام شافعی کا بھی قول قدیم میں سے ہے اور یہ مذہب یہہ بیان ہوا ہے کہ ایسا سفر ایسے وقت میں منع ہے۔ اور حوالہ میں جن اماموں کی پہلی روایت مشہورہ کا حوالہ دیا گیا ہے انہیں کی اب دوسری روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح اور مذاہب بھی نقل کئے ہیں جن کے یہاں لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ جن لوگوں نے منع کیا ہے انکی وجہ مخالفت غالباً یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے وقت میں ایسی جماعت کو چھوڑنا گویا یہہ ظاہر کرنا ہے کہ تارک کو اوس جماعت کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہے مگر امام ابوحنیفہ رح مطلق سفر کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ ابن عمر رضہ کے قول کا مفہوم ہے اس شریعت سہلہ سمحہ کے اصول تکلیف و وسعت اور تقوے کو اگر دیکھا جاوے تو یہی بات

Marfat.com

یوں اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قابو لگتے اور بس ہوتے تو اوس عین وقت میں سفر نہ کرے اگر ٹال سکتا ہی تو ٹالے اور ضرور ٹالے اور اگر بے بس بات ہے تو بیشک اوس صورت میں بھی سفر ہو سکتا ہے اور شریعت میں مواخذہ نہیں ہی انشاء اللہ تعالیٰ واللہ اعلم وعلمہ اتم **نیل الاوطار** میں بھی ایسی صورت میں ایسی مسافر کے لئے اجازت لکھی ہے۔

عید اور مطر میں رخصت ہے کیونکہ عید اسی جمعہ کی بڑی بہن ہے جو کچھ جمعہ میں ہوتا ہے وہی عید میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور بارش میں دفع حرج اور رفع تکلیف کے لئے رخصت ہے۔

عن زید بن ارقم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلے العید فی یوم جمعۃ ثم رخص فی الجمعۃ فقال من شاء ان یجمع فلیجمع اخرجہ احمد وابو داؤد وغیرھما (روضۃ الندیہ)

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے جمعہ کے دن عید کی نماز پڑہی۔ پھر جمعہ کی نماز کی رخصت دیدی اور فرمایا جو شخص جمعہ پڑھنا چاہے وہ پڑہے۔

عن عبد اللہ قال ابن عباس لموذنہ فی یوم مطیر اذا قلت اشہد ان محمداً رسول اللہ ص فلا تقل حی علے الصلوۃ قل صلوا فی بیوتکم فکان الناس استنکروا قال فعلہ من ھو خیر منی ان الجمعۃ عزمۃ وانی کرھت ان احرجکم فتمشون فی الطین والدحض

(بخاری باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر)

ایک روز بارش کے دن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے اپنے موذن کو فرمایا کہ جب تو اذان کہتا کہتا کلمہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کہہ لے تو پھر اس کے آگے کلمہ حی علی الصلوۃ نہ کہنا (بلکہ اوسکے بجائے) کلمہ صلوا فی بیوتکم کہنا اس بات کو لوگوں نے گویا برا مانا پہر آپ نے فرمایا کہ یہ کام تو اسنے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی رسول خدا ص نے اسکو جائز رکھا ہی) (یہ گمان نہ کرنا کہ جمعہ اللہ تعالیٰ کے موکد احکام میں سے نہیں ہے) نہیں یہ موکد حکم ہی (اور تمنے اس اذان کو سنکر اس حکم کے بجا لانے کے لئے گھروں سے چل پڑنا تہا) اور میں نے برا جانا کہ تمکو تنگی اور تکلیف میں ڈالوں اور تم کیچڑ اور مٹی میں چلکر

بارش اور کیچڑ میں جمعہ جماعت کی رخصت اہل علم نے دی ہے (ترمذی) باب ما جاء اذا کان المطر فالصلوۃ فی الرحال

وقت نماز جمعہ۔ اس نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ بخاری۔ ابو داؤد۔ ترمذی

Marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال کان رسول اللہ صلعم یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس

میں بروایت انس رض ہے۔ کہ نبی صلعم جمعہ کی نماز اسوقت پڑہا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم (اصحاب نبی) نماز جمعہ پڑھنے کے بعد قیلولہ (دوپہر کے بعد سونا) کیا کرتے تھے۔ بعض میں آیا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا کھایا اور سویا کرتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ جب سخت سردی پڑتی تھی تو نبی صلعم سویرے پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور جب سخت گرمی تو سرد کرکے یعنی خوب دیر کرکے پڑہا کرتے تھے۔ اور بعض میں آیا ہے کہ ہم نماز جمعہ پڑھ کر جایا کرتے تھے تو اوسوقت دیواروں کا سایہ اسقدر نہ ہوتا تھا کہ ہم اوس سایہ میں آرام کریں۔

اس قسم کی احادیث سے جو بخاری اور مسلم اور دیگر کتب کی احادیث صحیحہ ہیں بعض لوگوں نے یہہ سمجھ لیا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت گویا طلوع آفتاب کے بعد سے لیکر عصر کے وقت تک ہے۔ مگر یہہ استدلال درست نہیں ہے جمعہ کے بعد کھانا کھانے یا سونے سے یہہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ نماز جمعہ زوال آفتاب سے پہلے ہو جایا کرتی تھی یہہ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ نماز پہلے پڑھ لی پیچھے کھانا بھی کھایا اور سوئے بھی۔ سردیوں اور گرمیوں کی افراط دور کرنیکی غرض سے بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مناسب وقت میں جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے گرمیوں میں نماز کو ٹھنڈا کرنے سے مراد صرف یہی ہے کہ گرمیوں کی افراط کی تکلیف دور کرکے ذری دیر میں نماز پڑھ لی۔ اسی طرح سردیوں کی افراط کی تکلیف صرف دوپہر کو دور ہو سکتی ہے نہ کہ قبل از زوال اور یہہ بات بالکل تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے۔ پس دوپہر کو جب سورج سر پر ہو تو سردیوں میں زوال کے بعد نماز پڑھ لینا سردیوں کی افراط کو دور کرنا ہے اسی طرح گرمیوں میں جب خوب سایہ ڈھل جاوے اور نماز کے دونو وقتوں کی درمیانی حد کے بعد وہ گرمی کی شدت نہیں رہتی۔ تو پس ہم اپنے ملک کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے عام فہم لفظوں میں اس حدیث کے معنے یوں سمجھاتے ہیں کہ حضرت صلعم سخت سردیوں کے دنوں میں بارہ بجے کے بعد ہی سورج ڈھلنے پر جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور گرمی کے دنوں میں جب سائے خوب

Marfat.com

دور دور تک ڈھل جایا کرتے تھے زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حالت خود تقاضا کرتی تھی کہ سخت سردیوں اور سخت گرمیوں میں وقت کا لحاظ کیا جاوے سردیوں میں دھوپ درکار ہے نہ کہ چھاؤں اسواسطے حدیث میں جو لفظ بکّر (یعنے سویرے پڑھ لیا کرتے تھے) آیا ہے اس کے معنے یہہ کئے ہیں کہ اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے نہ کہ وقت سے پہلے۔ باقی رہا دیواروں کا سایہ تو اول تو یہہ معلوم نہیں ہے کہ دیواریں کتنی کتنی اونچی ہوتی تھیں ممکن ہے کہ دیواریں بالکل معمولی درجہ کی اونچی ہوں اور بات ہے بھی یہی کیونکہ اوس زمانہ میں اصحاب نبی صلعم کے مکانات اور حویلیاں ہمارے مکانوں کی طرح نہیں ہوتی تھیں۔ غرضکہ کوئی ایسی صریح حدیث موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہوسکے کہ جمعہ کی نماز کا وقت قبل از زوال بھی ہے۔

احادیث صحیحہ مذکورۃ الصدر کے علاوہ بعض بعض آثار بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ رض نے حتی کہ ابوبکر اور عمر رض نے بھی چاشت کیوقت یہہ نماز پڑھی مگر ان آثار کے بعض راوی مجہول ہیں اور دوسری یہہ بات ہے کہ فعل نبوی جو ہمنے عنوان مضمون میں بخاری وغیرہ سے نقل کیا ہے اس کے معارض ہے۔ مفصل بحث اور جرح **نیل الاوطار** میں موجود ہے۔ غرضکہ اس نماز کا وقت ظہر کا وقت ہے۔ اور اس پر کل امۃ محمدیہ کا اتفاق ہے اور ہر زمانہ میں اتفاق چلا آیا ہے جس جس شخص نے جس جس زمانہ میں اسکے الٹ لکھا ہے وہ تشدد اور افراط سے خالی نہیں ہے۔

شروط جمعہ

آیات واحادیث مسطورہ بالا سے جمعہ کے وجوب کے لئے کوئی قید یا شرط نہیں پائی جاتی ہاں ایک شرط ضروری ہے یعنی جماعت۔ سو ظاہر ہے کہ اگر جماعت نہ ہو تو پھر جمعہ کیسا۔ بیشک جماعت کا ہونا جمعہ کے لئے ضروری ہے۔ سو وہ اور نمازوں کی جماعت کی طرح ایک امام اور ایک مقتدی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت ہم کے عہد مبارک اور خلفاء کے زمانہ مبارک کی طرف خیال کرکے کہ امام بھی عادل ہوتے تھے جمعہ بھی شہروں میں ہوتا تھا اور مقتدیوں کی تعداد کثیر ہوتی تھی اور دارالاسلام میں ہوتا تھا اور آیہ جمعہ کے ان لفظوں کو دیکھ کر کہ بیع چھوڑ دو کچھ کچھ قیود اور شروط جمعہ کے وجوب کے لئے مقرر کردی ہیں سو جس جس نے جو جو شرط یا قید لگائی ہے اس کے نزدیک اگر

وہ شرط پائی جاوے تو جمعہ واجب ورنہ جمعہ واجب نہیں ہوتا۔ چونکہ یہہ شرائط دراصل کتاب وسنت میں سے نہیں ہیں اور محض قیاس ہی قیاس ہیں۔ اسواسطے ہم مفصل طور پر ان شرائط کے لکھنے کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں البتہ سرسری طور پر ان کا ذکر کئے دیتے ہیں اول یہہ کہ امام عادل ہو دوم یہہ کہ تعداد ماموین کم از کم کسی کے نزدیک ۳ ہو کسی کے نزدیک ۴ کسی کے نزدیک ۷ کسی کے نزدیک ۹ کسی کے نزدیک ۱۲ کسی کے نزدیک ۲۰ کسی کے نزدیک ۳۰ کسی کے نزدیک ۴۰ کسی کے نزدیک ۵۰ کسی کے نزدیک ۷۰ کسی کے نزدیک جماعت کثیر بلا تعیین عدد۔ سوم یہ کہ وہ جگہ جہاں جمعہ ادا کیا جاوے کسی بڑے شہر کے اندر واقع ہو اور جامع کے نام سے مشہور ہو۔ چہارم یہہ کہ دارالحرب میں نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

جمعہ اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے

حق اور اصل بات یہہ ہے کہ جمعہ اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے جو حال ہی اور نمازوں کے اماموں کا وہی حال ہے اس نماز کے امام کا جو حال ہے اور نمازوں کی جماعت کی تعداد کا وہی حال ہے اس نماز کی جماعت کی تعداد کا یعنی یہہ کہ اگر امام کے ساتھ فقط ایک ہی دوسرا شخص ہو تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے۔ جو حال ہے اور نمازوں کی جگہ کا وہی حال ہے اس کی نماز کی جگہ کا جو حال ہے اور نمازوں کے ملکوں کا وہی حال ہے اس نماز کے ملک کا یعنی یہہ کہ دارالامان ہو یا دارالحرب ہو۔ کچھ ہو جہاں دو مسلمان بھی ہوں گے وہیں ان پر جمعہ واجب ہے۔ ان شروط کا اگر لحاظ کیا جاوے تو اسلام کے بڑے بڑے شعائر یعنے جمعہ اور عیدین سب کے سب اگر وسیع نظر سے دیکھا جاوے تو صفحہ ہستی پر سے مٹ جاوینگی خدا کی پناہ۔ بس اور نمازوں میں اور اس نماز میں جو فرق ہے وہ صرف اتنا ہے کہ اور نمازوں کی جماعت کو واجب نہیں ٹھیرایا گیا۔ اسکی جماعت کو واجب ٹھیرایا ہے۔ دوم یہہ کہ اس میں خطبہ ہوتا ہے جو سارے جمعہ کی جان ہے اور جو جمعہ کی اصل غرض کا ایک جزو اعظم ہے

جمعہ کی ابتداء

پہلے بھی کہیں کہیں ذکر ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت فیض رحمت کی برکت نے تھوڑے ہی دنوں میں صحابہ رض کی کایا پلٹ کر دی تھی اور ویزکیھم کی تصدیق ایک ایک صحابی کی عملی زندگی کر رہی تھی۔ ان کی قلبی استعدادوں کا یہہ حال ہو گیا کہ دین کی بڑی بڑے ضروری امور کی ضرورت کو وہ خود محسوس

کرنے اور پھر دلو میں آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اوس ضرورت کو پیش کرتے یہہ اللہ تبارک و تعالی کی کمال درجہ کی حکمت اور رافت تھی کہ وہ صحابہ رضہ کے دلوں میں خود اون تمام امور کی ضرورت کو ڈال دیتا جنکا ہونا دین میں ضروری تھا گویا کبھی کبھی اللہ تعالی اصحاب نبی صلعم کو بمنزلہ اسوے کے وقوع کی عملی پیشگوئی کا محل بنا دیتا۔ ان میں سے ایک واقعہ تو وہی ہے جو اذان اور نماز کے نام سے مشہور ہی۔ اور جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے دوسرا یہہ واقعہ جمعہ کا ہے اسکی ابتدا یوں ہوئی کہ مدنی مسلمانوں کے دلوں میں پروردگار جل وعلا نے یہہ بات ڈالدی کہ یہودی لوگ ہفتہ کے روز اکٹھے ہوتے اور عبادت کرتے ہیں اور عیسائی اتوار کو آو ہم بھی کوئی دن مقرر کریں۔ سو انہوں نے بلا علم اس امر کے کہ یہہ دن کیسا مبارک اور اللہ تعالی کے چنے ہوے دنوں میں سے ہے خود بخود ایک معمولی دن سمجھہ کر اس کام کے لئے مخصوص کر دیا اسعد بن زرارہ رضہ کے پاس جو اُن کا آمر تھا اکٹھے ہوے انہوں نے دو رکعت نماز اپنی خوشی سے ان کو پڑہائی اور خوب وعظ و نصیحت کیا اس سے پہلے اُس یوم کا نام اون میں یوم عروبہ کے نام سے مشہور تھا انہوں نے اسکا نام بھی بدلا کر اسم بامسمی کر دیا یعنے یوم الجمعہ۔ یعنی مقام اجتماع مسلمین اس کے بعد اسعد بن زرارہ نے اس خوشی میں ایک بکری بطور ضیافت حاضرین کے کر ذبح کی اور ان کو دونوں وقت کا کھانا دیا۔ اگرچہ یہہ کام صرف اپنے شوق اور تطوع پر مبنی تھا۔ مگر پیچھے یہی کام اسلام کا ایک رکن اعظم قرار پایا۔ ادھر مدینہ کا یہ حال ہوا اب اُدہر مکہ کا حال سنیئے وہاں رسول اللہ کے پاس جبرئیل ع ایک سفید شیشہ جسمیں ایک کالا نقطہ تھا لیکر آئے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ نے پوچھا ای جبرئیل اس شیشہ میں یہہ سیاہ نقطہ کیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ جمعہ ہی۔ اس کی یہہ حقیقت ہی اسکی وہ حقیقت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو جو مدنی لوگوں کا امام تھا یہہ خط لکھا اما بعد فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیھود بالزبور فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال من یوم الجمعۃ فتقربوا الی اللہ برکعتین۔ یعنی اے مصعب بن عمیر تم پہلے یہود کے اس یوم کا ملاحظہ کرنا جسمیں وہ اونچی اونچی زبور کے گیت گاتے ہیں پھر یہہ کام کرنا کہ جمعہ کے دن سورج کے ڈھلنے پر اپنی

Marfat.com

عورتوں اور مردوں کو اکٹھا کر کے دو رکعت نماز ادا کرنا۔ غرض کہ اس شخص نے جو ان کا امام تھا اس ہیئت کے ساتھ جو آجکل پڑھی جاتی ہے نماز پڑھائی اسعد بن زرارہ نے اگرچہ نماز دوگانہ جمعہ کے روز ہی پڑھائی مگر وہ صرف اپنی خوشی سے تھی اور مصعب نے جو پڑھائی تو وہ صرف حکم نبوی سے پڑھائی (مستفاد من التلخیص الحبیر کتاب الجمعہ)

غرض کہ سب سے پہلا شخص جسنے جمعہ کی نماز مدینہ شریف میں پڑھائی وہ اسعد بن زرارہ ہیں اب ہم اس واقعہ کو ابن ماجہ سے نقل کرتے ہیں اور بعد ش شیشہ والے واقعہ کو نقل کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

عن کعب بن مالک رض قال کنت قائد ابی حین ذھب بصرہ فکنت اذا خرجت بہ الی الجمعۃ فسمع الاذان یستغفر لابی امامۃ اسعد بن زرارۃ ودعا لہ فمکثت حینا اسمع ذلک منہ ثم قلت فی نفسی واللہ ان ذا لعجز انی اسمعہ کلما سمع اذان الجمعۃ یستغفر لابی امامۃ ویصلی علیہ ولا اسألہ عن ذلک لم ھو فخرجت بہ کما کنت اخرج بہ الی الجمعۃ فلما سمع الاذان استغفر کما کان یفعل فقلت لہ یا ابتاہ ارایتک صلوتک علی اسعد بن زرارۃ کلما سمعت النداء بالجمعۃ لم ھو قال ای بنی کان اول من صلی بنا صلوۃ

حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رض بیان کرتے ہیں کہ جب میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر میں ان کو ادھر ادھر لیجایا کرتا تھا جب میں ان کو جمعہ کے لئے لیجایا کرتا تھا اور وہ اذان سنا کرتے تھے تو ابو امامہ اسعد بن زرارہ کو دعا دیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ تو میں کچھ نہ بولا۔ آخر ایکدن میں نے جی میں کہا کہ بھائی یہ تو حماقت ہے کہ میں اپنے باپ کو جب کبھی وہ جمعہ کی بانگ سنتے ہیں تو ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے حق میں دعا مانگتے ہیں اور میں ان سے یہ کبھی نہیں پوچھتا کہ ابا جان! یہ آپ کیوں کرتے ہیں۔ خیر ایک دن اوسی طرح معمول کے موافق میں ان کو جمعہ کے لئے لے گیا۔ جونہی آپ نے اذان سنی تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا مانگی میں نے کہا ابا جان؟ جب کبھی آپ اذان جمعہ سنتے ہیں تو ابو امامہ کے لئے دعا

الجمعۃ قبل مقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ فی نقیع الخضمات فی ھزم من حرۃ بنی بیاضۃ قلت کم کنتم یومئذٍ قال اربعین رجلاً۔

مانگتے ہیں یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! یہی شخص ہے جسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پہلے حرہ بنی بیاضہ گاؤں میں نقیع خضمات پر رقبہ ہزم میں ہم کو جمعہ پڑھایا تھا میں نے پوچھا اس دن آپ جمعہ پڑھنے والے کتنے مسلمان تھے انہوں نے جواب دیا اُسدن ہم چالیس آدمی تھے۔ **زاد المعاد** میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ بیہقی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح الاسناد کہا ہے۔

غرضکہ یہ تو ابتدا ہے اُس جمعہ کی جسنے ابھی کل امۃ محمدیہ پر فرض ہونا تھا اور جسکے لئے پیچھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تحریری فرمان بھیجا تھا۔ اور جسکو مثالی طور پر جبرئیل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف میں ایک سفید شیشہ کی شکل میں دکھایا تھا یہ ایک بڑی لمبی حدیث ہے جو **زاد المعاد** میں بحوالہ مسند امام شافعی بروایت انس بن مالک درج ہے پھر جب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو سب سے پہلا جمعہ جو آپنے پڑھایا وہ مدینہ شریف میں قبیلہ سالم بن عوف کے درمیان بطن الوادی میں پڑھایا تھا۔ اور اس جمعہ کے بعد مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔

رکعات نماز جمعہ

جمعہ کی نماز کی صرف دو رکعت ہیں جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے خطبہ ہوتا ہے اور خطبہ سے پہلے کچھ سنن جنکی رکعات کی تعداد کم از کم دو اور زیادہ کی حد نہیں ہے اور بعد میں بھی کچھ سنن ہیں جنکی کم از کم تعداد دو ہے اور زیادہ سے زیادہ چار۔ بعض لوگوں نے جمعہ کی نماز سے پہلی سنتوں کو اٹھانے اور اسکو محض عیدین کی طرح عید کر دینے کے لئے مستقل مضمون اور رسالے لکھے ہیں مگر بے سود اور وہ تشدد اور افراط سے خالی نہیں ہیں۔

خطبہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں اول حمد و ثنا بعد ش صلوۃ و تشہد ہوتا تھا۔ اس کے بعد کلمہ فصل اما بعد فان خیر الحدیث یا اصدق الحدیث

Marfat.com

یا فان خیر الکلام یا اصدق الکلام کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمدؐ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اس کے بعد تذکیر و پند و نصائح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کے روز کبھی بھی خطبہ نہ چھوڑنے سے بعض ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ خطبہ کے وجوب کے قائل ہیں مثلاً امام مالکؒ و شافعیؒ و ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور قاضی عیاضؒ نے اس مذہب وجوب کو عامۃ العلماء کی طرف منسوب کیا ہے (نیل الاوطار) مگر خود صاحب نیل الاوطار اس کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ محض مداومت فعل نبوی وجوب کے لئے کافی نہیں ہے آنحضرتؐ اور خلفاء راشدین کے خطبوں کا لب لباب یہہ ہوتا تھا کہ لوگوں کے سامنے انعام اللہ اور ایام اللہ کی تصویر کھچ جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اولیا اور مقربین پر اون کے صبر و شکر کے سبب سے جو جو انعامات دنیا میں ہوئے اور جو جو کچھ ان کے لئے اون کی آئندہ زندگی کے لئے تیار کیا گیا ہے مثلاً جنت وغیرہ اور جنت کے نعماء ہر قسم۔ اور نیز اسی طرح اللہ کے دشمنوں پر جو جو نقم اور جو جو عذاب ان کے فسق اور عصیان کے سبب سے دنیا میں ہوئے اور جو جو عذاب اون کے لئے اون کی اگلی زندگی میں ان کے لئے تیار کیا گیا ہے مثلاً جہنم اور جہنم کے کل لوازمات وغیرہ وغیرہ ان سب امور کا سماسامعین کے سامنے بندھ جاتا تھا بڑے بڑے ضروری اور اہم مسائل از قبیل ایمانیات و عملیات لوگوں کو پوری پوری طرح سمجھائے جاتے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود کی توحید اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی و جمالی کی توحید اور اس کے جمالی صفات کا ظلی اور وہبی طور پر اس کے رسولوں اور اولیاء کا مورد ہونا۔ اوس کی جلالی صفات میں ظلی طور پر بھی مقرب سے مقرب ملک یا رسول کا ذرہ بھر بھی محل و مورد نہ ہونا اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ایک قسم کی عبادت کو مختص کرنا اور ان عبادات کا مستحق اور اہل بجز اوس کی پاک ذات کے کسی اور کو نہ جاننا۔ اسی طرح پر اوس کے ملائکہ پر اوسی طرح ایمان لانا کہ جو کتاب و سنت میں وارد ہے مثلاً یہہ کہ یہہ مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کی طرح اوس کے بندے ہیں جن و انس کی طرح عاصی اور نافرمانبردار نہیں ہیں۔ ان کی خلقت نور سے ہی جس طرح اور لطیف اشیاء اپنے اپنے محل میں اوس محل کی سی شکل میں متشکل ہو جاتے ہیں اور وہ ان کے جین نیچر کا تقاضا ہوتا ہے اسی طرح پر یہہ نوری چیزیں جو ہوا اور آگ سے بھی کہیں بڑھ کر لطیف ہیں انسان کی شکل میں بھی متشکل ہو جاتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دیگر اولیاء اللہ کے پاس انسان کی شکل میں متشکل ہو کر اللہ تعالیٰ کے خاص پیغام پہنچانے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اپنی ذات اور وہ

سمیت اترتے رہتے ہیں اور اسی طرح اب بھی رات دن اترتے چڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ رات کے فرشتے دن کو اور دن کے فرشتے رات کو اترتے چڑھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ وہ بھی اور مخلوقات کی طرح علم غیب سے بالکل بے بہرہ ہیں اُن کو اتنا ہی علم ہے جتنا اوس علیم و حکیم نے ان کو عطا فرمایا ہے اللہ تبارک تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے دیگر مخلوقات کی طرح وہ بھی لاشئے ہیں۔

اسی طرح پر اسبات پر ایمان لانا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں وقتاً فوقتاً مختلف زبانوں میں مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں انبیاء اور رسول انہیں میں سے ان کی ہدایت کے لئے بھیجے ہیں ان سب انبیاء اور رسل پر گو ہم ان کے نام اور ان کے دستور العمل سے واقف ہوں یا نہوں ایمان لانا ضروری بات ہے کسی نبی کو حقیر جاننا یا کسی نبی کو انبیاء معلومین سے نہ ماننا ایمان کی بنیاد کو ڈھا دینا ہے جس طرح انبیاء اور رسولوں کی اصل تعداد کی حقیقت سے آگاہی نہیں ہے اسی طرح پر ان کی کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کا پتہ نہیں ہے۔ البتہ جن انبیاء کا نام قرآن نے یا سنت نبوی نے بیان کر دیا ہے یا جن جن کتابوں کا نام قرآن نے بتا دیا ہے ان نبیوں کو نبی ماننا اور ان کی کتابوں کو خدا کی کتاب جاننا ایمان کی ضروری حصوں میں ہے۔ تورات۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن۔ چار کتابیں ہیں جنکا نام قرآن نے لیا ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی نسبت اس طرح پر ایمان رکھیں کہ یہ کتابیں اپنے اپنے وقت میں خاص خاص نبیوں کو عطا کی گئی تھیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک جس جس قسم کی خرابی اور تحریف کیا لفظی کیا معنوی ہونی ممکن تھی۔ سب ہو چکی۔ بلکہ بعض پورپ کے فاضلوں نے مجموعہ کتب بائیبل کو یہاں تک پایہ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے کہ وہ ان کو محض جعلی اور فرضی تو وہ طومار خیال کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی چیز کا سچ اللہ تعالیٰ رتبے ہستی پر سے نہیں مٹاتا۔ ان کتابوں کے محرف و مبدل ہونے میں تو کسی محقق اور نذیر کو کلام نہیں ہے مگر پھر بھی اُن میں کچھ نہ کچھ آثار اگرچہ مردہ ہی کیوں نہوں پائی جاتی ہیں جن سے علوم البہیہ کا واقف بہت کچھ مطلب نکال سکتا ہے۔ ان کے مضامین کی نسبت ہم تصدیق صرف اوسی مضمون کی کرینگے جس کی تصدیق ان کا ناسخ اور مُصدِّق یعنے قرآن کریم کرتا ہے اور جس مضمون کی یہ تکذیب کرتا ہے اوس مضمون کی تکذیب کرنا ہمارا فرض عین ہے جس مضمون کی نہ تصدیق ہے نہ تکذیب ہے اُس مضمون کو اہل عقل جسکو خداوند تعالیٰ نے عقل دین عطا فرمائی ہے فوراً یا اس طرف یا اس طرف

Marfat.com

میں داخل کر سکتا ہے اور جو ایسا نہیں ہے اُسکو سکوت لازم ہے۔

جو جو اباطیل اور جو جو قصص بنی اسرائیل میں رائج اور ان کے محرف و مبدل آسمانی یا ان کی اپنی مخترع زمینی کتب تالمود[1] میں منقول ہیں وہ کسی نہ کسی طرح خواہ بذریعہ کسی صحابی یا بذریعہ کسی مفسر قدیم یا جدید اسلامی تفسیروں یا کتابوں میں بلا سند کتاب و سنت داخل ہو گئی ہیں۔ ان کا اسلامی کتابوں سے چھانٹنا اور ان کو انہیں کے گھروں میں جہاں سے کہ یہہ قصص وغیرہ اخذ کئے گئے ہیں پہونچانا اور ان کو قرآن و سنت نہ سمجھنا بھی ضرور ضرور مومن بالقرآن والسنۃ کا ضروری کام ہے۔

اسی طرح پر قیامت کو ماننا اور نزع کے وقت سے شروع ہو کر فیصلہ کیوقت تک جو کچھ شرع میں وارد ہے اُسپر اوسی طرح پر ایمان لانا جس طرح شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً محتضر کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے میت کے ساتھ قبر میں جو معاملہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ الی یوم الحشر بل الی حین الفصل۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے خطبے اور خلفاء راشدین کے خطبے اس قسم کے ہوا کرتے تھے کہ ان میں ایمان کی ضروری ضروری باتوں ہر قسم کی توحید الٰہی عرفان۔ ایقان۔ اور نور سے سینے بھرپور ہو جاتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرنے اور اُسکو ہر وقت یاد رکھنے و یاد کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی جاتی تھی قصہ صرف وہ سنایا جاتا تھا جس سے عبرت مقصود ہوتی تھی افسوس صد افسوس زمانہ حال کے واعظین اور خطیبوں پر کہ ادھر اُدھر کی باتوں سے اپنا وقت گزار دیتے ہیں۔ بڑی مہربانی کرینگے تو موت کا ڈر سنا سنا کر رولا دیوینگے۔ موت سے ڈرانا بھی ضروریات سے ہے مگر میں پوچھتا ہوں تم نے موت سے ڈرایا تو سہی اور یہہ بھی کہا کہ نیک کام کرو۔ پھر اس سے نتیجہ یا فائدہ معتد بہا کیا نکلا۔ سننے والے مر جاتے ہیں۔ مال اُن کے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ہڈیاں انکی مٹی کھا جاتی ہے۔ اور ان کو ابتک پتہ نہیں لگا کہ ایمان کیا چیز ہے ایمان کی صفات کیا کیا ہیں اللہ تعالے کی ہر قسم کی توحید سے وہ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا کرنے والی باتوں کی اُسے خبر نہیں اے واعظو۔ اے خطیبو! کیا قرآن کریم معاد اور معاش کی تمام باتوں سے بھرا پڑا نہیں ہے کیا تم لوگوں کو قرآن کریم کے طریق تعلیم سے موانست نہیں ہے کیا تم نے کبھی قرآن کریم کی پتھروں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنے والی آیات پر غور و تدبر نہیں کیا۔ اور کیا یہہ طوطا کہانی اور چار درویش کے

[1] یہود کی کتب شروح و تفاسیر و اقوال و آثار و احادیث کا نام تالمود ہے جو اباطیل وغیرہا ہماری کتابوں میں داخل ہو گئے ہیں اون کا ماخذ زیادہ تر یہی کتابیں ہیں جو صحابہ کے زمانہ میں کعب احبار وغیرہ یہود علماء سے زبانی طور پر پھر بعد میں خود ان کتابوں

فرضی قصوں سے یہہ تمہاری اِدھر اُدھر کی کہانیاں اور بے سند اور لاطائل قصص اور یہہ اباطیل نبی اسرائیل کے طور کچھ زیادہ وقعت رکھتے ہیں جس منبر کے اوپر تم چڑھ کر لوگوں کو یہہ قصے کہانیاں سناتے ہو اس منبر پر آنسرور کائنات صلوات اللہ علیہ والتسلیمات لوگوں کے کلیجوں کو ہلاتے اور ان کو اس تھوڑے سے وقت میں ملکوت السموات والارض کی سیر کراتے تھے **جابرؓ** کی حدیث ذیل کو لوگ نہ صرف پڑھتے ہی ہیں بلکہ پڑھاتے بھی ہیں مگر غور نہیں کرتے۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ
واشتد غضبہ کانہ منذر جیش
یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت
انا والساعۃ کھاتین ویقرن بین
اصبعیہ السابۃ والوسطی رواہ مسلم

خلاصہ یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک لوگوں کو وعظ سناتے وقت سرخ ہو جاتا۔ آواز چڑھتا جاتا۔ اسوقت کی آپ کی حالت کو دیکھ کر یہہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی فوج کے جرنیل ہیں اور انکو کسی ناگہانی غنیم سے یوں ڈراتے ہیں کہ دشمن تمپر صبح کو آپڑا شام کو آپڑا اور سبابہ اور وسطی انگلیوں کو ملا کر فرماتے کہ میں اور قیامت ان انگلیوں کی طرح اکٹھے پیدا کئے گئے ہیں ——

غرضکہ خطبہ ایسا ہونا چاہئے جو قصیر اور پر تاثیر ہو اور خطیب وہ ہونا چاہئے جو جادو بیان ہو اور مضمون وہ ہونا چاہئے جس سے اسلام کے اصول اور فروع کا پتہ ہر ایک شخص کو لگتا رہے جب کوئی شخص وہاں سے اُٹھے تو کچھ سبق اور تعلیم لیکر اُٹھے۔ کیونکہ اصل مقصود خطبہ کا یہی ہے۔ **قرأت** نماز خطبہ سے لمبی ہونی چاہئے اور اس قسم کی ہونی چاہئے جو مضمون خطبہ اور یوم الجمعہ کے خواص سے بھری ہوئی ہو مثلاً اعلیٰ اور غاشیہ یا جمعہ و **منافقون** پڑھی جاویں جو مسنون ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی خطیب کو فقیہ فی الدین یعنی دین کا فلاسفر کہا ہے **عمار بن یاسر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

ان طول صلوۃ الرجل وقصر
خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا
الصلوۃ واقصروا الخطبۃ وان

کہ مرد کی نماز کی لمبائی اور اس کے خطبہ کی چھوٹائی اسکی فقاہت کی علامت ہے سو تم لوگ نماز کو لمبا کرو اور خطبے کو چھوٹا اور دیکھ

من البیان سحراً رواہ مسلم کہ بعض بعض بیان بھی جادو ہوتے ہیں۔ یعنے پرتاثیر۔

عادت مبارک تھی کہ گھر سے آکر مسجد میں داخل ہوتے ہی حاضرین کو السلام علیکم کہتے اور پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف رخ کرکے دوبارہ السلام علیکم کہتے حدیث اگرچہ ضعیف ہے (سبل السلام) مگر عمل کے لئے لاباس ہے۔ پھر آپ بیٹھ جاتے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر اذان کہنے لگتے۔ آپ اذان کے ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور خطبہ شروع کر دیتے۔ جیسا اوپر بیان ہوا ہے۔ پھر بعد ش قعدہ خفیفہ فرماتے (یعنی تھوڑی دیر بیٹھ جاتے) اور پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ پڑھتے۔ اس استراحت سے خطیب کی طمانینت بڑھ جاتی ہے اور لوگوں کا نشاط و سرور بھی دوبالا ہو جاتا ہے اس کے بعد آپ دوسرا خطبہ ختم کرتے ہی نماز میں داخل ہوتے۔ بعض ائمہ نے اس جلسہ کو اتنا ضروری سمجھا ہے کہ وہ اس کو واجب کہتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک غیر واجب ہے۔

فرائض سامعین

جب امام کھڑا ہو جاوے اور خطبہ شروع کر دیوے تو اس وقت سامعین کو ہمہ گوش ہو کر خطیب کی کلام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کی ہر ایک بات کو اخذ کرنے کے لئے کان اور دل ہر وقت تیار رہیں۔ کسی قسم کی لغو حرکت نہ ہونی پاوے حتیٰ کہ ان نچلے ہاتھوں کو بھی جو کسی نہ کسی حرکت کے کرنے سے باز نہیں رہتے اپنے بس میں رکھے اس قسم کی مؤدبانہ ہیئت کے ساتھ اور اس طرح پر محتاط و منصت ہو کر بیٹھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کمال توجہ اور محبت کے ساتھ کلام الٰہی کو سن رہے ہو۔ اس کے تدبر کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے جس اصلی غرض یعنے خطبہ کے سننے کے لئے تم کو اسقدر ہدایت کی جاتی ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ اگر تم اسقدر دور بیٹھے ہو کہ خطیب کی آواز تم کو نہیں پہونچ سکتی تو بھی چپ چاپ ہو کر بیٹھے رہو اور لغو حرکت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم کوئی بے تمیز ہو۔ کلام الٰہی کی طرف غور اور توجہ نہیں ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ اگر اور کچھ نہ ہوگا تو ہاتھ سے مسجد کی چٹائیوں کے تنکوں کو ہی پڑے مروڑینگے۔ اس قسم کی حرکات سکینہ و وقار کے خلاف ہیں۔ ایسے لوگوں کو حضرت صلعم نے اس قسم کی حرکات سے روکا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے ہی ایک شخص کو فرمایا تھا قد لغوت یعنی تو نے لغو کام کیا ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ کر بس اوس نے لغو کام کیا اور جو کوئی لغو کام کریگا اس کا جمعہ نہیں ہوتا یہ بھی فرمایا کہ خطبہ میں بولنے والا دفتر لدا گدھا ہے

خطبہ میں اونگھنا یا سوجانا سب سے بڑھ کر لغو حرکت ہے۔ اسکا علاج آپنے یہہ فرمایا ہی کہ اوس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ اٹھ کر چلا جاوے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین جمعہ کی تین قسمیں مقرر فرمائی ہیں ایک تو وہ شخص ہیں جو جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں مگر لغو حرکات کے سبب سے جمعہ کا اجران کو کچھ نہیں ملتا۔ وہ جیسے خالی آئے تھے ویسے ہی خالی چلے گئے دوسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ سے دعا، مانگنے لگ جاتے ہیں پھر اگر اللہ چاہیگا تو اوس ان کی اُس دعا کو قبول کرے گا چاہیگا تو نہ کرے گا تیسرے وہ لوگ ہیں جو جمعہ کی اصل غرض اور مقصود کو پورا کرتے ہیں یعنی یہہ کہ وہ بالکل دل اور کان ہی ہو جاتے ہیں۔ کیا معنے کہ وہ بڑے درجہ کی توجہ اور دلبستگی کے ساتھ خطیب کا وعظ سنتے ہیں اور پھر اسکے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جمعہ اگلے دس دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں ایک تو وہ جو اپنے ساتھ لغویت لیکر آتے ہیں پس جمعہ سے ان کا حصہ بھی وہی ہی۔ دوسرے وہ لوگ جو دعا کرنے کو آتے ہیں یعنی وہ یہاں آکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جاتے ہیں سو خدا چاہے تو اوس کی مانگی مراد دیوے اور نہ چاہے تو وہ نہ دیوے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو چپ چاپ دل بستگی کے ساتھ آتے ہیں اور کسی مسلمان کی گردن پر سے نہیں کودتے اور نہ کسی کو اذیت پہونچاتے ہیں۔ پس یہہ جمعہ ایسے شخص کے لئے اگلے دس دنوں تک کفارہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کریگا اوسکو اتنی اتنی دس نیکیوں کا

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحضر الجمعۃ ثلثۃ نفر فرجل حضرھا بلغو فذلک حظہ منھا ورجل حضرھا بدعاء فھو رجل دعا اللہ ان شاء اعطاہ وان شاء منعہ ورجل حضرھا بانصات وسکوت ولم یتخط رقبۃ مسلم ولم یوذ احدا فھی کفارۃ لما الی الجمعۃ تلیھا وزیادۃ ثلثۃ ایام وذلک بان اللہ یقول من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا

ذکرہ احمد وابو داؤد

(زاد المعاد)

Marfat.com

حاصل یہہ ہے کہ خطبہ کی حالت میں دعا سے بھی روکا ہے۔ تاکہ خطبہ کے اوس اصل مدعا یعنے استماع اور انصاف میں کچھ رخنہ اندازی نہو۔

اثناء خطبہ میں جو شخص حاضر ہووے وہ کیا کرے۔

اثناء خطبہ میں اگر کوئی شخص آوے تو اُسکو چاہئے کہ جہاں آرام سے جگہ مل جاوے بیٹھ جاوے اوس سے کسی کو اذیت یا تکلیف نہ پہونچے۔ یہانتک کہ خطبہ کی کارروائی میں کسی طرح پر مخل نہو چھوٹی چھوٹی دو رکعت ادا کرے۔ بغیر ادا کے ہرگز نہ بیٹھے۔ رسول خدا ص نے سلیک رض کو جو ایسی حالت میں حاضر ہوا تھا یہہ ارشاد فرمایا تھا کہ بیٹھنے سے پہلے دو چھوٹی چھوٹی رکعتیں ادا کرے چنانچہ وہ حدیث یہہ ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال دخل رجل یوم الجمعۃ والنبی ص یخطب فقال صلیت قال لا قال قم فصل رکعتین متفق علیہ (بلوغ المرام)

یعنی نبی ص جمعہ کا خطبہ کہہ رہے تھے۔ کہ ایک شخص آیا آپنے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھی؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لے

جمعہ سے پہلے پہلے کچھ رکعات کا پڑھنا بعد ش خطیب کا اس طرح پر پُر تاثیر وعظ جس میں ایمان توحید اور اسی طرح پر اور اور ضروری مسائل متعلق ایمان و عمل کہنا۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اور دونو دفعہ اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور اس کے رسول کی رسالت کی شہادت کا سنانا اور پھر اس طرح پر سامعین کا مُنصِت ہو کر سننا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ اوس حظ کو جو عین نماز جمعہ میں حاصل ہوتی ہے اور جو جمعہ کی اصل روح ہے کس قدر دوبالا کر دیتی ہیں۔ غرضکہ جب اس طرح پر جمعہ پڑھا جا چکے تو پھر موذن یا اس کا کوئی قائمقام تکبیر اقامت کہے اور صفیں درست ہو جاویں پھر خطیب نماز جمعہ پڑھاوے قرات اونچی پڑھے۔ قرات مسنون میں سورۃ الجمعہ رکعت اولی میں اور سورۃ المنافقون رکعت ثانیہ میں ہوتی تھی۔ اور کبھی اگر تخفیف منظور ہوتی تو رکعت اولی میں سبح اسم ربک اور رکعت ثانیہ میں ہل اتیک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔

جب نماز ادا ہو چکے تو اوس کے بعد دو رکعت نماز یا چار رکعت نماز ادا کرے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں جا کر دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ جو رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل شریف کے راوی ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو چار رکعت اور جب گھر میں جاکر پڑھتے تو صرف دو۔ مسجد میں کبھی پہلے دو اور پھر اسکے پیچھے چار یعنی کل چھ رکعت بھی پڑھتے

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ ان رسول اللہ صلعم کان یصلے بعد الجمعۃ رکعتین فی بیتہ رصحین۔ (زاد المعاد)

عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے پیچھے اپنے گھر میں جاکر دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی ص اذا صلے احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعۃ رکعاتٍ (مسلم زاد المعاد)

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جمعہ پڑھ لیوے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھے۔ **ابوداؤد** میں ہے

عن ابن عمر رض کان اذا صلے فی المسجد صلے اربعا وان صلے فی بیتہ صلے رکعتین (ابوداؤد)

کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور اگر اپنے مکان پر پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ نے اس مسئلہ کی نسبت بہت سے اقوال و مذاہب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ابن عمر رضہ جب مسجد میں جمعہ کے پیچھے نماز پڑھتے تو پہلے دو رکعت اور بعد میں چار رکعت ادا کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ کے فعل و امر مذکورہ بالا پر غور کرنے سے آخر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد اگر کوئی شخص صرف دو ہی رکعت پڑھ لیوے تو کافی ہے خواہ مسجد میں خواہ گھر میں جیسا کہ امام شافعی رح اور بعض دیگر اہل علم کا مذہب ہے۔ (ترمذی) اور اگر اختلاف سے نکلنے کے لئے احوط مذہب کو اختیار کرنا ہو تو چار پڑھے اور بعض نے کہا ہے کہ مسجد میں پڑھے تو چار پڑھے اور گھر میں پڑھے تو دو

قرات مسنون

جس شخص نے ہمارے اس پہلے مضمون کو پڑھا ہوگا کہ اس جمعہ کے دن کتنے کتنے بڑے بڑے واقعات ظہور میں آچکے ہیں اور ظہور میں آنے والے ہیں مثلاً اسی یوم میں آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ اسی یوم میں ان کا جنت سے نکلنا۔ اسی یوم میں اون کی توبہ کا قبول ہونا۔ اسی یوم میں اون کا مرنا۔ اسی یوم کو کل

امم سابقہ کا بھٹکے رہنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا خود اسی یوم کو امتہ محمدیہ کے لئے اپنے خاص اوقات میں سے چن کر عطا کرنا۔ اسی یوم میں جن وانس کے سوائے کل مخلوقات کا کانپتے اور ڈرتے رہنا۔ اسی یوم میں قیامت کا آنا۔ اسی یوم میں جنت والوں کا جنت میں اور دوزخیوں کا دوزخ میں داخل ہونا۔ اسی یوم میں دیدار الٰہی کا نصیب ہوا کرنا۔ تو ایسے شخص کو اگر قرأت مسنون کا پتہ بتایا جاوے گا تو وہ خود بخود اوس مناسبت کو جو اس قرأت کو خاص یوم کے ساتھ ہے جان لیگا۔ عادت مبارک تھی کہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الم سجدہ اور رکعت ثانیہ میں سورۃ الدہر پڑھا کرتے تھے وجہ یہہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں امور مسطورہ صدر میں سے بعض کا اجمالی اور بعض کا تفصیلی طور پر ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان ہے کہ مومن مستمع کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے سب کا نقشہ کھچ جاتا ہے مثلاً یہہ کہ کس طرح انسان پیدا ہوا۔ کتنے دنوں میں یہہ زمین وآسمان وما فیہما اس مالک کلمہ کن نے بنایا اس تانی میں حکمت کیا ہے۔ اس خلق سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا کیا ہے۔ اس دنیا کو عبث پیدا نہیں کیا۔ اس دنیا نے کیا کل مخلوقات نے فنا ہو جانا ہے۔ فنا ہو جانے کے بعد حشر ہوگا۔ کچھ جنتی ہوں گے وہ جنت میں جاوینگے کچھ جہنمی ہوں گے وہ جہنم میں جاوینگے جنتی جنت میں کیوں جاوینگے اور دوزخی دوزخ میں کیوں جاوینگے آدم اور شیطان کی دشمنی کہاں سے ہوئی اوس کا نتیجہ کیا نکلا۔ وغیرہ وغیرہ۔ من الامور المشتملۃ علی التوحید والایمان والاعمال الصالحۃ۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں آپ رکعت اولیٰ میں سورہ جمعہ اور رکعت ثانیہ میں سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کی نماز کے اندر سورۃ الجمعہ کے بالخصوص پڑھنے سے جو غرض معلوم ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے یعنے یہہ کہ اس نماز میں جمعہ کے پڑھنے کی فرضیت پائی جاتی ہے۔ اس سورت میں بتا دیا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز کیوقت کل کام کاج حرام ہو جاتے ہیں۔ اس سورت میں حکم دیا گیا ہے کہ رزاق روزی رساں کے سوا کسی اور کو رزاق نہ سمجھنا۔ اس قسم کے فاسد اور مشرکانہ خیالات کے سبب سے جمعہ کی نماز کو ترک نہ کر بیٹھنا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زبان کو تر رکھنا تاکہ دین ودنیا کے فوائد کے دروازے تم پر کھولے جاویں مجھے تو بالخصوص اس آیت کے پڑھنے کے وقت مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ط یعنے جن لوگوں

کے سر پر تورات لادی گئی پھر انہوں نے اسکو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں" وہ تمام علماء نصب العین ہو جاتے ہیں جو ایسی ویسی شرطوں کی آڑ میں جمعہ کی نماز کا اس ملک میں پڑھنا فرض نہیں سمجھتے ۔ دوسری رکعت میں منافقون پڑھا کرتے تھے ۔

جس سے سخت ڈرایا گیا ہے کہ جو لوگ محض ریا اور نفاق اور تقیہ کی خاطر نماز میں شامل ہوتے ہیں ان کو اجر تو کوئی ملنے کا نہیں البتہ دوزخ کے درکِ اسفل میں جاویں گے اور مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے کہ دنیا کا کوئی کام دنیا کی کوئی محبوب چیز حتیٰ کہ بیوی اور بچے بھی تم کو اللہ کی یاد بالخصوص جمعہ کی نماز سے نہ روک لیویں زندگی کے یہ چار دن ہیں ان میں نیکی کر لو پھر کل کہو گے کہ کچھ دن زندگی کے اور ملجاویں تو نیکی کر لیویں ۔ یاد رکھو اسوقت کوئی منت سماجت منظور نہ ہوگی ۔ اسی طرح پر اگر کبھی تخفیف منظور ہوتی تو آپ رکعتِ اولیٰ میں سبح اسم ربک اور رکعتِ ثانیہ میں ھل اتیک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے جو شخص ان دونوں سورتوں کے معنوں کو سمجھتا ہوگا وہ آپ ہی جان جاویگا کہ مخلوقات کے مبدء و معاد کا ذکر بلکہ سچ پوچھو تو تمام ضروریات دینی کا مختصر خلاصہ ان دو سورتوں میں کھینچا گیا ہوا ہے ۔

اب میں ناظرین سے پوچھتا ہوں کہ بھلا جو شخص اس طرح پر پہلے کچھ نوافل پڑھے پھر اس قسم کا خطبہ سُنے بعد ش اس قسم کی سورتیں قیام میں سُنے بعد ش رکوع و سجود وغیرہ وغیرہ کر کے غرضکہ نماز سے فراغت پاوے اسکو تم بالکل گناہوں سے پاک نہ سمجھو گے ؟ کیا اس قسم کی نماز کم از کم دس یوم تک کافی نہ ہوگی ؟ اب اپنے اپنے لیکچروں اور اپنی اپنی سوسائٹیوں کی تاثیر دیکھو اور اور انصاف سے موازنہ کرو ۔

اب ہم چند خواص جمعہ بیان کرتے ہیں امام سیوطیؒ نے نور اللمعہ فی خصائص الجمعہ میں اکیسویں خاصہ بیان کیا ہے (مسک الختام) اور امام ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں تنتیس خاصے بیان کئے ہیں دونو کتابیں ملیں تو پھر سفر السعادۃ جو زاد المعاد کا گویا انڈکس ہی قابل دید ہے

(۱) یہ دن یوم الجمع والاجتماع ہے ۔ اس میں ہر قسم کے لوگ ادنے و اعلیٰ قریب و بعید اکٹھے ہوتے ہیں گویا اس دن کا جو اصل منشا ہے وہ ساتویں روز ہر ایک شخص کو یاد دلایا جاتا ہے یعنی یہ کہ یوم اکبر میں بھی اسی طرح پر حشر ہوگا ۔ اور اس کا پورا پورا نقشہ دیکھنا ہو تو حج کے دن عرفات

پر دیکھ لو

Marfat.com

(۲) مسلمانوں کے لئے یہ ہفتہ وار عید ہے اور عید بھی کیسی عید اضحی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اندر جلد حاضر ہونیوالوں کے اجر کو ان کی حاضری کی جلدی کے اندازہ کے مطابق عید اضحی میں قربانی کرنیوالوں کے اجر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور حاضرین کی تقسیم بلحاظ ان کے جلد یا دیر میں آنے کی پانچ حصوں میں کی ہے اور انہا نیکی صفت سب میں مشترک رکھی ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضؓ کی حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت

عن ابی هريرة رضؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من اغتسل يوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فكانما قرّب بدنة ومن راح فى الساعة الثانية فكانما قرب بقرة ومن راح فى الساعة الثالثة فكانما قرب كبشا اقرن ومن راح فى الساعة الرابعة فكانما قرب دجاجة ومن راح فى الساعة الخامسة فكانما قرب بيضة فاذا خرج الامام حضرت الملائكة يستمعون الذكر۔

کا سا غسل کرے پھر (مسجد کو) جاوے تو گویا اس نے ایک اونٹ قربانی کیلئے اور جو دوسری گھڑی میں جاوے تو گویا اس نے گائے نذر کی اور جو تیسری گھڑی میں مسجد میں گیا تو گویا اس نے سینگدار مینڈھا ذبح کیا اور جو چوتھی گھڑی میں جاوے تو اس نے گویا ایک مرغی قربانی میں دی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا اس نے گویا ایک انڈا صدقہ میں دیا۔ پھر جب امام آنکلے تو فرشتے ذکر سننے کے لئے آموجود ہوتے ہیں

ان پانچ گھڑیوں کی بابت لوگوں نے بہت اختلاف کیا ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ پانچ مصنوعی گھڑیاں ہیں جو عرب میں دن بارہ حصوں میں سے پانچ حصے ہیں جنہیں تقسیم کیا گیا ہے اور ان سے وہ لوگ امام کے چھٹی گھڑی میں مسجد کے اندر آنے سے پہلے جمعہ میں کہ قبل از زوال پڑھا جاتا تھا مگر یہ دلیل نہایت ہی بودی معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ گھڑیاں مصنوعی تقسیم کا حصہ نہیں ہیں بلکہ جمعہ کی ابتدائی وقت سے لیکر امام کے منبر پر چڑھ جانے تک یہ خفیف خفیف گھڑیاں ہیں اور یہ صرف زوال آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں اور حقیقت میں بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان گھڑیوں کو مصنوعی تقسیم

Marfat.com

شنبا روزی کے ساتھ کچھ واسطہ نہیں ہے اس حدیث میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال درجہ کی ترغیب وتحریص مسلمانوں کو دی ہے کہ وہ امام کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے پہلے حاضر ہو جاویں اور یہہ بات ایک پانچ منٹ کے اندر اندر حاصل ہو سکتی ہے

غرضکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب امام منبر پر چڑھ کر خطبہ شروع کرتا ہے تو اسوقت یہہ گھڑیاں بند ہو جاتی ہیں حتے کہ فرشتے بھی جو اون لوگوں کی حاضری لگانیوالے ہوتے ہیں اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں قلم اٹھا لیتے ہیں اور خطبہ سننے کے لئے بدل وجان مستعد ہو جاتے ہیں فرشتوں کا ایسا ایسا کرنا اور ایسا ایسا لکھنا ایک اور حدیث مرفوع سے جو اسی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں مروی ہے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہہ ہے۔ کہ جب جمعہ کا دن

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر كمثل الذی يهدی بدنة ثم كالذی يهدی بقرة ثم كبشا ثم دجاجة ثم بيضة فاذا خرج الامام طووا صحفهم ويستمعون الذكر۔ متفق عليه (مشكوة)

ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لکھتے رہتے ہیں کہ پہلے کون اور پیچھے کون آیا اور پہلے آنیوالے کی مثال اوس شخص کی سی مثال ہے جو اونٹ قربانی کرتا ہے۔ پھر اوس شخص کی سی جو گائے دیتا ہے پھر مینڈھا پھر مرغی۔ پھر انڈا۔ اور پھر جب امام گھر سے نکل کر مسجد میں آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔ اور ذکر سنتے ہیں۔

اس دن میں غسل کرنا اگرچہ حدیث اول الذکر سے بھی پایا جاتا ہے مگر اور حدیثوں میں بھی اس کی کمال درجہ کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت مرکا یہہ قول بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور منقول فی البخا علی کل مسلم حق ان یغتسل فی کل سبعة ایام یوما۔ یعنی ہفتہ میں ایک دن نہانا ہر مسلمان پر واجب اور لازم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عباس نے وجہ بتادی کہ کیوں خاصکر کے جمعہ کی نماز کے لئے نہانا شرع میں مشروع کیا گیا ہے وجہ یہہ

Marfat.com

بیان کی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ محنت مشقت کرکے اپنا گزارہ کیا کرتے تھے اور ان کاموں میں مصروف رہنے کے سبب سے ان کے کپڑے گندے ہوتے تھے اون کے جسموں سے پسینہ کی بو آتی تھی اور چونکہ جمعہ میں ہر قسم کے لوگوں کا آنا واجب ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ اول تو کل مسلمانوں کے رفاہ کیواسطے یہہ حکم دیا جاوے۔ دوسرے یہہ کہ نظافت کا خاصہ یہہ ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے بڑی بھاری امداد ہوتی ہے۔ اسواسطے نہانا۔ عمدہ عمدہ کپڑے پہننا۔ ہوسکے تو خوشبو وغیرہ بھی لگانا جمعہ کی دن جمعہ کی نماز کے لئے مشروع قرار دئے گئے ہیں۔ غسل کی تاکید یہاں تک بعض علماء نے کی ہے کہ وہ اسکے وجوب کے قائل ہیں۔ کیونکہ جبتک کسی امر کا واجب ہونا تسلیم نہ کیا جاوے تب تک وہ کام عمل میں نہیں آتا۔ بعض کہتے ہیں کہ غسل واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اون لوگوں کو جن سے بدبو آتی ہو نہانا واجب ہے اور جو ایسے نہوں ان کے لئے مستحب ہے

اگر کوئی شخص غیر قوموں کی سوسائٹیوں اور ان کے مجمعوں کو دیکھے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ساتویں دن میں اس قسم کی نظافت حاصل کرنا جہاں تک ہوسکے بلا تکلف و بلا اسراف خوشبو وغیرہ کا لگانا عمدہ سے عمدہ پوشاک کا پہننا ایسے امور ہیں کہ ان سے کسی ملک کا مہذب اور قواعد تمدن سے آگاہ ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سے اس ملک والوں کا جاہ و جلال پایا جاتا ہے۔ اور سرور و نشاط اور اعلیٰ درجہ کی بشاشت اور خوشی کے اظہار کرنے کے نشان ہیں بالخصوص ایسے ملک میں جہاں غیر قومیں بھی ملی جلی ہوئی ہیں۔ عیدوں اور جمعوں کا اصل منشاء مقصود کیا بلحاظ تمدنی ضروریات کے اور کیا مذہبی حاجات کے ایسے امور کے سبب سے بوجہ اتم حاصل ہوتا ہے کاش ہمارے ملک کے مانعین جمعہ اس سر کو سمجھیں۔

(۴) جس طرح ہر روز مسلمانوں کی جماعت تمام غیر قوموں کے مجمعوں پر دونو لحاظوں کی حیثیت سے فائق ہے بلکہ سچ پوچھو تو کوئی نسبت ہی نہیں اسی طرح جمعہ کی عید تمام غیر قوموں کے میلوں عیدوں مجمعوں۔ ایسوسی ایشنوں۔ کانگرسوں اور سوسائٹیوں سے۔ طرح افضل اور اشرف ہے۔ عید کی عید ہے۔ اور نری عید کے سبب سے جو جو رنگ اور لوث دل پر پیدا ہوسکتے ہیں اون کے روکنے کے لئے نماز قائم کردی نماز بھی کیسی جسکے پہلے اس طرح کی نظافت جسمانی۔ بعدش کچھ نوافل بعدش خطبہ۔ بعدش قرات جہر۔ اور پھر قرات بھی کیسی کہ تمام دنیوی لذات اور تمام جسمانی انہماکات کی مستاصل۔ یہی حال اوس عید کا ہے۔ جو سال بھر کے بعد ہوتی ہے۔ دیکھو مضمون عیدین

Marfat.com

(۵) جمعہ کے دن سورہ کہف کا پڑھنا۔ خواہ کسی وقت سہی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھیگا اسکے پاؤں کے نیچے سے لیکر آسمان تک نور چمکیگا اور قیامت کے روز اوس سے منور ہوگا۔ اور دو جمعوں کے درمیان کے اسکے گناہ معاف کر دیجاوینگے

من قرأ سورۃ الکھف فی یوم الجمعۃ سطع لہ نور من تحت قدمہ الی عنان السماء یضیئی ہ یوم القیامۃ وغفر لہ ما بین الجمعتین ۔ (زاد المعاد)

(۶) جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا۔ مسجد میں داخل ہوکر جہاں کسی کو بلا تکلیف دینے کی جگہ ملجاوے دو رکعت خفیفہ پڑھ کر بیٹھ جاوے۔ تاکہ آداب مسجد و خطبہ دونو مرعی رہیں۔ لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندے کسی کو اٹھاکر اوسکی جگہ نہ لیلیوے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ اس نماز میں فقیر بھی شامل ہوتے ہیں اور امیر بھی۔ اور اگر امیروں کی اس طرح کی رعایت رکھی جاوے تو بجائے اسکے کہ جمعہ کی نماز سے کچھ اخوت اور محبت اور مروت اور دل کی صفائی لیکر جاویں الٹا نفاق۔ اور شقاق لیکر اٹھیں گے۔ سواری وغیرہ اور آگے والوں کو اٹھاکر ان کی جگہ پر بیٹھنے جلنے سے روک دیا۔ اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دو جمعہ کے بعد پھر غریب لوگ آنا ہی بند کر دیویں اس شرم کے مارے کہ وہاں تو امیروں کی خاطر ہوتی ہے۔ یا امیروں کا جانا ہی پھبتا ہے۔

(۷) وہ دن جسکا نام فرشتوں میں یوم مزید کے نام سے مشہور ہے اِسی دن ہوگا اور اوس میں جنتی اپنی اپنی جنتوں سے نکل کر ایک میدان میں جمع ہوکر اللہ تعالی کا دیدار کیا کرینگے اور اپنے اوسی قرب و بعد کے لحاظ سے جو اس دن میں امام سے خطبہ سننے کیوقت ہوتا ہے اللہ تعالی کے قریب و بعید ہوں گے۔ ذیل میں **زاد المعاد** میں سے دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جو بروایت انس رضہ بن مالک رضہ دارقطنی کی کتاب **رویہ** میں سے منقول ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے ہفتہ بھر میں ایک دفعہ جمعہ کے دن اور عورتوں کے لئے سال بھر میں دو دفعہ دونوں عیدوں کو دیدار خدا ہوا کرے گا۔

عن انس بن مالک رضہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل وفی یدہ کالمرأۃ البیضاء

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل ع آئے اور ان کے ہاتھ میں سفید

Marfat.com

فيها كالنقطة السوداء فقلت ما
هذا يا جبريل قال هذه الجمعة
يعرضها الله عليك ليكون لك
عيداً ولقومك من بعدك قلت
وما لنا فيها. قال لكم فيها خير
انت فيها الاول واليهود والنصارى
من بعدك ولك فيها ساعة لا يسأل
الله عزوجل عبد فيها شيئاً هو
له قسم الا اعطاه او ليس قسم الا
اعطاه افضل منه واعاذه الله من
شر ما هو مكتوب عليه والا دفع
عنه ما هو اعظم من ذلك قال قلت
وما هذه النقطة السوداء قال
هي الساعة تقوم يوم الجمعة وهو
عندنا سيد الايام ويدعوه
اهل الآخرة يوم المزيد. قال قلت
يا جبريل وما يوم المزيد قال ذلك
ان ربك عزوجل اتخذ في الجنة
وادياً افيح من مسك ابيض فاذا
كان يوم الجمعة نزل على كرسيه
ثم حف الكرسي بمنابر من نور فيجيء
النبيون حتى يجلسوا عليها ثم حف
المنابر بمنابر من ذهب فيجيء الصديقون

شیشے کی سی کوئی چیز تھی اور پھر اسکے اندر
سیاہ نقطہ کا سا تھا میں نے پوچھا اے
جبریل یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ جمعہ
ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو تیرے پیش کرتا
ہے تاکہ تیرے لئے اور تیرے پیچھے تیری امت
کے لئے یہ عید بنجاوے میں نے پوچھا ہمارے لئے
اس دن میں کیا کیا ہے کہا اس میں آپ کے لئے
ہر قسم کی نیکی اور بھلائی ہے اس میں آپ
سب سے اول رہیں گے آپ کے بعد یہود اور
نصاریٰ اور آپ کے لئے اس میں ایک ایسی
گھڑی ہے کہ کوئی بندہ اس میں اللہ سے
اگر کوئی ایسی شئی مانگتا ہے جو اس کی قسمت
میں پہلے ہی سے ہے تو وہ اسکو ضرور ہی عطا
کرتا ہے اور اگر وہ شئی اسکی قسمت میں نہیں
ہے تو اسکو اس سے افضل عطا کرتا ہے
اور اس کو اس شر سے جو اسکے نوشتہ میں
ہے محفوظ رکھتا ہے۔ یا ایک ایسی آفت سے
اسکو بچاتا ہے جو اس سے زیادہ ہوتی ہے
میں نے پوچھا بھلا یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے کہا
یہی تو وہ گھڑی ہے جو جمعہ کے دن میں ہوتی
ہے اور یہ دن ہمارے نزدیک سید الایام
ہے اور اہل آخرت اسکو یوم المزید کے نام
سے پکارتے ہیں میں نے پوچھا اے جبریل

Marfat.com

والشهداء حتى يجلسوا عليها ويجيء اهل
الغرف حتى يجلسوا على الكثب
قال ثم يتجلى لهم ربهم عزوجل
فينظرون اليه فيقول انا الذي
صدقتكم وعدي واتممت عليكم
نعمتي وهذا محل كرامتي فسلوني
فيسئلوه الرضى قال رضائي انزلكم
داري وانيلكم كرامتي سلوني فيسئلونه
الرضى قال فيشهد لهم بالرضى
ثم يسألونه حتى ينتهي رغبتهم ثم
يفتح لهم يوم الجمعة ما لا عين رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب
بشر قال ثم يرتفع رب العزة و
يرتفع معه النبيون والشهداء و
يجيء اهل الغرف الى غرفهم قال
غرفة من لولوء لا وصل فيها ولا
فصم او ياقوتة حمراء او غرفة من
زبرجدة خضراء ابوابها واغلالها
وسقائفها واغلاقها منها انهارها
مطردة متدلية فيها اثمارها
فيها ازواجها وخدمها قال فليسوا
الى شيء احوج منهم الى يوم الجمعة
ليزدادوا من كرامة الله عزوجل

وہ یوم المزید کیا ہے کہا یوم المزید یہہ ہے آپ سن
لیں "تیرے رب عزوجل نے جنت میں سفید
سے سفید کستوری کا ایک میدان
وسیع مقرر کر رکھا ہے جب جمعہ
کا دن ہوا کریگا تو اس روز اللہ تعالی عرش
سے اتر کر اپنی کرسی پر نزول فرمایا کریگا۔ پھر
اسکی کرسی کے گرداگرد نور کے منبر بچھ جایا کرینگے
ان پر کل نبی آکر بیٹھ جایا کرینگے۔ پھر ان منبروں
کے گرداگرد زریں منبر بچھ جایا کرینگے جن پر
صدیق اور شہدا آکر رونق افروز ہوا کرینگے
بعدش اونچے اونچے محلوں والے جنتی آیا
کرینگے اور وہ کستوریوں کے ڈائیسوں[1] پر بیٹھ
جایا کرینگے جب یہہ سب کچھ ہو چکا کریگا تب
اون کا رب عزوجل تجلی فرمائیگا۔ اور وہ اسکی
طرف دیکھیں گے۔ اللہ تعالی فرمائیگا۔ میں وہ
ہوں جس نے تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا
اور جس نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا۔ یہہ بخشش
کی جگہ ہے سو اب جو مانگنا ہے مانگ لو۔ وہ
اس کی رضا مانگیں گے۔ فرمائیگا رضا تو پہلے
ہی سے ہے جس نے تمکو میرے گھر میں اتارا ہے
میں تمکو بزرگی دینا چاہتا ہوں۔ مجھ سے مانگو
پھر وہ اسکی رضا مانگیں گے۔ غرضکہ اللہ تعالی
شہادت دیگا کہ میں تم سے راضی ہوں پھر

[1] ڈائیس انگریزی لفظ ہے اسکے معنے ہیں چبوترہ۔

Marfat.com

وہ اس سے مانگتے چلے جاوینگے۔ یہاں تک کہ کوئی بھی ان کی خواہش باقی نہ رہیگی پھر وہ ان کے لئے جمعہ کے دن ایک ایسی چیز ظاہر کریگا جسکو نہ تو آنکھ نے ہی دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے اور نہ اُسکا کسی بشر کے دل پر خیال ہی گزرا ہے بعد ش اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر چڑھ جائیگا اور ساتھ ہی تمام انبیا اور شہدا۔ اور اہل غرفہ اپنے اپنے محلوں میں چلے جاوینگے اور ایک ایک غرفہ (محل) یا تو ایک ایک ثابت موتی کا ہوگا جس میں نہ وصل (جوڑ) ہے نہ فصم (توڑ) یا ایک ایک یاقوت سرخ کا ہوگا۔ یا ایک ایک سبز زبرجد کا ہوگا یعنے کوئی کسی چیز کا اور کسی رنگ کا۔ کوئی کسی چیز کا اور کسی رنگ کا۔ اون کے دروازے۔ ان کی زنجیریں۔ ان کی چھتیں اور تختی تبھی اسی چیز کے ہوں گے۔ اون کی نہریں روان ہونگی۔ اون کے پھل جھکے پڑے ہوں گے۔ اون میں انکی بیویاں ہیں اور خدمت گار بھی جنتوں میں ان جنتیوں کو اور کسی چیز کی اسقدر طمع اور حرص نہوگی جسقدر کہ جمعہ کے دن کی۔ اور یہہ خواہش اسواسطے ہوگی کہ اوس روز ان کو اَوزاَور بزرگیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو۔ پس یہی ہے یوم المزید۔

اس حدیث کے اور سبب سے طرق ہیں جن میں اور بھی بعض بعض کیفیتوں کی کچھ کچھ زیادہ وضاحت ہے مثلاً یہہ کہ جنتی جب دیدار کرکے اپنے گھروں میں جاوینگے تو ان کی بیویاں اُن سے پردہ کرینگی کیونکہ نور الٰہی کے سبب سے اون کی شکلیں کچھ اور ہی رونق افروز ہوجائیں گی پھر آخر ش ہوتے ہوتے اون کی اپنی پہلی صورتیں ہی ہوجاوینگی اور بیویاں ان سے پوچھینگی کہ تم تو ہمارے پاس اب اور ہی شکل بن کر آگئے ہو وغیرہ وغیرہ۔

عورتوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحی کے دنوں میں دیدار خدا ہوا کریگا جیسا کہ انس رضؓ کی حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ (قیامت) کو جب جمعہ ہوا کریگا تو مومن اپنے رب کو دیکھا کرینگے پس اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلے دیدار کرنے والے وہی ہونگے جو ہر جمعہ کو سویرے اور پہلے مسجد میں جایا کرتے ہیں اور مومن عورتیں اللہ کو فطر اور قربانی کے دن دیکھا

عن انس بن مالك رضؓ قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم الجمعة راى المومنون ربهم فاجد ثهم عهداً با لنظر اليه من بكر فى كل جمعة ويراه المومنات يوم الفطر ويوم النحر۔

Marfat.com

جنازہ

الا یا ساکن القصر المعلی ۔ ستدفن عن قریب فی التراب ۔ لہ ملک ینادی کل یوم ۔ لدو للموت وابنوا للخراب

اور اونچے مکان میں رہنے والے ۔ تو جلد مٹی میں گاڑا جاوے گا ۔ اُس (اللہ) کا ایک فرشتہ دن بھر پکارتا رہتا ہے لوگو موت کے لئے جنو اور اُجڑنے

قال تعالیٰ ۔ قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم الآیہ (جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو

وہ تمکو ملنے والی ہے ۔) وقال تعالیٰ اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ الآیۃ

(تم جہاں کہیں ہوؤ گے تم کو موت پکڑے گی اگرچہ تم پکے محلوں میں ہی ہو ۔ وقال تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت

(ہر جی نے موت کا مزہ چکھنا ہے) وقال تعالیٰ کل من علیہا فان (جو کوئی زمین پر ہے وہ فنا ہونیوالا ہے) وقال تعالیٰ

انک میت وانہم میتون (اے پیغمبر تو نے بھی مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے)

جو کچھ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں وہ مُردوں کو زندہ کرنے اندھوں کو بینا کرنے بہروں کو شنوائی دینے اور گنگوں کو زبان دینے ہاں ہر قسم کے بیمار کو شفا دینے کے لئے کافی وشافی ہے ۔ وللہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر ۔ لیکن ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے غفلت کی چادریں اوڑھے ہوؤں کو مکفونوں کے سامنے لیجاتے ہیں اور کبھی بھی موت کو نہ یاد کرنے والوں کو موت کی صورت دکھاتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے انبار ہائے گناہاں کو دیکھ دیکھ کر کبھی بھی شرم نکرنے والوں کو ایک میت کے پاس لیجا کر سچا رونا رولاتے ہیں ۔ دنیائے مکارہ اور اس عجوزہ نابکارہ کی محبت کے لٹوؤں کو اوسی کی غداری اور بیوفائی کی ایک نظیر کبھی اسی جیسے دلدادہ مگر اب لکد خوردہ دنیا کے پاس لیجا کر دکھلاتے ہیں ۔ آہ ! اب بھی اگر غفلت کو نہ چھوڑا ۔ دنیائے دوں کے تعلقات کو نہ توڑا ۔ اس سراپا سراب کے فریبوں سے مونہہ نہ موڑا تو پھر معلوم شد کہ تمہارا ماوٰے وملجا وہی ہے جو کفار کے لئے تیار ہے ۔

چونکہ جنازہ تک نوبت پہونچنے سے پہلے پہلے عموماً کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہوا کرتی ہے اسواسطے ضروری ہوا کہ ہم پہلے ان مسائل کا ذکر کریں جو شارع علیہ السلام نے بیماری کے متعلق بیان فرمائے ہیں اس تعلیم سے ایک عجیب قسم کا حظ اوس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کو کچھ بھی اپنے رب کے ساتھ حسن ظنی ہو ۔ آس اور یاس کا جو حقیقی فرق ہے اس کی توضیح ان مسائل

Marfat.com

کے پڑھنے سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ مختصر طور پر یوں ہی سہی کہ بیماری مومن کے لئے موجب فلاح ہے اور کافر کے لئے موجب جہنم۔

مرض

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کی حالت سراپا تعجب ہی تعجب ہے کہ وہ دونوں حالتوں میں یعنی بیماری اور صحت میں خوش رہتا ہے

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجب للمومن ان اصابہ خیر حمد اللہ وشکر وان اصابتہ مصیبۃ حمد اللہ وصبر والمومن یوجر فی کل امرہ حتے فی اللقمۃ یرفعہا الی فی امراتہ (مشکوۃ)

مومن کی حالت عجیب ہے کہ اگر اسکو خوشی پہونچے تو اللہ تعالی کی حمد اور اس کا شکر کرتا ہے۔ اور اگر کوئی اسکو مصیبت پہونچے تو اس کا حمد اور اسپر صبر کرتا ہے۔ اور مومن کو اس کے ہر ایک کام میں اجر ملتا ہے حتی کہ اس لقمہ میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ مومن ہر ایک فعل اس کی تاثیر کو ہر ایک چیز اور اس کے خواص کو اللہ تعالی کا مخلوق سمجھتا ہے اور اللہ تعالی کو ہی صرف **مؤثر** حقیقی جانتا ہے۔ پھر بیماری کیا اور صحت کیا۔ غمی کیا اور شادی کیا۔ وہ ہر ایک حالت میں حامد ہے اور صبر کے مقام پر صبر اور شکر کے مقام پر شکر کرتا ہے۔

بیماری میں چونکہ اخلاط بگڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اس چلتی کل کے پرزے اپنی اپنی جگہ سے اکھڑے ہوئے ہوتے ہیں اسواسطے لابد مریض کو بے قرار بے چین اور بے آرام ہونا پڑتا ہے پس ایسی صورت میں مومن مریض بازی جیت لیتا ہے اپنے تمام گناہوں کی میل کچیل سے پاک ہو کر کندن کی طرح چمکتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی دو قوتیں کامل درجے کے کمال کو پہونچ جاتی ہیں ایک قوت صبر ہے دوسرے قوت خشوع خضوع اور ذل و عجز سے بھری ہوئی دعا اور یہ دونوں وصف سب قسم کے گناہوں کو دور کر دینے والے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا

ہے کہ مومن مسلمان کو کوئی سی مصیبت یا تکلیف یا رنج یا غم کیوں نہ آوے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اُس تکلیف کے سبب سے دور کر دیتا ہے حدیث یہہ ہے۔

عن ابی سعید عن النبی م قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی شوکۃ یشاکہا الا کفر اللہ بھا من خطایاہ

متفق علیہ (مشکوٰۃ)

مسلمان کو کوئی ساد کہہ کوئی سی تکلیف کوئی سی بیماری کوئی سا رنج کوئی سا فکر کوئی سا غم پہونچے حتی کہ کانٹا بھی جو کبھی اسکو چبھتا ہے تو ان سب بدلے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کرتا ہے۔

مریض کو کیا کرنا چاہیئے

سچ پوچھو تو ہر وقت مومن کو اپنا وصیت نامہ اپنے پاس تیار رکھنا چاہیئے کیونکہ اُس گھڑی کا پتہ نہیں اس کلام نبوی پر خیال کرنا چاہیئے۔ انہ لا ینبغی لامرئ مسلم لہ شیئ یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ عندہ رأسہ (بلوغ المرام) اگر اس کو خیال نہ ہے تو اسکو عیادت کنندگان آگاہ کر دیں۔ ہمارے ملک میں اسکو عیب سمجھا جاتا ہے کہ بیمار کو اس قسم کی باتیں سنانا گویا اسکو یہہ جتانا ہے کہ اب تو مرنے والا ہے یہہ بہت برا خیال ہے بیمار کو آخر مرنا ہے آج نہ مریگا کل مریگا۔ اپنے ورثار کو اسوقت اپنے ہوش وحواس کی صحت میں وصیت نہیں کرنا چاہتا تو پھر جب بے حس ہو جاویگا تو پھر دیون وحقوق عباد اپنے سر پر لیجاویگا۔ مدیون کا جنازہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

تمنائے موت

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اس زندگی سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ لوگ چونکہ علی العموم اسرار حکم نبوت سے ناآگاہ ہوتے ہیں اسواسطے ان کی زبان سے ایسی ایسی کلمات دعایں نکل پڑتے ہیں کہ جو خود اون کے حق میں زہر

Marfat.com

قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی طرح سے سمجھایا ہے کہ حیات مانگو کیونکہ موت موجبِ انقطاعِ اعمالِ صالحہ ہے مگر پھر بھی ایسا نہیں روکا کہ قطعی ممانعت کر دی ہو اجازت بھی دی ہے تو نہایت ہی مؤدبانہ الفاظ میں مانگنے کے لئے دی ہے مشکوٰۃ میں بخاری مسلم کی حدیث ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی دکھ کے سبب سے جو اسکو پہونچے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر ایسا ہی کرنا ہے تو پھر یوں کہے "یا اللہ مجھے زندہ رکھیو جبتک کہ زندگی میرے لئے خیر ہو اور مجھے مار یو جبوقت موت میرے لئے اچھی ہو۔ ان الفاظ نبوی صلعم پر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گونہ ممانعت بھی کر دی کیونکہ مدعیان اتباع نبوت بالخصوص مدعیان اتباع نبوت محمدی کے شان سے یہ بعید ہے کہ کوئی دکھ پہونچے تو پھر نہ ایوبؑ کی اتباع کریں نہ ابراہیمؑ کی سنت پر چلیں نہ کسی نبی منذر کے طریق پر چلیں اور نہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی عمر نبوت کو ایک نمونہ سمجھ کر اسپر عمل کریں۔ کیونکہ جبتک دم میں دم ہے ہر مومن کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونا ہے اسکی تکفیر سیئات و خطیئات و زلات اسی طرح پر ہوتی رہتی ہے اور وہ اسی طرح پر ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف کی بھٹی میں پڑ پڑ کر ہر قسم کے ذنوب و خطایا کی میل کچیل سے پاک صاف ہو کر خالص سونا بنتا رہتا ہے قال اللہ تعالیٰ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ملخصاً یعنی اور ہم تم کو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے ضرور ہی آزمائیں گے۔

اس آیت سے مومن کے لئے ابتلا ہونا ضروری اور قطعی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المومن کمثل الخامۃ من الذرع تفیئہا الریاح تصرعہا مرۃً وتعدلہا مرۃ اخری حتی

مومن کی مثال اوس نرم نرم اور تازہ گھاس یا نال کی طرح ہے جسکو ہوا میں ادھر اُدھر جھکے مار کر ملاتی رہتی ہیں۔ کبھی تو اسکو زمین پر گرا دیتی ہیں اور کبھی اسکو

Marfat.com

یاتی اجلہ ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی لا یصیبہا شیٔ حتی یکون انجعافہا مرۃ واحدۃ متفق علیہ (مشکوۃ)

پھر سیدھا کھڑا کر دیتی ہیں اس کا یہی حال ہوتا رہتا ہے حتی کہ اس کی اجل آجاتی ہے اور منافق کی مثال اوس صنوبر کے درخت کی طرح ہے جسکی جڑیں زمین میں دھسی ہوئی ہیں اور وہ برابر سیدھا زمین پر قایم ہے اسکو کوئی چیز بھی صدمہ نہیں پہونچاتی حتی کہ وہ یکدم جڑ سے اکھڑکر زمین پر گر پڑتا ہے۔ **دوسری حدیث** یہ ہے۔

مثل المومن کمثل الزرع لا تزال الریح تمیلہ ولا یزال المومن یصیبہ البلاء ومثل المنافق کمثل شجرۃ الارزۃ لا تہتز حتی تستحصد متفق علیہ (مشکوۃ)

مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے جسکو آندھی دھکے پر دھکا اور صدمہ پر صدمہ پہونچاتی رہتی ہے اور مومن کو سدا کچھ نہ کچھ مصیبت پہونچتی رہتی ہے اور منافق کی مثال ارزہ (صنوبر) درخت کی طرح ہے وہ ہلتا ہی نہیں تاوقتیکہ اسکو کاٹ نہیں دیا جاتا۔

غرضکہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ دکھ یا مصیبت سے تنگ آکر موت کی التجا کرے۔ ہاں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اس طرح پر تمنا ء موت کرنا مومن کی شان کے شایاں ہے۔ کیونکہ حیات تو صرف اعمال صالحہ کے کرنے کے لئے ہے اگر اعمال کا انقطاع یا ان کی قلت ہونے لگے تو پھر حیات سے کیا فایدہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جو اس سر سے واقف تھے جب ان پر بڑھاپا آگیا اور بہ تقاضاء عمر اعمال میں قلت ہونے لگی تو آپ نے موت کے لئے دعاء مانگنی شروع کی تھوڑے دنوں میں ہی غرضکہ آپ اس دنیائے دوں سے رحلت فرما گئے۔

عیادت اس تمدنی دنیا میں سوسائیٹی کی سخت ضرورت ہے۔ اور سوسائیٹی قایم رہ ہی نہیں سکتی تاوقتیکہ ممبران سوسائیٹی میں مواسات۔ مواخات۔ مدارات دوسرے کی خیر خواہی۔ غرضکہ ہر ایک کی بھلائی کی عادت نہو اور بجملہ مختلف قسم کے مواسا

Marfat.com

کی عیادت بھی ہے۔ جب ایک شخص بیمار پڑتا ہے تو اُسکو دوسروں کی سخت ضرورت پڑتی ہے کوئی اس کی دلجوئی اور تشفی کے لئے درکار ہے کوئی اسکے لامحتاج الیہ کے مہیا کرنے کے لئے بیکار ہے کوئی اس کے اُس تعلق کو جو خالق کے ساتھ ہے اور جو بالخصوص بیماری میں سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جایا کرتا ہے اور ہونا بھی چاہئے یاد کرواتا ہے۔

غرضکہ عیادت کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص اسکو عبادت سمجھ کر کرتا ہے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اجر مقرر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عیادت کی فضیلت و ترغیب دینے میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے مومن اسکے قبول کرنے اور اسپر عمل کرنے کو عین سعادت دارین سمجھتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال يارب كيف اعودك وانت رب العالمين قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انك لو عدته لوجدتنی عنده يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنی قال يارب كيف اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی يا ابن آدم استسقيتك فلم تسقنی قال يارب كيف اسقيك

اللہ تعالیٰ قیامت کو کہیگا اے ابن آدم میں بیمار پڑگیا تو نے میری خبر نہ لی وہ کہیگا اے میرے رب تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العلمین ہے۔ فرمائیگا تجھے معلوم نہ تھا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تو نے نہ جانا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ وہ کہیگا اے میرے رب تو رب العلمین ہے تجھے کیسے کھانا کھلاتا۔ فرمائے گا کیا تجھے پتہ نہ تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو نہ دیا کیا تو نے نہ جانا کہ اگر تو اسکو کھانا کھلاتا تو میرے ہاں اسکا اجر پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہیگا

Marfat.com

وانت رب العلمین قال استسقاك عبدی فلان فلم تسقه اما انك لو سقیته وجدت ذلك عندی رواه مسلم (مشکوۃ)	اے رب تو تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے پانی پلاتا! فرمائے گا میرے فلانے بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تونے اُسے پانی نہ پلایا دیکھ تو اگر اسکو پانی پلاتا تو اس کا اجر اب پاتا

اسی طرح اور بہت سی احادیث کتب حدیث میں مرقوم ہیں طالب کو چاہئے کہ ضرور ان احادیث کو پڑھے یا کسی سے پڑھوا کر سنے یہاں بخوف تطویل زیادہ کی گنجایش نہیں ہے۔

عائد یعنی بیمار پرسی کرنیوالا کیا کرے

عائد کو چاہئے کہ باقتدائے سنت نبوی م بیمار کے پاس جاکر اوسکو تسلی و تشفی و دل جوئی کی باتیں سنائے صبر اور شکر اور اس کے نتائج سے اسکو آگاہ کرے۔ اوس سے دعا منگوائے۔ عادت مبارک تھی کہ بیمار کے پاس جاکر اوس کو فرماتے لاباس ان شاء اللہ۔ یعنی انشاء اللہ یہ تیری بیماری تیرے لئے موجب رحمت ہی تیرے گناہ دور کر دیوگی کوئی خطرہ کی بات نہیں ہی۔ عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی شخص بیمار ہو جاتا تھا تو حضرت رسالت پناہ اپنا داہنا ہاتھ اس پر پھیرتے اور فرماتے

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سُقْمًا متفق علیہ۔ (مشکوۃ)	اے رب الناس اس بیماری کو دور کر۔ تو شفا دے۔ کیونکہ تو ہی شفا دھندہ ہی۔ تیری شفا بن کوئی شفا نہیں۔ ایسی شفا عطا کر کہ کوئی بیماری نہ چھوڑی۔

عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ درد تھا خدمت بابرکت میں پہونچکر عرض کی فرمایا جس جگہ تجھے درد ہوتا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ اور تین دفعہ پڑھ بسم اللہ اور پھر سات بار پڑھ اَعُوْذُ الخ یعنے جو بیماری کہ مجھے اسوقت ہی اور جسکے بڑھ جانے کا مجھے اندیشہ ہی اسکی

بِسْمِ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (یہ کلمات اعوذ، دفعہ پڑھنے چاہئیں)

Marfat.com

برائی سے میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں"۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور درد اُن کا جاتا رہا۔ یہہ قصہ مسلم میں ہے (مشکوۃ)

ابو سعید رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ بیماری ہے فرمایا ہاں۔ پھر جبرئیلؑ نے یہہ دعا پڑھی

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ رواہ مسلم (مشکوۃ)

میں اللہ کا نام لیکر ہر ایک موذی چیز اور ہر ایک شخص اور حاسد آنکھ کے شر سے تجھ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تجھے شفا دے اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے اور سات دفعہ یہہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس بیمار کو شفا دیدیتا ہے بجز اُس صورت کے کہ اُس کی موت آچکی ہو۔ دعا یہہ ہے۔

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ابوداؤد ترمذی۔ (مشکوۃ)

میں اللہ عظیم سے جو رب عرش عظیم ہے تیری شفا کے لئے دعا کرتا ہوں۔

حضرت ابو الدرداء رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے۔ کہ تم سے کوئی بیمار ہو جاوے یا اُس کے پاس اُسکا کوئی اور بھائی اپنی بیماری کا حال بیان کرے تو وہ یہہ دعا پڑھے۔ بس وہ اچھا ہو جائیگا۔

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ

ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے تیرا نام پاک ہے۔ تیری حکومت آسمان اور زمین میں ہے۔ جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے اسی طرح اپنی رحمت زمین میں کر دے ہمارے بڑے اور چھوٹے (غرضکہ ہر قسم کے)

Marfat.com

اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ	گناہ معاف کر۔ تو پاکوں کا رب ہے۔ اس بیماری پر اپنی رحمت میں سے رحمت اور اپنی شفا میں سے شفا نازل فرما۔

عیادت کفار

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وجود انسانی کے جسقدر اعضاء ہیں وہ خاص خاص اغراض کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جس غرض کے لئے آنکھ ہے اوس غرض کو پاؤں یا کوئی اور عضو پورا نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس اور اعضاء کو سمجھ لو مگر پھر بھی بعض ایسے امور ہیں کہ وہ تمام اعضاء کے ساتھ مشترک ہیں مثلاً دوران خون حیات وغیرہ۔ اسی طرح پر تمام بنی آدم کے اگرچہ مختلف سوسائٹیاں مختلف فرقے اور مختلف مذاہب بن گئے ہیں۔ اور ان خصوصیات کے سبب سے بجائے خود ہر ایک فرقہ الگ الگ تمدنی دنیا بنگیا ہے اور ہر ایک میں مواسات و ہمدردی اور دیگر قواعد مواخات جاری ساری ہیں مگر باایں تباعد و تباین پھر بھی بہت سے ایسے امور موجود ہیں جو تمام بنی آدم میں مشترک ہیں اور جن کا انفکاک محالات سے ہے۔ مثلاً معاملات۔ اخلاق انسانی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ازاں جملہ یہہ عیادت بھی ایسی ہی ہے۔ اسلام کا یہہ پہلا فرض ہے کہ رفق نرمی۔ اور تالیف قلوب یعنے ہر قسم کے ممکن اور مباح طریق سے کام لیا جاوے۔ اور سب قسم کے کفار کی مواسات کی جاوے۔ کئی ایک اصحاب رضہ اپنے اسلام کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات بتاتے ہیں۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ گھر میں پکاتے اس میں سے کچھ اپنے کافر ہمسایوں کے گھر میں پہنچاتے یہہ اُس مواسات نبوی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اصحاب رضہ جنکے ساتھ کفر کی حالت میں مواسات ہوتی تھی اسلام قبول کر کے کل دنیا کے غمخوار بنے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا وہ بیمار ہو گیا آپ اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اوس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا کہ اسلام قبول کر لے اُس نے اپنے باپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ گویا اُس نے باپ سے اجازت مانگی باپ نے اجازت دیدی۔ اور کہا کہ آپکا کہا مان لے۔ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے باہر نکلے اور فرمایا۔ الحمد للہ الذی انقذہ من النار۔ اللہ کی حمد ہے کہ اسنے

Marfat.com

اس کو دوزخ سے بچا لیا۔

ہاں یہہ ضروری بات ہے کہ عیادت کے کلمات اس قسم کے ہوں جو اسلام کے مخالف نہ ہوں اور کفر کی رعایت یا تائید اون میں پائی نہ جاوے۔ **تعزیت** بھی اسی طرح ہونی چاہئے۔

تلقین مختصر

اگرچہ بیمار کے پاس بالخصوص ذکر آخرت اور ذکر الٰہی ہونا مناسب ہے۔ مگر جب معلوم ہونے لگے کہ اب وقت قریب آیا چاہتا ہے تو اسوقت نہ صرف ورثا ہی پر بلکہ حاضرین عائدین پر واجب ہے کہ اس کو کم از کم لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کریں اور کوشش کریں کہ شہادتین کا ذکر اُسکا ورد زبان ہو جاوے۔ اس کے روبرو آپ پڑھنا شروع کر دیں۔ سورہ یٰسٓ پڑہیں۔ یہہ ساری باتیں صحیح احادیث میں آچکی ہیں زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہہ ہے کہ قریب المرگ کا یوم موت سب سے آخر یوم دنیا اور سب سے پہلا یوم آخرت ہے۔ اسوقت ایسی صورت میں اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ سلامت ایمان کے ساتھ یہاں سے رخصت ہووے۔

موت

یہی وقت تھا کہ جسکے یاد کرنے کے لئے بار بار تاکید کی جاتی تھی۔ شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت۔ یعنی سب قسم کی لذتوں کو نابود کرنے والی یعنے موت کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو موت کی یاد بیشک غافل کی غفلت کو دور اور مومن کے ایمان کو زیادہ اور تازہ کرتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنی دنیا کے اندر تو اوس طرح زندگی بسر کر کہ گویا تو کوئی پردیسی یا راہی ہے۔ اور خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہہ مقولہ تھا کہ

اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتک لمرضک ومن حیوتک لموتک رواہ البخاری	جب تو شام کرے یعنی شام کے وقت تک زندہ رہے تو پھر صبح کی انتظار نہ کرنا اور اگر تو صبح کو زندہ رہے تو پھر شام کی انتظار نہ کرنا اور اپنی صحت میں سے اپنی مرض کے لئے کچھ لے لے اور اپنی حیات میں سے اپنی موت کے لئے کچھ لے لے۔

Marfat.com

خیر اُسکوئی شخص یاد کرے نہ کرے وہ ہر دم اُس کی تاک میں لگی ہے۔ آخر کو پکڑ لیگی۔

میت جب محتضر مرجاوے تو پاس والے اُسوقت اسکی آنکھیں بند کر دیویں۔ اس کے سارے بدن کو ڈھانپ دیویں اسکو قبلہ رو لٹا دیویں اور اسکو داہنے پہلو پر لٹائیں۔ ہمارے ملک میں صاف ظاہر ہے کہ میت کا سرہانہ پہاڑ کی طرف ہوگا اور اس کی پائنتی دکھن کو۔ اور یہی ہیئت اُس کی قبر کی ہوگی۔

میت کو پیٹھ کے بل چت لٹائے رکھنا ایک قبیح منظر اور غیر مہذب قوموں کے ساتھ تشبیہ ہے موت اصل میں نیند کی بڑی بہن ہے تا ہم سلیم فطرت ہمیشہ داہنے پہلو پر لیٹا کرتے ہیں۔ میت کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے۔ دیکھنے والوں کی نظروں میں یہہ دوسری صورت بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص سوتا پڑا ہے نیز اس سے دیکھنے والوں کے دلوں میں ایک قدرتی تاثیر پیدا ہوتی ہے کہ یہہ شخص مرتے دم تک قبلہ روئے ہی رہا ہے اور اسی ملت پر مرا ہے جسپر یہہ زندگی میں عمل کرتا تھا۔ گویا بصورت ظاہری ایسی میت اس آیت پر عمل کرتے کرتے مری ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون یعنی مسلمانو! اسلام ہی کے حالت میں مریو۔ آنکھوں اور سارے بدن کے ڈھانپنے میں بھی وہی مصالح اور اسرار ہیں جو اوپر بیان ہوتے ہیں اسکا چہرہ اگر کھلا ہے یا اس کی آنکھیں اگر بند نہ کی جاویں تو اس کی شکل مہیب اور ڈراونی نظر آتی ہے اور اس سے ایک گونہ لوگوں میں وحشت اور نفرت ہوتی ہے جو ایسی قیمتیں ہرگز ہونی چاہئے۔

ضرورۃً میت کا پیٹ چاک ہوکر سیا جا سکتا ہے اگر یقین ہو کہ میت کے رحم میں بچہ ہے یا اس کے شکم میں کوئی قیمتی چیز ہے تو وہ ضرور شکم چاک کرکے نکال لینی چاہئے پھر سی کر دفن کر دی جاوے۔

غسل میت شہید میدان کے سوا باقی تمام مسلمان مُردوں کو غسل دینا زندہ مسلمین پر واجب ہے۔

غاسل کون ہووے جہانتک ممکن ہو غسل دھندہ ایسا شخص ہونا چاہیئے

جو محلِ امانت و محلِ ستر میت ہو۔ پس بیوی کو خاوند اور خاوند کو بیوی غسل دیوے تو سب سے اچھا ہے اور اسی کو امام شوکانی رح نے بھی ترجیح دی ہے۔ کیونکہ ستر کے لحاظ سے تعلقِ زناشوئی سے بڑھ کر کوئی اور تعلق دنیا میں موجود نہیں ہے۔ جمہور اگرچہ ترجیح کے قائل نہیں ہیں مگر جواز کے قائل سب ہیں۔ اور احادیث ذیل شہادت میں پیش کرتے ہیں اور بعض نے کسی خاص وجہ سے اس کا انکار کیا ہے مگر وہ وجہ کافی نہیں ہے۔

عن عائشة رضی الله تعالی عنها رجع رسول الله صلی الله علیه وسلم من البقیع فوجدنی وانا اجد صداعًا فی راسی وانا اقول وارأساه فقال بل انا یا عائشة وارأساه ثم قال ما ضرك لو مت قبلی فقمت علیك فغسلتك وكفنتك وصلیت علیك ودفنتك (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان بقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر آئے اور دیکھا کہ میں دردِ سر میں مبتلا ہوں اور یہ کہہ رہی ہوں کہ ہائے سر! ہائے سر! آپ نے فرمایا اے عائشہ رض میں بھی تو کہتا ہوں ہائے سر! ہائے سر! یعنے درد کے لحاظ سے میں اور تو برابر ہیں۔ مگر نتیجہ ایک نہیں ہے اس کے بعد فرمایا اگر تو مجھ سے پہلی مرتی اور میں اٹھ کر تجھے غسل دیتا۔ اور کفن پہناتا اور تیرا جنازہ پڑھتا۔ اور تجھے دفن کرتا تو تیرا کیا بگڑتا۔ اس میں اشارۃً سمجھایا گیا ہے کہ میں تجھ سے پہلے اس جہان سے رخصت ہونے والا ہوں

مطلب یہ ہے کہ اس درد کے سبب سے تو تو مرنے کی نہیں البتہ میں تجھ سے پہلے اس جہان سے رخصت ہونے والا ہوں اور اگر تو مجھ سے پہلی مرتی تو میں تجھے غسل وغیرہ دیتا

عن عائشة رضی الله تعالی عنها لو كنت استقبلت من امری ما استدبرت ما غسل النبی غیر نسائه (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ جو بات اب پیچھے میرے خیال میں آئے کاش یہ پہلے دل میں بیٹھتی تو نبی صلعم کے حرموں کے سوائے اور کوئی آپ کو غسل نہ دیتا۔

Marfat.com

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ رض کی موجودگی میں عمیس بنت اسمار زوجہ صدیق اکبر نے غسل دیا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت بھی یہی تھی اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل بھی یہی کیا یعنے یہہ کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا غرضکہ اگر یہہ صورت نہو سکے تو پھر مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیویں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رض نے غسل دیا اور آپ کی بیٹی زینب رض کو عورتوں نے اور اگر کوئی ایسا اتفاق نہو کہ مردوں کے اندر کوئی اجنبی عورت مرجاوے اور کوئی عورت غسل دینے والی نہو یا اگر عورتوں کے اندر کوئی اجنبی مرد فوت ہوجاوے اور اسکو کوئی مرد غسل دھندہ نہو تو ان دونو صورتوں میں ایسی میت کو بلا غسل ہی دفن کیا جاویگا۔ گویا یہہ سمجھا جاویگا کہ ایسی میت کو پانی نہیں ملا۔ (سبل السلام بحوالہ مراسیل ابو داؤد) مگر غسل دیدینا اولیٰ ہی معلوم ہوتا ہی واللہ اعلم

کیفیت غسل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک دختر نیک اختر جسکا نام زینب رض تھا فوت ہوگئیں۔ ام عطیہ رض غسل دینے والیوں میں سے تہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کیفیت غسل کی ارشاد فرمائی وہ اس صحابیہ رض کی زبانی ذیل میں درج کی جاتی ہے

قالت ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلنہا ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماءٍ و سدرٍ واجعلن فی الآخرۃ کافورا او شیئا من کافورٍ فاذا فرغتن فاذنّنی فلما فرغنا آذنّاہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔

آپ نے فرمایا کہ اس کو تین بار یا پانچ بار یا اگر مناسب ہو تو اس سے بھی زیادہ دفعہ غسل دینا۔ اور پانی میں بیریوں کے پتے ملا لینا۔ پھر اخیر میں کچھ کافور ملا لینا۔ جب فارغ ہو لو تو پھر مجھے اطلاع دینا جب ہم فارغ ہوچکیں تو ہم نے آپکو اطلاع دی۔ پھر آپنے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس کے بدن کے ساتھ کا کپڑا اسی تہ بند کو کرنا ایک روایت میں آیا ہی کہ ابدأن بمیامنہا و بمواضع الوضوء یعنے اس کے داہنے اعضا کی طرف سے شروع کرو۔ اور وضو کی جگہوں سے۔ ام عطیہ رض کا قول ہی

کہ ہمنے اُس کے سر کے بالوں کو کنگھی کی اور تین چوٹیاں کرکے اس کی گردن کے پیچھے ڈالدیں (ابن ماجہ)
ایک حدیث میں یہہ بھی آیا ہے کہ غسل میں وِتر کا لحاظ رکھنا غرض یہہ ہے کہ جس طرح زندہ اپنا غسل
کیا کرتا ہے اسی طرح میت کا غسل بھی ہونا چاہئے۔ اول استنجاء۔ بعدش وضوء بعدش سارے
بدن پر پانی ڈالنا۔ داہنے اعضاء کی طرف سے شروع کرنا۔ پانی میں بیری کے پتے ڈال لینا۔ سارے
بدن پر کم از کم ایکبار یا موافق اقتضائے وقت۔ تین بار۔ پانچ بار۔ سات بار۔ وغیرہ پانی ڈالنا چاہئے
اخیر دفعہ پانی میں کافور ڈالکر مل لینا چاہئے۔ نہیں تو پیچھے ہی سہی۔ بیری کے پتوں کی خاصیت
ہے کہ وہ میل کچیل کو صاف کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ اس سے صابون کا کام لیتے ہیں۔ اس سے کپڑے
چٹے کر لیتے ہیں۔ میت کا بدن اس سے نرم ہو جاتا ہے۔ غریب سے غریب آدمی کو بھی میسر ہو سکتے
ہیں۔ بار بار پانی ڈالنا بھی صرف زیادہ تنظیف کی خاطر ہے کافور کے سبب سے بدن میت سخت اور کڑا
ہو جاتا ہے جلد تر اس میں تعفن پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تو اسوقت ازدحام کثیر ہوتا ہے اُن کے
سبب سے بھی ہوا میں کثافت پیدا ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ مردہ شی کا خاصہ ہے کہ بہت جلد سڑنے
اور گلنے لگ جاتی ہے۔ موذی خزندے اس کے سبب سے میت کے نزدیک نہیں آتے۔ کافور نہ ہو تو
مشک ہی سہی بشرطیکہ اسراف نہو اور اگر صابون میسر ہو تو وہ بھی مل لیا جاوے۔

کفن ۔ جب غسل تشریعی ہو چکے تو اب کفن کی ضرورت پڑی یعنے ایک ایسے کپڑے کی
جس سے میت سر سے لیکر پاؤں تک ڈھانپ دی جاوے امت محمدیہ
کا اسپر اتفاق ہے کہ ایسے کپڑے کا ہونا جس سے میت کا سارا بدن ڈھپ سکے واجب ہے وصیتوں
اور ورثہ پر فرض ہے کہ ترکہ میں سے بعد ادائے دین عمدہ کفن میت کے لئے تیار کریں جس حیثیت کا
مردہ ہو اوس سے زیادہ قیمتی کپڑا منگانے میں اضاعت اور اسراف ہے۔ شارع علیہ السلام نے
اس سے سخت روکا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ اب تو وہی معاملہ ہے کہ مردہ بدست زندہ۔ اب
اس کا معاملہ اور تعلق تم سے لوٹا۔ اور اپنے رب سے جا لگا۔ اگر کوئی میت کے ساتھ ممکن ہے ممکن بے حرمتی
کرے گا تو کیا۔ اور اگر اعلیٰ سے اعلیٰ عزت اور قیمتی سے قیمتی کپڑوں میں مکفون کرے گا تو کیا
اور ان دونوں باتوں سے میت کا نہ نقصان ہے نہ نفع۔ جلا دو گے تو کیا۔ عمدہ سے عمدہ
لکڑی کے صندوق میں مدفون کرو گے تو کیا اوسکے اوپر پکی پکی عمارتیں بنواؤ گے تو کیا۔ اگر بہت

کا ایمان وعمل ٹھیک نہیں تو یہہ ساری تمہاری آشمانہ کارروائیاں اسکو کچھ نفع نہیں دے سکتیں غرضکہ شارع علیہ السلام نے اس کفن کی اضاعت واسراف سے روکا ہے اس کی حیثیت کے مطابق جو کفن بنانے کا حکم دیا ہے تو اسی واسطے کہ وہ ہم میں سے ایک تھا وہ ہماری جنس کا تھا۔ اسکے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جاوے کہ اس کی تعظیم وتکریم میں بھی خلل واقع نہووے اور مال کا نقصان بھی نہ ہو۔ جہلا اس وقت اپنی جھوٹی اور ہر وقت کٹی ہوئی ناک کو بچانے کے لئے سخت بدعات کے مرتکب ہوکر اضاعت مال میں اول نمبر رہنا چاہتے ہیں۔ اسکی بابت ہم ابھی لکھینگے انشاء اللہ تعالی کہ لوگ میت کے سبب سے نہیں بلکہ اپنی کرتوتوں کی سبب سے اجڑ جاتے ہیں۔ لٹ جاتے ہیں۔ اور اپنا گھر بار برباد کر دیتے ہیں۔

غرض کہ کفن حیثیت سے بڑھ کر نہو اور حیثیت سے کم بھی نہو۔ بخل اور امساک بھی بڑی بری چیز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ رواہ مسلم (بلوغ المرام) "تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی کو کفن پہنائے تو عمدہ کفن پہنائے" زنگین کپڑوں میں سجاوٹ۔ اور زینت اور تفاخر کے لئے میت کو لپیٹا نہ جاوے قدرتی رنگ میں لپیٹنے کے لئے ارشاد نبوی ہے۔ تولہم البسوا من ثیابکم البیض فانہا من خیر ثیابکم وکفنوا فیہا موتاکم رواہ الترمذی وغیرہ (بلوغ المرام) یعنے سفید کپڑا پہنا کرو۔ کیونکہ یہہ سب سے بہتر کپڑے ہوتے ہیں۔ اور انہیں میں سے اپنے مردوں کو کفن پہنایا کرو" غرض یہہ ہے کہ کپڑا نہ تو ایسا کم درجہ کا ہو کہ اوس سے میت کی حقارت دلوں میں بیٹھے اور نہ ہی ایسا اعلی درجہ کا ہو کہ اوس سے مال کی اضاعت ہوتی ہو تیسرے یہہ کہ کپڑا رنگین نہو۔ سفید ہو۔ ہاں اگر سفید کپڑا دستیاب نہ ہو سکتا ہو تو یہہ دوسری بات ہے۔

مرد کے لئے کتنے اور عورت کے لئے کتنے کپڑے چاہئیں

میت کے لئے ایک کپڑا جس سے میت کا سارا بدن بخوبی ڈھپ سکے کافی ہے۔ **نووی** میں ہے کہ مرد کے لئے تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ کپڑے مستحب ہیں اور پانچ سے زیادہ کپڑے دونوں کے لئے داخل

اسراف ہیں۔ سب سے افضل بات یہ ہے کہ مرد کے لئے کپڑے تین سے کم نہوں اور عورت کے لئے پانچ جیسی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین جاموں میں کفنون کئے گئے ان میں عمامہ اور قمیض نہ تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے باقتدا رحضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں کفون کرنا اور ام کلثوم رضہ دختر نیک اختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پانچ کپڑوں میں کفون کی گئیں۔ **نیل الاوطار** میں بعد نقل وجمع حدیث کفن ام کلثوم یہہ لکھا ہے کہ یہہ حدیث عورت کے کفن کے لئے ان پانچ کپڑوں کے مشروع ہونے پر دال ہے۔ تہ بند۔ کورتہ۔ دامنی۔ چادر۔ لفافہ۔ اور مرد کے لئے یہہ تین کپڑے ہیں۔ تہ بند۔ چادر اور لفافہ۔ (سب سے بڑی چادر جو سب سے نیچے بچھائی جاتی ہے اور جس میں سب سے پہلے میت کو لپیٹا جاتا ہے) تہ بند کے بجائے کورتہ بھی مشروع ہے جیسا کہ **مسک الختام** **سبل السلام** (دونو بلوغ المرام کی شرحیں ہیں) میں حدیث کفن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مروی عن عائشہؓ کی شرح میں بہ بسط تمام بیان کیا گیا ہے۔

طریق تکفین مرد اگر تہ بند۔ کورتہ اور لفافہ ہو تو پہلے لفافہ سب سے نیچے بچھا دو۔ اس کے اوپر کورتہ کی پشت۔ ایسا کورتہ سیا ہوا نہیں ہوتا اور ہمارے ملک میں اسکو الفی یعنے کفف بھی کہتے ہیں۔ نیز اسی لفافہ پر تہ بند بچھایا جاوے جو ناف سے لیکر زانو تک ہوتا ہے۔ پھر میت کو لٹا کر پہلے کورتہ پہنا دیا پھر تہ بند پھر لفافہ۔

مسک الختام میں بحوالہ کتاب **مصفی** لکھا ہے کہ مردوں کے حق میں ان دونوں طریقوں میں سے جو نسا چاہو وہی اکمل ہے ایک تو وہ ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی تہ بند اور کورتہ اور لفافہ۔ کا مگر اس میں زیادتی یہہ ہے کہ کورتہ خواہ سیا ہوا ہو خواہ نہ سیا ہوا ہو۔ دوسرا طریق یہہ ہے کہ تین لفافے ہوں یعنی تینوں ہی لمبی چوڑی چادریں ہوں اور ان میں سے جو سب سے عمدہ اور لمبی چوڑی ہو وہ سب سے نیچے بچھائی جاوے اس کے اوپر دوسری چادر پھر تیسری۔ پس میت کو پہلے سب سے اوپر کی چادر میں لپیٹیں۔ پھر دوسری چادر میں پھر سب سے نیچے کی چادر میں۔

طریق تکفین عورت لیلے بنت قانف۔ ہو قت تکفین ام کلثوم دختر رسول خدا صلعم موجود تھیں

وہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا ص دروازہ میں کفن لئے ہوئے تھے انہوں نے ہمکو پہلے حقا (تہ بند) دیا پھر (درع) کورتہ پھر خمار (سر کی چادر۔ دامنی) پھر ملحفہ (اوڑھنی یا چادر) پھر ایک اور کپڑا جسمیں وہ صاحبزادیں لپیٹیں گئی تھیں یعنی درج یا لفافہ بخاری شریف میں حضرت حسن رح امام اہل بصرہ کا قول ہے کہ الخرقۃ الخامسۃ یشد بہا الفخذان والورکان تحت الدرع یعنی پانچویں کپڑے سے دونو رانیں اور دونو چوتڑ باندھی جاویں۔ حدیث مسند احمد وابوداؤد کی ہے اور منتقی الاخبار میں منقول ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سب سے اخیری کپڑے میں ام کلثوم رض لپیٹی گئیں گویا لفافہ سب سے نیچے بچھایا گیا اسکے اوپر دوسری چادر بچھائی جاوے اس کے اوپر تہ بند اپنی جگہ پر رکھا جاوے۔ کفنی کی پیٹھ اسی چادر پر ایسی طور پر بچھائی جاوے کہ گردن میت آرام سے اسمیں پڑ سکے بس یہ چاروں کپڑے بچھا کر میت کو لٹا دے اور لٹاتے ہی پہلے تہ بند کو لپیٹے پھر کفنی پہناوے پھر سر کی تین چوٹیاں کرکے یا تو تینوں ہی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دے یا بیچ کی چوٹی پیٹھ کے پیچھے اور ماتھے کی دونو طرف کی چوٹیاں سینہ پر رکھدے۔ پھر خمار (سر ڈھانپنے کی چادر۔ دامنی) کو سر پر اوڑھ دیں جس سے بال ڈھک جاویں۔ اسکے بعد ملحفہ یعنی نیچے کی چادر لپیٹ دی جاوے پھر ان سب کے پیچھے لفافہ یعنے سب سے نچلی چادر میں میت کو لپیٹا جاوے۔ بعض کتب فقہ حنفیہ میں بجائے تہ بند کے سینہ بند بغلوں سے لیکر گھٹنوں تک لکھا ہے

کس جانب سے کفن پہنانا شروع کیا جاوے

کفن کا داہنی طرف سے پہنانا اولی معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی ص کی عادت تھی کہ جملہ امور محاسن میں داہنی طرف سے ابتدا کرتے تھے میت اگرچہ خود معمول ہوتی ہے مگر یہاں عامل جو سر کی طرف یا دائیں طرف کھڑا ہو اسکا اور معمول کا داہنا ایک ہی ہوتا ہے پس اس لحاظ سے پہلے داہنی طرف سے کفن کے کپڑوں کی ابتدا کی جاوے یعنی داہنی طرف میت کے اوپر رکھی جاوے اسکے اوپر بائیں طرف۔ مسک الختام میں لکھا ہے کہ ہند کے دستور کے مخالف عرب میں داہنی طرف سے قبا پہنانے کا دستور ہے۔

لاوارث میت

اگر کوئی لاوارث میت ہو تو پھر اوس شخص کے لئے جسکے زیر حمایت وہ رہا کرتا تھا اس کی تکفین کرنا بڑی اعلی درجہ کی مواسات اور نیکی ہے۔ اگر اس نیکی سے محروم رہے گا تو خیر گورنمنٹ اسلامیہ پر فرض ہے کہ اس کی تکفین کرے۔ ہمارے ملک کی گورنمنٹ میں یہہ قاعدہ جاری ہے والحمد للہ علی ذلک اگر گورنمنٹ بھی اس سے دست بردار ہے تو پھر تمام مسلم سوسائیٹی مرتکب اثم ہے۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ لاوارثوں کے وارث بنجاتے اون کے دیون و قرضوں کے لئے خود مدیون بنجاتے آپ کا یہہ کلام پاک لوح دلپر کندہ کرنے کے لائق ہے۔ انا اولی بالمومن من نفسہ فمن ترک دینًا فعلی ومن ترک مالًا فلورثتہ (رواہ احمد والبوداؤد والنسائی) یعنی میں مسلمان پر خود اس کی جان سے بھی زیادہ شفقت کرنیوالا ہوں پس جو کوئی قرضہ چھوڑ مرا وہ میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ مرا وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

کفن نہ ملے تو پھر؟ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجاوے کہ میت کے لئے کپڑا میسر نہیں ہوسکتا تو مٹی اور گھاس یا جو کچھہ میسر ہو اس کے ڈھانپنے کے لئے کافی ہے۔ ولیس فی الامکان غیر ما قد کان (بدور الاہلہ)

جنازہ اسوقت تک جو کچھہ ہم اس مضمون کی نسبت لکھ چکے ہیں وہ صرف بس میت کی تعظیم وغیرہ ہی کے لئے تھا۔ جتنے کارکن میت کے ساتھ جو جو سلوک شرعی حسبۃً للہ کرتے ہیں صرف اپنے لئے یعنے اپنی نیکی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اگر صرف نمود اور ریا اور شہرت کی قید کرتے ہیں تو اپنا اجر نہیں پالیتے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ میت کی سچی خیر خواہی کی جاوے اسکے لئے درگاہ ایزدی میں سفارش کی جاوے اسکے گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگی جاوے اگر اسوقت میں یہہ کام اخلاص کے ساتھ نہ کیا جاوے لیکا تو میت کے حق میں تم کچھہ مفید نہ نکلے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ میت کے لئے جو نماز شارع علیہ السلام نے تجویز فرمائی ہے وہ اسی طرح اخلاص نیت کے ساتھ پڑھی جاوے۔ چونکہ اس نماز سے نہ صرف پڑھنے والے بلکہ علی العموم پڑھانے والے بھی غافل یا جاہل ہیں اور اس کا سیکھنا ہر ایک مسلمان کو (مقتدی ہو خواہ امام) ضروری ہے۔ اسواسطے ہم یہاں مفصل طور پر اس کو لکھنا پسند کرتے ہیں۔

جائے نماز جب میت کا غسل اور کفن ہو چکے تو پھر اس کا جنازہ کسی پاک اور ستھری جگہ میں پڑھنا چاہیے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء اور اس کے بھائی کا جنازہ مسجد میں پڑھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے بھی مسجد کے اندر پڑھے گئے تھے۔ زاد المعاد میں ہے کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (ہمیشہ کی) عادت اور سنت نہ تھی کبھی ایسا بھی کر لیا کرتے تھے اور پھر اخیر میں جا کر لکھا ہے کہ مسجد سے باہر جا کر جنازہ پڑھنا افضل ہے واللہ اعلم۔

نیت نماز اس نماز کے لئے نیت یہ ہونی چاہئے کہ میں دربار ایزدی میں اس میت کے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا مانگنے کے لئے کھڑا ہوں۔ نیت کے لئے کسی لفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

جماعت نماز یہ نماز بھی اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے۔ فرق یہ ہے کہ اسمیں رکوع و سجود نہیں ہوتا وجہ بھی ظاہر ہے کہ سامنے میت پڑی ہے تشبیہ بسجدۃ الی الغیر ہو جاتی ہے اس نماز کے پڑھنے کے لئے جماعت درکار ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت سے بچھڑ جاوے تو اکیلا بھی پڑھ سکتا ہے۔

امام اس نماز میں امام وہ شخص ہونا چاہئے جو میت کا اقرب یا ولی ہو۔ کیونکہ امام ضامن ہوتا ہے۔ میت کے ساتھ جسکو زیادہ تعلق ہوگا وہی سب سے زیادہ اسکا ہمدرد اور غمخوار ہوگا۔ اور وہی سب سے زیادہ اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کریگا باہمیں کو بھی اسی طرح اخلاص کے ساتھ دعائے مغفرت مانگنا چاہئے۔ اگر امام ایسا نہ ہو تو پھر کوئی اور متقی مخلص بندہ امام ہونا چاہئے۔ غرض یہ ہے کہ یہ نماز سرسری طور اور لاپرواہی سے نہ پڑھی جاوے۔ یہی تو وقت ہے اُس کے ساتھ نیکی اور سچی خیر خواہی کرنے کا۔

موقف امام اگر میت مرد ہو تو اس کے سر کے مقابلہ میں اور اگر عورت ہو تو اس کے عجیزہ یعنے وسط میں کھڑا ہووے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔ اور اس سے ایک گونہ عورت کا ستر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ امام اگر اس کے وسط میں کھڑا ہوگا تو باقی تمام لوگوں کے لئے وہ اُس عورت کی آڑ ہو جاوے گا۔

Marfat.com

صفوف

جہاں تک ممکن ہو صفوں کی تعداد میں زیادتی کی جاوے اور ان میں وتر کا خیال ضروری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک امر میں وتر کو پسند کیا کرتے اور فرماتے ان اللہ وتر یحب الوتر یعنے اللہ خود یگانہ ہے اور یگانگت کو پسند کرتا ہے جس طرح اور نمازوں کی صفوف کا حال ہے اسی طرح اِس نماز کی صفوف کا ترتیب صفوف بھی ویسی ہے اول مرد بعدش لڑکے پھر عورتیں۔ (دیکھو صفوف نماز) کیونکہ یہ بھی اور نمازوں کی طرح ایک نماز ہے اس کے لئے بھی تکبیر تحریمہ اور تسلیم ہے سلہ بدور الاہلہ)

مالک بن ہُبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما من میت یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلاثۃ صفوف الا غفر لہ اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وحسنہ الترمذی ولہ شواھد (مشکوۃ)

کوئی ایسا مرد نہیں ہے کہ جس پر اتنے مسلمان نماز پڑھیں جو تین صفوں تک پہنچ جاویں اور وہ بخشا نہ جاوے یعنے ضرور بخشا جاوے گا اسی ابن ہبیرہ راوی حدیث ہذا کا یہ دستور تھا کہ جب جنازہ پڑھنے والے تھوڑے ہوتے تو یہ ان کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے (ترمذی) شارع علیہ السلام نے ایک ایک صف میں کھڑا ہونیوالوں کی تعداد نہیں بتلائی۔ صرف صفوف کی تعداد کی زیادتی جس میں وتر کا لحاظ ہے بیان فرمائی۔ ایک ہی لمبی صف میں تین۔ پانچ۔ سات وغیرہ چھوٹی چھوٹی صفوں کے اشخاص جمع ہو سکتے ہیں۔ تین صفوں اور ایک صف کے لفظوں میں جو تفاوت ہے ان کی تاثیر بھی ویسی ہی ہے کان اور پھر دل پر جو تاثیر تین یا تین سے زیادہ سننے سے ہوتی ہے وہ ایک کے سننے سے نہیں ہوتی۔ عامی مسلمین جو مدارج اِحسان میں کچھ زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہوتے اگر سو بھی جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ مومن میت کے زلّات وسیئات ان کے طفیل سے بخش دیتا ہے اور ایک حدیث میں ذکر ہے کہ چالیس آدمی ہی کافی ہیں بشرطیکہ وہ مدارج اِحسان میں ترقی کرنے والے ہوں۔

ان دونوں حدیثوں کے لفظوں کو اگر غور سے پڑھا جاوے تو دونوں میں ایک سرسوی مخالفت

Marfat.com

نظر نہ آوے گی بلکہ صاحب بصیرت کو صاف نظر آتا ہے کہ دونوں قسم کے مسلمانوں کی تعداد ان کی کمی بیشی خود ان کے اخلاص اور ایمان کی کمی بیشی کے موافق ہے۔ دو نو حدیثیں یہہ ہیں۔

عن عائشۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من میت یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ رواہ مسلم (مشکوۃ)

کوئی ایسی میت نہیں ہے کہ جس کا جنازہ سو مسلمان پڑھیں اور انمیں سے ہر ایک اُس میت کے لئے سفارش کرے اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول نہ کرے یعنے ضرور ہی قبول کرتا ہے۔ دوسری حدیث یہہ ہے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلاً لا یشرکون باللہ شیئاً الا شفعھم اللہ فیہ رواہ مسلم (مشکوۃ)

یعنی جس مسلمان میت کا چالیس آدمی جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ ذرہی شرک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی ان کی سفارش اُس میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔

پہلی حدیث میں صرف مسلمین کا لفظ ہے اس کے ساتھ کوئی قید یا تخصیص اعلی درجہ کی اخلاص اور توحید کی نہیں ہے صرف ان کی دینی ایمان کی قید معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوسری حدیث میں یہہ قید موجود ہے پس تعداد کی زیادتی اخلاص کی کمی کو پورا کر دیتی ہے اور اخلاص کی زیادتی تعداد کی کمی کی کسر کو پورا کر دیتی ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کیفیت نماز جنازہ

جب اس طرح پر صفیں کھڑی ہو جاویں اور امام اپنے موقف میں کھڑا ہو جاوے تو پھر امام دونو ہاتھ (دوسری نمازوں کی طرح) کندھوں یا کانوں تک اُٹھا کر اور مونہہ سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اپنے ہاتھ جس طرح دوسری نمازیں باندھا کرتا ہے باندھے مقتدی بھی اسی طرح اس کی اقتدار کریں پھر (دوسری نمازوں کی طرح سب کے سب دعائے استفتاح پھر اعوذ پھر بسم اللہ پھر

Marfat.com

سورہ الحمد پڑھیں۔ امام کو چاہئے کہ دوسروں کی تعلیم کے لئے سورہ الحمد باواز بلند پڑھے اور مامومین اپنے سوہوں میں اور مقتدی دوسری جہری نمازوں کی طرح باواز بلند آمین پکار کر کہیں اسکے بعد امام قرآن شریف کا کوئی اور حصہ پڑھے۔ سورہ الھکم التکاثر انسب معلوم ہوتی ہے اگرچہ کوئی خاص سورت مردی نہیں ہے۔ مقتدی چپ چاپ اس کو سنیں جب امام قرأت سے فارغ ہوچکے تو پھر باواز بلند اللہ اکبر کہے۔ یہ تکبیر گویا پہلی رکعت کا خاتمہ اور دوسری رکعت کا ابتدا ظاہر کرتی ہے۔ اس میں کوئی رکوع وسجود نہیں ہے۔ غرضکہ دوسری تکبیر کے بعد ہی نبی صلعم پر درود شریف (جو ہر روز نماز میں پڑھا جاتا ہے) امام و مقتدی اور امام اپنے جی میں پڑھیں اور اخلاص کا خیال ضرور رکھیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ رواہ ابوداؤد (بلوغ المرام)

یعنی جب تم میت کا جنازہ پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعاء مانگو۔

جب درود شریف پڑھا جاچکے تو امام پھر تیسری تکبیر باواز بلند کہے یہ تکبیر گویا دوسری رکعت کا خاتمہ اور تیسری رکعت کا ابتدا بتاتی ہے اس تکبیر کے بعد ہوسکے تو اس میت کے لئے کل ادعیہ ماثورہ پڑھے ورنہ کوئی سی سہی۔ یہ ادعیہ ہم ابھی لکھتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ امام بھی اور مقتدی بھی سب کے سب اخلاص کے ساتھ اس کام کو کریں۔ اور پھر جب امام ادعیہ ماثورہ پڑھ کر فارغ ہوجاوے تو پھر وہ چوتھی تکبیر باواز بلند کہے اس تکبیر کے کہتے ہی دوسری نمازوں کی طرح اوسی حالت قیام میں سلام پھیر دیوے۔ اس کے بعد میت کو اٹھا کر فوراً قبرستان میں لیجانا چاہئے اور ابھی ہم لکھتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ ساتھ گھر سے لیکر قبر تک صرف جنازہ تک ہی کس طرح چلنا چاہئے۔ اور کیا کیا اجرت اور نماز جنازہ کے بعد لوگ جو جو بدعات کرتے ہیں اور جنکو کتاب از بس ضروری ہے وغیرہ وغیرہ کا ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اول ہم ادعیہ ماثورہ لکھتے ہیں اسکے بعد وہ احادیث جن سے کیفیت نماز مسطورہ بالا ثابت ہوتی ہے لکھینگے ادعیہ ماثورہ حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

(۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهٖ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَآءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَّنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ (مسلم)

الٰہی! اُس کو بخشدے اور اُس پر رحم کر۔ اُس سے درگذر کر۔ اس کو سلامتی بخش۔ اسکی مہمانی کو باعزت کر۔ اس کی قبر کو کشادہ کر اس کو پانی۔ برف اور اولوں سے دھو۔ (یعنی ہر قسم کے گناہ معاف کر اور ہر قسم کی پوری پوری اطمینان بخش) اور گناہوں سے اسکو اس طرح پاک وصاف کر کہ جیسے چٹی چادر کو میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے اس کے بدلہ میں اسکے (یہاں کے) گھر سے (وہاں کا) گھر (یہاں کے) گھرانہ سے (وہاں کا) گھرانہ (یہاں کے) جوڑے سے (وہاں کا) جوڑا بہتر عطا فرما اس کو قبر کے امتحان یعنی منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے میں پاس کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا

اوپر کی دعاء وزوجًا خیرًا من زوجہ تک پڑھ کر اس کے آگے یہہ کلمات پڑھے۔

(۲) وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ (مسلم)

"یعنے اور اسکو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر کی مار اور دوزخ کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ رواہ احمد وابوداؤد وغیرہما (مشکوٰۃ)

الٰہی ہمارے جیتوں اور مُردوں۔ حاضروں اور غیر حاضروں۔ چھوٹوں اور بڑوں مردوں اور عورتوں (غرضکہ سب کو بخشدے) الٰہی ہم میں سے جسے تو زندگی بخشے تو اس کی زندگی اسلام پر رکھیو۔ اور جسے مارے اسکی موت ایمان پر کیجیو۔ الٰہی اس کے مرنے پر صبر کرنے کا جو اجر ہم کو ملنا تھا

Marfat.com

اوس سے ہم کو محروم نہ کیجیو اور اس کے پیچھے ہم کو امتحان میں ڈالیو۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ اِبْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوٰۃ)

الٰہی فلانا فلانے کا بیٹا تیری پناہ میں اور تیرے حوالے ہے۔ سو تو اسکو قبر کے امتحان اور دوزخ کے عذاب سے بچائیو کیونکہ تو وعدہ کا سچا اور پکا ہے الٰہی اس کے گناہ بخشدے اسپر رحم فرما۔ تو ہی غفور رحیم ہے۔

(۵) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔ رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ)

الٰہی! تو ہی اسکا رب ہے۔ تو نے ہی اس کو پیدا کیا ہے۔ تو نے ہی اسکو اسلام کی راہ دکھائی۔ تو نے ہی اس کی جان قبض کی اور تو ہی اس کے باطن اور ظاہر سے بخوبی آگاہ ہے۔ ہم (تیری درگاہ میں اسکی طرف سے) سفارشی ہو کر آئے ہیں۔ تو اسکو بخشدے۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا۔ (مشکوٰۃ)

الٰہی! اسکو ہمارے لئے جنت میں سے پہلے جانے والا اور ہماری لین ڈوری اور ہمارا گودام اور اجر بنا۔

ان حدیثوں میں جو تذکیر و تانیث کی ضمیریں آئی ہیں تو وہ مردہ کے مذکر و مؤنث ہونیکے لحاظ سے نہیں ہیں۔ بلکہ صرف میت کے لفظ کے لحاظ سے ہیں اور میت کا لفظ عربی زبان میں مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ (صراح) پس میت خواہ عورت ہو خواہ مرد ادعیہ ماثورہ میں اسے جونسی چاہو پڑھو ضمیروں کی تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے اب ہم احادیث کیفیت جنازہ لکھتے ہیں

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک جنازہ کی

عن ابن عباسؓ انہ صلی علی جنازۃ

نماز پڑھائی اور فاتحہ پڑھی۔ بعد ش کہا یہ

فقراء بفاتحۃ الکتاب قال لتعلموا انہا سنۃ

کام اسواسطے کیاہے کہ تم سب کو معلوم ہوجاوے کہ یہہ سنت ہی۔

اس حدیث کے ذیل میں **عون الباری** میں لکھاہے کہ **نسائی** میں اسکے بعد یہہ عبارت ہے فقراء بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجہر یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ نے فاتحہ الکتاب اور کوئی اور سورت بآواز بلند پڑھی۔ اور اس قرآن مجید کا پڑھنا صرف تکبیر اولی میں ہی ہے۔ جیساکہ حدیث جابرؓ میں بالتصریح وارد ہے وقرأبام القرآن بعد التکبیرۃ الاولی یعنی انہوں نے سورہ فاتحہ بعد از تکبیر اولی پڑھی سو دوسری تکبیر میں درود شریف کا اور تیسری میں ادعیہ ماثورہ میں سے کسی ایک یا سب کا پڑھنا اور چوتھی میں سلام کا پھیرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو **عون الباری** میں اسی حدیث کے ذیل میں بحوالہ **نسائی** و **عبدالرزاق** اس طرح مرقوم ہے

روی عبدالرزاق والنسائی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف قال السنۃ فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان یکبر ثم یقرأ بام القرآن ثم یصلی علی النبی ثم یخلص الدعاء للمیت ولا یقرأ الا فی الاولی واسنادہ صحیح۔

عبدالرزاق اور نسائی نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کو بروایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف یوں روایت کیاہے کہ نماز جنازہ میں طریق نبوی یہہ ہے کہ (امام) اول تکبیر کہے پھر فاتحہ پڑھے اور پھر درود پڑھے پھر اخلاص کے ساتھ میت کے لئے دعاء کرے اور سوائے پہلی تکبیر کے قرآن شریف اور کسی تکبیر میں نہ پڑھے۔

اسی کی تائید میں صاحب کتاب التلخیص الحبیر نے اسی حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہہ کہاہے کہ اس حدیث کو حاکم نے تخریج کیاہے اگرچہ اس میں ایک راوی مطرف ضعیف ہے۔ مگر **بیہقی** نے اپنی کتاب **معرفت** میں معنیً بیان کرکے اس کی تقویت کی ہی۔

جنازہ کے ساتھ چلنا وغیرہ	عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم	ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم

اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم متفق علیہ (مشکوۃ)۔

نے فرمایا کہ میت کو اٹھا کر جلد جلد لیجاؤ اگر وہ صالحہ ہے تو تو خیر ہے اور تم اس کو خیر کی طرف لئے جاتے ہو اگر وہ ایسی نہیں تو وہ شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار دوگے غرضکہ جب جنازہ گھر سے نکلے تو اسوقت اس میت کے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں غرضکہ جس طرف سے چاہو اس کے ساتھ ساتھ چلو۔ البتہ جو شخص کسی طرح سے پیدل نہیں چل سکتا اور وہ سواری پر ہی جنازہ کے ساتھ ساتھ جاسکتا ہے تو اُس کے لئے حکم صرف میت کے پیچھے پیچھے چلنے کا ہے اس میں ایک گونہ تخوت و تکبر ٹوٹتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر دم تک یعنی قبر میں داخل کرتے وقت تک ساتھ رہنے والوں کے لئے دو قیراط اور صرف جنازہ پڑھکر چلے آنے والے کے لئے صرف ایک قیراط[1] اجر مقرر فرمایا ہے۔ گویا ایسے لوگوں کو اتنا اجر ملتا ہے کہ انہوں نے خدا کی راہ میں ایک ایک یا دو دو کوہ ہے عظیم صدقہ میں دیئے۔ متفق علیہ (بلوغ المرام) جو لوگ عبادت کے اسرار سے واقف ہیں وہ جنازہ کے ساتھ ساتھ اخیر دم تک اسکے ورثہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اون کی مواسات اور ہمدردی میں شریک ہوتے ہیں اس سے اُن کے زخم اور صدمے خفیف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کی بھی سخت ضرورت ہے۔ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اس ضرورت کے پورا کرنے والے کے لئے (بشرطیکہ اس کی نیت احتساب یعنی ثواب حاصل کرنے کی ہو) ثواب کے دو درجے مقرر فرمائے ہیں اس سے یہ ضرورت بدرجہ اولی پوری ہوتی رہتی ہے۔ یہ ساری باتیں کتب احادیث میں بہ بسط تمام مرقوم ہیں ہم صرف اشارۃ لکھ رہے ہیں۔

تہدیداً و ترہیباً کن کن کا جنازہ نہ پڑھا جاوے

(۱) زناکار جس زناکار مرد یا عورت کو شرعی حد کوڑے یا رجم جیسی کہ صورت ہو لگ چکی ہو۔ وہ اون زناکار مردوں اور عورتوں کے زمرہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں جنکو کوئی بھی

[1] رسول خدا صلعم سے جب پوچھا گیا کہ قیراط سے آپ کی کیا مراد ہے تو آپنے فرمایا کہ جبل عظیم یعنی ایک بڑا پہاڑ اور بعض صحابہ نے احد پہاڑ کا نام بھی آیا ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

شرعی حد نہیں لگائی گئی۔ اُس بچہ والی عورت کو تم نہیں دیکھتے جسکے لہو کی کچھ چھینٹیں رجم ہوتے وقت کسی صحابی رضہ کے کپڑے پر جا پڑی تھیں تو اوس صحابی کے مونہہ سے کچھ ناتراشیدہ کلمات نکل پڑے تھے جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس صحابی رضہ کو بطور زجر کہا کہ اس کی توبہ اسقدر عظیم ہے کہ مدینہ اور مکہ کے لوگوں پر اگر بانٹ دی جاوے تو اون کے لئے کافی ہے۔ اس قسم کے مرجوم و محدود اشخاص تو سب سے زیادہ مستحق جنازہ ہیں۔ اسپر اور زانیوں اور بازار کی فاسقہ عورتوں کو قیاس کر لینا اپنے دین کے ساتھ بے حرمتی کرنا ہے ان جیسا دیوث خبیث اور خبیثات کا جنازہ پڑھنا تو ایک طرف ان کی میت کتوں کوّوں اور چیلوں کے آگے پھینک دیں تو اچھا ہو۔ اے ملاؤ! کیا دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی کوئی شئی ہے کہ نہیں غامدیہ اور ماعز دونوں محدود تھے دونوں تائب ہو کر مرے دونو نے سزائے جسمانی کو قبول کیا۔ ان بازاری کنچنیوں اور زناکاروں کی جنازہ پڑھ پڑھ کر کیا آپ مردود بننا چاہتے ہو کیا اس متاع قلیل کیا اس حرام کاری کی کمائی کی خاطر اپنے ایمان اور اسلام کو جواب دیدو گے؟ اللہ سے ڈرو۔ ان کے جنازے ہرگز ہرگز نہ پڑھا کرو۔ اگر کوئی عامی مسلمان اس کو بیکار سمجھ کر کر لیویں تو خیر۔ تمہاری شمولیت سے دین کا نقصان ہے کیونکہ تم ایک نمونہ اور نظیر ہو۔

(۲) ولد الزنا ولد الزنا بجائے خود ایک مکلف و مختار ہے گناہ ہو تو اس کے والد ناجائز یا والدہ کا ہو۔ اس بیچارے کا کیا قصور۔ اگر مومن ہے اور پابند شریعت اسلام ہے تو نور علی نور ہے اور اگر کوئی زانی بدکار ہے تو اپنے ماں باپ کی طرح یہ بھی خبیثین و خبیثات میں داخل ہے۔

(۳) جلی شرک کے مرتکب سچ پوچھو تو تہدیداً پیر پرستوں گور پرستوں اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح نص کو پس پشت ڈال کر جھوٹی تاویلوں کو مقدم کرنے والوں کا جنازہ بھی نہ پڑھنا چاہیئے درحقیقت ایسے لوگ جامہ اسلامی سے عاری ہیں۔

قبر و لحد وغیرہ غرضکہ جب جنازہ پڑھا جا چکے تو پھر قبرستان میں لے جا کر

Marfat.com

میت کو قبر میں رکھدیا جاوے اور یہہ قبر اسقدر گہری کھودی جاوے کہ اُس سے یہ احتمال اٹھ جاوے کہ مدفون کے تعفن کی ہوا مٹی میں سے نفوذ کرکے باہر کی ہوا کو خراب کرسکے گی اور نیز یقین ہو جاوے کہ بیرونی درندے اوپر کی مٹی کو ہٹاکر اس کو چیر پھاڑ نہ سکینگے پھر اسکی اندر اس کی دونوں طولانی طرفوں میں سے اُس طرف میں جو قبلہ کی طرف اقرب ہو ایک اور زمین دو گز ہا کھودنا چاہئے اس کا نام لحد ہے۔ اس لحد کے اندر میت کو رکھنا چاہئے اور اگر یہہ امر متعذر ہو تو دوسری طرف سہی۔ شق یا صندوق (پنجاب میں اسکو دانہ کہتے ہیں) بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں بھی لحد ہی تھی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہہ وصیت تھی۔ اِلحَدُوا لی لحداً وانصبوا علی اللبن نصباً کما صنع برسول اللہ صلعم رواہ مسلم (بلوغ المرام) یعنے میرے لئے بھی لحد ہی بنانا اور کچی اینٹیں کھڑی کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوا تھا یعنی میری لحد کے مونہہ کو بھی کچی اینٹوں سے بند کر دینا۔ لحد میں جو جو خوبیاں ہیں دوسری صورت میں نہیں پائی جاتیں۔ لحد میں حفاظت بہت ہوتی ہے۔ گویا ڈبل قبر ہوتی ہے صندوق میں ایسا نہیں ہوتا۔

قبر میں لحد کس جانب کو بنانی چاہئے

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ میت کو فوراً داہنے پہلو پر لٹانا اور اس کا مونہہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہئے۔ قبر میں بھی اوسکو اوسی طرح لٹا دینا چاہئے اور قبر کے دونو طولانی طرفوں میں سے اُس طرف میں لحد نکالنی چاہئے جو اقرب الی القبلہ ہو۔ بصورت تعذر اس کی دوسری جانب میں ہی سہی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبلہ چونکہ وسط میں ہے اور مسلمان اوس کے چاروں طرف بستے اور مرتے ہیں اسواسطے قبروں کی لحدیں مختلف جانبوں میں ہونگی جس طرح نماز پڑھنے کے لئے جو جو جہات مختلف ممالک کے لوگوں کے لئے ہیں پس وہی جہات قبور کی لحدوں کے لئے ہیں۔ ہمارا ملک چونکہ قبلہ سے شرق کو واقع ہے یا یہہ کہ ہماری جہت چونکہ مغرب کی طرف واقع ہے اسواسطے ہماری قبروں کی لحدیں بھی قبروں کی مغربی طرفوں میں ہونگی۔ اور چونکہ میت کو قبلہ رو اُس کے داہنے پہلو پر لٹانا چاہئے اسواسطے ہمارے ملک کی قبروں کے سرہانے شمال کی طرف اور پائنتیاں دکن کو ہونگی۔

میت کو کس طرح لحد میں رکھا جاوے

اس میں وہی طریق اسلام ہے جو قدرتی ہے یعنی یہ کہ اول میت کا نچلا دھڑ۔ پھر اس سے اوپر کا دھڑ آخر کو سر وغیرہ لحد میں رکھا جاوے اس طرح پر بڑی آسانی سے میت قبر میں رکھی جا سکتی ہے۔

لحد کا مونہہ بند کرنا چاہئے

جب میت کو قبلہ رو رکھدیا جاوے تو پھر لحد کا مونہہ کسی ایسی چیز سے جو سخت ہو بند کر دیا جاوے۔ کچی پکی اینٹیں یا پتھر یا لکڑی کچھ ہو۔ غرضکہ کوئی ایسی چیز ضرور ہو جس سے اسراف یا اضاعۃ نہ پائی جاوے۔ اس کے بعد اس گڑھے کو مٹی سے بھر دیا جاوے۔ (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ابھی پڑھ چکے ہو) اور اگر میت عورت ہو تو قبر پر پردہ کر لینا مستحب ہے اور اگر کوئی اپنے کسی عزیز کی قبر کو دوسری قبروں سے تمیز کرنے کیلئے اسکے سرہانے کوئی پتھر اینٹ وغیرہ نشانی گاڑ دے تو اس کو اختیار ہے۔ عثمان بن مظعون رضؓ کی قبر پر رسول خدا صلعم نے خود پتھر اٹھا کر رکھا تھا۔

میت کو لحد میں رکھتے وقت کیا پڑھا جاوے

احادیث مراسیل وضعاف سے پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ پڑھا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنے ہم اس میت کو اللہ کا نام لیکر اور اللہ کے رسول کے دین پر گاڑتے ہیں۔ کبھی یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنے اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ کے رسول کی سنت پر ہم اس میت کو دفن کرتے ہیں۔ کبھی یوں فرماتے۔ مِنْہَا خَلَقْنَاکُمْ وَفِیْہَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی بِسْمِ اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنے اسی مٹی میں سے ہم نے تمکو پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو پھر لیجا دینگے اور اسی میں سے تم کو پھر دوبارہ نکالیں گے۔ ہم اس میت کو اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں اور اللہ کے رسول کے دین پر دفن کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! یہ کلمات کیسے! برکت اور برمحل ہیں۔ بلوغ المرام میں ہے۔ کہ ابن عمر

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال اذا وضعتم موتانا کم فی القبور فقولوا بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ اخرجہ احمد و ابوداؤد والنسائی۔ وصححہ ابن حبان واعلہ الدارقطنی بالوقف۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تم قبروں میں اپنے مردوں کو رکھو تو اسوقت یہہ پڑھو۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بدور الاہلہ میں ہے کہ حاکم اور بیہقی نے ابو امامہ رضہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر میں رکھا گیا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ ذکر پڑھا۔ منہا خلقناکم الحدیث۔ اور ساتھ ہی اسکا ضعیف ہونا بھی فتح الباری نے بھی نقل کیا ہے۔ نیل الاوطار میں ان سب احادیث پر بحث کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہہ سارے کام مستحب ہیں۔ اور واقعی ایسے موقعوں پر اس قسم کے اذکار کمال درجہ کی رقت اور رحمت اور غمخواری پر دال ہیں۔ ایمان ان باتوں کو فوراً قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی ایسی بات نہیں ہے جو محکمات قرآنیہ کے کسی طرح مخالف ہو۔

ہر ایک شخص کو تین مٹھی مٹی ڈالنی چاہیئے

جب قبر میں مٹی ڈالی جاوے تو حاضرین کو چاہیئے کہ وہ کم از کم تین تین مٹھی مٹی اوس قبر میں ڈالیں۔ اس میں بھی ایک گونہ تعاون علی البر پایا جاتا ہے۔ پھر اسکے بعد قبر پر پانی چھڑکوا دیا جاوے کیونکہ اس سے اوپر کی مٹی دب جاتی ہے۔ ان نقل یہ بھی اذکار مذکورۃ الصدر کی طرح اسی قسم کی احادیث موجود ہیں اور نیل الاوطار میں بسط کے ساتھ لکھی ہیں۔ اور یہہ سارے امور مستحسن اور مستحب ہیں۔ واللہ اعلم

اس کے بعد قبر کی شکل خواہ مسطح یعنے ہموار یا مسنم یعنے کوہان شتر کی طرح بیچ میں سے کچھ اونچی ہونی اور بلند بنانی چاہیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر کو مسطح کروایا اور اس پر پانی چھڑکا تھا۔ جابر سے روایت ہے کہ سفیان ثمار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مسنم دیکھا۔ عون المعبود میں واقعہ نکور بالا کو نقل کرنے کے بعد یہہ

Marfat.com

لکھا ہے کہ نعیم نے اپنے مستخرج میں اتنی عبارت زیادہ کی ہے کہ ابوبکر رض اور عمر رض کی قبر کی شکل بھی اس نے ایسی ہی دیکھی۔ اس کے بعد اسی کتاب میں منقول ہے

وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح ان القاسم بن محمد بن ابی بکر قال دخلت علی عائشۃ رض فقلت لھا اکشفی لی عن قبر النبیؐ وصاحبیہ۔ فکشفت عن ثلثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لاطئۃ مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء

ابوداؤد نے باسناد صحیح روایت کی ہے کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر نے کہا کہ میں عائشہ رض کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبروں کی زیارتیں کرائیں۔ انہوں نے تین قبریں دکھائیں جو نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ اتنی نیچی کہ زمین کے ساتھ ہموار ہو گئی ہوں اور سرخ میدان کے چھوٹے چھوٹے کنکروں کے ساتھ بچھی ہوئی تھیں۔ یعنی ان پر چھوٹے چھوٹے سرخ کنکر جو مدینہ طیبہ کی سر زمین میں بکثرت ہیں پڑے ہوئے تھے"۔ پھر اسی کتاب میں بحوالہ فتح الباری بروایت حاکم اسی حدیث کے آگے یہہ بیان کیا گیا ہے کہ وہی قاسم جنہوں نے اوپر کا واقعہ سنایا اُس نے یہہ بھی بیان کیا کہ "فرائت رسول اللہ صلعم مقدمًا وابابکر راسہ بین کتفی النبی م وعمر راسہ عند رجلی النبی م"۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ سب سے پہلے اور آگے ہے اور ابوبکر کی قبر کا یہہ حال ہے کہ ان کا سر مبارک نبی م کے دونو کندھوں کے درمیان واقع ہے۔ اور عمر رض کی قبر کا یہہ حال ہے کہ ان کا سر مبارک نبی صلعم کے دونوں پاؤں کے پاس ہے"۔ یہہ واقعہ معاویہ رض کی خلافت کے وقت کا ہے اسی کتاب میں ابوبکر آجری کی کتاب صفۃ قبر النبی م کا حوالہ دیکر بروایت عثیم بن بسطام المدینی یہہ لکھا ہے کہ عثیم نے کہا کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دیکھا۔ اُسوقت یہہ قبر شریف زمین سے کوئی چار انگشت بلند تھی اور ابوبکر رض کی قبر مبارک حضرت صلعم کی قبر کے پیچھے تھی۔ اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر شریف ابوبکر رض کی قبر کے پیچھے۔ اور کسی قدر ان کی قبر سے نیچے واقع تھی۔ امام سیوطی رح

نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے کہ عروہ اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضہ کو وصیت کی کہ ان کو رسول خدا صلعم کے پہلو میں دفن کیا جاوے چنانچہ جب آپ وفات پا چکے تو آپ کی قبر کھودی گئی اور آپ کا سرہانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے پاس بنایا گیا اور آپ کی لحد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے ساتھ ملا دی گئی۔

غرضکہ قبر کی شکل دونوں طرح ہی درست ہے مسنم بھی یعنی کوہان شتر کی طرح بیچ میں سے ذری بلند اور مسطح بھی یعنے زمین سے کچھ اونچی اور بالکل ہموار ائمہ رضہ میں سے کوئی اس شکل کو کوئی اس شکل کو ترجیح دیتے ہیں مگر دونوں حالتوں میں قبر نہ بہت اونچی ہووے اور نہ زمین کے ساتھ برابر کر دی جاوے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے علی رضہ لا تدع تمثالاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سویته رواہ مسلم وغیرہ (منتقی الاخبار) یعنے جو بت دیکھے اس کو مٹا دے اور جو اونچی قبر دیکھے اسکو (مسوے) ہموار کر دے یعنی صرف اتنی اونچی رہنے دے کہ اس سے اتنا معلوم ہو کہ یہاں کوئی قبر ہے اس حدیث میں سویتہ کا لفظ آیا ہے اس کے معنے صرف اشراف یعنی اونچائی کو دور کرنے کے لئے جا سکتے ہیں اور بس۔ زمین کے ساتھ برابر کر دینے کے معنے نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کے ساتھ بالارض کا لفظ نہیں ہے۔ (عون الباری بحوالہ کتاب دیگر)

چونہ گچ وغیرہ وغیرہ چراغ وغیرہ

صحیح مسلم میں بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہے۔ نہی رسول اللہ صلعم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے منع کر دیا ہے اول چونہ گچ قبر بنائی جاوے دوئم اس کے اوپر بیٹھا جاوے خواہ حقیقۃً اوپر چڑھ کر خواہ اس کا مجاور بن کر۔ سوئم اسپر کوئی عمارت بنوائی جاوے اسی طرح قبروں پر چراغوں کے جلانے کی حرمت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذیل سے ثابت ہے۔ کہ لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ترمذی وغیرہ (منتقی الاخبار) یعنی رسول خدا صلعم نے قبروں پر

جانے والیوں کو اور ان لوگوں کو جو قبروں پر مسجدیں بناتے اور چراغ جلاتے ہیں۔ لعنت کی ہے
افسوس کی بات ہے کہ جن تین امروں سے ہم کو روکا گیا ہے وہی تین کام ہم بڑے زور اور
شوق سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں فرمایا لعن
اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مسجداً۔ (بخاری) یعنی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو
مسجدیں بنالیا۔

یہ اونچے اونچے مقبرے جو آجکل کیا زمانہ دراز سے نظر آرہے ہیں ان کے سبب سے اسلام پر
سخت مصیبت آئی ہے جسقدر شرک ان مقبروں اور روضوں سے پھیلا ہے اتنا کسی اور ذریعہ
سے نہیں پھیلا جب لوگ دیکھتے ہیں بالخصوص عوام کہ یہ کوئی مقبرہ ہے اس پر بڑے بڑے
قیمتی غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور وہاں پر اگر ہر ہفتہ نہیں ہر جمعرات کو چراغدانی ہوا کرتی ہے تو پھر
ایسے لوگوں کے دلوں میں اُن لوگوں کی جو وہاں مدفون ہیں خود بخود خواہ مخواہ عظمتِ ناجائز
پیدا ہوتی ہے۔ جس کا بالآخر یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس مقبور کو عملاً اور اعتقاداً متصرف اور
نفع و نقصان کا مالک اور سمیع اور حاضر و ناظر وغیرہ وغیرہ صفاتِ الٰہیہ کا محل و مورد سمجھنے لگتے
ہیں اور اس دنیائے دوں سے مشرک ہو کر مرجاتے ہیں شیطان کا ان سے کام نکل آتا ہے
اور بارالٰہی تک سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت
پر عمل ہوتا تو یہ مشرکانہ اعتقادات جو گور پرستی کے متعلق ہیں اُسی طرح مردہ رہتے جس طرح
قرونِ خیر میں مرگئے تھے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی یہود و نصاریٰ کی طرح قبرستان
میں جاکر اپنے مرعوم و موہوم مقبورین کے پاس جاکر وِرد وظیفے پڑھتے رہتے ہیں قطع
نظر اس امر کے کہ بجائے خود وہ وظائف اور اوراد جائز ہیں یا ناجائز۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہودیوں
اور نصاریٰ کو ملعون فرمایا ہے تو اسواسطے تو نہیں کہ وہ وہاں پر جاکر شرک کرتے ہیں علت
یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ان جگہوں کو مساجد بنا بیٹھے ہیں۔ جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور
صاف ظاہر ہے کہ یہ علت مظنہ شرک ہے۔ جب ایک نسل وہاں بیٹھ بیٹھ کر عبادت الٰہی
کریگی تو دوسری نسل اسی قبر کو معبود سمجھ کر اسی مقبور کی عبادت کرنے لگ جاویگی۔

چنانچہ اور جگہ اسکی تشریح اسی طرح مروی ہے - اور تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ بزرگوں کی قبروں پر اول اول تو وہ لوگ جاتے ہیں جو حقیقت میں مشرک نہیں ہوتے اور نہ مشرکانہ ادعیہ اور اوراد پڑھتے ہیں - ان جگہوں کو متیمن اور مورد نزول رحمت الٰہی سمجھ کر وہاں جاکر اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں اور یہہ یقین کرتے ہیں کہ یہاں چونکہ رحمت الٰہی نازل ہو رہی ہے اسواسطے ہماری دعا قبول ہو جاویگی وہ تو وہاں اللہ تعالے کے حضور میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں عوام یہہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ ان بزرگوں سے کچھ مانگ رہے ہیں آخر وہ شرک میں پھنس جاتے ہیں اور وہ پہلے حضرتِ موحد اس طرح اُس مشرک کے پیر و مرشد بنجاتے ہیں. علاوہ اس کے اُس کا زمانہ تو گزر جاتا ہے پچھلی نسل اسکو اپنے باپ دادے کی سنت سمجھ کو نیکی اور نیک کام سمجھ بیٹھتی ہے اور شرک میں مبتلا ہو جاتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون -

ایسے لوگ جو کسی مقبور کے مدفن کو مورد رحمت الٰہی سمجھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں وہ حقیقت میں مساجد کے دشمن ہوتے ہیں - حالانکہ مساجد یقینی طور پر ریاض الجنۃ ہیں اور یقینی طور پر خیر الامکنہ ہیں - اور یہہ مقبرے یقینی طور پر ویسے نہیں ہیں - مگر حقیقت یہہ ہے کہ یہہ خیال یہیں تک محدود نہیں رہتا - یہہ خیال شدہ شدہ شرک بنجاتا ہے اور عوام کی گمراہی کے لئے بڑا بھاری ذریعہ - بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے نشان گم ہو جاتے ہیں اگر پکے پکے مقابر نہ بنائے جاویں - افسوس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یہہ لوگ اسلام کے خیر خواہ ہیں وہ تو فرماویں کہ جو اونچی قبر ہو اسکی اونچائی کو نابود کر دو پکی قبریں نہ بناؤ - ان پر عمارتیں نہ بنواؤ - اور یہہ اسلام کے خیر خواہ (اگرچہ میں نہیں کہتا کہ یہہ لوگ بدخواہ ہیں اللہ تعالی انپر رحم کرے انہوں نے اسلام میں بہت کچھ کارہائے نمایاں بھی کئے مگر ان کی غلطیاں یا غلط فہمیاں جو سرسری بھی نہیں ہیں کہانتک قابل عفو ہو سکتی ہیں) اس کے الٹ ہم کو یہہ سمجھا دیں کہ نہیں عمارتیں بناؤ سب کچھ کرو - کیونکہ اس سے اسلام کی عظمت معلوم ہوتی ہے خاصکر کفار کے ملک میں رومن کیتھولک عیسائیوں کا اب تک یہی حال ہے کہ انبیاء تو رہے درکنار

انہوں نے ان لوگوں کی قبروں کو بھی جنکو وہ اپنے زعم میں مُتقی اور سینٹ سمجھتے ہیں گرجا گھر بنا رکھا ہے نہ صرف گرجا ہی بلکہ اسکے متعلق بہت سے مَنذِر بھی جہاں مجرد مرد اور مجرد عورتیں اپنی عمریں ضائع کرتی رہتی ہیں عین بعین اب اُنہیں کی طرح ہمارے بھائی نادان مسلمانوں نے بھی ایسا ہی اختیار کر رکھا ہے۔ قبروں میں ہی رہتے ہیں قبروں کو جاگیریں تصور کر رکھا ہے انپر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں ان پر میلے اور عرس کئے جاتے ہیں ٹھیکے دیئے جاتے ہیں۔ غرضکہ ہر طرح پر لوگوں کے ایمان اور مال کو غصب کرنے کے سامان موجود ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کاش یہہ اونچے اونچے مقبرے ڈھا کر ابھی صاف کچی قبریں بنائی جاویں۔ اے اللہ تو آپ ہی اپنے دین کا ناصر اور حافظ ہے۔ حضرت علی رضہ کا سا کوئی بھیج جو تیرے پاک رسول ص کے اس حکم پر اور حکم کی تعمیل کرے لاتدع تمثالاً الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سوّیتہ یعنی جو بت دیکھے اس کو بے نشان کر دے اور جو اونچی قبریں دیکھے ان کو ڈھا کر ان کی اونچائی کو دور کر دے زمین سے صرف اتنی اونچی رہیں جس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی قبریں ہیں اور بس۔

غرضکہ جب میت قبر میں دفن کر دی جاوے تو چاہئے کہ لوگ قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس میت کے لئے استغفار پڑہیں اور اس کے لئے دعا مانگیں کہ وہ ثابت قدم رہے۔ عثمان رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں ذرا ٹھیرتے اور فرماتے اے لوگو استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت فانہ الآن یُسال رواہ ابوداؤد وصححہ الحاکم۔ (بلوغ المرام) یعنی اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور دعا مانگو کہ خداوند تعالیٰ اسکو منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے کے لئے ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ اب اُس سے سوال ہو رہے ہیں۔

ایک حدیث میں جو بعض طرق سے موقوف اور بعض سے مرفوع ہے۔ یہہ ہے۔

عن عمرو بن حبیب احد التابعین قال کانوا یستحبون اذا سوّی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ ان یقال عند قبرہ یا فلان قل لا الہ الا اللہ ثلاث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمد ص رواہ سعید بن منصور موقوفاً وللطبرانی نحوہ من حدیث ابی امامۃ مرفوعاً مطولاً (بلوغ المرام)

عمرو بن حبیب جو ایک تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ جسوقت مردہ پر مٹی ڈال کر اس کی قبر برابر کر دیجاتی تھی اور لوگ اسکے پاس سے چلے جاتے

Marfat.com

جاتے تھے تو اسوقت اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یوں کہنا پسند کیا کرتے تھے اے فلاں تو کہو لا الہ الا اللہ سے بالے فلاں تو کہو میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور نبی میرا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسکو سعید بن منصور نے موقوف اور طبرانی نے اس کی طرح حدیث ابی امامہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

پہلی حدیث تو صحیح ہے اور قرآن مجید اور دیگر احادیث نبویہ کے موافق۔ میت کو اپنے زندہ بھائیوں کی دعا سے ضرور فائدہ پہونچتا ہے اور یہہ بھی انقبیل تعاون ہے مگر یہہ دوسری حدیث اگر وصی نہ بھی مانی جاوے تو بھی اس کے سخت ضعیف ہونے میں عارفان حدیث کو کلام نہیں

سبل السلام میں بعد نقل حدیث ابو امامہ و بعد کلام طویل یہہ لکھا ہے کہ ایمہ تحقیق کے کلام سے یہہ بات حاصل ہوتی ہے کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسپر عمل کرنا بدعت ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ایسا کام کرتے دیکھکر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔

مردے پر رونا

جس طرح انسان کے اندر آدر صفات از قبیل اضداد موجود ہیں مثلاً غضب و عفو۔ بغض و حب وغیرہا اسی طرح ہنسنا اور رونا بھی اسی قسم کی صفتیں ہیں اور یہہ دونو اصل میں خاصہ انسانی ہیں جس طرح اور صفات اپنے اپنے محل پر اگر برتی جاویں تو محمود اور عین مقتضائے جبلت انسانی ہیں اسی طرح پر گریہہ دو صفتیں بھی اپنے اپنے محل پر استعمال کی جاویں تو عین انسانیت بلکہ کمال انسانیت کی نشانی ہیں ورنہ خلاف فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ہیں۔ ہم ذیل میں **زاد المعاد** کی اس فصل کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے اور رونے کی عادت کے متعلق ہے۔ نقل کرتے ہیں اصل اس کتاب کی صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں موجود ہے ذیل کی عبارت قریب قریب اسی کا لفظی ترجمہ ہے۔ ہاں بعض جگہ کچھہ بطور توضیح زیادتی بھی اور کسی جگہ کمی بھی ہے۔ جو لوگ اصل کتاب کو جو عربی میں ہے سمجھ سکتے ہیں وہاں اسکو دیکھہ لیویں جو لوگ نہیں سمجھ سکتے یقیناً سمجھ لیویں کہ یہہ عبارت اسی کتاب کا مضمون بلکہ عین وہی کتابت ہے

فصل رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کلام۔ سکوت۔ ہنسی اور رونے کی عادت کے بیان میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلق خدا میں سے سب سے بڑھ کر نفس

Marfat.com

اور شیریں کلام تھے۔ سب سے زیادہ سریع الادا تھے۔ سب سے زیادہ شیریں زبان تھے۔ یہانتک کہ آپ کا کلام دل کو پکڑ لیتا اور روح کو جکڑ لیتا۔ اس میں آپ کے دشمن آپ کی شہادت دیتے آپ جب واضح اور مفصل کلام کرتے تو آپ کے کلمات کو گننے والے گن لیتے۔ آپ اتنا جلد جلد نہ بولتے کہ آپ کے لفظ یاد نہ رہ سکیں، ورنہ کلمات کو اتنا توڑ توڑ کر کلام کرتے کہ کلام میں شکتے پیدا ہوجاتے بلکہ اس بارہ میں آپ کی عادت سب سے زیادہ کامل اور مکمل تھی عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح باتیں نہ کیا کرتے تھے آپ جب کلام کرتے تو واضح طور پر کرتے اور الگ الگ کلمات بولتے۔ جو کوئی بیٹھا ہوا ہوتا وہ آپ کی باتوں کو حفظ کر لیتا زیادہ سے زیادہ تین بار آپ ایک کلام کو دُہراتے جس سے آپ کی غرض یہہ ہوتی کہ سننے والے اس کلام کو سمجھ لیویں جب آپ سلام کہتے تو تین بار کہتے۔

آپ کی عادت مبارک میں خموشی بہت تھی۔ آپ بلا ضرورت کلام نہ کرتے آپ اپنی کلام مبارک کا ابتدا و انتہا دہن مبارک کی اطراف سے کرتے آپ ایسا کلام کرتے جو جامع اور حاوی ہوتا۔ آپ کا کلام واضح اور صاف صاف ہوتا۔ مطلب سے نہ زیادہ ہوتا نہ کم۔ کوئی لایعنی کلام نہ کرتے۔ وہی کلام کرتے جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی۔ جب کسی چیز کو آپ برا جانتے تو اس کے آثار آپ کی چہرہ مبارک پر نمودار ہوتے۔ آپ نہ تو فاحش ہی تھے اور نہ متفحش یعنے آپ کی ذات مبارک میں نہ تو فطری طور پر ہی فحش تھا۔ نہ قولاً نہ فعلاً۔ اور نہ کسبی طور پر اور آپ چیخ کر اور چلا کر نہ بولتے۔ آپ کی اکثر ہنسی نہیں نہیں بلکہ کل کی کل ہنسی مسکرانے کی حد تک ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اور بڑی سی بڑی ہنسی جو آپ سے کبھی سرزد ہوئی یہہ تھی کہ آپ کی نواجذ یعنے پچھلی داڑھیں نظر آگئیں۔ آپ کی ہنسی کا موجب وہی باتیں تھیں جو فی الحقیقت قابل ہنسی ہوتی ہیں یعنے ایسی باتیں جن سے تعجب پیدا ہو یا جو نادر الوقوع ہوں اور ان کا وقوع آپ کے سامنے ہوگیا۔ ہنسی کے لئے بھی کئی ایک اسباب ہیں انا منجملہ ایک تو یہی سبب مذکور الصدر ہے۔ دوسرا سبب فرح ہے یعنے یہہ ہنسی اسوقت آتی ہے کہ جب کسی کی محبوب و من بھاتی مراد حاصل ہوجاوے۔ تیسرا سبب غضب ہے اور یہہ ہنسی غضبناک شخص کو اسکی شدت غضب کے وقت آتی ہے۔ اور اس کا سبب ایک تو وہ تعجب ہوتا ہے جو غضبناک شخص کو موجب

غضب دیکھ دیکھ کر آتا ہے دوسرے وہ شعورِ نفس جسکے سبب سے وہ جانتا ہے کہ اسکو اپنے دشمن پر قدرت اور قابو ہے اور کہ دشمن اس کے پنجہ میں ہے اور کبھی اسکی ہنسی کا موجب یہہ ہوتا ہے کہ بوقت غضب اُسکو اپنے نفس پر قابو ہوتا ہے بایں معنی کہ وہ موجبات غضب سے اعراض کرتا ہے اور ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

آپکا رونا آپ کی ہنسی کی طرح تھا جس طرح آپ ہنسی میں افراط و تفریط سے بچے ہوئے تھے اسی طرح رونے کی افراط و تفریط سے بھی آپ بری تھے ہنسی میں آپ کے قہقہہ تک کبھی نوبت نہیں پہونچی اسی طرح رونے میں بلند آوازی تک کبھی آپ کی نوبت نہیں پہونچی آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے حتی کہ بعض اوقات رخسارہائے مبارک پر سے بہہ پڑتے۔ آپکے سینہ مبارک میں سے رونے کے سبب سے اس طرح پر آواز نکلتی تھی جس طرح ہانڈی میں ابلتے وقت نکلتی ہے۔ کبھی آپ میت پر ازرہِ رحمت و شفقت روتے کبھی اپنی امت پر بہ نظر خوف و شفقت روتے۔ کبھی آپ خشیت الٰہی سے روتے۔ کبھی آپ قرآن مجید سنکر روتے اور اس قسم کا رونا قرآن مجید کے بھیجنے والے کی بزرگی اور محبت و اشتیاق کے لئے ہوتا ہے جب آپکے بیٹے ابراہیم رض فوت ہوگئے تو اسوقت وہ آپ کی گودی میں تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہہ رونا محض از سر رحمت تھا آپ کے اسوقت کے یہہ کلمات اب تک محفوظ چلے آئے ہیں۔ تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا علیک یا ابراھیم لمحزونون۔ یعنی آنکھ بہہ رہی ہے دل مغموم ہے اور ہم زبان سے وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم اے ابراہیم تیرے لئے اندوہناک ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی کسی صاحبزادے کو نزع کے وقت دیکھا تو آپ آبدیدہ ہوگئے۔ ابن مسعود رض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النساء سنائی جب وہ اس آیت پر پہونچے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھولاء شہیدا۔ (پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت کا (رسول) جو ان پر گواہ گزرے گا لاویں گے اور تجھے بھی ان پر گواہ کرکے لاویں گے) تو آپ رو پڑے عثمان بن مظعون رض جب فوت ہوئے تو آپ رو پڑے ایک دفعہ سیع

Marfat.com

کو گہن لگا آپنے نماز پڑھی اور نماز میں ہی رونا شروع کیا اور آہ بھرنی شروع کی اور فرمایا تھا
الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم وھم یستغفرون وکن نستغفرک - یعنی اے
رب کیا مجھ سے تیرا یہہ وعدہ نہیں ہے کہ تو ان پر جب وہ استغفار کرتے ہوں اور میں
ان میں ہوؤں عذاب نہ بھیجے گا - دیکھ اب ہم اسوقت استغفار کر رہے ہیں ایک دفعہ آپ
اپنی کسی دختر کی قبر پر بیٹھے اور رو پڑے - کبھی کبھی آپ صلوۃ اللیل میں روتے - اس رونے
کی بھی کئی قسمیں ہیں - اول رحمت و رقت کا رونا - دوم خوف و خشیت کا رونا - سوم
محبت و شوق کا رونا - چہارم فرح و سرور کا رونا - پنجم جزع فزع کا رونا یعنے کسی ایسی مصیبت اور
درد کے سبب سے رونا جس سے تکلیف پہنچے اور اس کی برداشت نہ ہو سکے - ششم
بکا ذالحزن والخوف یعنی کسی غم مافات و خوفِ مستقبل کے سبب سے رونا - ہفتم بزدلی اور ضعف
کا رونا - ہشتم نفاق کا رونا یعنے آنکھوں سے آنسوؤں کا ٹپکا لینا تاکہ دوسرے سمجھیں
کہ فلاں شخص رقت کے باعث رو رہا ہے حالانکہ اُس کے دل میں ذری بھی اثر نہیں
ہوتا - ایسا شخص سب سے زیادہ قسی القلب ہوتا ہے - نہم - کرایہ کا رونا - یعنے کرایہ اور
مزدوری پر رونا -

(ہمارے ملک میں بھی یہہ دستور جاری ہے - عورتیں عورتوں کو رُلانے اور اُن کو
نوحہ کرانے اور دیگر اسی قسم کے کام کروانے میں امام ہوتی ہیں - اور نیز ہم نے بچشم خود
محرم کے دنوں میں بہت سے مردوں کو دیکھا جو کرایہ اور مزدوری پر روتے ہیں) اس
قسم کی عورتوں کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہہ قول ہے تنیح عجرتھا
وتبکی بشجو غیرھا - یعنے ایسی عورت جس کا اوپر وصف بیان ہوا ہے آنسوؤں
کو فروخت کرتی ہے اور کسی اور کے درد و الم میں روتی ہے - پنجابی مثل بھی قریب
قریب اسی مضمون کے ہے - دُکھ سوندی یار اندا - لے لے ناؤں بھراواندا
یعنے ایسی عورت بظاہر اپنے نوحہ میں نام تو اپنے مرے ہوئے بھائی کا لے رہی ہے مگر
فی الباطن مسمّی اس نام کا اسکا مرا ہوا بھائی نہیں ہے - بلکہ کوئی اور ہی ہے جو اسکا
آشنا ہے - وہم - بکا رموافقت - یعنی دوسرے لوگوں کو جنکو وہ ثقہ صاحب

Marfat.com

وقار اور سنجیدہ جانتا ہے روتا ہوا دیکھ کر ان کے ساتھ رونے لگتا ہے اور وہ اس رونے کے اصل سبب سے محض ناواقف ہوتا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ رونے کی دو قسمیں ہیں ایک قدرتی اور اضطراری دوسری تصنوعی اور اختیاری۔ پھر ان دونو قسم کے رونوں میں سے محمود اور مستحسن اور جائز صرف وہی رونا ہے۔ جس میں رحمت رقت خشیت یا اشتیاق وغیرہ پائے جاویں ورنہ نہیں۔

مصنوعی اور اختیاری رونے کی قسمِ محمود سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ سردست قدرتی اور اضطراری رونے والوں کی موافقت کر لیتا ہے اور آئندہ کے لئے امید ہے کہ اوس کے لئے قدرتی لبکار کی طرف رستہ کھل جاویگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسوقت جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینو ان بزرگ کے معاملہ میں قدرتی اور اضطراری رونا رو رہے تھے آپ کی جناب میں اسی مصنوعی محمود قسم کے رونے کی نسبت سوال کر کے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر میں جان جاؤں گا کہ یہہ لبکار ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ روؤنگا ورنہ میں (سردست آپ کی موافقت کے لئے) مصنوعی رونا رو دوں گا۔ اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس سوال کو برا نہ مانا۔ اسی واسطے بعض سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے یہہ فرمادیا ہے ابکوا من خشیۃ اللہ فان لم تبکوا فتباکوا یعنی اللہ کے ڈر سے سچا رونا جو اضطراری اور قدرتی ہے روؤ۔ اگر تمہاری نوبت یہانتک نہ پہنچے تو پھر مصنوعی رونا ہی روؤ۔ رونے والوں کی سی شکل وصورت ہی بنالو۔ انتہی

سلف صالحین کے اس قول کا ماخذ مسلم میں یہہ حدیثیں ہیں جو ابن ماجہ کے باب البکاء والبکاء میں درج ہیں۔

(۱) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابکوا فان لم	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم روؤ اور اگر رونا

Marfat.com

تبکوا فتنبا کوا	نہیں آتا تو رونی شکل بناؤ یعنے خدا سے ڈر کر اول تو سچا رونا روؤ ورنہ ایسی شکل بناؤ

جس سے معلوم ہو کہ تم خوف خدا سے متاثر ہو۔

(۲) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من عبد مومن یخراج من عینیہ دموع وان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیئا من حر وجہہ الا حرمہ اللہ علی النار۔	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسا مومن بندہ نہیں ہے کہ جسکی آنکھوں سے اللہ کے ڈر سے کچھ آنسو نکلیں پھر کچھ اس کے رخسارہ پر پڑیں مگر کہ اللہ تعالی اس کے چہرہ کو دوزخ پر حرام کردیتا ہے یعنی جو اسطرح پر رو دیگا اللہ تعالی دوزخ کو اسپر حرام کردیگا

چونکہ میت پر رونا اور اس پر غم کرنا ایک طبعی امر ہے۔ اسکو بیخ کن کرنا گویا ایک خلقی امر کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جو ناممکن بلکہ محال ہے اسواسطے شارع علیہ السلام نے اسکی چھڑوانے کی تکلیف نہیں دی اور کس طرح تکلیف دی بھی جاوے۔ یہہ امر تو اپنے ہمجنس کی مفقودگی پر محض رقت قلبی اور شفقت دلی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور در حقیقت محمود بھی ہے کیونکہ اسپر باہمی موالفت و موانست اور باہمی موالات اور مولفات موقوف ہے اور چونکہ عوام کالانعام ہر ایک فطری امر سے جو اپنی حد کے اندر ماندر محمود و مستحسن اور شرعاً بھی جایز ہوتا ہے تجاوز کرکے افراط و تفریط میں پڑجاتے ہیں جو مذموم مستہجن اور شرعاً بھی ناجایز ہوتے ہیں اسواسطے ضروری ہوا کہ شارع علیہ السلام قولاً و فعلاً جایز امر کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کریں اور مذموم امر کی ترک کرنے اور اوس سے نفرت دلانے کے لئے اُس کی برائیاں بیان کریں۔ ذیل میں ہم چند ایک احادیث نقل کرتے ہیں جن میں اس بکار کی جایز اور ناجایز صورتوں کا بیان ہے۔ اور جنکا کچھ کچھ ذکر زاد المعاد کی اوپر کی عبارت میں بھی آچکا ہے۔ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالی کہ میت

Marfat.com

پر رونے کی جائز صورت وہی اور صرف وہی ہے جسمیں رحمت و رافت و شفقت بلا آمیزش شکوے و شکایت حالی و قالی ہے اور جملہ حرکات و سکنات و دیگر لوازمات جزع و فزع سے بالکل خالی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابی سیف القین وکان ظئراً لابراھیم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم فقبّلہ وشمّہ ثم دخلنا علیہ بعد ذلک وابراھیم یجود بنفسہ فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان فقال لہ عبد الرحمن بن عوف وانت یا رسول اللہ صلعم فقال یا ابن عوف انہا رحمۃ ثم اتبعہا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون متفق علیہ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے گھر میں گئے اور یہ شخص وہ تھا جس کی بیوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی دایہ تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو اٹھا لیا اس کو چوما اور اپنی ناک اور منہ اس کو لگا کے منہ پر رکھا۔ گویا اس کو سونگھا (خیر جب چند ایام گزرے اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو گئے پھر ہم بھی اس پہلے واقعہ کے بعد اسکے گھر میں گئے تو دیکھا ابراہیم رضی اپنی جان دے رہے تھے تب آپ کی آنکھیں بہنے لگیں۔ عبد الرحمن بن عوف نے پوچھا میں؟ آپ بھی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے۔ پھر اسکے بعد اور دوبارہ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔ اور فرمایا آنکھ سے آنسو جاری ہیں اور دل غمگین ہے اور زبان سے ہم وہی کہینگے جو ہمارے رب کو پسند ہے اے ابراہیم تیری جدائی سے ہمارے دل پر چوٹ ہے۔

Marfat.com

(٢) عن اسامة بن زيد قال ارسلت ابنة النبي م اليه ان ابنًا لي قبض فاتنا فارسل يقرئ السلام ويقول ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل عنده باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب فارسلت اليه تقسم عليه ليأتينها فقام ومعه سعد بن عبادة ومعاذ بن جبل وابي بن كعب وزيد بن ثابت ورجال فرفع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبي ونفسه تتقعقع ففاضت عيناه فقال سعد يا رسول الله صلعم ما هذا فقال هذه رحمة جعلها الله في قلوب عباده فانما يرحم الله من عباده الرحماء متفق عليه (مشكوة)

اسامہ بن زید رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے جس کا نام زینب تھا آپ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ میرا بیٹا جان بلب ہے آپ تشریف لاویں آپ نے جواب بھیجا کہ اسکو جاکر میرا سلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا ہے اور اسی کا ہی ہے جو کچھ اس نے دیا ہے ہر ایک چیز کی میعاد اُس کے ہاں مقرر ہے۔ میری بیٹی کو چاہئے کہ صبر کرے اور قضا الٰہی پر خوش ہو کر اجر لیوے" جب قاصد نے یہہ پیغام سنایا تو زینب رض نے پھر آدمی بھیجا اور قسم دی کہ آپ ضرور تشریف لاویں۔ اسپر رسول اللہ صلعم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ اُس وقت سعد بن عبادہ۔ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب زید بن ثابت اور کئی ایک اور آدمی تھے قریب المرگ بچہ آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا اور اس وقت اُس کی جان کا یہہ حال تھا کہ وہ جسم کے چمڑہ کے اندر اس طرح ہلتی اور چلتی تھی کہ گویا کسی پرانی اور سوکھی ہوئی مشک کے اندر کوئی کنکر چلتا ہے یعنے اسوقت وہ نزع کی حالت میں تھا۔ اُس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں بہ پڑیں۔ سعد رض نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ کیا؟ آپ نے فرمایا یہہ رحمت ہے۔ اسکو اللہ تعالے نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہوا ہے اور اللہ تعالی بھی اپنے بندوں میں سے انہیں رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے

ہوتے ہیں۔

(۳) عن عبد اللہ بن عمر رض قال اشتکی سعد بن عبادۃ شکوٰے لہ فاتاہ النبی صلعم یعود مع عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود فلما دخل علیہ وجدہ فی غاشیۃ فقال قد قضی قالوا لا یا رسول اللہ فبکی النبی صلعم فلما رأی القوم بکا النبی صلعم بکوا۔ فقال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ متفق علیہ (مشکوۃ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوگئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ عبد الرحمن بن عوف رض سعد بن ابی وقاص رض اور عبداللہ بن مسعود رض تھے۔ جب آپ اُس کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ سخت بیماری میں مبتلا ہے یا اس کے ارد گرد بڑا بھاری ہجوم ہو رہا ہے) آپ نے پوچھا کہ کیا سعد مر گیا ہے پاس والے بولے نہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسپر آپ رو پڑے جب لوگوں نے آپکو روتے دیکھا تو وہ سب رو پڑے۔ پس آپ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے درد کے بدلے معذب نہیں کرتا ہاں اس (زبان) کی بدولت عذاب دیتا ہے (اگر کلمات جزع وفزع نکلیں) یا رحم کرتا ہے (اگر صبر اور حمد کیا) اور کہ میت کو اپنے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب ہوتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے آخری ٹکڑہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرح کی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عمر کی خطا معاف کرے اس نے یہہ بات جان بوجھ کر جھوٹ نہیں کی اصل بات یا تو اس کے ذہن سے جاتی رہی ہے یا وہ چوک گیا ہے اصل بات یہہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کی میت کے پاس

Marfat.com

سے گزرے اور لوگ اسپر رو رہے تھے آپ نے فرمایا لوگ تو اس کو رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں جاکر عذاب ہوگا۔ اسی طرح پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی مضمون کے کلمات فرمائے اور یہہ حدیثیں اور یہہ اعتراض بخاری مسلم میں موجود ہیں۔ شروح کتب حدیث میں بہت سے اقوال تو باپ بیٹے دعمرؓ و ابن عمر رضؓ کی تائید میں ہیں اور بہت سی حضرت عائشہ کی تائید میں مگر جو صاف صاف اور صحیح بات ان سب کے پڑھنے اور اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہہ ہے۔ کہ میت اگر مومن ہے اور اپنے گھر والوں اور لواحقوں کو اپنی زندگی میں اس فعل شنیع سے جو شرعاً حرام ہے روکتی رہی ہے اور پھر بھی اس کے بعد یہہ لوگ باز نہیں آئے اور خواہ مخواہ کفار کی طرح بے صبری اور کفری کلمات اور حرکات اُن سے سرزد ہوتی ہیں تو اس کا وِزر میت کے سر پر کچھ نہیں ہے۔ جو مرتکب ہو رہے ہیں اس کے وِزر کے متحمل بھی وہی ہیں اور اگر میت بھی انہیں رونے والوں اور نوحہ کنوں کی سی تھی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگئی تو اپنے اعمال بد کی شامت سے معذب ہوگی نہ کسی غیر کے عمل شنیع کے باعث سے اور اگر اس کی اجازت اور وصیت سے یہہ کام ہو رہا ہے تو یہہ تو صاف طور پر اُس کا اپنا فعل ہے۔ اپنے فعل کے سبب سے معذب ہے۔ غرضکہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے قول و فعل کا جوابدہ نہیں ہے۔ ﴿لا تزر وازرۃ وزر اخری﴾ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ کافی دلیل ہے جو حضرت عائشہ رضؓ نے پیش کی تھی حضرت عائشہ رضؓ کی جرح مشکوۃ کے باب البکاء علی المیت کے کی فصل ثالث میں بھی مذکور ہے۔

تین حدیثیں جو ہم نے اوپر لکھی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ میت پر یا محتضر پر بطور رحمت و رأفت رونا بمقتضائے فطرت انسانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندگان رحماء کی نشانی ہے اور ایسی حالت حقیقت میں صراط مستقیم ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔ علی العموم جمہور الناس افراط کی طرف چلے جاتے ہیں اور بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اعتدال پر ہوتے ہیں اور کئی ایک ایسے ہیں جو تفریط میں پڑ جاتے ہیں اگر

غور کر کے دیکھو گے تو عوام الناس کل کے کل افراط میں پڑ جاتے ہیں اور خواص میں سے بہت
خیال میں اکثر تفریط میں اور اقل قلیل میں جو اعتدال پر ہیں۔ عوام تو کفار کی من جانب
کے ثانہ کی سی بولیاں بولنے اور حرکات کرنے لگ جاتے ہیں اور لوازمات صبر بالائے
طاق رکھ دیتے ہیں نہ صرف سخت ناشکری اور بے صبری ظاہر کرتے ہیں بلکہ کفر و شرک
کے کلمات اُن کے مونہوں سے نکلنے لگتے ہیں۔ بلکہ عملاً اور فعلاً اُن سے ایسی ایسی حرکات
سرزد ہونے لگتی ہیں کہ الامان۔ وہاں ایمان کہاں باقی رہے خواص میں سے
بہت سے لوگ ہیں جو ہمنے خود دیکھے کہ ایسے ایسے صدمات کو دیکھ کر سنگدل اور قسی القلب
ہو جاتے ہیں رحمت و رأفت اُن میں کچھ نہیں ہوتی اُس اپنے قساوت قلب کو وہ جادہ
اعتدال اور سنت نبوی سمجھے بیٹھے ہیں حالانکہ سنت نبوی سے ایسے دل کو مس بھی نہیں
ہے۔ سنت نبوی یہہ تھی کہ رحمت و شفقت جوش زن ہوتی اور اپنی شکل آنسوؤں کی
صورت میں ظاہر کرتی جس سے باہمی مودت و محبت دوبالا ہو جاتی۔ اور حقیقی ہمدردی اور
رقتِ جنسیت کا سبق ملتا۔ دوسری حدیث کا یہہ فقرہ قابل غور ہے ھذہ رحمۃ جعلہا اللہ
فی قلوب عبادہ فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔

دو حدیثیں اور ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے عبارت مذکورہ بالا کی تقویت اور تائید
ہوتی ہے۔ اور یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک آنکھ اور قلب کے متعلق کارروائی ہو رہی ہو
تب تک شدت کے ساتھ ممانعت نہ کیجاوے ہاں عوام الناس کی اس قسم کی کارروائی
میں مظنہ اس امر کا ہے کہ شاید وہ ناجائز افعال کرنے لگ جاویں ان کو آرام کے ساتھ
اس قسم کا وعظ سنایا جاوے کہ وہ مظنہ جاتا رہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مات میت من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجتمع النساء یبکین علیہ فقام عمر ینہاھن ویطردھن فقال رسول اللہ صلعم دعھن	ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے کوئی شخص مر گیا۔ عورتیں اکٹھی ہو کر اسپر رونے لگیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکو منع کرنے

Marfat.com

یاعمر فان العین دامعۃ والقلب
مصاب والعھد قریب رواہ
احمد والنسائی (مشکوۃ)

تاکہ اُن کو منع کریں اور وہاں سے ہٹا دیویں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر
ان کو ان کے حال پر رہنے دے کیونکہ آنکھ
سے آنسو جا رہے ہیں اور دل کو درد پہونچا
ہے اور یہہ موت ابھی تو واقع ہوئی ہے یعنی یہہ عورتیں کسی قسم کی شکایت الٰہی نہ زبان
سے نہ ہاتھہ سے اور نہ کسی اور طرح سے کر رہی ہیں۔ صرف ان کی آنکھوں سے آنسو جاری
ہیں ان کے دل کو صدمہ پہونچا ہے اور ابھی تو موت واقع ہوئی ہے۔ کوئی زمانہ دراز
گزر نہیں گیا۔ یہہ کوئی ایسا کام نہیں کرتیں کہ ان کو ضرور روکا جاوے۔ دوسری حدیث
جو ذیل میں درج ہے اسکی مفسر اور مفصل ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالے
عنہ قال ماتت زینب بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فبکت النساء فجعل عمر یضربھن
بسوطہ فاخذہ رسول اللہ ص
بیدہ وقال مھلاً یا عمر ثم
قال ایاک ونعیق الشیطان
ثم قال انہ مھما کان من العین
ومن القلب فمن اللہ عزوجل
ومن الرحمۃ ومالکان من الید
ومن اللسان فمن الشیطان رواہ
احمد (مشکوۃ)

یعنی رسول اللہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت زینب رض
فوت ہوگئیں۔ عورتیں رونے لگیں۔ حضرت
عمر رضی اللہ تعالی عنہ کوڑے کے ساتھ
مارنے لگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اُن کو ہاتھ سے پکڑ کر ہٹا دیا اور
فرمایا اے عمر کچھہ دیر اُن کو ایسا ہی رہنے
دے اور کچھہ نہ کہو۔ اس کے بعد آپ عورتوں
کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے
عورتو شیطان کی آواز یعنے رونے اور
نوحہ سے بچو۔ اس کے بعد فرمایا جو تو
آنکھ اور دل سے ہے وہ اللہ تعالے
عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت ہے۔ اور
جو ہاتھ اور زبان سے ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ یعنی اگر تم اپنے دل کے غم کے

بخار کو صرف آنسوؤں کے ذریعہ نکال لوگی تو تو وہ جائز اور رحمت ہے۔ ورنہ ناجائز۔ بین اور نوحہ اور بے صبری کے کلمات و حرکات کی سخت ممانعت دوسری حدیث میں آچکی ہے جن سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ ذیل میں صرف دو حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوے الجاھلیۃ متفق علیہ (مشکوۃ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گالوں کو پیٹے گا گریبان چاک کریگا اور وہ بولیاں بولے گا جو خلاف اسلام ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہہ ساری حرکات بے صبری۔ قضا الٰہی پر خفگی غیر راضی کے لئے جلتی آگ پر تیل ڈالنے کے نشان ہیں۔ صاحب ماتم تو مریض کی ضد ہوتا ہے مریض کی عیادت اور صاحب ماتم کی تعزیت ایک ہی طرح کے ہیں جیسے وہاں دلجوئی تشفی۔ صبر و شکر اور ابتہال الی اللہ کی باتیں سنانی چاہئیں۔ اسی طرح یہاں پر بھی کرنی چاہئیں۔ اور یہہ ساری حرکات اس کی منافی ہیں اسکے غم و الم اور اس کی مصیبت کو بلکہ اور زیادہ بڑھانے والے ہیں۔

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالے عنہ قال اُغمی علے ابی موسی فاقبلت امراۃ ترام عبد اللہ تصیح برنۃ ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انا بریٔ ممن حلق وصلق و خرق متفق علیہ (مشکوۃ)

یعنی ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غشی کی حالت ہوگئی۔ ان کی بیوی ام عبد اللہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ اس کے بعد ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آگیا اور کہا راوی کہتا ہے کہ اسکو وہ حدیث نبوی سناتے تھے۔ اری فلانی کیا تو نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اُن لوگوں سے جو اپنے بال منڈولتے اور بین کرتے اور اونچے اونچی آواز سے ڈھاڑ مار مار کر روتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں بری ہوں۔ یعنی اُن لوگوں کا مجھ سے کچھ تعلق واسطہ نہیں ہے۔

فی الواقعہ اُن کی یہہ ظاہری ہیئت کفار کی سی ہے۔ ایمان کا تقاضا ہی نہیں ہے کہ کسی قسم کی مشابہت بالکفر کی جاوے چہ جائیکہ پھر بافعال کفریہ۔ کرتوت یہہ اور دعوے اسلام کا۔ بول یہہ! اور دعوے ایمان کا۔ کیا اس کفر پر شفاعت کی امید کرتے ہو؟ بین اور نوحہ کرنے والی عورتوں کی نسبت ارشاد نبویؐ ہے۔ النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب رواہ مسلم یعنے بین کرنے والی عورت اگر بلا توبہ کئے مرگئی تو قیامت کے دن کھڑی کی جاویگی اور اس پر گندھک کا کورتہ اور اسکے بدن پر جرب یعنے کھجلی یا خارش کی کورتی ہوگی یعنے اس کے اعضا پر جرب اور خارش مسلط کر دی جاویگی پھر اسپر دوا کے طور پر گندھک مل دی جاویگی (کیونکہ خارش کا علاج یہاں گندھک ہی ہوتا ہے) پھر وہ دوا بجائے اسکے کہ اسکو آرام دے الٹا اسکو عذاب دیگی۔ ایک تو گندھک کی بدبو دوسرے اس کی سوزش۔ گویا نوحہ کرنے والی عورت کا یہہ عمل نہایت ہی خبیث اور گندہ ہے۔ جس کے لئے عذاب کی یہہ شکل قیامت کے دن ہوگی۔

صبر کسی قسم کی مصیبت ہو کیا بیماری کیا موت اور کیا کوئی اور رنج والم جن کی گنتی اس دار المحن میں قریب قریب محال کے ہے ہر ایک میں صبر اور احتساب ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی قسم کے صابرین محتسبین کے حق میں فرماتا ہے ان اللہ مع الصابرین یعنے اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ہ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون یعنی اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادے۔ ان لوگوں کو جب مصیبت پہونچتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ یہی

Marfat.com

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور مہربانیاں ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں۔ **موت** سے بڑھ کر حقیقت میں دنیا کے اندر کوئی اور صدمہ نہیں ہے اور اس صدمہ کو اس کے پڑتے ہی اگر برداشت کر لیا جاوے اور اس میں رضائے الٰہی مقصود ہو تو اجر عظیم ہے ورنہ اس بے صبر غیر ماجور سے بڑھ کر بدبخت اور کوئی شخص نہیں ہے ایک تو موت کی مصیبت دوسرے حرمان اجر تیسرے عذاب کفر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس بیماری سے بچاوے۔ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھ کر رو رہی تھی (یعنے بے صبری میں قبر پر چلی گئی اور) بین کرنے لگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر جو اس طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا اے عورت اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی بولی۔ چل پرے ہٹ تجھ پر میری مصیبت کی سی مصیبت نہیں پڑی۔ خیر اس کو کسی نے کہہ دیا کہ وہ نبی صلعم تھے۔ تو پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی اور وہاں اسنے پاس کوئی دربان نہ پایا۔ بولی اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو موقت پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا۔ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ یعنے صبر تو وہی نام ہے وقت کی برداشت کا جو صدمہ پہنچتے ہی سہ لیجاوے (متفق علیہ مشکوٰۃ) اور ایسے صبر کے لئے جنت ہے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقول اللہ تبارک و تعالیٰ ابن آدم ان صبرت واحتسبت عند الصدمۃ الاولی لم ارض لک ثواباً دون الجنۃ رواہ ابن ماجہ۔ یعنی اے ابن آدم اگر تو صدمہ اولی پر محتسب ہو کر صبر کرے تو میں تیرے لئے جنت سے کم اجر پر خوش نہ ہونگا یعنے کم از کم جنت عطا کروں گا۔ ذیل کی حدیث بخاری کی ہے۔

اجر بر صبر

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

ما لعبدی المومن عندی جزاء اذا قبضت صفیہ من اھل الدنیا ثم احتسبہ الا الجنۃ رواہ البخاری

میرے پاس اپنے عبد مومن کے لئے واسطے جنت کے اور کوئی جزا نہیں ہے میں جب اسکی دنیا والوں میں سے اس کے سب سے

Marfat.com

زیادہ عزیز کی روح قبض کرلیتا ہوں پھر وہ مومن بندہ اس پر میری رضا جوئی کے لئے مجھ سے اجر لینے کے لئے صبر کرتا ہے۔ (بخاری مشکوۃ)

ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کسی شخص کا بچہ مرجاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچہ کی جان قبض کرلی؟ وہ عرض کرتے ہیں ہاں۔ پھر پوچھتا ہے کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو توڑ لیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہاں۔ پھر پوچھتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا ہے؟ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی ہے۔ اور وہ کہتا ہے (مر گیا ہے تو کیا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اللہ تعالیٰ کی ملک تھی وہ لے گیا) ہم بھی تو اسی کے ہیں ہمنے بھی تو اس کے پاس جانا ہے گویا اس کلام خداوندی کا ورد زبان پر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مات ولد العبد قال اللہ تعالیٰ لملائکتہ قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرۃ فوادہ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدے فیقولون حمدک واسترجع فیقول اللہ ابنوا لعبدے بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ (مشکوۃ)

اِحداد۔ ماتم یا سوگ

سوگ درحقیقت کچھ چیز نہیں ہے۔ آنکھ کے آنسو اور دل کا درد جو رحمت اور شفقت کے سبب سے پیدا ہوا ایک امر طبعی ہے۔ اور اتنی سوگ کو تو شرع نے بھی جائز رکھا ہے اس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں باقی رہا زیورات یا دیگر اشیاء زینہ کا ترک کردینا سو اس میں مردوں کے لئے ایسا کرنا حرام ہے۔ باقی رہیں عورتیں سو وہ چونکہ مردوں کی نسبت بے صبر اور کم حوصلہ ہوتی ہیں انکو آنسو اور درد کے علاوہ ایک ظاہری نشان کی بھی اجازت دیدی ہے یعنی

یہہ کہ وہ ایک عرصہ قلیل تک اپنی زینتیں چھوڑ دیویں۔ سو اگر کسی عورت کا خاوند مر گیا ہے تو وہ چار ماہ اور دس یوم تک ورنہ صرف تین یوم سوگ کر سکتی ہے۔ یہہ سوگ جو آجکل لوگوں میں مروج ہے (یعنے یہہ کہ اہل میت کا ایک خاص ہیئت اور خاص طور پر صف ماتم پر بیٹھ کر مجلس کا انعقاد کرنا اور لوگوں کا اس سوگ کو رونق دینا فاتحہ خوانی کرنا۔ چنوں یا مکی کے دانوں پر کچھ پڑھنا۔ تین یوم تک متواتر دنیا کے سب کام دھندے چھوڑ دینا اسیطرح لواحقین کا علی قدر قرابت تین یوم تک اہل میت کی طرح دنیوی کام کاج کا ترک کر دینا۔ تین یوم تک ہر صبح کو قبر پر جانا۔ عورتوں کا عورتوں کے ساتھ مل مل کر رونا۔ پیچیں مار مار اور دہان سے کلمات نامشروع نکال نکال بیصبری کرنا بین کرنا۔ بال گھسوٹنا۔ راکھ یا خاک سر پر ڈالنا۔ کپڑوں کا پھاڑنا وغیرہ وغیرہ۔ مردوں کا مردوں کے پاس جا کر بیٹھتے ہی کہنا کہ ہاتھ اٹھاؤ وغیرہ وغیرہ) سنت میں اس کا نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی کچھ اور ہی ہے۔ طریق اسلام کچھ اور ہی ہے۔ عہد رسالت میں موتیں واقع ہوئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل میت کی تعزیت کرتے۔ یعنی اہل میت کو صبر و سکون۔ رضا بقضائے الٰہی واحتساب کی تعلیم فرماتے۔ خلفاء راشدین کے عہد میں بھی کبھی اس قسم کا ماتم نہ کیا جاتا۔ اگر کوئی کافر بھی تعلیمات نبوی م کو دیکھے گا تو وہ بھی بلا توقف بول اٹھیگا کہ آجکل کا سوگ تعلیم نبوی کے مخالف ہے۔ میت والے مردوں کو صرف آنکھ کے آنسوؤں اور دل کی درد کی اجازت ہے اور بس ان کو اور کسی سوگ کی اجازت نہیں ہے۔ اور دوسرونکو حکم ہے کہ تم اہل میت کی تعزیت کرو (دیکھو مضمون تعزیت) ہاں عورت کو جو قدرۃً بے صبر اور ضعیف ہوتی ہے صرف اتنی اجازت دی کہ وہ اپنے خاوند کی موت کے سوائے کسی اور میت پر خواہ اس کا اپنا اکلوتا بیٹا ہی کیوں نہو زیادہ سے زیادہ تین یوم تک اشیائے زینت کو ترک کرلے۔ سو یہہ بھی اجازت ہی اجازت ہے حکم نہیں ہے۔ جس کے معنے یہہ ہیں کہ تین یوم سے زیادہ سوگ حرام ہے اور اس سے کم اختیار ہے۔ ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی میت پر تین یوم سے زیادہ سوگ نہ کرے۔ ہاں اگر اسکا

لا تحد امرأۃ علے میت فوق ثلاث الا علے زوج اربعۃ اشہر وعشراً الحدیث

متفق علیہ (بلوغ المرام)

خاوند مرجاوے تو اسکے لئے ۴ ماہ اور دس یوم تک سوگ کرے۔ **اس سوگ** کا مطلب خود اس حدیث کے اگلے ٹکڑے نے بیان کر دیا ہے جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ وہ ساری چیزیں ترک کر دیوے جو انسان کو مزین اور جمیل بنانیوالی ہوتی ہیں۔ علماء حنفیہ رحمہم اللہ نے اس حدیث کے لفظ امرأۃ (عورت) سے یہہ مسئلہ نکالا ہے کہ نابالغ بیوہ کو چار ماہ اور دس یوم سوگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ کہ یہہ بھی کرے اور اسکے دلی پسند واجب ہے کہ اس سے اشیاء مزینہ کی ترک کرائے کیونکہ نابالغہ کے لئے وہی عدت ہے جو بالغہ کے لئے ہے اور اس اثناء میں خطبہ کرنا حرام ہے اور امرأۃ (عورت) کا لفظ تغلیباً بولا گیا ہے۔ (**سبل و نیل**) پس سوگ کرنا یعنے اشیائے زینت کا ترک کرنا سو بھی صرف تین یوم تک عورتوں کے لئے ہے نہ کہ مردوں کے لئے پھر تین یوم سے زیادہ تک سوگ کرنا اون کے لئے بھی حلال نہیں ہے۔ ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لایحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر ان تحدّ علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر و عشراً۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

یعنے اُس عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتی ہے حلال نہیں ہے کہ تین رات سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے ہاں اگر اس کا خاوند مرجاوے تو اسکے لئے ۴ ماہ اور ۱۰ یوم تک سوگ کرے۔

سو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ بیوہ کے لئے اسقدر مدت طویلہ کا معین کرنا محض اس مصلحت پر مبنی ہے کہ رحم کا استبراء ہو جاوے۔ ممکن ہے کہ رحم بیوہ میں شوہر متوفی کا نطفہ قرار پکڑ چکا ہو جس پر متوفی کی نسل اور اس نطفہ کی جو اپنے وقت پر بچہ کی شکل میں ظہور پذیر ہونیوالا ہے نسب اور جملہ حقوق وراثت وغیرہ کی بنیاد ہے اور یہہ ایسے امور ہیں کہ ان کا متمیز اور بین ہونا ہر ایک سوسیلائیزڈ کنٹری کے نزدیک جو اصول تمدن سے واقف ہے

Marfat.com

ازبس ضروری ہے اگر نسب میں التباس ہو یا نطفہ میں شک ہو تو ہزارہا فساد اور تنازعات کسی وقت میں جاکر پیدا ہوں گے۔ انہیں تمام آئندہ فسادوں اور خصومتوں کو روکنے کی غرض سے شارع علیہ السلام نے اسقدر مدت طویل معین فرمادی کہ اس میں متوفی کے نطفہ کا (اگر کوئی ہو) یقینی علم عوام کو بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس مدت یعنی ۴ ماہ اور ۱۰ یوم کے ایک سو تیس دن ہوتے ہیں اطباء کے نزدیک یہہ امر مسلم ہے کہ ایک سو بیس یوم میں جنین کے اندر روح پیدا ہوجاتی ہے۔ اور جنین رحم کے اندر حرکت کرنے لگتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے دس یوم اور بڑہا دیئے تاکہ عوام بھی رحم کی اصل حالت سے واقف ہوجاویں۔ اور ایک سو بیس یوم کی رہی سہی کسر ان ایام عشرہ میں پوری ہوجاوے۔ اگر دوسری عورتوں کی طرح بیوہ کے لئے بھی صرف تین یوم ہی مقرر کئے جاتے تو ممکن ہے کہ بیوہ تین یوم کے بعد اپنی زینتیں استعمال میں لاتی۔ اور یہہ قدرتی بات ہے کہ جب عورت مزین چیزیں پہنتی ہے تو طبعی طور پر اُس کے شہوانی قوٰے میں جوش پیدا ہوتا ہے اور اسکو مرد کی طرف میلان ہوتا ہے اسی طرح دوسری طرف بھی ایسے مزین عورت کو اگر مرد دیکھہ لیوے تو اس کو بھی اُس کی طرف طبعی طور پر میلان ہوتا ہے۔ جسکا نتیجہ (بالفرض اگر گناہ نہ بھی ہوتا) تو بھی یہہ ضرور ہوتا کہ یہہ بڑی بھاری مصلحت جو اوپر بیان کی گئی ہے مفقود ہوجاتی۔ ہزارہا فساد اور تنازعات پیدا ہوتے۔ مگر شریعت کو یہہ باتیں منظور نہیں۔

(۲) یہہ مدت نصفِ مدتِ حمل ہے کیونکہ علی العموم ۹ ماہ ہی مدت حمل پائی جاتی ہے اور اس آدھی مدت میں استبراء بخوبی حاصل ہوسکتا ہے۔ عوام بھی اس قاعدہ سے واقف ہیں۔

(۳) عقل صحیح اور فطرت سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ عورت جو اپنے شوہر متوفی کے ساتھ ایک خاص طور پر اسقدر مدت رہی ہے یا جس نے عمر بھر اسی کے ساتھ رہنا سہنا تھا۔ اپنے رفیق مفقود پر مغموم ہو۔ اور اپنے غم کو محسوس طور پر کسی مدت صالحہ تک ظاہر کرے۔ سو شارع علیہ السلام نے ان تمام باتوں کو مرعی رکھا اور چار ماہ دس یوم اُس کے سوگ کی مدت معین کردی۔ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ رضاء بقضاء صبر و سکون اور احتساب مومن مرد اور عورت کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہہ سوگ جس کا ابھی ذکر ہوا ہے اُس سے

مراد صرف ترک اشیائے مزینہ وغیرہا ہے اور بس۔

غرضکہ شارع علیہ السلام نے عورتوں کے لئے تین یوم سے زیادہ تک سوگ کرنا یعنے اُن تمام چیزوں کا جو عورات کو مزین و جمیل بنانیوالی ہوتی ہیں ترک کرنا حلال قرار نہیں دیا پس اب ہمارے ملک کی عورتیں جو ہر ایک عید میں یا کم از کم سب سے پہلے عید میں ماتم کو تازہ کر بیٹھتی ہیں یا جو تین یوم سے زیادہ تک بعض مدت العمر اور بعض ایک سال تک سوگ رکھتی ہیں اور نیز وہ مرد بھی جو سوگ کرتے ہیں۔ بعض عمر بھر اپنی بہت سے آسائش کی چیزیں اور بہت سے آرام کے سامان ترک کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دیکھیں۔ عہد رسالت مآب میں تو عورتوں کا یہہ حال تھا کہ اپنے سگے بھائیوں کے مرنے سے تیسرے دن بعد آنکھوں میں سرمہ لگاتیں۔ سر دھوتیں۔ کنگھی کرتیں۔ وغیرہ وغیرہ اور اس ملک کے مردوں کا یہہ حال ہے کہ سوگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

تعزیت

جو اسرار و حِکَم عیادت مریض میں ہیں وہی تعزیت مُصاب میں ہیں۔ تعزیت کہتے ہیں کسی مصیبت زدہ کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی غرض سے اس کو تسلی دلجوئی اور صبر و سکون کی باتیں سنانے کو۔ تعزیت کے متعلق سب سے مقدم اور سب سے ضروری بات یہہ ہے کہ اہل میت کے لئے کھانا تیار کیا جاوے۔ اہل میت تو اپنے گھر میں اُس مصیبت کے سبب کھانا نہ پکائینگے۔ اور یہہ طبعی امر ہے اس سے چارہ نہیں ہے مگر یہہ ضروری بات ہے کہ وہ بھوکے نہ رہیں۔ اُن کو کھانا کھلایا جاوے۔ یہہ سنت نبوی ہے کہ دوسرے لوگ ان کے لئے کھانا تیار کریں نہ کہ وہ خود اوروں کو کھانا کھلاویں۔ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب خبر شہادت مدینہ شریف میں پہونچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما يشغلهم رواه الترمذی وغیرہ (بلوغ المرام)

کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان پر جو مصیبت آپڑی ہے اُس کے باعث وہ اسطرف سے رُک گئے ہیں۔ یعنے کھانا نہیں پکائیں گے۔

Marfat.com

پنجاب میں یہہ دستور ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اُس میت یا اُس میت کے والدین کے سمدہی اہل میت وغیرہ ہم کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں۔ اس رواج نے اسقدر زور پکڑا ہوا ہے کہ اصل سنت نبوی بالکل مفقود ہوگئی ہوئی ہے۔ سنت صرف یہہ تھی کہ کوئی سا مستطیع مسلمان ہو بالخصوص وہ جو اُس کا پڑوسی ہو اُس میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرے مگر اب یہہ رواج پڑ گیا ہے کہ کھانا تیار کرے تو سمدہی کرے خواہ وہ مستطیع ہو یا نہو۔ خواہ وہ قریب ہی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو۔ خواہ قرض اٹھاوے مگر پیچھے مگر اپنے سمدہی کے لئے کھانا ضرور تیار کرے۔ دوسرا غضب یہہ ہے کہ اُس سمدہی کو نہ صرف اہل میت کیلئے ہی کھانا تیار کرنا پڑتا ہے بلکہ اور بہت سے برادری کے لوگوں کے لئے بھی۔ گویا مردہ صرف اُس ایک گھر میں سے ہی نہیں نکلا بلکہ سب کے گھروں سے مردے نکلے ہیں۔ اس قسم کا کھانا تیار کرنا کوئی سنت نہیں ہے بلکہ بدعت شنیعہ اور محدث مکروہ ہے۔ جریر بن عبداللہ بجلی ایک مشہور صحابی ہیں وہ ۵۱ھ ہجری میں یا اس کے قریب قریب اس دار فنا سے رحلت کر گئے فرماتے ہیں کہ ہم اس قسم کے کھانوں اور اُس اجتماع اور ہجوم کو جو اہل میت کے گھر میں یا اُس کے گھر کے پاس ہوتا ہے بمنزلہ نیاحت یعنی نوحہ اور بین کرنے کے سمجھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر حدیث طعام آل جعفر کی روایت کرنے کے بعد لوگوں کے اس قسم کے پر تکلف اور غیر مشروع کھانوں اور اجتماعوں کو دیکھ دیکھ کر یہہ فرماتے ہیں فمازالت سنتخذ کان حدثنا فنزلہ یعنی اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنا تھا تو سنت نبوی پیچھے بدعت بن گئی اور اصل سنت کا اس متروک ہوگیا۔ جریر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی بکر کے یہہ دو قول ابن ماجہ میں موجود ہیں اور قول ثانی کی توضیح و تفسیر ابن ماجہ کے حاشیہ پر بحوالہ الدر المنثور للسیوطی لکھی ہے اسکا ماحصل یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ ہاں اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ لواحقین یا دوست جو میت کے غسل اور تجہیز و تکفین وغیرہ میں مشغول ہوں اور جو گویا اہل میت کے حکم میں مخصوص ہوتے ہوں وہ اگر اس کھانے میں شریک ہوں تو کوئی عیب شرعی لازم نہیں آتا۔

اس کھانے کے علاوہ دوسری ضروری بات جو اس تعزیت کے متعلق ہے یہہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس جاکر بیٹھا جاوے۔ اُسکو صبر و شکر۔ صبر و شکر کے لوازمات۔ صبر و شکر

کے اجر وغیرہ کی باتیں سنائی جاویں۔ نیز اس قسم کی باتیں کہ ہر ایک شخص کو لابد موت کا شکار ہونا ہے۔ موت حقیقت میں مومن کے لئے کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ مصیبت زدہ اگر حمد الٰہی کرے تو اُس کے لئے بیت الحمد جنت میں تیار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ چیز تھی جو وہ لے گیا ہے۔ جو اُس نے عطا کیا ہوا ہے وہ بھی اسی کا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدر جاری ساری ہے کہ اس نے ہر ایک چیز کے لیے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب زینب رضہ نے اپنی بیٹے کے قریب المرگ ہونے کی خبر بھیجکر بلا بھیجا تھا تو آپ نے اپنی بیبی کی تعزیت یعنے تسلی کے لئے قاصد کے ہاتھ بعد سلام مسنون یہہ کہلا بھیجا ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب یہہ تعزیت ہر وقت جائز ہے خواہ موت واقع ہو چکی ہو خواہ اس کی علامتیں نظر آویں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد میں بس یہی تعزیت ہوتی تھی۔ اور اگر ایسی تعزیت کو صحیح طور پر فاتحہ خوانی کہہ سکتے ہیں۔ تو بس پھر اتنی تعزیت ہی فاتحہ خوانی تھی نہ کہ یہہ رواجی اور رسمی فاتحہ خوانی۔ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک

وکان ھدیہ صلے اللہ علیہ وسلم تعزیۃ اھل المیت ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقراء لہ القران ولا عند قبرہ ولا غیرہ وکل ھذا بدعۃ حاد ثۃ مکروھۃ وکان من ھدیہ السکون والرضا بقضاء اللہ والحمد والاسترجاع الی آخر الفصل

تھی کہ آپ میت والوں کی تعزیت کرتے یعنے ان کو صبر اور تسلی کی باتیں سناتے یہہ آپ کی عادت نہ تھی کہ ماتم کیواسطے لوگ اکٹھے ہوں اور مردہ کیواسطے قرآن پڑھا جاوے نہ تو اس کی قبر پہ ہی اور نہ کسی اور جگہ۔ اور یہہ سب باتیں پیچھے پیدا ہوئی ہیں اور بدعت مکروہ ہیں آپ کی عادت مبارک میں یہہ باتیں یعنے سکون اور رضاء بقضاء الٰہی اور اللہ کی حمد اور استرجاع یعنے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا داخل تھیں۔

مطلق قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر ثواب پہونچانے کی بابت ہمنے آگے ایک مضمون

Marfat.com

لکھا ہے دیکھو مضمون (مردوں کو ثواب پہونچانا) اس کا ثواب پہونچانا ناجائز نہیں ہے ہاں طریق مشروع کی ضرورت ہے تتبع کتب حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی زمانہ نبوی صلعم میں اس طرح کے اجتماع اور فاتحہ خوانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کتب فقہ میں جو تین دن تک اہل میت کے لئے تعزیت کے واسطے بیٹھنا لکھا ہے (درمختار) تو معلوم ہوتا ہے کہ غالباً حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت دینے سے استناد کیا ہے ورنہ معلوم نہیں ہوتا کہ زمانہ نبوی میں تین روز تک اہل میت بیٹھا کرتے تھے۔ بس افضل تو یہی ہے کہ ایک دن بھی اہل میت نہ بیٹھیں۔ اور اگر تعزیت کنندوں کی سہولت اور آرام کے لئے ایسا کرنا چاہو تو پھر تعزیت کنندوں کو واجب ہے کہ حقیقت نبوی کو اچھی طرح بیان کریں جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کتب فقہ میں بھی اس فاتحہ خوانی مروجہ کا نام و نشان نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ تعزیت کرنے والے میت والوں کو یوں کہیں۔ عَظَّمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ جَزَائَکَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ[1] اور اگر کوئی شخص میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو چاہئے کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی پڑھے اور اخلاص کے ساتھ پڑھے۔ مگر اس کا ایسے موقعہ پر ہمیشہ کے لئے التزام کر لینا اچھا نہیں ہے کیونکہ مقصود تعزیت صرف پہلو کو تسلی دینا ہے

اجر تعزیت ۔ عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ من عزی مصاباً فلہ مثل اجرہ رواہ الترمذی ۔ یعنی جو کوئی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اُس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اجر اصل صاحب مصیبت کے لئے ہے

ایسا ہی **ابن ماجہ** میں ہے کہ جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی کسی مصیبت میں اُسکی تعزیت کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو بزرگی کے حلے پہنا دیگا۔ وجہ بھی ظاہر ہے کہ حقیقی ہمدردی اور سچی مواسات تو تب ہی ہوگی جب وہ اس مُصاب کی مصیبت میں شریک ہو کر اُسکے ساتھ اُسکا ہمرنگ ہو جاویگا گویا اپنے بھائی کی مصیبت کو وہ خود اپنی مصیبت سمجھ لیتا ہے۔

ترمذی میں بھی ابوہریرہؓ سے ایسا ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عزی ثکلی کُسِیَتْ بُرْدًا فی الجنۃ ۔ رواہ الترمذی ۔ یعنی جو کوئی کسی صاحب تام کو تعزیت اور تسلی کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اُس کو حلہ بہشتی پہنا دیگا۔

---

[1] یعنی خدا تیرے اجر کو بڑا کرے اور تیرے اہل کو اچھا کرے اور تیرے اس شخص کو جو مر گیا ہے بخشے

Marfat.com

جب اس دنیا میں وہ ماتم والوں کی مصیبت میں شریک ہوکر جامہ مصیبت پہنتا ہے تو جنت میں اس عمل کی جزا حلہ بہشتی مقرر ہوئی۔

اس قسم کے اجر فلکا بیان کرنا خاص شعر ہے اس امر کا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مصیبت زدہ کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی غرض سے دوسرے لوگوں کو بہت ہی ترغیب وتحریص دلائی ہے۔ جو مومن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کے مطابق احتساب تعزیت کرتے ہیں ضرور ضرور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجر پائینگے۔

بعض دیگر بدعات

بعض لوگوں نے کچھ خاص خاص رسوم مقرر کر رکھی ہیں اور ان رسوم کی اسقدر پابندی کرتے ہیں کہ الامان۔ سنت محمدی واسوہ حسنہ احمدی کو پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ ان میں سے **بعض** تو اہل میت کے متعلق ہیں۔ مثلاً رسم توشہ۔ اسفاط۔ روٹی۔ ایک خاص مدت تک مسجدوں میں ہر شام کو روٹی دینا اور چراغ جلانا پھر بند کر دینا۔ اور **بعض** ملاؤں کے متعلق ہیں۔ مثلاً جنازہ پڑھتے ہی جھوٹ موٹ منہ میں کچھ بڑبڑ کر دینا گویا وہ لوگوں کو ترکہ میت کی تلقین کرتے ہیں اگرچہ وہ میت شیر خوارہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور **بعض** سب کے متعلق ہیں۔ مثلاً جنازہ پڑھنے کے بعد پھر خاص التزامی طور پر بیٹھنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دفن تھوڑی دور چل کر پھر قبر کی طرف رخ کر کے دعا مانگنا۔ اسکے بعد پھر تھوڑی دور چل کر قبر کی طرف رخ کرنا اور اسی طرح دعا مانگنا۔ اس کے بعد آتے ہی اہل میت کے پاس طوعاً و کرہاً التزامی طور پر اجتماع کرنا۔ یہہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ **صاف طور** ان میں سے کسی پر بھی سنت کا نام نہیں آتا۔ اور بعض بعض امور تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے مبذرین اخوان شیاطین بنجاتے ہیں۔

میت کو اگر ثواب پہونچانا مقصود ہو تو اسکے لئے طریق مشروع دیکھنا ضروری ہے اگر دعا کے ذریعہ ثواب پہونچانا مقصود ہے تو دفن کے بعد دعا کرنے کے لئے پہلے سن چکے ہو اس طریق پر عمل کرو۔ یعنے قبر پر کھڑے ہو کر اسکے لئے دعائے تثبیت مانگو اور اگر کسی اور سادی چیز (کپڑا روٹی وغیرہ) کے ذریعہ سے ثواب پہونچانا مقصود ہے تو اگلا

Marfat.com

مضمون پڑھو یعنے مردوں کو ثواب پہونچانا) آمد امور کی شناعت کو نظر انداز کرکے ہم روٹی کی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔ اور اسی نے لوگوں کو تباہ کر دیا ہوتا۔

رسم روٹی

اس ملک کے لوگوں کی رسم ہے کہ ساتویں دن ساتہ دسویں دن دسواں چالیسویں دن چالیسواں اور برسویں دن وہ رسم کرتے ہیں یعنے کچھ کھانے پکاتے ہیں جسکا نام اُس میت کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں۔ ایسی روٹی کا نام پنجاب میں روٹی ہے۔ اس روٹی میں جو اسراف ہوتا ہے اُس سے خدا کی پناہ۔ محض ریا اور سمعہ کی خاطر یہہ سارے کام کئے جاتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں میں نام ہو۔ بعض خوشامدی ٹٹو تو کہہ بھی دیتے ہیں کہ شاباش۔ روٹی کیا کی اپنے خاندان کی آن رکھ لی اور ادہر سیکڑے ایسے ہوتے ہیں جو اس کی روٹی بھی کھاتے جاتے ہیں اور پیٹھ پیچھے لعنتوں پر لعنتوں کی بوچھاڑ بھیجتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ روٹی کیا کی اپنے خاندان کی ناک کاٹ دی۔ اُس مردوی نے کرنا ہی کیا تھا اور اس نکمی نے اپنے ساس سسرے کو پونجا ہی کیا تھا۔ غرضکہ خسر الدنیا والاخرۃ وذلک ھو الخسران المبین کا مصداق اس قسم کی روٹی کرنیوالا ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بھی لعنت حق اُس کے گلے کا ہار ہوتی ہے اُس دنیا میں بھی ویسا ہی حال ہوگا۔ درگاہ ایزدی سے دھتکارا جائیگا۔ اور اپنی ماں ہاویہ کی گود میں اپنے دیگر شیطان بھائیوں کے ساتھ بھیجا جاویگا۔ اس روٹی کے سبب ہزارہا خاندان برباد ہوگئے گھر قرضہ میں غرق ہوگئے نیلام پر چڑھائے گئے۔ بک گئے۔ ان مسرفون اسلام کی قدر نہ کرنے والوں نے اسلامی ہدایت کو چھوڑا اللہ تبارک وتعالے نے اون کو چھوڑا۔ مسلمانو! مردوں کو ثواب پہونچانا ہو تو پھر تم کیوں شرع کی پابندی اختیار نہ کرو۔ تمہارا مقصود تو صرف اپنی ناک اور آن اور جھوٹ موٹ کی عزت رکھنا ہے اور بس اوپر کا مضمون خوب دل لگا کر پڑھو۔ جتنا چاہو مردوں کو ثواب پہونچاؤ۔

مردوں کو ثواب پہونچانا

جو لوگ حقیقت موت سے واقف اور وجود خدا اور صفات کمال خدا کے قائل ہیں اُن کے لئے یہہ مسئلہ حل ہوا ہوا ہے۔ اور جو اس حقیقت سے آگاہ نہیں اور اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کمال کے منکر ہیں وہ اصل میں

Marfat.com

جامہ انسانیت سے عاری ہیں ان کا یہہ انکار محض فضول اور بے دلیل ہے ۔ موت اصل میں صرف اُس ذریعہ یا واسطہ کا نام ہے جس سے جسم اور روح کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے ۔ اور بس ۔ اس موت کا یہہ حق نہیں ہے ۔ کہ جسم یا جسم کے کسی ذرہ کو نابود محض کر دیوے یا روح پر اسکا کچھ اثر واقع ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے یہہ بھی ہیں کہ وہ ذرہ ذرہ کا خالق اور مالک و متصرف ہے ۔ وہ ذرہ ذرہ کو جانتا ہے ۔ پس جب روح اور جسم کو ایک ساتھ جکڑ بند کر دیا تھا اُسوقت بھی وہی اس مرکب پتلے کا خالق اور مالک و متصرف اور عالم تھا ۔ اب اگر انکو الگ الگ کر دیا ہے تب بھی وہی متصرف اور مالک ہے ۔ نہ تو اُس کے جسم کا کوئی ذرہ اُس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی روح ہی کہیں اس کے احاطہ قدرت و علم سے باہر نکل گئی ہے ۔ پس جب یہہ حال ہو تو پھر کیا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور مالک و متصرف کی درگاہ میں عاجزی کر کے اوس سے التماس کرے کہ الٰہی فلاں میت کو اپنے رحم سے بخشدے یا فلاں میت کی طرف سے میں نائب اور وکیل ہو کر یہہ کھانا یا یہہ روٹی یا یہہ پانی یا یہہ کپڑا تیری رضا جوئی کے لئے تیری راہ میں خرچ کرتا ہوں ۔ تو اس کو قبول فرما ۔ تو کیا کوئی عقلمند اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دل کی بھید کا واقف ہے اُس کی اس مخلصانہ التماس کو قبول نہ فرمائے گا ۔ وہ ضرور قبول فرمائیگا ۔ اور اس کا وعدہ ہے ۔ کہ میں مضطر دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں ۔ غرضکہ مردے کو ثواب پہونچانا ہو تو اس کی طرف سے وکیل بنجاوے ۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مخاطب بنا لیوے ۔ پس پھر اگر قرآن پڑھتا ہے تو قرآن کریم کا ثواب اور اگر روٹی کھلاتا ہے تو روٹی کا ثواب اور اگر پانی پلاتا ہے تو پانی کا ثواب اور اگر حج کرتا ہے تو حج کا ثواب اور اگر صدقہ دیتا ہے یا نماز پڑھتا ہے تو صدقہ اور نماز کا ثواب میت کو پہونچ جاتا ہے ۔ ہاں اس میں اخلاص اور رضاء الٰہی اور نیابت درکار ہے ۔ تعجب ہے کہ اس زمانہ میں بھی لوگ اس بات سے انکار کرتے ہیں ۔ میں اس وقت اگر ہزار ہا روپیہ لنڈن میں بھیجنا چاہوں تو بھیج سکتا ہوں ۔ نہ سمندر ہی مانع ہو سکتا ہے اور نہ مجھے ہی وہاں جانا پڑتا ہے ۔ اور نہ روپیہ لینے والے کو یہاں آنا پڑتا ہے ۔ صرف باضابطہ آرڈر دینے کی ضرورت ہے ۔ اور اگر میں یہاں سے وہاں تک ایک گھنٹہ کے اندر

اندر پہونچانا چاہوں تو بھی پہونچا سکتا ہوں۔ اسوقت مجھے جہاز کی ہی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ تار میں سد پیہ بھیجا جا سکتا ہے۔ صرف باضابطہ آرڈر کی ضرورت ہے جب انسانی علوم کا یہ حال ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ایسے علوم موجود اور ایسے احکام جاری نہیں ہیں؟ **بیشک ہیں** یہاں تک تو محض عقل کے پابندوں کو سمجھایا گیا ہے اب **نقل** لیجئے اور مردوں کو ثواب پہونچانے کی فکر کیجئے۔ **منتقی الاخبار** میں مردوں کو ثواب پہونچانے کے لئے ایک مستقل باب ہے۔ ذیل کی پانچ حدیثیں وہاں سے اور باقی کی اس کی شرح **نیل الاوطار** سے نقل کی جاتی ہیں اور ان سے جو جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ بھی اُسی کی شرح **نیل الاوطار** میں سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اس کے اصل اور اس کی شرح کو دیکھیں گے تو کمال درجہ کا حظ اٹھائینگے۔ یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف **ضرورت** کو پورا کرنیکے لئے بطور خلاصہ لکھا گیا ہے

(۱) عن عبد الله بن عمرو ان العاص بن وائل نذر فی الجاهلیة ان یهدی مائة بدنة وان هشام بن العاص نحر حصته خمسین وان عمراً سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلك فقال اما ابوك فلو اقر بالتوحید فصمت وتصدقت عنه نفعه ذلك رواه احمد۔

عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ عاص بن وائل نے جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی (وہ مر گیا اور اس کے پیچھے دو بیٹے رہے ایک کا نام عمرو تھا دوسرے کا نام ہشام تھا سو ان میں سے ہشام نے تو اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے (گویا اپنے باپ کی آدھی نذر پوری کر دی) باقی رہا عمرو سو اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ اگر توحید کے اقرار پر مرتا اور پھر تو اس کی طرف سے روزہ رکھتا اور صدقہ دیتا تو اس کو نفع دیتا یعنے اب وہ کفر پر مرا ہوا ہے اس کو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

(۲) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رجلاً قال للنبی صلی الله علیه وسلم ان ابی مات

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرا باپ بلا وصیت کئے مر گیا

Marfat.com

ولم يوص افينفعها ان اتصدق عنه قال نعم رواه احمد ومسلم والنسائی وابن ماجة۔

ہے کیا اس کی طرف سے میرا صدقہ کر دینا اس کے حق میں نافع ہے آپ نے فرمایا ہاں۔

(۳) عن عائشة رضی الله تعالی عنها ان رجلا قال للنبی صلے الله علیه وسلم ان اُمی افتُلِتَت نفسها واُراها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجرٌ ان تصدقت عنها قال نعم متفق علیه۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آکر عرض کی کہ میری ماں اچانک مرگئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر کوئی بات کرتی تو صدقہ دیتی۔ کیا اسکو ثواب پہونچے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دیدوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (پہونچے گا)

(۴) عن ابن عباس رضی الله تعالے عنه ان رجلاً قال لرسول الله صلے الله علیه وسلم ان اُمی توفیت افینفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فان لی مخرفاً فانا اشهدك انی قد تصدقت به عنها رواه البخاری والترمذی وابوداؤد والنسائی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں پوری ہوگئی (مرگئی ہے) اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اس کو نفع دے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا اچھا تو پھر ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ باغ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(۵) عن الحسن عن سعد بن عبادة ان امه ماتت فقال یارسول الله صلے الله علیه وسلم ان امی ماتت فاتصدق عنها قال نعم قلت فای الصدقة افضل قال

حسن بصری تابعی رح سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مرگئی اس نے حضرت سے عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے میں اسکی طرف سے صدقہ کردوں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی کہ پھر کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا

سقی الماء قال الحسن فذلك سقاية آل سعد بالمدينة رواه احمد والنسائی۔

پانی پلانا حسن ؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جو پانی پلانے کی سبیل ہے وہ اسی سعد کی اولاد کی ہے۔

(۷) ان رجلا قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان لی ابوان ابرهما فی حال حیاتهما فکیف لی ببرهما بعد موتهما فقال صلعم ان من البر بعد البر ان تصلی لهما مع صلاتك وان تصوم لهما مع صیامك (دار قطنی)

واقطنی کرنے والے کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرے ماں باپ تھے میں ان سے ان کی زندگی میں نیکی کیا کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان سے کس طرح نیکی کروں آپ نے فرمایا کہ نیکی پر نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز پڑھنے کے بعد تو ان کے لئے بھی نماز پڑھ لیا کر۔ اور اپنے روزوں کے ساتھ تو ان کے لئے روزے رکھ لیا کر۔

(۸) ان امراة قالت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امی مات وعلیها صوم نذر فقال ارایت لو کان علی امك دین فقضیته اکان یودی ذلك عنها قالت نعم قال فصومی عن امك (بخاری مسلم)

ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ مانی ہوئی نذر کا روزہ ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا بتا تو اگر تیری ماں کے ذمہ کچھ قرضہ ہوتا اور تو اسکو ادا کرتی تو کیا تیم قرضہ اس کی طرف سے ادا ہوتا یا نہیں بولی ہاں ادا ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا تو بھی اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ۔

عن بریدة رضی الله تعالی عنه ان امراة قالت انه کان علی امی یوم شهرا افاصوم عنها قال صومی

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے پوچھا کہ میری ماں کے ذمہ مہینے کے روزے تھے کیا میں اس

Marfat.com

عنہا (مسلم ابوداؤد - ترمذی)	کی طرف سے رکھ لوں۔ فرمایا اُس کی طرف سے رکھ لے۔
(۹) من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ من حدیث عائشۃ	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسی حالت میں مرجاوے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھ لے۔

پانچوں حدیث کی بابت **نیل الاوطار** میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے رجال نسائی کے سب ثقات ہیں مگر اتنی بات ہے کہ حسن رح نے سعد رض صحابی کا زمانہ نہیں پایا اور یہ حدیث ابن ماجہ اور ابو داؤد میں بھی ہے۔ اور ابو داؤد میں اس طرح ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ پانی پلانا ہے تو پھر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں ام سعد کا ہے اور **موطا** میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد رض کسی جنگ میں گئے ہوئے تھے اُن کے بعد ان کی والدہ فوت ہوگئی وفات کے وقت اس کو کہا گیا کہ تو کوئی وصیت کر وہ کہنے لگی میں وصیت کس بات میں کروں (میرا اپنا مال تو ہے نہیں جو صدقہ کی وصیت کروں) مال سعد کا ہے۔ خیر جب آئے تو پھر انہوں نے حضرت صلعم سے مسئلہ مذکورۃ الصدر پوچھا۔ **ان** احادیث سے صاف ثابت ہے کہ والدین کو ان کی اولاد کے دیئے ہوئے صدقہ کا ثواب ضرور پہونچتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمان مرے ہوں۔ اور آیہ وافی ہدایہ وان لیس للانسان الا ما سعی کے عموم میں اولاد بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی انسان کی سعی ہے۔ باقی رہے اور لوگ جو اولاد نہیں ہیں۔ سو **نیل الاوطار** میں ان کی بابت پہلے تو یہ لکھا ہے کہ اولاد کے سوائے اور لوگوں کی طرف سے صدقہ کے ثواب پہونچنے کی لئے دلیل درکار ہے کیونکہ عمومات قرآنیہ سے ایسا ثواب نہیں پہونچتا۔ مگر پھر بہت سی مذاہب واقوال نقل کرنے کے بعد مفصل طور پر لکھا ہے کہ احادیث مذکورۃ الصدر نے عمومات قرآنیہ کی تخصیص کردی ہے ہم یہاں صرف بعض اقوال اس کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ بحوالہ **شرح کنز** لکھا ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ وہ اپنا عمل کسی دوسرے

لہ اور (نیز) کہ انسان کے لئے اسکا اپنا عمل ہی نافع ہے۔ سلہ ابن تیمیہ رح نے اسبات کو کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کے

شخص کے لئے کرے مثلاً نماز روزہ حج صدقہ قرأۃ قرآن وغیرہا من جمیع انواع البر اور اہل سنت کے نزدیک اسکا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کے حق میں نافع ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ اور اس کے بہت سے اصحابؒ کے مذہب مشہور میں اہل سنت کے نزدیک قرأۃ قرآن کا ثواب نہیں پہونچتا۔ اور احمد بن حنبل رح اور بہت سے علماء اور نیز بہت سے علماء شافعیہؒ کے نزدیک اسکا ثواب بھی پہونچ جاتا ہے (اذکار نووی) پھر ابن نحوی کی شرح منہاج کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک مشہور اگرچہ یہی ہے کہ قرأۃ کا ثواب نہیں پہونچتا مگر مختار یہی ہے کہ پہونچتا ہے۔ کیونکہ یہہ دعا ہی ہوتی ہے اور اس کا پہونچنا یا نہ پہونچنا دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت پر موقوف ہے بلکہ قرأۃ کا کیا ذکر ہے سب اعمال کا بھی یہی حال ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرضکہ حق اور صحیح مذہب جو سب قسم کی احادیث مندرجہ بالا و دیگر احادیث معلومہ غیر منقولہ و اقوال و مذاہب علماء کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ خواہ کوئی ہو اولاد ہو خواہ غیر اولاد پاس ہو یا دور ہو اور **اعمال بر** بھی خواہ کیسے ہی ہوں صدقہ ہو نماز ہو روزہ ہو حج ہو۔ کوئی مشروع نذر ہو۔ قرأۃ قرآن ہو۔ روٹی کھلائی جاوے۔ پانی پلایا جاوے یا کسی قسم کی مدد کی جاوے سب کی طرف سے سب قسم کے عمل کا ثواب میت کو پہونچ جاتا ہے بشرطیکہ میت مومن ہے اور عامل کے دل میں اخلاص ہو۔ ریا اور سمعہ نہو۔ اور اگرچہ میت کی طرف سے وصیت ہو یا نہو۔ اور ان سب **اعمال بر** کے ثواب کا پہونچنا صرف دعا پر ہی قیاس نہیں کیا گیا بلکہ ان میں سے بہت سے اعمال کی نسبت تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فتوے اور اصحابؓ کا فعل موجود ہے اور باقی قسم کے **اعمال بر** کو دعا پر قیاس کر لیا گیا ہے اور یہی حق ہے۔

اپنے ناظرین سے للہ التماس ہے کہ میرے اس مضمون کے پڑھنے کے بعد میرے لئے اخلاص نیت کے ساتھ دعاء خیر کریں اور اگر میں مرجاؤں تو میرے مرنے کے بعد بھی مجھے دعائے خیر سے یاد کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی دعاء میری زندگی دنیا اور زندگی آخرت دونوں میں میرے کام آویگی۔ اور اگر میرا کوئی عزیز دوست یا رشتہ دار میری طرف سے کوئی **عمل بر** بھی کریگا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور فضل پر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو میرا عمل ہی تصور فرما کر قبول فرمائیگا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی

لولا ان ھدانا اللہ۔

زیارۃ القبور

موت ایک ایسی شی ہے کہ اُس سے غافل کی غفلت اور سست کی سستی ٹوٹ جاتی ہے۔ عاملین کی اعمال صالحہ کی طرف اور زیادہ رغبت بڑھتی ہے آثمین اور فاسقین کی توجہ فسق و فجور کی طرف سے ہٹتی ہے اس کا نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہادم اللذات رکھا اور فرمایا اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت[1] اس کی یاد از بس ضروری ہے۔ مُردوں پر نماز پڑھنا اور کسی شخص کو مرتے دیکھنا بھی بجائے خود ایک ایسے امور ہیں کہ صاحب عبرت ان سے پورا پورا سبق حاصل کر سکتا ہے مگر چونکہ یہہ عبرت گاہ گاہ ہوتی ہے اسواسطے دلوں کے زنگار کے اُتارنے کے لئے صقل دائم نہیں ہو سکتے۔ البتہ قبروں کی زیارت اس نقصان کو پورا کر سکتی ہے ہر روز نہو سکے تو جمعہ کے دن ہی سہی۔ ذری چلکر اُس شہر خموشاں کی بھی تو سیر کرو۔ ان زمین دوز باغوں کو بھی تو دیکھو ہزارہا نہیں بلکہ کروڑہا بے زبان کوئلیں اور گنگ زبان بلبلیں زبان حال سے پکار پکار کر سنا رہی ہیں۔ ع یہہ سکندر ہے یہہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے۔ (اشعار)

یکے بگور غریباں شہر سیرے کن	بہ بیں کہ نقش الٰہا چہ باطل افتادست
گزر ناجب کبھی میرا ہوا شہر خموشاں میں کہیں آئینۂ زانو سکندر کا شکستہ تھا	عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہان عالم کا کہیں ٹوٹا پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا

شروع شروع میں جب اسلام ابھی دلوں میں پورا پورا جاگیر نہ ہوا تھا اسوقت رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا جب توحید کی جڑہ خوب مستحکم ہو گئی اور مظان شرک و کفر سب کے سب جاتے رہے تو پھر آپنے اجازت دیدی اور اسکے کچھہ فوائد بھی بتائے۔ بلوغ المرام میں ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ

عن بریدۃ بن الحصیب رض الاسلمی رض قال قال رسول اللہ ﷺ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (رواہ مسلم) زاد الترمذی فانھا تذکر الاٰخرۃ و ابن ماجۃ من حدیث ابن مسعود رض وتزھد فی الدنیا	نے فرمایا میں تمکو قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا اب وہاں جایا کرو (مسلم) کیونکہ آخرت یاد دلاتی ہیں (ترمذی) اور دنیا کیطرف سے بے رغبتی پیدا کرتی ہیں (ابن ماجہ) تلخیص الحبیر میں بروایت شافعی۔ احمد و حاکم لکھا ہے

[1] سب مزوں اور عیشوں کو مٹانیوالی یعنے موت کو بہت یاد کیا کرو

کہ رسولخدا نے فرمایا کہ یہہ قبریں عبرت کا محل ہوتی ہیں اور بروایت حاکم یہہ بھی ہے کہ یہ دلوں میں رقت پیدا کرتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو ٹپکواتی ہیں۔ **حضرت** کی عادت مبارک یہی تھی کہ آپ قبرستان جایا کرتے تھے مُردوں کے لئے دعا مانگا کرتے تھے صحابہ انکے ساتھ جایا کرتے تھے انکو بھی دعائیں سکھایا کرتے تھے یہ دعائیں ہم ابھی لکھینگے انشاء اللہ غرضکہ حضرت کی حکم اور فعل دونوں ثابت ہے کہ قبروں کی زیارت سنت ہے کیونکہ انسان آخرت کیطرف رغبت برتتی ہے اور دنیا کی طرف سے گھٹتی ہے اور انسان افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال پر آجاتا ہے اب دیکھنا یہہ ہے کہ آیا یہہ زیارت صرف مردوں کو مسنون ہے یا عورتوں کو بھی۔ سو مردوں کے لئے مسنون ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے البتہ عورتوں کی نسبت علمائیں اختلاف ہے جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوپر کی حدیث کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا کے خطاب میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں اور جن فوائد کی تحصیل مرد کو ہے انہیں کی حاجت عورتوں کو بھی ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ خطاب کا صیغہ مذکر ہے اسواسطے مخاطب صرف مرد ہی ہیں نہ کہ **عورتیں** دوم یہ کہ عورتوں کے لئے صریح نہی آچکی ہے جیسا کہ ترمذی میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ م لعن زوارات القبور اور ابن ماجہ میں ابن عباس وغیرہ صحابہؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے یعنی قبر پر بکثرت جانیوالیوں پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے **قائلین** کہتے ہیں کہ حدیث فزوروھا میں صیغہ مذکر صرف بطور تغلیب ہے جو اشخاص براہ راست نہی مخاطب تھے بوقت اجازت بھی وہی مخاطب ہیں اور یہہ ظاہر ہے کہ نہی کیوقت مرد اور عورتیں سب کے سب مخاطب تھے اب پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اجازت کیوقت ان کو مستثنیٰ کر دیا جاوے باقی رہی حدیث لعن سو اسکا جواب وہ یہہ دیتے ہیں کہ یہی حدیث کنت نھیتکم اسکی ناسخ ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ نسخ کیلئے تقدم و تاخر کا علم ضروری ہے اور یہاں یہہ بات مفقود ہے مگر یہہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ خود الفاظ حدیث کنت نھیتکم اسبات پر دال ہیں کہ نہی سابق منسوخ کی گئی ہے علاوہ بریں قائلین حدیث لعن کے منسوخ ہونے اور جواز زیارت کی تائید میں احادیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ ان عائشۃؓ اقبلت ذات یوم من المقابر فقلت لھا یا ام المومنین من این اقبلت قالت من قبر اخی عبد الرحمن فقلت لھا الیس کان نھی رسول اللہ م	ابو ملیکہ کی بیٹی عبداللہ رم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضہ ایکدن قبرستان سے آئیں میں پوچھا ای ام المومنین آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں؟ فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر سے آتی ہوں میں نے پوچھا کیا رسول اللہ م نے قبروں پر جانے سے منع

Marfat.com

عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نہی عن زیارۃ القبور ثم امر بزیارتہا رواہ الاثرم فی سننہ (منتقی الاخبار)

نہیں کیا تھا۔ فرمایا ہاں قبروں پر جانے سے منع تو کیا تھا مگر پھر جانے کی اجازت دیدی تھی۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بھی یہ حدیث جواز زیارت کے لئے منقول ہے مگر وہاں حاکم کی روایت سے اور یہاں اثرم کی۔ **سبل السلام** میں ہے کہ حضرت علی بن حسین رضؓ

عن علی بن الحسینؓ ان فاطمۃؓ علیہا السلام کانت تزور قبر عمہا حمزۃ کل جمعۃ فتصلی وتبکی عندہ (رواہ الحاکم)

یعنے امام زین العابدین رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضؓ اپنے چچا حمزہ رضؓ کی قبر پر ہر جمعہ کو جایا اور وہاں پر دعا مانگا اور رویا کرتی تھیں۔

اسکے نقل کرنے کے بعد یہہ جرح کی ہے کہ یہہ حدیث مرسل ہے کیونکہ امام زین العابدین رضؓ نے اپنی جدہ ماجدہ کا زمانہ نہیں پایا تھا مگر **تلخیص** میں حافظ امام ابن حجر رحؒ نے اس حدیث کو موصولاً ذکر کیا ہے بدیں سلسلہ عن علی بن الحسین عن علی ان فاطمہ الحدیث یعنی امام زین العابدین نے حضرت علیؓ سے سنکر یہ روایت کی اور اسپر کوئی جرح بھی نہیں کی۔ **نیل** میں بھی اسپر کوئی جرح نہیں ہوئی۔

مانعین ترمذی کی حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔ وہی عبداللہ بن ابی ملیکہ جنکی روایت اوپر لکھی جاچکی ہے فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمن بن ابی بکر رضؓ بالحبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضؓ اتت قبر عبد الرحمن بن ابی بکر فقالت "وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ - من الدہر حتی قیل لن یتصدعا - فلما تفرقنا کانی ومالکا

ابوبکر (حضرت عائشہ رضؓ کا سگا بھائی) مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک گاؤں میں جسکو حبشی کہتے ہیں فوت ہوگئے ان کی نعش مکہ میں اٹھا کر لائی گئی اور وہیں ان کو دفن بھی کیا گیا پھر جب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کے لئے، مکہ میں پہونچیں تو اس وقت اپنے بھائی کی قبر پر آئیں۔ اور یہہ بیتیں (جو

بطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا۔ ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتک ما زرتک

(رواہ الترمذی)

فٹ نوٹ میں نیچے لکھے گئے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی اور باطل خیالوں اور جھوٹی امیدوں پر تاسف کرکے پڑھیں۔ پھر فرمایا بخدا اگر میں (تیری موت کے وقت) تیرے پاس موجود ہوتی تو جہاں پر تو مرا تھا وہیں تو دفن کیا جاتا اور اگر میں تجھے دیکھ لیتی (تو آج اسوقت تیری قبر پر) نہ آتی۔

مانعین حضرت عائشہ رضہ کے اس قول ما زرتک یعنی "میں تیری قبر پر نہ آتی" سے یہہ سمجھتے ہیں کہ عائشہ رضہ عورتوں کے قبروں پر جانے کی جواز کی قایل نہ تھیں کیونکہ رسول خدا صلعم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے مگر یہہ فہم درست نہیں ہے۔ اس سے ایک صحابیہ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضہ پر باوجود علم لعنت قبر پر چلے جانے اور فعل منہی عنہ کے کرنیکا الزام لگتا

(۱) وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ — من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

جذیمہ کے دو وزیروں کی طرح زمانہ دراز تک — ہم آپس میں اکٹھے رہے یہانتک کہ لوگوں میں یہ بات زبان زد ہو گئی

(۲) وعشنا بخیر فی الحیوۃ وقبلنا — اصاب المنایا رھط کسری وتبعا

اور ہم نے امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہم سے پہلے — کسرے کے لشکر اور قوم تبع کو موت نے آ دبوچا۔

(۳) فلما تفرقنا کانی ومالکا — لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

پھر جب ہم میں جدائی ہو گئی تو پھر یوں معلوم ہوا کہ گویا میں اور مالک نے باوجود عرصہ دراز تک یکجا رہنے کے ایک رات بھی اکٹھے

ان شعروں کا مطلب سمجھنے کے واسطے کسی قدر شرح لکھی جاتی ہے۔ تمیم بن نویرہ اور مالک بن نویرہ دو بھائی تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں خالد بن ولید نے مالک کو قتل کر ڈالا اس کے فراق میں تمیم نے یہہ اشعار پڑھے۔ اور ان میں جذیمہ وغیرہ کا مشہور تاریخی واقعہ پیش نظر رکھا اور وہ یہہ ہے کہ اسلام سے دو پہلے عراق وعرب کا ایک بادشاہ تھا جس کو جذیمہ کہتے تھے۔ اس کے دو وزیر تھے ایک کا نام عقیل تھا اور دوسرے کا نام مالک چالیس سال تک وہ بادشاہ کی مصاحبت میں رہے اور آپس میں ان کی نہایت ہی پرلے درجہ کی محبت اور موافقت رہی۔ آخر کار نعمان نے ان کا کام تمام کیا حضرت عائشہ رضہ نے بھی انہیں بیتوں کو پڑھا۔ (مظاہر حق۔ حواشی مشکوۃ و ترمذی)

یہہ دوسرا شعر اصل ترمذی میں نہیں ہے۔ سبل السلام اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول سے نقل کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ہے ان کی جناب پاک اس سے پاک ہے کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف کچھ بھی کہیں یا کریں۔ مانعین کے اس فہم کو ترمذی کے حاشیہ پر بھی اسی طرح رد کیا گیا ہے۔ اصل بات یہی ہے جو اس راوی عبداللہ بن ابی ملیکہ کی پہلی روائت میں مفصل بیان ہو چکی ہے یعنے یہہ کہ وہ جواز کی قائل تھیں۔ اور جواز سمجھ کر قبر پر گئی تھیں۔ اور یہاں جو زیارت کرنے سے ایک گونہ نفی کی ہے تو محض ازراہ تاسف یہہ سمجھ کر کی ہے کہ یہاں قبر پر آکر بھائی سے ملاقات تو کی ہی نہیں۔ صرف دل کا اُبال تھا جو نکال لیا۔ اگر زندگی کی حالت میں ملاقات کر لیتی تو اب اس ڈھیری پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ علاوہ بریں ان کی عادت مبارک تھی کہ وہ پہلے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو دیکھا کرتی تھیں۔ اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کی اجازت سے اُسی جگہ مدفون ہوئے تو پھر بھی پردہ کر کے وہاں جایا کرتی تھیں۔ بلکہ غور کر کے دیکھو تو وہ تو رہتی ہی وہیں تھیں۔ **مزید برآں** انہوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب میں قبرستان میں جاؤں تو کیا پڑھوں۔ آپ نے انکو منع نہ کیا کہ قبرستان میں مت جاؤ وہاں عورتوں پر لعنت برستی ہے بلکہ فرمایا کہ تم (وہاں جاکر) یہہ دعا پڑھا کرو۔ یہہ قصہ **مسلم** میں موجود ہے۔ اور یہہ دعا ہم ابھی **لکھینگے**۔

نووی میں ہے کہ اس پر تو اجماع اور اتفاق ہے کہ مردوں کے لئے قبروں پر جانا جائز ہے۔ باقی رہیں عورتیں سو ان کی نسبت ہمارے اصحاب رحمہ کے تین قول ہیں۔ حرام۔ **مکروہ** اور **مباح**۔ اور خود امام **نووی** رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے عدم جواز پر ہے۔ **تلخیص** اور **فتح** میں امام ابن حجر نے لکھا ہے کہ اکثر جواز کے قائل ہیں مگر ایک قید کے ساتھ یعنے یہہ کہ جب فتنہ کا احتمال نہ رہے گویا فتنہ کیوقت وہ بھی عدم جواز کے قائل ہیں **نیل الاوطار** میں بہت سے اقوال و مذاہب نقل کرنے کے بعد آخری فیصلہ وہی ہے۔ جو **فتح** کا ہے یعنی یہہ کہ اگر فتنہ (یعنے بے صبری اور جزع فزع اور بیہودہ گوئی وغیرہ) نہ ہو تو پھر عورتوں کے لئے بھی قبروں پر جانا جائز ہے۔ کیونکہ جملہ احادیث کی اس طرح پر تطبیق ہو سکتی ہے۔ **ترمذی** میں حدیث لعن زوّارات

Marfat.com

کے بعد لکھا ہے کہ بعض اہل علم کا یہہ مذہب ہے۔ کہ یہہ لعنت اسوقت تک تھی کہ جب تک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی دی تھی پھر جب اجازت دے دی تو اس اجازت میں مرد اور عورت سب شامل ہیں۔ اور بعض اہل علم کا یہہ مذہب ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانا اسواسطے بُرا ہے کہ ان میں صبر تو ہوتا ہے کچھہ قدرے قلیل اور بے حوصلگی ہوتی ہے بہت۔

عبارات مندرجہ صدر کے پڑھنے سے **فتح الباری** اور **نیل الاوطار** کا فیصلہ نہایت ہی صاف اور صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی یہہ کہ اس شرط سے عورتوں کے لئے قبروں پر جانا جایز ہے کہ وہ بے صبری اور جزع فزع اور دیگر فتن سے مامون ہوں۔ مگر اندھیر اور غضب تو یہی ہے کہ عام مفتی جواز کا فتوے دیتے وقت اس شرط کو دیکھتے تک نہیں اور جھٹ فتوے دیدیتے ہیں۔ جو لوگ دینی مصالح سے واقف ہیں وہ اپنے زمانہ کے حالات کو دیکھہ کر دینی مصلحت کو مقدم رکھتے ہیں ہم اگر اپنے ملک کو دیکھیں تو یہاں عورتوں کا یہہ حال ہے کہ قبروں پر جا کر جلی شرک کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اولاد مانگتی ہیں۔ رزق مانگتی ہیں نذریں مانتی ہیں چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔ اور ہزارہا قسم کے نامشروع کاموں اور فتنوں کی محل بنتی ہیں۔ اور اگر اپنے کسی عزیز اور پیارے کی قبر پر جاتی ہیں تو جن باتوں سے شارع علیہ السلام نے روکا ہے وہی کرتی ہیں۔ اللہ تعالی کی شکایت۔ مدفون کی بیجا تعریف جزع۔ فزع۔ بَین اور اس کے لوازمات کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اور اگر احادیث کو دیکھیں تو وہاں زیارت قبور کا مقصود یہہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی ہو۔ آخرت کا نقشہ سامنے بندھ جاوے۔ عبرت ہو۔ خدا کا خوف دل میں پیدا ہو۔ دل نرم ہو۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ پس ایسی صورت میں دینی مصلحت کو مقدم رکھ کر یہی فتوے دینا پڑیگا کہ عورتوں کو قبروں پر جانا منع ہے۔ اور ہم کو اسوقت تک تو کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس نے اس اجازت میں داخل ہونے کا حق پیدا کر لیا ہو۔ اور اگر کوئی ایسی ہو تو اس کے لئے تشدد نہیں کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

Marfat.com

قبرستان کی دعائیں

زیارت قبور کے لئے طریق مسنون یہہ ہے کہ زائر اپنی زبان سے وہی کلمات بکالے جو خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا اور پڑھایا کرتے تھے۔ ذیل کی ادعیہ مشکوۃ سے لکھی جاتی ہیں۔

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ رض کو قبروں میں جا کر پڑھنے کے لئے یہہ دعا سکھایا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (مسلم)

گھروں والو مومنو مسلمانو! تمپر سلامتی ہو جیو۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم کو ملنے والے ہیں۔ اپنے لئے اور تمہارے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک قبرستان کے پاس سے گزرے اور قبرستان کی طرف رخ کر کے یہہ دعا پڑھی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ۔ (ترمذی)

قبروں میں پڑے ہوؤ! تم پر سلامتی ہو جیو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ بھی اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے تم ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلعم پچھلی شب کو قبرستان بقیع غرقد میں یہہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم)

مومن لوگوں کے قبرستان! یعنی اے قبروں میں سوئے ہوئے مومنو! تمپر سلامتی ہو جیو۔ جس بات کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا وہ تم پاس آگئی۔ اب تم قیامت تک یہیں قبروں میں پڑے ہو گے۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہی کو ہیں۔ الٰہی! اس بقیع غرقد قبرستان کے مردوں کو بخشدے۔

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میںنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں قبرستان میں جاکر کیا پڑھوں آپنے فرمایا یہہ دعا پڑھا کر۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ (مسلم)

گھروں والوں مومنوں مسلمانوں پہ سلامتی ہو جیو۔ جو ہمسے پہلے مر گزرے ہیں انپر بھی اور جو ہمسے پیچھے ہونگے انپر بھی اللہ رحم کرے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی تمکو ملنے ہی والے ہیں۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان میں جاتے تو مُردوں کے لئے وہی کچھ کرنے اور صحابہ کو کرنے کی تعلیم فرماتے جو آپ نماز جنازہ میں کرتے تھے یعنی یہہ کہ مُردوں کے لئے ان کے گناہوں کی معافی کی التجا خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں کرتے۔ اول اپنے لئے بعد ش مردوں کے لئے۔ **افسوس** ان نادان مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ سنت نبوی کی خواہ مخواہ مخالفت کرتے ہیں ان کو کیا ہو گیا۔ چاہیئے تھا کہ یہہ مُردوں کو کچھ فایدہ پہونچاویں نہ کہ خود اُن سے مانگنے لگ جاویں۔ یہہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دو بیتوں کو جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں نہیں نہیں بلکہ جو ہر دل پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کندہ کئے جانے کے قابل ہیں کبھی نہیں پڑھتے اور سوچتے

لقد اسمعت لو ناديت حيا	ولكن لا حياة لمن تنادي
اگر تو کسی جیتے جاگتے کو پکارتا تو اُسکو سنا بھی لیتا	پر تو تو اُس کو پکارتا ہے جس میں جان ہی نہیں
ولو نارا نفخت بها اضاءت	ولكن انت تنفخ في رمادي
اگر تو آگ کو پھونک مارتا تو وہ روشن ہو جاتی	پر تو تو راکھ میں پھونک مارتا ہے

اِدھر سنت نبوی میں توحید اور میت کے ساتھ نیکی ہے اور اُدھر شرک جلی اور میت کے ساتھ بدی کی جاتی ہے۔ مسلمانو! للہ مسلمان بن جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران) اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اُس سے ڈرنا۔ اور نہ مرو مگر مسلمان۔

Marfat.com

الحمد للہ کہ یہہ کتاب جو اسم با مسمی ہے یعنی

الحکمۃ الیمانیۃ والایمانیۃ
فی
اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیہ

آج بفضلہ تعالی بعد نماز عصر بوقت

ساڑھے پانچ بجے ۲۲ جمادی الاولے

سنہ ۱۳۱۶ ھجری مطابق

۹- اکتوبر سنہ ۱۸۹۸ ع

کو تمام ہوئی

راقم ابو المسیح احمد

کاتب خاکسار فقیر

برکت علی سیالکوٹی

Marfat.com

افسوس

ابتدائے طبع کتاب ہذا کے وقت ہم کو کسی مہربان نے امید دلائی تھی
کہ وہ ہم کو انجیل بزبان انگریزی دینگے اور ہم اسکا اُردو میں بامحاورہ
ترجمہ کرکے شائع کرینگے چنانچہ ہم نے اس کتاب کے صفحہ سات کے
حاشیہ پر اس ترجمہ کا نام رحمتہ للناس ترجمہ انجیل بزبان رکھ کر
اس کی طبع کا نوٹ دیدیا۔ مگر اب سخت جانکاہ اور دل آزار
افسوس کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے مہربان خود دھوکے میں تھے
یہ کتاب نایاب ہے اور ہم اسکی تلاش میں ہیں اور بذریعہ تحریر ہذا اشتہار دیا جاتا ہے
کہ جس شخص کے پاس یہ کتاب ہو وہ مہربانی کرکے ہمکو دکھادیں خواہ کسی بانیں ہو

المشتہر - خاکسار ابوالمسیح احمد المعروف بہ احمدبن الہ بخش صدر ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

احکام الٰہیہ فی اسرار الطہارۃ والعبادۃ الاسلامیہ

اسلام کا فلسفہ طہارت و عبادت

ابو المسیح احمد المعروف بہ احمد دین

فیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

Marfat.com